اثمار الہدایۃ

علی الہدایۃ

ہدایہ ثانی

۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ

احادیث کا عظیم ذخیرہ

شارح

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

جلد ۶

ناشر

۲۴۷۵۵۴

ثاقب بکڈپو دیوبند





نام کتاب	اثمار الہدایہ (جلد ششم)
نام شارح	حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم
سن طباعت	١٤٣٧ھ مطابق ٢٠١٦ء
تعداد	گیارہ سو (گیارہ سو)
باہتمام	مولانا نثار احمد قاسمی
کمپوزنگ	الفضل کمپیوٹرس دیوبند Mob. 09557514799
ناشر	ثاقب بکڈپو دیوبند Tel: 01336-222999 Mob. 09412496688

ثاقب بکڈپو دیوبند ٢٤٧٥٥٤

SAQIB BOOK DEPOT DEOBAND
SAHARANPUR U.P. 247554 (INDIA)
Tel: 01336-222999
Mob. 09412496688
Email:saqibbookdepot@gmail.com
Whatsapp:08937896482

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

چھٹی صدی ہجری کے فقیہ اعظم علامہ برہان الدین مرغینانی کی شہرۂ آفاق کتاب ''ہدایہ'' فقہ حنفی کی وہ مشہور و معروف کتاب ہے جو مسلسل آٹھ صدیوں سے مسلکِ احناف کی محکم اور مستحکم بنیاد سمجھی جاتی ہے یہ وہ عظیم کتاب ہے جو تمام مدارسِ اسلامیہ کے نصاب میں داخل ہے، اس کتاب کو حق تعالیٰ نے انتہائی شرف وقبولیت بخشا ہے اس کتاب کے متعلق حضرت مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی نے تحریر فرمایا یہ ''**وھو مقبول بین الانام من الخواص والعوام**'' کتاب کی جامعیت ومقبولیت کا اندازہ اس سے بھی بخوبی ہوتا ہے کہ اس کی تالیف کے بعد ہر دور کے علماء نے پیش نظر رکھا ہے، اور مستقل طور پر شروح وحواشی تحریر فرمائے ہیں؛ لیکن شروحات اکثر عربی زبان میں ہیں، جن کا سمجھنا آج کے علمی انحطاط وتنزل کے دور میں بہت مشکل تھا؛ اس لیے اردو زبان میں اس کی شرح لکھی گئی اس سلسلہ کی ایک عمدہ اور بہترین شرح اثمار الہدایہ شرح اردو ہدایہ جس کے شارح حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب قاسمی نے کافی محنت وجانفشانی کے ساتھ تحقیق وتشریح کی ہے بالخصوص استنباط واستخراج مسائل بالدلائل احادیث وقرآن سے کیا ہے، یہ شرح صرف طلباء ہی کے لیے نہیں بلکہ اساتذۂ کرام ومفتیان عظام کے لیے ایک علمی تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور عامۃ المسلمین کے لیے نافع بنائے۔ آمین!

والسلام

مولانا نثار احمد قاسمی

ثاقب بکڈپو دیوبند

خصوصیات اثمارالہدایۃ

(۱) ہدایہ کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲) پھر صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں وہ کس کتاب میں ہے اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے تا کہ صاحب ھدایہ کی حدیث پر اشکال باقی نہ رہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے، یا قول صحابی، یا قول تابعی۔

(۳) طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔

(۴) کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو چار مرتبہ سمجھایا ہے، تا کہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں۔

(۵) مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔

(۶) وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔

(۷) حسب موقع دلیل عقلی بھی ذکر کر دی گئی ہے۔

(۸) امام شافعیؒ کا مسلک انکی، کتاب الام، کے حوالے سے لکھا گیا اور حدیث کی دلیل بھی وہیں سے ذکر کی گئی ہے۔

(۹) کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۱۰) لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

(۱۱) لفظی ابحاث اور اعتراض وجوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔

(۱۲) جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث' اور جو قول صحابی یا قول تابعی ہے اس کے لئے 'اثر' کا لفظ لکھا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون حدیث ہے اور کون قول صحابی، یا قول تابعی ہے۔

(۱۳) حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔ پھر بیروتی، یا پاکستانی کتب خانہ والی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تا کہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔

(۱۴) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دئے گئے ہیں تا کہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جاسکے۔

☆☆☆

ہم اثمار الهدایہ هی کو کیوں پڑھیں؟

(۱) اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔

(۲) کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تا کہ حدیث مضبوط ہوں۔

(۳) صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں اس کی مکمل دو تخریج پیش کی گئی ہے۔

(۴) ایک ایک مسئلے کو چار چار بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔

(۵) بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔

(٦) سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔

(۷) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔

(۸) امام شافعیؒ کا مسلک انکی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے، اور انکی دلیل بھی صحاح ستہ سے دی گئی ہے۔

فہرست اثمار الھدایہ جلد ششم

☆☆☆

كِتَابُ الْعَتَاقِ

۱ الْإِعْتَاقُ تَصَرُّفٌ مَنْدُوبٌ إلَيْهِ، قَالَ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَيُّمَا مُسْلِمٍ أَعْتَقَ مُؤْمِنًا أَعْتَقَ اللَّهُ تَعَالَى بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنْ النَّارِ وَلِهَذَا اسْتَحَبُّوا أَنْ يُعْتِقَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ وَالْمَرْأَةُ الْأَمَةَ لِيَتَحَقَّقَ مُقَابَلَةُ الْأَعْضَاءِ بِالْأَعْضَاءِ. قَالَ (۲۲۱۱)الْعِتْقُ يَصِحُّ مِنْ الْحُرِّ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِي مِلْكِهِ ۱ شَرْطُ الْحُرِّيَّةِ لِأَنَّ الْعِتْقَ لَا

كتاب العتاق

نوٹ: اس باب میں صاحب ہدایہ نے عموما منطقی محاورہ استعمال کیا ہے، جس کی وجہ سے کتاب سمجھنا مشکل ہوتا ہے، اس لیے بہت غور سے عبارت سمجھیں

ترجمہ: ۱ غلام کو آزاد کرنا ایک مستحب تصرف ہے، چناں چہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان مومن غلام کو آزاد کرے گا تو اللہ پاک اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والا کا عضو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا، اسی وجہ سے مستحب ہے کہ مرد غلام کو آزاد کرے، اور عورت باندی کو آزاد کرے تا کہ عضو کا مقابلہ عضو سے متحقق ہو جائے۔

تشریح: عتاق کا ترجمہ ہے آزاد کرنا، شریعت میں غلام آزاد کرنے کی بڑی ترغیب دی ہے، اور اس کو مستحب کام شمار کیا گیا ہے۔

وجہ: اس کے لیے آیت یہ ہے (۱) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ (آیت ۱۲، ۱۳، ۱۴، سورۃ البلد ۹۰) (۲) اور حدیث میں ہے **قال ابو ھریرۃ ؓ قال النبی ﷺ ایما رجل اعتق امرء مسلما استنقذ اللہ بکل عضو منه عضوا من النار** (بخاری شریف، باب فی العتق و فضله، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۱۷)۔ (۳) **عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ قال من اعتق رقبة مومنة اعتق اللہ بکل عضو من اعضائه من النار حتی فرجه بفرجه۔** (مسلم شریف، باب فضل العتق، ص ۶۵۷، نمبر ۱۵۰۹، ۳۷۹۶) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام باندی کو آزاد کرنا چاہئے اس سے ثواب ملتا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۱۱) آزادگی واقع ہوتی ہے آزاد، بالغ، عاقل سے اس کی ملکیت میں۔

تشریح: چار شرطیں پائی جائیں، پھر آزاد کرے تب آزادگی واقع ہوگی، اور چار شرطوں میں سے ایک کی بھی کمی ہو اور آدمی آزاد کرے تو غلام آزاد نہیں ہوگا۔

[۱] پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی آزاد ہو چناں چہ غلام اور باندی کی جانب سے آزادگی واقع نہیں ہوگی

[۲] دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی بالغ ہو چناں چہ بچہ آزاد کرے تو اس کی آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

[۳] تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی عاقل ہو، چناں چہ آدمی مجنون ہو تو اس کی آزادگی واقع نہیں ہوگی

[۴] اور چوتھی شرط یہ ہے کہ غلام اس کی ملکیت میں ہو، اگر دوسری کی ملکیت میں ہو تو اس کی آزادگی واقع نہیں ہوگی۔، ہر ایک کی تفصیلی دلیل آگے آ رہی ہے۔

ترجمہ: ۱ آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ آزاد کرنا ملکیت میں ہو تب ہی صحیح ہوتا ہے، اور مملوک آدمی کی ملکیت نہیں ہوتی [اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے آقا کی ملکیت ہے]، اس لیے غلام کے آزاد کرنے سے آزاد نہیں ہوگا۔

يَصِحُّ إِلَّا فِي الْمِلْكِ وَلَا مِلْكَ لِلْمَمْلُوكِ ۲؎ وَالْبُلُوغِ لِأَنَّ الصَّبِيَّ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ لِكَوْنِهِ ضَرَرًا ظَاهِرًا، وَلِهَـذَا لَا يَمْلِكُهُ الْوَلِيُّ عَلَيْهِ، ۳؎ وَالْعَقْلَ لِأَنَّ الْمَجْنُونَ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلتَّصَرُّفِ ۴؎ وَلِهَذَا لَوْ قَالَ الْبَالِغُ: أَعْتَقْتُ

تشریح: آزاد کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ غلام اس کی ملکیت میں ہو، اور جو آدمی خود غلام ہے تو اس کی ملکیت میں کچھ نہیں ہے، اس کی ملکیت میں جو کچھ ہے وہ اس کے آقا کی ہے، اس لیے یہ غلام آزاد نہیں کر سکتا۔ مثلا تجارت کی اجازت دیئے ہوئے غلام کے پاس غلام ہو اور اس کو آزاد کرنا چاہے تو اس سے آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) اس آیت میں اس کا اشارہ ہے۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (آیت ۷۵، سورۃ النحل ۱۶) اس آیت میں ہے مملوک غلام کی ملکیت میں کچھ نہیں ہوتا۔ (۲) **عن سالم عن ابیہ عن النبی ﷺ قال من باع عبدا و لہ مال فمالہ للبائع الا ان یشترطہ المبتاع۔** (اس حدیث میں بھی ذکر کیا کہ مال بائع کا یعنی مالک کا ہے غلام کا نہیں ہے (۳) **عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال اذا نکح العبد بغیر اذن مولاہ فنکاحہ باطل۔** (ابو داود شریف، باب نکاح العبد بغیر اذن موالیہ، ص ۳۰۱، نمبر ۲۰۷۹) اس حدیث میں ہے کہ بغیر اجازت کے غلام اپنا نکاح بھی نہیں کر سکتا، کیوں کہ اس کی ملکیت میں کچھ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور بالغ ہونا (آزاد کرنے کے لیے شرط ہے) اس لیے کہ بچہ آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے، اس لیے کہ آزاد کرنے میں واضح نقصان ہے۔، یہی وجہ ہے کہ جو بچے کا ولی ہے وہ بھی بچے کے غلام کو آزاد کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

تشریح: آزاد کرنے کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی بالغ ہو۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بچہ آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے، (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں بچے کوئی فائدہ نظر نہیں آتا بلکہ ظاہری طور پر نقصان نظر آتا ہے، اس لیے بچے سے آزادگی نہیں ہوگی، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ بچے کا جو ولی ہے وہ بھی بچے کے غلام کو آزاد کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کیوں کہ اس میں ظاہری طور پر بچے کا نقصان ہے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ بچہ کے قول کا اعتبار نہیں ہے۔ **عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم و عن المجنون حتی یعقل۔** (ابو داؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، ص ۶۱۹، نمبر ۴۴۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کی آزادگی کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور عقل ہونا، اس لیے کہ مجنون تصرف کرنے کا اہل نہیں ہے۔

تشریح: آزاد کرنے کے لیے عقل ہونا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ مجنون آزاد کرے تو اس سے آزاد نہیں ہوگا، اس کی دلیل اوپر حدیث گزر چکی ہے۔

وجہ: (۱) بخاری میں قول صحابی ہے۔ **و قال عثمان لیس لمجنون و لا سکران طلاق** (بخاری شریف، باب الطلاق فی الاغلاق و الکرہ، ص ۹۴۱، نمبر ۵۲۶۹) اس قول صحابی سے بھی معلوم ہوا کہ بچے اور مجنون کے طلاق اور عتاق کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ یہی وجہ ہے کہ اگر بالغ آدمی کہے کہ میں نے بچہ ہونے کی حالت میں آزاد کیا تھا تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا، اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وَأَنَا صَبِيٌّ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ، ۵ وَكَذَا إذَا قَالَ الْمُعْتِقُ أَعْتَقْتُ وَأَنَا مَجْنُونٌ وَجُنُونُهُ كَانَ ظَاهِرًا لِوُجُودِ الْإِسْنَادِ إلَى حَالَةٍ مُنَافِيَةٍ، ۶ وَكَذَا لَوْ قَالَ الصَّبِيُّ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ فَهُوَ حُرٌّ إذَا احْتَلَمْتُ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِقَوْلٍ مُلْزِمٍ، ۷ وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْعَبْدُ فِي مِلْكِهِ حَتَّى لَوْ أَعْتَقَ عَبْدَ غَيْرِهِ لَا يَنْفُذُ عِتْقُهُ لِقَوْلِهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - لَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ ابْنُ آدَمَ.

تشریح: آزاد کرنے والے کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے اس کے لیے تین تفریع بیان کر رہے ہیں [۱] پہلی تفریع یہ ہے کہ بالغ آدمی یہ دعوی کرتا ہے کہ میں جب بچہ تھا تو اس وقت غلام آزاد کیا تھا تو اس کی بات مانی جائے گی اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵ [۲] ایسے ہی آزاد کرنے والے نے کہا کہ میں نے جنون کی حالت میں آزاد کیا تھا، اور اس کا جنون سب کو معلوم تھا تو غلام آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ آزادگی کے منافی حالت کی طرف نسبت کی۔

تشریح: [۲] یہ دوسری تفریع ہے، ایک آدمی ابھی عقل والا ہے، لیکن کسی زمانے میں مجنون ہوا تھا، اور اس کا جنون سب کو معلوم ہے، اب یہ آدمی کہتا ہے کہ جنون کی حالت میں میں نے غلام آزاد کیا تھا تو اس کی بات مانی جائے گی، اور اس کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے کی نسبت ایسے وقت کی طرف کیا جب کہ وہ آزاد کرنے کے قابل نہیں تھا، یعنی وہ اس وقت مجنون تھا۔

لغت: **ظاهر الوجود**: جنون اتنا ظاہر تھا کہ لوگوں کو معلوم تھا۔ **لاسناد الى حالة منافية**: آزاد کرنے کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی کہ وہ آزاد کرنے کی منافی ہے، یعنی جنون کی حالت ہے، جس میں غلام آزاد نہیں ہو سکتا۔

ترجمہ: ۶ [۳] ایسے ہی اگر بچے نے کہا کہ جب میں بالغ ہو جاؤں تو جتنے غلام کا میں مالک ہوں گا وہ سب آزاد تو اس کی بات صحیح نہیں ہوگی، اس لیے کہ یہ بچہ اس وقت قول کے لازم ہونے کا اہل نہیں ہے۔

تشریح: [۳] یہ تیسری تفریع ہے۔ بچہ جب تک بچہ ہے اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے، اس لیے اگر اس نے کہا کہ جب میں بالغ ہو جاؤں اس وقت جتنے غلام کا مالک ہوں وہ سب آزاد، تو اس کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ بول رہا ہے اس وقت اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے، اور اس کا قول اس پر لازم نہیں ہے۔

لغت: **ليس باهل لقول ملزم**: بچہ پر اس کی بات لازم ہو جائے وہ اس کا اہل نہیں ہے، یعنی بچہ ہونے کی حالت میں اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۷ اور یہ بھی ضروری ہے کہ غلام اس کی ملکیت میں ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر دوسرے کا غلام آزاد کیا تو اس کی آزادگی نافذ نہیں ہوگی، کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کہ ابن آدم جس کا مالک نہیں ہے اس میں آزادگی نہیں ہوگی۔

تشریح: غلام آزاد کرنے والے کی ملکیت میں ہو تب ہی آزاد ہوگا۔

وجہ: حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مالک ہو تب ہی آزاد کر سکتا ہے۔ **عن عمر بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فيما تملك و لا عتق الا فيما تملك و لا بيع الا فيما تملك** (ابو داؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح، ص ۳۱۷، نمبر ۲۱۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس غلام کا مالک نہ ہو اس کو آزاد نہیں کر سکتا۔ اور غلام آدمی غلام

(۲۲۱۲) وَإِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ أَوْ أَمَتِهِ أَنْتَ حُرٌّ أَوْ مُعْتَقٌ أَوْ عَتِيقٌ أَوْ مُحَرَّرٌ أَوْ قَدْ حَرَّرْتُكَ أَوْ قَدْ أَعْتَقْتُكَ فَقَدْ عَتَقَ نَوَى بِهِ الْعِتْقَ أَوْ لَمْ يَنْوِ ۱؎ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَاظَ صَرِيحَةٌ فِيهِ. لِأَنَّهَا مُسْتَعْمَلَةٌ فِيهِ شَرْعًا وَعُرْفًا فَأَغْنَى ذَلِكَ عَنْ النِّيَّةِ ۲؎ وَالْوَضْعِ وَإِنْ كَانَ فِي الْإِخْبَارِ فَقَدْ جُعِلَ إنْشَاءً فِي التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِيَّةِ لِلْحَاجَةِ كَمَا فِي

باندی کا مالک نہیں ہوتا اس لیے وہ آزاد نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: (۲۲۱۲) پس اگر اپنے غلام اور باندی سے کہا، تو آزاد ہے، یا آزاد کیا ہوا ہے، یا میں نے تجھ کو آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا۔ آقا نے آزادگی کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ الفاظ آزاد کرنے میں صریح ہیں، اس لیے کہ آزاد کرنے کے لیے شرعا اور عرفا استعمال ہوتے ہیں، اس لیے ان میں نیت کی ضرورت نہیں ہے۔

اصول: جو الفاظ صراحت کے طور آزاد کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ان میں نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے

تشریح: عربی زبان میں آزاد کرنے کے یہ سب جملے ہیں کہ ان سب جملوں کو استعمال کرنے سے آزادگی واقع ہو جائے گی۔ اور چونکہ یہ الفاظ صریح ہیں اس لیے نیت کرے یا نہ کرے ہر حال میں آزادگی واقع ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) حر کا لفظ صریح ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (آیت ۹۲، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں آزادگی کے لیے تحریر کا لفظ استعمال ہوا ہے جو صریح ہے۔ (۲) اور عتق کے صریح ہونے کے لیے یہ حدیث ہے۔ **قال لی ابو ھریرۃ قال النبی ﷺ ایما رجل اعتق امرء مسلما استنقذ اللہ بکل عضو منہ عضوا من النار** (بخاری شریف، باب فی العتق و فضلہ، ص ۴۴۲، نمبر ۲۵۱۷) اس حدیث میں عتق کا لفظ صریح ہے۔ اور انہیں دونوں لفظوں سے باقی جملے بنے ہیں اس لیے وہ جملے بھی صریح ہوئے۔ اس لیے ان جملوں سے بغیر نیت کئے ہوئے بھی طلاق واقع ہو جائیگی۔

لغت: حر: آزاد، معتق: عتق سے اسم مفعول ہے آزاد کیا ہوا ہے، عتیق: فعیل کے وزن پر اسم مفعول ہے آزاد کیا ہوا، محرر: آزاد کیا ہوا یہ بھی اسم مفعول ہے، حررتُ: میں نے آزاد کیا، اعتقتُ: میں نے تجھے آزاد کیا۔

ترجمہ: ۲؎ ان الفاظ کی اصل وضع خبر دینا ہے، لیکن ضرورت کی وجہ سے شرعی تصرفات میں انشاء کا معنی میں کر دیا گیا ہے، جیسے طلاق، اور بیع اور اس کے علاوہ میں ہوتا ہے۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ یہ الفاظ خبر دینے کے لیے ہیں، جیسے انت حر: تو آزاد ہے، تو آزاد ہونے کی خبر دے رہا، لیکن ضرورت کی بنا پر یوں کہا جائے گا کہ اب اس کو آزاد کر رہا ہے۔ جیسے طلاق میں اطلق نہیں کہتا، بلکہ انت طالق کہتا ہے جو خبر ہے اور اس کا معنی یہ لیتا ہے کہ ابھی طلاق دے رہا ہوں، یا بعتُ کہتا کہ میں نے بیچ دیا، اور اس کا معنی یہ لیتا ہے کہ میں ابھی بیچ رہا ہوں، اسی کو انشاء کہتے ہیں۔

لغت: اخبار: جو چیز پہلے گزر چکی اس کے بارے میں خبر دینے کو اخبار، کہتے ہیں۔ انشاء: کوئی کام ابھی کر رہا ہو اس کو انشاء، کہتے ہیں، جیسے میں یہ چیز تمہارے ہاتھ میں بیچ رہا ہوں اس کو انشاء، کہتے ہیں۔

الطَّلَاقِ وَالْبَيْعِ وَغَيْرِهِمَا (۲۲۱۳)وَلَوْ قَالَ عَنَيْتُ بِهِ الْإِخْبَارَ الْبَاطِلَ أَوْ أَنَّهُ حُرٌّ مِنْ الْعَمَلِ صُدِّقَ دِيَانَةً لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُهُ وَلَا يَدِينُ قَضَاءً لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ (۲۲۱۴)وَلَوْ قَالَ لَهُ يَا حُرُّ يَا عَتِيقُ يَعْتِقُ ۱؎ لِأَنَّهُ نِدَاءٌ بِمَا هُوَ صَرِيحٌ فِي الْعِتْقِ وَهُوَ لِاسْتِحْضَارِ الْمُنَادَى بِالْوَصْفِ الْمَذْكُورِ هَذَا هُوَ حَقِيقَتُهُ فَيَقْتَضِي تَحَقُّقَ الْوَصْفِ فِيهِ وَأَنَّهُ يَثْبُتُ مِنْ جِهَتِهِ فَيَقْتَضِي ثُبُوتَهُ تَصْدِيقًا لَهُ فِيمَا أَخْبَرَ، وَسَنُقَرِّرُهُ مِنْ بَعْدُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ۲؎ إلَّا إذَا سَمَّاهُ حُرًّا ثُمَّ نَادَاهُ يَا حُرُّ لِأَنَّ مُرَادَهُ الْإِعْلَامُ بِاسْمِ عَلَمِهِ وَهُوَ مَا لَقَّبَهُ بِهِ. ۳؎ وَلَوْ نَادَاهُ بِالْفَارِسِيَّةِ يَا آزَادَ وَقَدْ لَقَّبَهُ بِالْحُرِّ قَالُوا يَعْتِقُ، وَكَذَا عَكْسُهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِنِدَاءٍ بِاسْمِ عَلَمِهِ فَيُعْتَبَرُ إخْبَارًا عَنْ الْوَصْفِ.

ترجمہ: (۲۲۱۳)اور اگر اس نے کہا کہ میں نے ان جملوں سے جھوٹی خبر کی نیت کی ہے، یا میں نے نیت کی کہ کام سے اس کو چھٹکارا ہے تو دیانت میں اس کی تصدیق کی جائے گی، کیوں کہ اس کا بھی احتمال ہے، لیکن قضا کے طور پر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

تشریح: اوپر کے سارے الفاظ، انت حر، وغیرہ الفاظ بول کر اس نے میں نے جھوٹ بولا ہے، یا اس کا مطلب یہ لیا کہ کام سے غلام کو چھٹکارا ہے تو دیانت کے طور پر مان لیا جائے گا اور غلام آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ ان جملوں کا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے، لیکن قضا کے طور پر اس کو نہیں مانا جائے گا، کیوں کہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

ترجمہ: (۲۲۱۴)اور اگر یا حر، یا یا عتیق [اے آزاد] کہا تب بھی غلام آزاد ہوجائے گا۔

تشریح: اپنے غلام کو یا حر، یا یا عتیق، کہا تو مالک غلام کو آزادگی کے وصف کے ساتھ متصف کر رہا ہے، اور مالک اس کو آزادگی دے بھی سکتا ہے اس لیے ان دونوں الفاظ سے غلام آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہاں صریح آزادگی کے ساتھ پکارنا ہے، اور وہ ہے کہ جسکو پکارا جا رہا ہے اس میں آزادگی کی صفت ہو، اس جملے کی حقیقت یہی ہے اس لیے اس میں اس صفت کا متحقق ہونے کا تقاضہ کرتا ہے، اور مالک کی جانب سے یہ صفت ثابت ہوسکتی ہے، اس لیے مالک کی تصدیق کے لیے اس صفت کے ثابت ہونے کا تقاضہ کرتا ہے، اس کی لمبی بحث بعد میں ہوگی ان شاء اللہ۔

تشریح: یہاں لمبی بحث کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ، مالک نے اپنے غلام کو، اے آزاد، کہا ہے، اور مالک یہ صفت غلام میں دے بھی سکتا ہے، اس لیے غلام میں یہ صفت آجائے گی اور وہ آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ لیکن اگر غلام کا نام ہی حر رکھ دیا پھر اس کو یا حر، کہا [تو آزاد نہیں ہوگا] اس لیے کہ مالک کا مقصد نام سے پکارنا ہے جو اس نے نام رکھا تھا۔

تشریح: اپنے غلام کا نام حر، رکھ دیا پھر، یا حر کہا تو آزاد نہیں ہوگا۔ کیوں کہ یہاں نام سے اس کو پکارنا مقصود ہے۔

لغت: اعلام: پکارنا۔ ما لقبہ: جو اس نے لقب رکھا، یعنی نام رکھا۔

ترجمہ: ۳؎ اگر حر نام رکھا گیا تھا اور فارسی میں غلام کو کہا، یا آزاد، تو علما فرماتے ہیں کہ آزاد ہوجائے گا، اور اس کا الٹا [غلام کا نام آزاد رکھا اور اس کو یا حر سے پکارا تو بھی آزاد ہوجائے گا]، اس لیے کہ اس کے نام سے نہیں پکارا ہے اس لیے آزادگی کی وصف کے ساتھ خبر

(۲۱۵) وَكَذَا لَوْ قَالَ رَأْسُكَ حُرٌّ أَوْ وَجْهُكَ أَوْ رَقَبَتُكَ أَوْ بَدَنُكَ أَوْ قَالَ لِأَمَتِهِ فَرْجُكَ حُرٌّ ۱؎ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَاظَ يُعَبَّرُ بِهَا عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ وَقَدْ مَرَّ فِي الطَّلَاقِ، ۲؎ وَإِنْ أَضَافَهُ إِلَى جُزْءٍ شَائِعٍ يَقَعُ فِي ذَلِكَ الْجُزْءِ، وَسَيَأْتِيكَ الِاخْتِلَافُ فِيهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.

دینے کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح: غلام کا نام حر رکھ دیا اور اس کو یا آزاد کہہ کر پکارا تو علما کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غلام کا نام آزاد رکھا، اور اس کو یا حر کہہ کر پکارا تو بھی آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: کیوں کہ جو نام رکھا گیا تھا اس نام سے نہیں پکارا، اس لیے یہاں نام مراد نہیں ہے، بلکہ آزادگی کی صفت ثابت کرنا مقصود ہے، اس لیے غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۱۵) ایسے ہی اگر کہا تیرا سر آزاد، یا تیرا چہرا، یا تیری گردن آزاد، یا تیرا بدن آزاد، یا اپنی باندی سے کہا تیری شرمگاہ آزاد تو آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ ان الفاظ سے پورا بدن مراد لیتے ہیں، اس کی بحث کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے۔

اصول: جس عضو کو بول کر پورا بدن مراد لیا جاتا ہو اس عضو کے نام لینے سے پورا بدن مراد لیا جائے گا اور پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔

تشریح: یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ ایسے عضو کے بارے میں کہا کہ وہ آزاد ہے جس سے پورا جسم مراد لیتے ہیں تو اس سے پورا جسم مراد لیکر غلام یا باندی آزاد ہو جائیں گے۔ مثلا کہا کہ تیرا سر آزاد ہے تو اس سے پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیوں کہ سر بول کر پورا انسان مراد لیتے ہیں۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (آیت ۹۲ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں رقبۃ بول کر پورا انسان مراد لیا ہے۔ اس لیے گردن بول کر پورا انسان مراد لیتے ہیں۔ (۲) اور عنق بول پورا جسم مراد لینے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ (آیت ۴، سورۃ الشعراء ۲۶) (۳) اور وجہ بول کر پورا جسم مراد لینے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ (آیت ۱۱۱ سورۃ طہ ۲۰) باقی کو اسی پر قیاس کر لیں۔ (۴) اس قول تابعی میں ہے۔ **عن قتادة قال اذا قال اصبعک طالق فهی طالق قد وقع الطلاق عليها** (مصنف عبد الرزاق، باب یطلق بعض تطلیقۃ، ۶/ ۳۷۳ نمبر ۱۱۲۵۲) اس سے انگلی کا ثبوت ہوا۔ لیکن گردن وغیرہ تو اس سے اہم عضو ہے اس سے بدرجۂ اولی طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ اگر آزادگی کی نسبت شائع جز کی طرف کی تو پہلے اس جز میں آزادگی واقع ہوگی، پھر پورے بدن میں یہ پھیل جائے گی [اور پور بدن آزاد ہو جائے گا۔، اس بارے میں اختلاف ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔

تشریح: آدھا، چوتھائی، پون، ایک تہائی، اور دو تہائی جسم کو جزو شائع کہتے ہیں۔ اب کسی نے چوتھائی غلام آزا کیا تو اس چوتھائی پر آزادگی ہوگی، پھر وہ پورے بدن پر پھیلے گا اور پورے بدن کو آزدگی مل جائے گی۔

وجہ: (۱) آدھے جسم کو آزادگی واقع ہوگی تو غلام کے ہر ہر عضو کے آدھے پر آزادگی واقع ہوگی اس لیے کہ آزاد میں آدھا نہیں ہوتا پورا

(۲۲۱۶)وَإِنْ أَضَافَهُ إِلَى جُزْءٍ مُعَيَّنٍ لَا يُعَبَّرُ بِهِ عَنْ الْجُمْلَةِ كَالْيَدِ وَالرِّجْلِ لَا يَقَعُ لِـ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، وَالْكَلَامُ فِيهِ كَالْكَلَامِ فِي الطَّلَاقِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ. **(۲۲۱۷)**وَلَوْ قَالَ لَا مِلْكَ لِي عَلَيْك وَنَوَى بِهِ الْحُرِّيَّةَ عَتَقَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ لَمْ يُعْتَقْ لِـ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ أَرَادَ لَا مِلْكَ لِي عَلَيْكَ لِأَنِّي بِعْتُك، وَيُحْتَمَلُ لِأَنِّي

ہی ہوتا ہے۔ اس لیے پورے انسان کو آزادگی ملے گی (۲) قول تابعی میں ہے۔ **عن الشعبی قال اذا قال انت طالق نصفا او ثلث تطلیقة فهی تطلیقة** (مصنف ابن ابی شیبة ۵۱ ماقالوا فی الرجل یطلق امرأته نصف تطلیقة ج رابع، ص ۸۷، نمبر ۱۸۰۵۵/ مصنف عبدالرزاق، نمبر ۱۱۲۵۱) اس قول تابعی میں آدھی طلاق اور تہائی طلاق کو ایک طلاق قرار دیا۔ اسی پر قیاس کر کے آدھے انسان کو پورا انسان قرار دیا جائے گا۔ اور پورے انسان پر آزادگی آجائے گی۔

ترجمہ: (۲۲۱۶) اور اگر آزادگی کو کسی ایسے معین عضو کی طرف منسوب کیا جس سے پورا جسم مراد نہیں لیا جاتا، جیسے ہاتھ اور پیر، تو اس سے آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: لے ہمارے نزدیک، خلاف امام شافعیؒ کے، اور یہاں پر اتنی ہی بحث ہے جتنی کتاب الطلاق میں گزری، اور اس کو ہم نے کتاب الطلاق میں بیان کر دیا ہے۔

تشریح: اور اگر کہا تیرے ہاتھ یا تیرے پاؤں کو آزاد کرتا ہوں تو آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: ہاتھ اور پاؤں بول کر پورا جسم مراد نہیں لیتے اس لیے ہاتھ کو اور پاؤں کو آزاد کیا تو پورا جسم آزاد نہیں ہوگا، یعنی غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۱۷) اور اگر کہا کہ میری آپ پر ملکیت نہیں ہے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر نیت نہیں کی تو آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ احتمال رکھتا ہے کہ میری تم پر اس لیے ملکیت نہیں ہے کہ میں تم کو دوسرے کے ہاتھ میں بیچ دیا ہے، اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا، تو چونکہ نیت کے بغیر دونوں میں سے ایک مراد متعین نہیں ہو سکتی [اس لیے نیت کے بغیر آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: آزاد کرنے کے لیے الفاظ کنایہ استعمال کئے تو اگر اس سے آزاد کرنے کی نیت ہو تو آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر آزاد کرنے کی نیت نہ ہو تو آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) کنایہ کے الفاظ کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک معنی سے آزادگی ہوگی اور دوسرے معنی لینے سے آزادگی نہیں ہوگی اس لیے آزاد کرنے کے لیے نیت کرنا ہوگا۔ مثلا میری تم پر ملکیت نہیں ہے کا ایک معنی یہ ہے کہ تم کو بیچ دیا اس لیے میری تم پر ملکیت نہیں ہے۔ اس سے آزادگی نہیں ہوگی۔ اور دوسرا معنی ہے کہ میں نے تم کو آزاد کر دیا اس لیے میری تم پر ملکیت نہیں ہے۔ اس لیے اس معنی لینے سے آزاد ہو جائے گا۔ لیکن اس معنی لینے کے لیے نیت کرنی ہوگی (۲) حضرت رکانہؓ نے بیوی کو طلاق دینے کے لیے لفظ کنایہ استعمال کیا تھا تو حضور ﷺ نے اس کی نیت پوچھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ ایک طلاق کی نیت کی ہے اس لیے ایک طلاق واقع کی۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عبد الله بن علی بن یزید رکانة عن ابیه عن جده انه طلق امرأته البتة فاتی رسول الله ﷺ فقال ما اردت؟ قال واحدة قال الله؟ قال الله! قال هو علی ما اردت۔** (ابو داؤد شریف، باب فی البتة، ص ۳۲۰، نمبر ۲۲۰۸، ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجل یطلق

أَعْتَقْتُك فَلَا يَتَعَيَّنُ أَحَدُهُمَا مُرَادًا إلَّا بِالنِّيَّةِ قَالَ (۲۲۱۸)وَكَذَا كِنَايَاتُ الْعِتْقِ لے وَ ذٰلِكَ مِثْلُ قَوْلِهِ خَرَجْتُ مِنْ مِلْكِي وَلَا سَبِيلَ لِي عَلَيْكَ وَلَا رِقَّ لِي عَلَيْكِ وَقَدْ خَلَّيْتُ سَبِيلَكَ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ نَفْيَ السَّبِيلِ وَالْخُرُوجَ عَنْ الْمِلْكِ وَتَخْلِيَةُ السَّبِيلِ بِالْبَيْعِ أَوْ الْكِتَابَةِ كَمَا يَحْتَمِلُ بِالْعِتْقِ فَلَا بُدَّ مِنْ النِّيَّةِ، ٢ وَكَذَا قَوْلُهُ لِأَمَتِهِ قَدْ أَطْلَقْتُكِ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ خَلَّيْتُ سَبِيلَكَ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – ٣ بِخِلَافِ قَوْلِهِ طَلَّقْتُك عَلَى مَا نُبَيِّنُ مِنْ بَعْدُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (۲۲۱۹)وَلَوْ قَالَ لَا سُلْطَانَ لِي عَلَيْكِ وَنَوَى الْعِتْقَ لَمْ يَعْتِقْ لے لِأَنَّ السُّلْطَانَ عِبَارَةٌ عَنِ الْيَدِ، وَسُمِّيَ السُّلْطَانُ بِهِ لِقِيَامِ يَدِهِ وَقَدْ يَبْقَى الْمِلْكُ دُونَ الْيَدِ كَمَا فِي

امر أته البتة، ص ۲۸۵، نمبر ۲۱۷۷) اس حدیث میں البتۃ کا لفظ کنایہ استعمال کیا ہے اس لیے آپ ﷺ نے رکانہ سے نیت پوچھی۔

اصول: تمام کنائی الفاظ میں یہی اصول ہے کہ نیت کرے گا تو آزادگی واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

ترجمہ: (۲۲۱۸) اور ایسے ہی تمام کنائی الفاظ کا حال ہے،

ترجمہ: لے مثلا تم میری ملکیت سے نکل گیا، یا میرا تم پر کوئی راستہ نہیں ہے، تم پر میری غلامیت نہیں ہے، میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا، اس لیے کہ احتمال رکھتا ہے کہ راستے سے انکار کرنا، ملک سے نکلنا، اور راستہ چھوڑ دینا بیچنے اور مکاتب بنانے کی وجہ سے ہو، جیسا کہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ آزاد کرنے سے ہو اس لیے نیت ضروری ہے۔

تشریح: تمام کنائی الفاظ میں یہی ہے کہ آزاد کرنے کی نیت کرے گا تو آزاد ہوگا ورنہ نہیں۔ اس کی چار مثالیں دے رہے ہیں [۱] تم میری ملکیت سے نکل گئے [۲] میرا تم پر راستہ نہیں ہے، [۳] میری تم پر غلامیت نہیں ہے [۴] میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا۔ ان چاروں الفاظ میں یہ بھی احتمال ہے کہ آزاد کرنے سے ملکیت نہیں ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ غلام کو بیچنے، یا مکاتب بنانے کی وجہ سے ملکیت نہیں ہے، چونکہ ان الفاظ میں دونوں احتمال ہیں اس لیے آزاد کرنے کی نیت کرے گا تو آزاد ہوگا، اور آزاد کرنے کی نیت نہیں کرے گا تو آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: خلیتُ سبیلک: خل: کا ترجمہ ہے چھوڑنا۔ پورے جملے کا ترجمہ ہے، میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا۔

ترجمہ: ٢ ایسے ہی اپنی باندی کو یہ کہنا کہ میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا، اس لیے کہ یہ لفظ خلیتُ سبیلک کے معنی میں ہے، امام ابو یوسفؒ سے یہی روایت ہے۔

تشریح: الف کے ساتھ اطلقتُ، بولا تو اس کا ترجمہ ہے میں نے تمہارا راستہ چھوڑ دیا تو اس میں بھی آزاد کرنے کی نیت کرے گا تو آزادگی واقع ہوگی ورنہ نہیں، کیوں کہ یہ لفظ خلیتُ سبیلک کے معنی میں ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ سے یہی مروی ہے۔

ترجمہ: ٣ بخلاف طلقتُ کے لفظ کے، [اس سے آزادگی واقع نہیں ہوگی] جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

تشریح: آقا بغیر الف کے طلقتُ بولا تو اس کا ظاہری ترجمہ ہے طلاق دینا، اس میں آزاد ہونے کا ترجمہ نہیں ہے اس لیے آزاد کرنے کی نیت کے باوجود اس سے آزادگی نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۲۱۹) اور اگر کہا میرا تم پر قبضہ نہیں ہے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ سلطان کا ترجمہ ہے غلبہ ہونا [یا قبضہ ہونا] اور بادشاہ کو بھی سلطان اس لیے کہتے ہیں کہ اسکا قبضہ ہوتا ہے، اور ایسا

الْمُكَاتَبِ، ٢ بِخِلَافِ قَوْلِهِ: لَا سَبِيلَ لِي عَلَيْكَ لِأَنَّ نَفْيَهُ مُطْلَقًا بِانْتِفَاءِ الْمِلْكِ لِأَنَّ لِلْمَوْلَى عَلَى الْمُكَاتَبِ سَبِيلًا فَلِهَذَا يَحْتَمِلُ الْعِتْقَ. (٢٢٢٠)وَلَوْ قَالَ هَذَا ابْنِي وَثَبَتَ عَلَى ذٰلِكَ عَتَقَ ١ وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ إِذَا كَانَ يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ، وَإِذَا كَانَ لَا يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ ذَكَرَهُ بَعْدَ هَذَا؛ ٢ ثُمَّ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْعَبْدِ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ

ہوتا ہے کہ ملک ہو اور قبضہ نہ ہو، جیسے کہ مکاتب، میں ملک ہوتی ہے، لیکن آقا کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا۔

وجه: میرا تم پر قبضہ نہیں ہے اس سے غلام آزاد ہونا ضروری نہیں ہے۔ کیوں کہ مکاتب غلام پر ملکیت ہوتی ہے وہ آزاد نہیں ہوتا لیکن پھر بھی آقا کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ وہ تجارت کرنے اور اپنا نفقہ جمع کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔ اس لیے اس جملے سے آزاد ہونا متیقن نہیں ہے۔ اس لیے اس جملے میں نیت کرنے سے بھی آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

لغت: لا سلطان لی علیک: میرا تم پر غلبہ نہیں، یا قبضہ نہیں ہے۔

ترجمه: ٢ بخلاف لا سبیل لی علیک: تم پر میرا کوئی راستہ نہیں ہے [اس سے آزادگی واقع ہوجائے گی اس لیے کہ اس سے مکمل ملک کی نفی ہوتی ہے، اس لیے کہ آقا کا مکاتب پر راستہ ہوتا ہے، اس لیے اس لفظ میں آزادگی کا احتمال ہے۔

تشریح: آقا نے اپنے غلام سے لا سبیل لی علیک، کہا اور آزاد کرنے کی نیت کی تو اس سے غلام آزاد ہوجائے گا۔

وجه: لا سبیل کا ترجمہ ہوا کہ ملک کا بھی راستہ نہیں رہا، اور مکاتب پر چاہے قبضہ نہ ہو لیکن ملکیت کا راستہ تو رہتا ہے، اس لیے جب آقا نے کہا کہ کوئی راستہ نہیں ہے تو اشارہ کیا کہ ملکیت بھی اب باقی نہیں رہی، اس لیے ایسا کہا اور آزادگی کی نیت کی تو مکاتب، یا غلام آزاد ہوجائے گا۔

ترجمه: (۲۲۲۰) اگر کہا یہ میرا بیٹا ہے اور اسی پر جما رہا۔

ترجمه: ١ مسئلے کا معنی یہ ہے کہ اس عمر کا غلام آقا کا بیٹا بن سکتا ہو [تو آقا سے نسب ثابت کیا جائے گا] اور اگر اس عمر کا غلام اس آقا کا بیٹا نہیں بن سکتا، تو اس مسئلے کو بعد میں ذکر کریں گے۔

تشریح: آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرا بیٹا ہو۔ تو دو شرطیں پائی جائیں تو آقا سے غلام کا نسب بھی ثابت ہوگا، اور نسب ثابت ہونے کی بنا پر غلام آزاد بھی ہوجائے گا [١] ایک تو یہ کہ غلام آقا سے اتنا چھوٹا ہو کہ وہ آقا کا بیٹا بن سکتا ہو، [٢] اور دوسری شرط یہ ہے کہ غلام نسب مشہور نہ ہو، یعنی وہ ثابت النسب نہ ہو۔ اور اگر غلام بڑا ہو، یا اس کا نسب مشہور ہو تو غلام آزاد ہوگا، لیکن آقا سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

اگر یہ میرا بیٹا ہے، کہنے کے بعد آقا اس پر جما نہیں رہا، بلکہ کہا کہ میں نے یہ بات مذاق میں کہی ہے، یا جھوٹ بولا ہے تو اس کو جھوٹ مانا جائے گا، اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجه: (١) غلام آقا کا بیٹا بن گیا تو ذی رحم کے مالک بننے کی وجہ سے غلام آزاد ہوجائے گا، حدیث میں ہے۔ **عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول اللہ ﷺ من ملک ذا رحم محرم فھو حر۔** (ابو داؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۵۶۰، نمبر ۳۹۴۹، ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۳۳۰، نمبر ۱۳۶۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہوجائے گا۔

ترجمه: ٢ پھر اگر غلام کا نسب مشہور نہ ہو تو آقا سے اس کا نسب ثابت ہوجائے گا، کیوں کہ مالک ہونے کی وجہ سے آقا کو بیٹا ہونے کا

يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ لِأَنَّ وِلَايَةَ الدَّعْوَةِ بِالْمِلْكِ ثَابِتَةٌ وَالْعَبْدُ مُحْتَاجٌ إِلَى النَّسَبِ فَيَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ، وَإِذَا ثَبَتَ عَتَقَ لِأَنَّهُ يَسْتَنِدُ النَّسَبُ إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ، وَإِنْ كَانَ لَهُ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ لَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ لِلتَّعَذُّرِ وَيُعْتَقُ إِعْمَالًا لِلَّفْظِ فِي مَجَازِهِ عِنْدَ تَعَذُّرِ إِعْمَالِهِ بِحَقِيقَتِهِ، وَوَجْهُ الْمَجَازِ نَذْكُرُهُ مِنْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (۲۲۲۱)وَلَوْ قَالَ هَذَا مَوْلَايَ أَوْ يَا مَوْلَايَ عَتَقَ . لے أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ اسْمَ الْمَوْلَى نوَإِنْ كَانَ يَنْتَظِمُ النَّاصِرَ وَابْنَ الْعَمِّ وَالْمُوَالَاةُ فِي الدِّينِ وَالْأَعْلَى وَالْأَسْفَلَ فِي الْعِتَاقَةِ إِلَّا أَنَّهُ تَعَيَّنَ الْأَسْفَلَ فَصَارَ كَاسْمٍ خَاصٍّ لَهُ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمَوْلَى لَا يَسْتَنْصِرُ بِمَمْلُوكِهِ عَادَةً وَلِلْعَبْدِ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ فَانْتَفَى الْأَوَّلُ. وَالثَّانِي وَالثَّالِثُ نَوْعُ مَجَازٍ، وَالْكَلَامُ لِلْحَقِيقَةِ وَالْإِضَافَةُ إِلَى الْعَبْدِ تُنَافِي كَوْنَهُ مُعْتِقًا فَتَعَيَّنَ الْمَوْلَى الْأَسْفَلُ فَالْتَحَقَ بِالصَّرِيحِ،

دعوی کرنے کا حق ہے، اور غلام کے نسب ثابت کرنے کی ضرورت بھی ہے، اس لیے غلام کا نسب آقا سے ثابت ہوجائے گا، اور جب نسب ثابت ہو گیا تو نطفہ ٹھہرنے کے وقت سے ہی غلام آزاد شمار کیا جائے گا، اور اگر اس کا نسب مشہور تو متعذر رہونے کی وجہ سے آقا سے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا، لیکن لفظ کو مجاز پر محمول کرتے ہوئے غلام آزاد ہوجائے گا، کیوں کہ یہاں پر حقیقت پر عمل کرنا مشکل ہے، اس بحث کو بعد میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

تشریح: غلام کا نسب مشہور نہیں ہے، یعنی کسی سے ثابت نہیں ہے، اور غلام کا مالک ہونے کی وجہ سے آقا کو یہ حق ہے کہ اس پر بیٹا ہونے کا دعوی کر دے، اور غلام کو بھی نسب ثابت کرنے کی ضرورت ہے [کیوں کہ حرامی بچہ شریعت کی نظر میں اچھی بات نہیں ہے] اس لیے آقا سے غلام کا نسب ثابت کر دیا جائے گا، اور غلام ماں کے پیٹ سے ہی آزاد شمار کیا جائے گا۔

وجہ: بیٹے کا حقیقی معنی یہاں لینا مشکل ہے، کیوں کہ غلام کا نسب پہلے سے مشہور ہے اس لیے اس کا مجازی معنی مراد لیا جائے گا اور غلام آزاد ہوجائے گا۔

لغت: حقیقت یہ منطقی محارہ ہے، لفظ کو اس کے اصلی معنی میں استعمال کرنے کو حقیقت کہتے ہیں۔ مجاز: لفظ کو کسی دوسرے معنی میں استعمال کرنے کو مجاز، کہتے ہیں، لیکن دوسرے معنی میں استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان کوئی مشترکہ علت ہو، مثلا بیٹا ہونا سبب ہے اور اس کی وجہ سے آزاد ہونا مسبب ہے، اب بیٹا بول کر آزاد ہونا مراد لی جائے تو سبب بول کر مسبب مراد لیا، یہ مجازی معنی ہوا۔

ترجمہ: (۲۲۲۱) اور اگر کہا، یہ میرا مولی ہے، یا اے مولی، تو اس سے غلام آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: لے بہر حال پہلا جملہ، یعنی یہ میرا مولی ہے، اس لیے کہ مولی کا لفظ مددگار کے معنی میں ہے، اور چچازاد بھائی کے معنی میں ہے، اور دین میں موالات کے معنی میں ہے اور آزاد کرنے والے کے معنی میں ہے، اور آزاد شدہ غلام کے معنی میں ہے، مگر یہاں آزاد شدہ غلام کا معنی متعین ہے، تو گویا کہ مولی کا لفظ آزاد شدہ غلام کے لیے خاص ہو گیا،

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آقا عموما مملوک سے مدد نہیں لیتا، [اس لیے مولی یہاں مدد کرنے والے کے معنی میں نہیں ہوگا]، اور غلام کا نسب مشہور ہے اس لیے چچازاد بھائی کے معنی میں بھی نہیں ہوگا، اور تیسرا، یعنی موالات فی الدین، یہ مجازی معنی ہے اور یہاں کلام حقیقی

۲؎ وَكَذَا إِذَا قَالَ لِأَمَتِهِ: هَذِهِ مَوْلَاتِي لِمَا بَيَّنَّا، ۳؎ وَلَوْ قَالَ: عَنَيْتُ بِهِ الْمَوْلَى فِي الدِّينِ أَوْ الْكِذْبِ

معنی میں ہے، اور غلام کو کہہ رہا ہے مولی اس لیے اس سے آزاد کرنے والا مراد نہیں ہوگا، اس لیے آزاد شدہ کا ترجمہ متعین ہوگیا، اس لیے یہ لفظ صریح کی طرح ہوگیا۔

تشریح: یہاں عبارت لمبی ہے اس کو غور سے سمجھیں۔۔ مولی کا پانچ معانی ہیں، چار معانی یہاں بن نہیں سکتے اس لیے پانچواں معنی متعین ہوگیا، اور گویا کہ آقا نے صراحتا کہا کہ یہ غلام آزاد ہے اس لیے، یہ میرا مولی ہے، کہنے سے بغیر نیت کے بھی غلام آزاد ہوجائے گا۔

مولی کے پانچ معانی یہ ہیں

[۱] مولی کا پہلا ترجمہ ہے۔ مددگار...... یہ معنی اس لیے یہاں نہیں لے سکتا کہ آقا عموما غلام سے مدد نہیں لیتا۔

[۲] مولی کا دوسرا ترجمہ ہے۔ چچازاد بھائی...... یہ معنی اس لیے یہاں نہیں لے سکتا کہ غلام کا نسب مشہور ہے اس لیے آقا کا چچا زاد بھائی نہیں ہوگا۔

[۳] مولی کا تیسرا ترجمہ ہے۔ دین کے اندر موالات...... یہ معنی اس لیے یہاں نہیں لے سکتا کیوں کہ مولی کا یہ معنی مجازی ہے جب کہ بہتر یہ ہے کہ حقیقی معنی بن سکتا ہو تو حقیقی معنی مراد لیا جائے۔

[۴] مولی کا چوتھا ترجمہ ہے۔ آزاد کرنے والا آقا...... یہ معنی اس لیے یہاں نہیں لے سکتا کہ غلام کو مولی کہہ رہا اور غلام آزاد کرنے والا نہیں ہوتا۔

[۵] مولی کا پانچواں ترجمہ ہے۔ آزادشدہ غلام...... پہلا چار معنی مراد نہیں لے سکتے تو اب یہ پانچواں معنی ہی متعین ہوجائے گا، اور غلام آزاد ہوجائے گا، اس میں نیت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی، کیوں کہ مولی کا لفظ آزاد کرنے میں صریح ہے، اور صریح لفظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی، اس لیے بغیر نیت کے بھی غلام آزاد ہوجائے گا۔

لغت: موالاۃ فی الدین: کوئی آدمی گھر چھوڑ کر کسی دوسرے خاندان میں آبسا ہو، اب وہ اس خاندان والے سے کہے کہ اگر میں مر گیا تو تم لوگ میرا وارث ہوجانا، اور اگر مجھ پر کوئی تاوان لازم ہو تو تم لوگ میرے تاوان کو ادا کرنا، اس قسم کے معاہدے کو موالات فی الدین، کہتے ہیں، مولی کا یہ معنی مجازی ہے، مولی کا حقیقی معنی ہے آزاد کرنے والا آقا، یا آزاد شدہ غلام۔ اوپر کے مسئلے میں آزاد شدہ غلام ہی مراد لیا جائے گا۔ الاعلی فی العتاقہ: آزاد کرنے میں جو اعلی ہے، اس سے آزاد کرنے والا مراد ہے، جو آزاد کرنے میں اعلی ہے۔ الاسفل فی العتاقہ: اس سے آزاد شدہ غلام مراد جو اسفل ہے۔ الاول: سے یہاں مولی کا پہلا معنی مراد ہے، یعنی مدد کرنے والا۔ الثانی: دوسرا معنی، یعنی چچازاد بھائی۔ الثالث: سے مولی کا تیسرا معنی، مراد ہے یعنی مولی فی الدین۔ مولی کا یہ مجازی معنی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ایسے ہی اگر اپنی باندی سے کہا، یہ میری مولی ہے، تو باندی آزاد ہوجائے، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: اپنی باندی سے، کہا یہ میری مولی ہے تو، یہاں مولی کے پانچ معانی میں سے پانچواں معنی متعین ہوگا اور باندی آزاد ہوجائے گی۔ دلیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر کہا کہ ہذا مولایا، سے میری مراد مولی فی الدین ہے، یا میں نے جھوٹ بولا تو دیانۃ تصدیق کر لی جائے گی قضاء

يُصَدَّقُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى لَا يُصَدَّقُ فِي الْقَضَاءِ لِمُخَالَفَتِهِ الظَّاهِرَ، ٤ وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّهُ لَمَّا تَعَيَّنَ الْأَسْفَلُ مُرَادًا الْتَحَقَ بِالصَّرِيحِ وَبِالنِّدَاءِ بِاللَّفْظِ الصَّرِيحِ يُعْتِقُ بِأَنْ قَالَ: يَا حُرُّ يَا عَتِيقُ فَكَذَا النِّدَاءُ بِهَذَا اللَّفْظِ. ٥ وَقَالَ زُفَرُ – رَحِمَهُ اللَّهُ – لَا يُعْتِقُ فِي الثَّانِي لِأَنَّهُ يَقْصِدُ بِهِ الْإِكْرَامَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ يَا سَيِّدِي يَا مَالِكِي. ٦ قُلْنَا: الْكَلَامُ لِحَقِيقَتِهِ وَقَدْ أَمْكَنَ الْعَمَلُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا ذَكَرَهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ مَا يَخْتَصُّ بِالْعِتْقِ فَكَانَ إِكْرَامًا مَحْضًا(٢٢٢٢)وَلَوْ قَالَ يَا ابْنِي أَوْ يَا أَخِي لَمْ يَعْتِقْ ١ لِأَنَّ النِّدَاءَ لِإِعْلَامِ الْمُنَادَى إِلَّا أَنَّهُ إِذَا

تصدیق نہیں کی جائے گی کیوں کہ یہ مطلب ظاہر کے مخالف ہے۔

تشریح: یہ میرا مولی ہے، کہہ کر آقا نے کہا کہ میں، مولی فی الدین مراد لی تو یہ معنی ایک تو مجازی ہے اور ظاہر کے خلاف ہے اس لیے دیانۃ تو مان لی جائے گی، لیکن قضاء نہیں مانا جائے گا، اسی طرح کہا کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو دیانۃ مان لیا جائے گا، لیکن قضاء نہیں مانا جائے گا۔

ترجمہ: ٤ بہر حال دوسرا لفظ [یعنی یا مولای] تو اس میں جب اسفل یعنی آزاد شدہ غلام متعین ہے تو گویا کہ آزاد کرنے میں صریح ہو گیا، اور یوں کہا، یا حر، یا عتیق، اس لیے اس سے آزاد ہو جائے گا۔

تشریح: مولی کے پانچ معانی میں سے آخری معنی متعین ہو گیا تو گویا کہ صراحتا کہا، اے آزاد، اس لیے اس سے بغیر نیت کئے بھی آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٥ امام زفرؒ نے فرمایا کہ دوسرے لفظ [یعنی یا مولای] میں غلام آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس سے اکرام کرنا مقصود ہو سکتا ہے، جیسے یا سیدی، یا مالکی، کہتے ہیں۔

تشریح: امام زفرؒ نے فرمایا۔ غلام کو یا سیدی، یا مالکی کہے تو آزاد نہیں ہوتا اسی طرح یا مولای، کہے تو آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس لفظ سے اکرام کرنا مقصود ہے، آزاد کرنا مقصود نہیں ہے۔

ترجمہ: ٦ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ کلام میں حقیقی ترجمہ لینا زیادہ بہتر ہے، اور یا مولای میں حقیقی ترجمہ لینا ممکن ہے [اس لیے وہی ترجمہ لیا جائے گا] بخلاف ان الفاظ کے جنکو امام زفرؒ نے ذکر کیا، کیوں کہ یہ الفاظ آزاد کے معنی کے ساتھ خاص نہیں ہے اس لیے وہاں اکرام ہی مراد ہوگا۔

تشریح: ہمارا جواب یہ ہے کہ یا مولای کا ترجمہ اکرام اور تعظیم کرنا مجازی معنی ہے، حالانکہ حقیقی معنی، یعنی آزاد کرنا، پر عمل ہو سکتا ہے اس لیے حقیقی معنی مراد لیا جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور یا سیدی، اور یا مالکی، میں آزاد کرنے کا معنی ہے ہی نہیں اس لیے وہاں تعظیم کرنے کا معنی ہی لیا جائے گا اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔ دونوں الفاظ میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: (۲۲۲۲) اور اگر کہا اے میرے بیٹے یا اے میرے بھائی تو آزاد نہ ہوگا۔

وجہ: یہ الفاظ پیار کے طور پر کہتے ہیں۔ اور کبھی احترام کے لیے بھی کہتے ہیں۔ اس لیے ان سے آزاد کرنا متعین نہیں ہوا۔ اس لیے اے میرے بیٹے، یا اے میرے بھائی کہنے سے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ پکارنا منادی کو آواز دینے کے لیے ہے، لیکن اگر ایسا ہو کہ پکارنے والے کی جانب سے وہ صفت ثابت کر سکتا

كَانَ بِوَصْفٍ يُمْكِنُ إثْبَاتُهُ مِنْ جِهَتِهِ كَانَ لِتَحْقِيقِ ذٰلِكَ الْوَصْفِ فِي الْمُنَادَىٰ اسْتِحْضَارًا لَهُ بِالْوَصْفِ الْمَخْصُوصِ كَمَا فِي قَوْلِهِ يَا حُرُّ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَإِذَا كَانَ النِّدَاءُ بِوَصْفٍ لَا يُمْكِنُ إثْبَاتُهُ مِنْ جِهَتِهِ كَانَ لِلْإِعْلَامِ الْمُجَرَّدِ دُونَ تَحْقِيقِ الْوَصْفِ فِيهِ لِتَعَذُّرِهِ وَالْبُنُوَّةُ لَا يُمْكِنُ إثْبَاتُهَا حَالَةَ النِّدَاءِ مِنْ جِهَتِهِ لِأَنَّهُ لَوْ انْخَلَقَ مِنْ مَاءِ غَيْرِهِ لَا يَكُونُ ابْنًا لَهُ بِهَذَا النِّدَاءِ فَكَانَ لِمُجَرَّدِ الْإِعْلَامِ. ۲ وَيُرْوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – شَاذًّا أَنَّهُ يُعْتَقُ فِيهِمَا وَالِاعْتِمَادُ عَلَى الظَّاهِرِ. (۲۲۲۳)وَلَوْ قَالَ: يَا ابْنُ لَا يُعْتَقُ ۱ لِأَنَّ الْأَمْرَ كَمَا أَخْبَرَ فَإِنَّهُ ابْنُ أَبِيهِ، (۲۲۲۴) وَكَذَا إذَا قَالَ: يَا بُنَيَّ أَوْ يَا بُنَيَّةُ

ہوتو منادی میں یہ صفت ثابت ہوجائے گی، تا کہ اس مخصوص صفت کے ساتھ منادی کو حاضر کیا جائے، جیسے کہ یا حر میں، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اور اگر پکارنا ایسے وصف کے ساتھ ہو کہ اس وصف کو پکارنے والے کی جانب سے ثابت نہیں کیا جا سکتا ہوتو یہ پکارنا صرف پکارنے کے لیے ہوگا، صفت کو ثابت کرنے کے لیے نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ ناممکن ہے، اور پکارنے کے وقت میں پکارنے والے کی جانب سے بیٹا ثابت کرنا ناممکن ہے، اس لیے کہ غلام دوسرے کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو، تو اس پکارنے سے آقا کا بیٹا نہیں ہوسکتا ہے، اس لیے یہ نداء محض پکارنے کے لیے ہوگا[اور غلام آزاد نہیں ہوگا]

تشریح: دلیل کی عبارت پیچیدہ ہے۔ لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے۔آقا ایسی صفت کے ساتھ غلام کو پکارتا ہے کہ وہ صفت غلام میں ثابت کر سکتا ہے تو وہ صفت ثابت ہوجائے گی۔ مثلا آقا کہتا یا حر، تو آزدگی کی صفت غلام میں ثابت کر سکتا ہے اس لیے غلام میں یہ صفت ثابت ہوگی اور غلام آزاد ہوجائے گا۔ لیکن اگر ایسی صفت کے ساتھ پکارتا ہے کہ وہ صفت ثابت نہیں کر سکتا تو یہ جملہ محض آواز دینے کے لیے ہوگا، اور غلام آزاد نہیں ہوگا، مثلا یا ابنی کہا، تو ابن کی صفت غلام میں داخل نہیں کر سکتا، کیوں کہ غلام کسی اور کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اس لیے یہ جملہ محض آواز دینے کے لیے ہوگا اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: منادی: جسکو پکارا ہو، اس کو منادی، کہتے ہیں، اور پکارنے کو نداء، کہتے ہیں۔ استحضار اله: اس کو سامنے حاضر کیا جائے۔ اعلام المجرد: محض پکارنے کے لیے۔ انخلق: خلق سے مشتق ہے، پیدا ہوا ہو۔

ترجمہ: ۲ امام ابو حنیفہؒ سے ایک شاذ روایت یہ ہے کہ ان دونوں الفاظ [یا ابنی، اور یا اخی] سے غلام آزاد ہوجائے گا، لیکن اعتماد ظاہر روایت پر ہی ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۲۲۳) اور اگر کہا، یا ابن، تو اس سے آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ وہ غلام کسی کا بیٹا تو ہے۔

تشریح: یہاں اے میرے بیٹے نہیں کہا، بلکہ اے بیٹے، کہا ہے تو وہ کسی نہ کسی کا بیٹا تو ہے اس لیے وہ آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ آقا نے یوں نہیں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۲۴) ایسے ہی اگر کہا اے چھوٹے سے لڑکے، یا اے چھوٹی سی لڑکی [تو آزاد نہیں ہوگا۔

۱؎ لِأَنَّهُ تَصْغِيرُ الِابْنِ وَالْبِنْتِ مِنْ غَيْرِ إضَافَةٍ وَالْأَمْرُ كَمَا أَخْبَرَ. (۲۲۲۵)وَإِنْ قَالَ لِغُلَامٍ لَا يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ هَذَا ابْنِي عَتَقَ ۱؎ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – ۲؎ وَقَالَا: لَا يُعْتِقُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – لَهُمْ أَنَّهُ كَلَامٌ مُحَالُ الْحَقِيقَةِ فَيُرَدُّ فَيَلْغُو كَقَوْلِهِ أَعْتَقْتُكَ قَبْلَ أَنْ أَخْلُقَ أَوْ قَبْلَ أَنْ تُخْلَقَ. ۳؎ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّهُ كَلَامٌ مُحَالٌ بِحَقِيقَتِهِ لَكِنَّهُ صَحِيحٌ بِمَجَازِهِ لِأَنَّهُ إخْبَارٌ عَنْ حُرِّيَّتِهِ مِنْ حِينِ مِلْكِهِ، وَهَذَا

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ ابن اور بنت کی تصغیر ہے، یا کی طرف اضافت کئے بغیر، اور اس کے کہنے کے مطابق وہ کسی نہ کسی کا بیٹا تو ہے۔

تشریح: ابن اور بنت کی تصغیر بنا کر کہا یا بنیؔ، یا بنیۃ، کہا یعنی اے چھوٹے سے لڑکے، اے چھوٹی سی لڑکی، تو اس سے غلام یا باندی آزاد نہیں ہوں گے۔ اور آقا نے کہنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے، کیوں کہ وہ کسی نہ کسی کا بیٹا تو ہے ہی۔

لغت: الامر کما اخبر: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جیسا آقا نے کہا ہے معاملہ ایسا ہی ہے کہ وہ کسی نہ کسی کا بیٹا تو ہے ہی۔

ترجمہ: (۲۲۲۵) اگر ایسے غلام کے بارے میں کہا جو اس جیسا لڑکا اس جیسے سے پیدا نہیں ہو سکتا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

ترجمہ: ۱؎ تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔

نوٹ: یہاں جو دلائل ہیں سب منطقی ہیں اور محاورہ بھی منطقی استعمال کئے ہیں، اس لیے غور سے سمجھیں۔

تشریح: غلام آقا کے ہم عمر تھا اس جیسا غلام اس عمر کے آقا کی اولاد نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسے غلام کے بارے میں آقا نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: اس صورت میں عمر بڑی ہونے کی وجہ سے غلام حقیقت میں بیٹا تو نہیں بن پائے گا البتہ مجاز پر حمل کیا جائے گا۔ اور یوں کہا جائے گا کہ بیٹا بول کر آزادگی مراد لی ہے۔ جس کی وجہ سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ آزاد کرنے کا کوئی بھی شائبہ پیدا ہو جائے تو آزاد کر دیتے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہیں ہوگا۔ اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حقیقت پر عمل کرنا محال ہے اس لیے کلام کو رد کر دیا جائے گا اور کلام لغو ہو جائے گا، جیسے یوں کہے کہ میرے پیدا ہونے سے پہلے تم کو آزاد کیا، یا تیرے پیدا ہونے سے پہلے تم کو آزاد کیا لغو کلام ہے۔

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ حقیقی معنی لینا ممکن ہو لیکن کسی وجہ سے عمل کرنا مشکل ہو تو مجازی معنی لیا جائے گا، لیکن اگر حقیقی معنی لینا محال ہو تو مجازی معنی بھی نہیں لیا جا سکے گا۔

تشریح: صاحبینؒ اور امام شافعیؒ یہ فرماتے ہیں کہ غلام آزاد نہیں ہوگا، اور انکی دلیل یہ ہے کہ غلام کی عمر آقا سے بڑی ہونے کی وجہ سے حقیقت پر عمل کرنا ناممکن ہے اس لیے مجازی معنی بھی نہیں لیا جا سکے گا اور کلام لغو اور بیکار ہو جائے گا، اس کی دو مثال دیتے ہیں کہ آقا یوں کہے کہ میرے پیدا ہونے سے پہلے تم کو آزاد کیا تو یہ کلام سب کے نزدیک لغو ہے، یا یوں کہے کہ تیرے پیدا ہونے سے پہلے میں نے تم کو آزاد کیا یہ کلام سب کے نزدیک لغو ہے، جس طرح یہ کلام لغو ہے اسی طرح اوپر کا کلام لغو ہو جائے، اور مجازی معنی پر بھی عمل نہیں ہوگا، اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ اس کلام کو حقیقت پر محمول کرنا محال ہے، لیکن مجاز پر محمول کرنا صحیح ہے، اس لیے کہ مالک

لِأَنَّ الْبَنُوَّةَ فِي الْمَمْلُوكِ سَبَبٌ لِحُرِّيَّتِهِ، إِمَّا إِجْمَاعًا أَوْ صِلَةً لِلْقَرَابَةِ، وَإِطْلَاقُ السَّبَبِ وَإِرَادَةُ الْمُسَبَّبِ مُسْتَجَازٌ فِي اللُّغَةِ تَجَوُّزًا، ۴ وَلِأَنَّ الْحُرِّيَّةَ مُلَازِمَةٌ لِلْبَنُوَّةِ فِي الْمَمْلُوكِ وَالْمُشَابَهَةُ فِي وَصْفٍ مُلَازِمٍ مِنْ طُرُقِ الْمَجَازِ عَلَى مَا عُرِفَ فَيُحْمَلُ عَلَيْهِ تَحَرُّزًا عَنِ الْإِلْغَاءِ، ۵ بِخِلَافِ مَا اسْتَشْهَدَ بِهِ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ لَهُ فِي الْمَجَازِ فَتَعَيَّنَ الْإِلْغَاءُ، ۶ وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ قَطَعْت يَدَك فَأَخْرَجَهُمَا صَحِيحَتَيْنِ حَيْثُ لَمْ يُجْعَلْ مَجَازًا عَنِ الْإِقْرَارِ بِالْمَالِ وَالْتِزَامِهِ وَإِنْ كَانَ الْقَطْعُ سَبَبًا لِوُجُوبِ الْمَالِ لِأَنَّ الْقَطْعَ خَطَأً سَبَبٌ لِوُجُوبِ مَالٍ مَخْصُوصٍ وَهُوَ الْأَرْشُ، وَأَنَّهُ يُخَالِفُ مُطْلَقُ الْمَالِ فِي الْوَصْفِ حَتَّى وَجَبَ عَلَى الْعَاقِلَةِ فِي سَنَتَيْنِ وَلَا يُمْكِنُ إِثْبَاتُهُ بِدُونِ الْقَطْعِ، وَمَا أَمْكَنَ إِثْبَاتُهُ فَالْقَطْعُ لَيْسَ بِسَبَبٍ لَهُ، أَمَّا الْحُرِّيَّةُ فَلَا تَخْتَلِفُ

بننے کے وقت سے غلام کو آزاد ہونے کی خبر دینا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مملوک میں بیٹا ہونا اس کے آزاد ہونے کا سبب ہے، یہ بات اجماعی ہے، یا رشتہ دار کے لیے صلہ رحمی کے طور پر ہے، اور سبب بول کر مسبب مراد لینا لغت میں مجاز ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آقا کے جملے کو حقیقت پر محمول کرنا محال ہے، لیکن اس سے مجاز مراد لیا جا سکتا ہے یعنی آزاد ہونا اس لیے آزاد ہونا مراد لیکر غلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔

وجہ: کیوں کہ بیٹا ہونا سبب ہے اور اس کی وجہ سے آزاد ہونا مسبب ہے، یہاں سبب بول کر مجازا مسبب مراد لیا ہے۔

ترجمہ: ۴ اور اس لیے کہ اگر مملوک میں بیٹا ہو تو اس کے لیے آزاد ہونا لازم ہے، اور وصف لازم میں مشابہ ہونا مجاز کا طریقہ ہے، جیسا کہ معلوم ہوا، اس لیے کلام کو لغو کرنے سے بچنے کے لیے مجاز پر حمل کیا جائے گا۔

تشریح: یہ مجاز پر محمول کرنے کی دوسری دلیل ہے۔ یہاں بیٹا ہونا یہ موصوف ہے، اور بیٹے کے لیے آزاد ہونا یہ لازمی صفت ہے، اس لیے بیٹا موصوف بول کر آزاد ہونا صفت مراد لیا، اس لیے غلام آزاد ہو جائے گا۔ کلام کو لغو قرار دینے کے بجائے مجاز پر محمول کر دیا گیا۔

ترجمہ: ۵ بخلاف جس جملے سے صاحبین نے استدلال کیا اس لیے کہ وہاں مجاز کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اس لیے لغو ہی کرنا متعین ہے۔

تشریح: صاحبین نے استدلال کیا تھا کہ آقا نے اعتقتک قبل ان اخلق، کہا، اعتقتک قبل ان تخلق: کہا تو یہ کلام لغو ہے، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ ان دونوں جملوں میں مجاز کسی بھی صورت میں بن ہی نہیں سکتا اس لیے وہ کلام لغو ہوگا۔

ترجمہ: ۶ یہ بخلاف اگر غیر سے کہا کہ، میں نے تمہارا ہاتھ کاٹا، اور سامنے والے نے اپنا دونوں ہاتھ صحیح سالم نکال کر دیکھا دیا تو مجازا مال کا اقرار شمار نہیں کیا جائے گا حالانکہ ہاتھ کاٹنا مال کے واجب ہونے کا سبب ہے، اس لیے کہ غلطی سے کاٹنا مخصوص مال کے واجب ہونے کا سبب ہوتا ہے، اس کو ارش، کہتے ہیں، یہ مطلق مال سے الگ چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ ارش دو سال میں عاقلہ پر لازم ہوتی ہے، اور ارش کا ثابت کرنا کاٹے بغیر ممکن نہیں ہے، اور جو عام مال کا ثابت کرنا ممکن ہے تو کاٹنا اس کا سبب نہیں ہے، اور آزادگی کا حال یہ ہے کہ ذات اور حکم میں الگ الگ نہیں ہوتا اس لیے وہاں مجاز بنانا ممکن ہے۔

تشریح: اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ارش کے لیے ہاتھ کاٹنا سبب ہے، اور لازم وملزوم بھی ہے، اس لیے اگر کسی نے کہا کہ میں نے زید کا ہاتھ کاٹا ہے، تو اس پر ہاتھ کی قیمت [ارش] لازم ہونا چاہئے، لیکن زید نے اپنا سالم ہاتھ دکھلا دیا تو ارش لازم نہیں ہوگا۔

ذَاتًا وَحُكْمًا فَأَمْكَنَ جَعَلَهُ مَجَازًا عَنْهُ. ۷ وَلَوْ قَالَ: هَذَا أَبِي أَوْ أُمِّي وَمِثْلُهُ لَا يُولَدُ لِمِثْلِهِمَا فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ لِمَا بَيَّنَّا، ۸ وَلَوْ قَالَ لِصَبِيٍّ صَغِيرٍ: هَذَا جَدِّي قِيلَ: هُوَ عَلَى الْخِلَافِ. وَقِيلَ: لَا يَعْتِقُ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ هَذَا الْكَلَامَ لَا مُوجِبَ لَهُ فِي الْمِلْكِ إِلَّا بِوَاسِطَةٍ وَهُوَ الْأَبُ وَهِيَ غَيْرُ ثَابِتَةٍ فِي كَلَامِهِ فَتَعَذَّرَ أَنْ يُجْعَلَ مَجَازًا عَنْ الْمُوجِبِ. بِخِلَافِ الْأُبُوَّةِ وَالْبُنُوَّةِ لِأَنَّ لَهُمَا مُوجِبًا فِي الْمِلْكِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ، ۹ وَلَوْ قَالَ: هَذَا أَخِي لَا يُعْتَقُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يُعْتَقُ وَوَجْهُ الرِّوَايَتَيْنِ

وجه: کیوں کہ ہاتھ کاٹنا اورارش لازم ملزوم ہے، اب ہاتھ کاٹنا نہیں پایا گیا تو ارش بھی لازم نہیں ہوگا۔

اس کے برخلاف آزادگی تو ذات اور حکم کے اعتبار سے مختلف نہیں ہے اس لیے ابنی کہہ کر مجاز کے طور پر حریت مراد لی جاسکتی ہے، اس لیے غلام آزاد ہوجائے گا۔

لغت: ارش: ہاتھ کاٹنے کی قیمت کو ارش کہتے ہیں۔ **عاقلہ:** مجرم کے وہ رشتہ دار جو دوسال میں ارش کی رقم کو ادا کریں گے۔

ترجمہ: ۷ اور اگر غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے، یا باندی سے کہا یہ میری ماں ہے، اور آقا کی عمر کی عمر ایسی ہے کہ غلام باپ نہیں بن سکتا، اور باندی ماں نہیں بن سکتی تو یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے جسکو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: غلام، اور آقا کی عمر قریب قریب ہے، اور آقا نے غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے، یا باندی سے کہا کہ یہ میری ماں ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غلام آزاد ہوجائے گا، کیوں کہ یہاں مجازی معنی مراد لیا جائے گا، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ غلام آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ حقیقت مراد نہیں لے سکتے تو مجاز بھی مراد نہیں لے سکتے۔

ترجمہ: ۸ اگر چھوٹے بچے سے کہا کہ یہ میرا دادا ہے، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ اسی اختلاف پر ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بالاتفاق آزاد نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس کلام میں ملک کا سبب نہیں ہے مگر باپ کے واسطے سے، اور باپ آقا کے کلام میں ثابت نہیں ہے اس لیے مجاز پر حمل کرنا ناممکن ہے، بخلاف باپ اور بیٹے کے اس لیے کہ وہ بغیر واسطے کے آزادگی کا سبب ہے۔

تشریح: آقا نے اپنے بہت چھوٹے غلام کے لیے کہا کہ یہ میرا دادا ہے تو ایک روایت یہ ہے کہ اس بارے میں صاحبین اور امام ابو حنیفہؒ کا اختلاف ہے، یعنی صاحبینؒ کے نزدیک آزاد نہیں ہوگا، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجازی معنی مراد لیا جائے گا اور غلام آزاد ہوجائے گا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: بچہ دادا بنے گا باپ کے واسطے سے، اور آقا کے کلام میں باپ کا ذکر نہیں ہے اس لیے یہاں مجازی معنی نہیں لیا جائے گا اور بچہ آزاد بھی نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف باپ اور بیٹے میں بیچ میں کوئی واسطہ نہیں ہے اس لیے وہاں مجازی معنی مراد لیا جائے گا اور آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۹ اگر غلام سے کہا یہ میرا بھائی ہے تو ظاہر روایت میں آزاد نہیں ہوگا [کیوں کہ بیچ میں باپ کا واسطہ ہے جس کو آقا نے ذکر نہیں کیا]، اور امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ غلام آزاد ہوجائے گا، اور دونوں روایتوں کی وجہ ہم نے بیان کردیا ہے۔

تشریح: آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ غلام آزاد ہوجائے گا، کیوں کہ یہاں مجازی معنی مراد لیا جائے گا یعنی آزاد ہونا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ غلام آزاد نہیں ہوگا۔

مَا بَيَّنَّاهُ. ١٠ وَلَوْ قَالَ لِعَبْدِهِ هَذَا ابْنَتِي فَقَدْ قِيلَ عَلَى الْخِلَافِ، ١١ وَقَدْ وَقِيلَ هُوَ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ الْمُشَارَ إِلَيْهِ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ الْمُسَمَّى فَتَعَلَّقَ الْحُكْمُ بِالْمُسَمَّى وَهُوَ مَعْدُومٌ فَلَا يُعْتَبَرُ وَقَدْ حَقَّقْنَاهُ فِي النِّكَاحِ.

(٢٢٢٦) وَإِنْ قَالَ لِأَمَتِه: أَنْتِ طَالِقٌ أَوْ بَائِنٌ أَوْ تَخَمَّرِي وَنَوَى بِهِ الْعِتْقَ لَمْ تَعْتِقْ ١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – تَعْتِقُ إِذَا نَوَى، وَكَذَا عَلَى هَذَا الْخِلَافِ سَائِرَ أَلْفَاظِ الصَّرِيحِ وَالْكِنَايَةِ عَلَى مَا قَالَ مَشَايِخُهُمْ

وجه: یہاں بھائی بننے کے لیے باپ کا واسطہ ہے اور آقا کے کلام میں باپ کا ذکر نہیں ہے اس لیے مجازی معنی مراد نہیں لیا جا سکے گا، اس لیے غلام آزاد بھی نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١٠ اگر غلام سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تو بعض حضرات نے فرمایا کہ اسی اختلاف پر ہے [یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجازی معنی مراد لیکر غلام آزاد ہو جائے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک مجازی معنی لینا ناممکن ہوگا اور غلام آزاد نہیں ہوگا]۔

تشریح: یہاں بول رہا ہے لڑکی اور اشارہ کر رہا ہے لڑکے کی طرف اس لیے اشارے کا اعتبار کر لیا جائے، اور گویا کہ اس کو اپنا بیٹا کہا اس لیے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا، یہ ایک روایت ہے۔

ترجمہ: ١١ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بالاجماع ہے کہ آزاد نہیں ہوگا اس لیے جس غلام کی طرف اشارہ کیا ہے وہ لڑکی کی جنس میں سے نہیں ہے اور جو جملہ بولا حکم اس پر ہوگا اور وہ معدوم ہے اس لیے بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا [اور غلام آزاد نہیں ہوگا]۔ اس کی پوری تحقیق کتاب النکاح میں گزر چکی ہے۔

تشریح: اور دوسری روایت یہ ہے کہ جو بولا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا، جس کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور بولا ہے لڑکی، اور غلام لڑکی نہیں ہے، اس لیے کلام لغو ہو جائے گا اور غلام آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: **مشار الیہ**: جس کی طرف اشارہ کیا، یعنی غلام جسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ **مسمی**: جو بولا ہے، یعنی لڑکی بولا ہے۔ **تعلق الحکم بالمسمی**: آزادگی کا حکم لڑکی کے ساتھ ہوگا، اور غلام لڑکی نہیں ہے، وہ تو لڑکا ہے، اس لیے کلام لغو ہو جائے گا۔

ترجمہ: (٢٢٢٦) اور اگر اپنی باندی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، یا تو بائن ہے، یا تو اوڑھنی اوڑھ لے اور اس سے آزادگی کی نیت کی تو آزاد نہیں ہوگی۔

وجہ: نکاح میں صرف ملک بضعہ ہوتی ہے جو جزوی ملک ہے۔ اور طلاق کے ذریعہ اس ملک کو ختم کرنا ہے اور عتاق کے ذریعہ پورے جسم کی ملکیت ختم کرتے ہیں جو کل ہے اس لیے جزیعنی طلاق بول کر کل یعنی عتاق مراد لینا مشکل ہے۔ کیوں کہ ضعیف بول کر قوی مراد لینا مجاز متعارف نہیں ہے۔ اس لیے انت طالق بول کر عتاق مراد لینا جائز نہیں ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ضعیف لفظ بول کر قوی لفظ مراد لینا صحیح نہیں ہے کیوں کہ وہ کمزور ہے۔

ترجمہ: ١ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر ان الفاظ سے آزاد ہونے کی نیت کی تو آزاد ہو جائے گی۔، اسی اختلاف پر صریح اور کنایہ کے تمام الفاظ ہیں، جیسا کہ مشائخ نے فرمایا۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انت طالق بول کر انت حر مراد لینا جائز ہے۔ کیوں کہ دونوں میں ملکیت کو ختم کرنا ہے۔ یہ اور بات

– رَحِمَهُمُ اللَّهُ – ۲؎ لَهُ أَنَّهُ نَوَى مَا يَحْتَمِلُهُ لَفْظُهُ لِأَنَّ بَيْنَ الْمِلْكَيْنِ مُوَافَقَةً إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِلْكُ الْعَيْنِ، أَمَّا مِلْكُ الْيَمِينِ فَظَاهِرٌ، وَكَذَلِكَ مِلْكُ النِّكَاحِ فِي حُكْمِ مِلْكِ الْعَيْنِ حَتَّى كَانَ التَّأْبِيدُ مِنْ شَرْطِهِ وَالتَّأْقِيتُ مُبْطِلًا لَهُ وَعَمَلُ اللَّفْظَيْنِ فِي إِسْقَاطِ مَا هُوَ حَقُّهُ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلِهَذَا يَصِحُّ التَّعْلِيقُ فِيهِ بِالشَّرْطِ، ۳؎ أَمَّا الْأَحْكَامُ تَثْبُتُ سَبَبٌ سَابِقٍ وَهُوَ كَوْنُهُ مُكَلَّفًا، ۴؎ وَلِهَذَا يَصْلُحُ لَفْظَةُ الْعِتْقِ وَالتَّحْرِيرُ كِنَايَةً عَنْ الطَّلَاقِ فَكَذَا عَكْسُهُ ۵؎ وَلَنَا أَنَّهُ نَوَى مَا لَا يَحْتَمِلُهُ لَفْظُهُ لِأَنَّ الْإِعْتَاقَ لُغَةً إِثْبَاتُ الْقُوَّةِ وَالطَّلَاقَ رَفْعُ

ہے کہ عتاق میں پورے جسم کی ملکیت ختم کرنا ہے، اور انت طالق میں صرف بضعہ کی ملکیت کو ختم کرنا ہے، اس لیے طلاق بول کر مجازا آزاد مراد لینا جائز ہے۔ طلاق دینے کے لیے صریح اور کنایہ کے جتنے الفاظ ہیں سب کے بارے میں یہی اختلاف ہے، یعنی ان کے استعمال کرنے سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی واقع نہیں ہوگی، اور شافعیؒ کے نزدیک آزادگی واقع ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ لفظ طلاق جس چیز کا احتمال رکھتا تھا اسی کی نیت کی، اس لیے کہ دونوں ملکیت میں موافقت ہے، اس لیے دونوں الفاظ عین کی ملکیت پر دلالت کرتے ہیں، ملک یمین میں تو ظاہر ہے، ایسے ہی ملک نکاح ملک عین کے حکم میں ہے یہی وجہ ہے کہ نکاح کے لیے ہمیشہ ہونے شرط لگائی جاتی ہے، اور نکاح موقت باطل ہے، اور عتق اور طلاق دونوں لفظوں میں اپنے حق کو ساقط کرنا ہے، یعنی ملکیت کو ساقط کرنا ہے، اسی لیے طلاق کو بھی شرط پر معلق کرنا صحیح ہے۔

تشریح: اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عتاق اور طلاق دونوں میں اپنی ملکیت کو ساقط کرنا ہے یہ اور بات ہے کہ عتاق میں پورے جسم کی ملکیت ختم کرنا ہوتا ہے اور طلاق میں صرف ملک بضع کو ختم کرنا ہوتا ہے، اس لیے دونوں میں ملکیت کی مناسبت ہے، اس لیے طلاق بول کر مجازا اعتاق مراد لیا جاسکتا ہے۔

وجہ: نکاح میں یوں قید لگائی کہ چند مہینے کے لیے نکاح کرتا ہوں تو نکاح موقت ہوگا اور نکاح باطل ہوجائے گا، بلکہ نکاح میں ہمیشہ کے لیے نکاح کرنا شرط ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نکاح میں بھی ذات کی ملکیت ہوتی ہے، اور طلاق کے ذریعہ سے اس ملکیت کو ختم کرنا ہوتا ہے، اس لیے طلاق بول کر عتاق لینا جائز ہے۔

لغت: ملک العین: عین جسم کی ملکیت۔ ملک یمین: پورے غلام کی ملکیت کو ملک یمین، کہتے ہیں، ملک نکاح میں بھی ملک عین ہوتا ہے، لیکن صرف ملک بضع ہوتا ہے۔ التاقیت: موقت سے مشتق ہے، چند دنوں کے لیے نکاح کرنا۔ **لھذا یصح التعلیق فیه بالشرط**: طلاق کو شرط پر معلق کرنا جائز ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق میں ذات کی ملکیت کو ختم کرنا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ بہرحال احکام تو سابق سبب سے ثابت ہوتے ہیں، یعنی کہ وہ مکلف ہے۔

تشریح: احکام کا اصل مدار طلاق کا لفظ نہیں بلکہ چونکہ وہ مکلف انسان ہے اس لیے اس کے بولنے سے آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۴؎ اسی لیے عتق اور تحریر کے لفظ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اس لیے اس کا الٹا بھی جائز ہوگا۔

تشریح: امام شافعیؒ کی یہ دوسری دلیل ہے کہ عتق اور تحریر کے لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے، اس لیے طلاق کے لفظ سے آزادگی واقع ہوجائیگی۔

ترجمہ: ۵؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ جس کا احتمال رکھتا ہے اس کی نیت نہیں کی، اس لیے کہ اعتاق کا لغوی معنی قوت کو ثابت کرنا ہے، اور

الْقَيْدِ، وَهَذَا لِأَنَّ الْعَبْدَ أُلْحِقَ بِالْجَمَادَاتِ وَبِالْإِعْتَاقِ يَحْيٰى فَيَقْدِرُ، وَلَا كَذَلِكَ الْمَنْكُوحَةُ فَإِنَّهَا قَادِرَةٌ إِلَّا أَنَّ قَيْدَ النِّكَاحِ مَانِعٌ وَبِالطَّلَاقِ يَرْتَفِعُ الْمَانِعُ فَيَظْهَرُ الْقُوَّةُ وَلَا خِفَاءَ أَنَّ الْأَوَّلَ أَقْوَى، ۶ وَلِأَنَّ مِلْكَ الْيَمِينِ فَوْقَ مِلْكِ النِّكَاحِ فَكَانَ إِسْقَاطُهُ أَقْوَى وَاللَّفْظُ يَصْلُحُ مَجَازًا عَمَّا هُوَ دُونَ حَقِيقَتِهِ لَا عَمَّا هُوَ فَوْقَهُ، فَلِهَذَا امْتَنَعَ فِي الْمُتَنَازَعِ فِيهِ وَانْسَاغَ فِي عَكْسِهِ. (۲۲۲۷)وَإِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ أَنْتَ مِثْلُ الْحُرِّ لَمْ يَعْتِقْ ۱ لِأَنَّ الْمِثْلَ يُسْتَعْمَلُ لِلْمُشَارَكَةِ فِي بَعْضِ الْمَعْنٰى عُرْفًا فَوَقَعَ الشَّكُّ فِي الْحُرِّيَّةِ

طلاق کا لغوی معنی قید کا اٹھانا ہے [اس لیے طلاق کے لفظ سے آزادگی نہیں ہوگی] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام پتھر کی طرح ہو گیا ہے اور آزاد کر کے اس کو زندہ کیا اور قدرت دی، اور منکوحہ عورت میں یہ بات نہیں ہے، اس لیے کہ منکوحہ تو پہلے سے قدرت والی ہے یہ اور بات ہے کہ نکاح کی قید کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتی، اور طلاق اس مانع کو اٹھا دیتی ہے اور اس کی قوت ظاہر ہو جاتی ہے، اور اس میں پوشیدگی نہیں ہے کہ اول یعنی عتاق قوی ہے۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے، یہ ہے منطقی دلیل۔ عتاق کا لغوی ترجمہ ہے تصرف کی قوت ثابت کرنا، کیوں کہ غلام تصرف کرنے میں جمادات [یعنی پتھر] کی طرح ہے، کہ وہ تصرف نہیں کر سکتا، لیکن آزاد کر کے اس کو تصرف کرنے کی قوت دینا ہے، اور طلاق کا لغوی ترجمہ ہے نکاح کی قید کو دور کرنا، چناں چہ عورت پہلے سے تصرف کرنے پر قادر تھی البتہ اس میں نکاح کی قید تھی، طلاق دیکر اس قید کو ختم کر دیا،، جب طلاق اور عتاق کے ترجمے میں موافقت نہیں ہوئی، تو طلاق بول کر مجازا اعتاق لینا بھی درست نہیں ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ عتاق قوی ہے اور طلاق کا لفظ کمزور ہے، اس لیے کمزور کا لفظ بول کر قوی مراد لینا درست نہیں ہے، اس لیے طلاق کے لفظ سے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۶ اور اس لیے کہ ملک یمین ملک نکاح سے اوپر ہے اس لیے طلاق کے لفظ سے اپنے سے قوی کو ساقط کرنا ہوا، اور لفظ میں اپنی حقیقت سے نیچے کا مجاز ہوتا ہے اپنے سے اوپر کا مجاز نہیں ہوتا اس لیے جس بات میں جھگڑا ہے اس میں ممنوع ہوگا، اور اس کے الٹے میں جائز ہوگا۔

تشریح: ملک یمین ملک نکاح سے اوپر ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ اوپر کو بول کر نیچے کی چیز لے سکتے ہیں، لیکن نیچے کا لفظ بول کر اوپر والا نہیں لے سکتے، اس لیے عتاق بول کر طلاق لے سکتے ہیں لیکن طلاق بول کر عتاق مراد نہیں لے سکتے۔

لغت: متنازع: یہاں متنازع سے مراد طلاق بول کر عتاق مراد لینا ہے، اور اس کے الٹے سے مراد عتاق بول کر طلاق مراد لینا ہے جو جائز ہے۔ انساغ: ساغ سے مشتق ہے، جائز ہونا۔

ترجمہ: (۲۲۲۷) اگر اپنے غلام سے کہا تم آزاد کی طرح ہو تو آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ لفظ مثل بعض معنی میں شرکت کے لیے آتا ہے عرف میں اس لیے آزاد ہونے میں شک واقع ہو گیا [اس لیے آزاد نہیں ہوگا]

وجہ: (۱) تم آزاد کی طرح ہو کا مطلب یہ ہے کہ تم آزاد کی طرح ہو شرافت، تعظیم اور بزرگی میں۔ اس لیے اس جملے سے آزاد کرنا مقصود نہیں ہے اس لیے آزاد نہیں ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ مصنف نے بیان کی ہے کہ لفظ مثل بعض صفات شرکت کے لیے آتا ہے، اس لیے یہ کوئی ضروری نہیں ہے وہ آزاد ہونے میں شریک ہو، اس شک کی بنا پر غلام آزاد نہیں ہوگا۔

(۲۲۲۸)وَلَوْ قَالَ: مَا أَنْتَ إِلَّا حُرٌّ عَتَقَ لِـ لِأَنَّ الِاسْتِثْنَاءَ مِنْ النَّفْيِ إِثْبَاتٌ عَلَى وَجْهِ التَّأْكِيدِ كَمَا فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ (۲۲۲۹)وَلَوْ قَالَ رَأْسُك رَأْسُ حُرٍّ لَا يَعْتِقُ لِـ لِأَنَّهُ تَشْبِيهٌ بِحَذْفِ حَرْفِهِ (۲۲۳۰)وَلَوْ قَالَ رَأْسُك رَأْسٌ حُرٌّ عَتَقَ لِـ لِأَنَّهُ إِثْبَاتُ الْحُرِّيَّةِ فِيهِ إِذْ الرَّأْسُ يُعَبَّرُ بِهِ عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ.

فصل

(۲۲۳۱)وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ عَتَقَ عَلَيْهِ لِـ وَهَذَا اللَّفْظُ مَرْوِيٌّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

ترجمہ: (۲۲۲۸)اور اگر کہا نہیں ہو تم مگر آزاد تو آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: لِـ اس لیے کہ نفی کے بعد کسی چیز کو ثابت کرنا، تاکید کے ساتھ ثابت کرنا ہوتا ہے، جیسے لا الہ الا اللہ میں تاکید کے ساتھ معبود ہونے کو ثابت کیا ہے اس لیے آزاد ہو جائے گا

تشریح: اگر کہا کہ نہیں ہو تم مگر آزاد تو اس جملے سے غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: اس جملے میں حصر کے ساتھ آزاد کرنا ہی مقصود ہے اس لیے بدرجہ اولی آزاد ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۲۹)اگر کہا تمہارا سر آزاد کے سر کی طرح ہے تو اس سے آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِـ اس لیے حرف تشبیہ کو حذف کر کے تشبیہ دینا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں آزاد آدمی کے سر کے ساتھ تشبیہ دینا ہے اس لیے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: رأسک رأسُ حرٍ: یہاں دو عبارتیں ہیں [۱] پہلی عبارت میں رأس کو حر کی طرف اضافت کر دیا گیا ہے، اس کا ترجمہ ہوگا تمہارا سر آزاد کے سر کی طرح ہے، اس صورت میں غلام آزاد نہیں ہوگا۔ [۲] دوسری عبارت میں رأسک رأس حرٌ ہے، اس عبارت میں رأس موصوف ہے اور حر صفت ہے، اور عبارت کا ترجمہ تمہارا سر آزاد ہے، اس صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ اس کا سر غلامیت سے آزاد ہو گیا، اور سر بول کر پورا جسم مراد لیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے کی عبارت میں آرہی ہے۔

ترجمہ: (۲۲۳۰)اور اگر کہا تمہارا سر آزاد سر ہے تو آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: لِـ اس لیے کہ یہاں غلام میں آزادگی کو ثابت کرنا ہے اس لیے کہ سر سے پورا انسان مراد لیتے ہیں۔

تشریح: یہاں رأس اور حر، موصوف صفت ہے اور ترجمہ ہے تمہارا سر آزاد ہے اس لیے غلام آزاد ہو جائے گا۔

{فصل}

ترجمہ: (۲۲۳۱)اگر آدمی ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: لِـ یہ لفظ حضور ﷺ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے کہا کہ کوئی ذی رحم محرم کا مالک بنے گا تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

تشریح: اس ذی رحم محرم میں بھائی، بہن، چچا، پھوپی، ماموں، خالہ بھی داخل ہیں، یعنی ان لوگوں پر مالک بنے تو یہ لوگ بھی آزاد ہو جائیں گے۔

وجہ: (۱) ذی رحم محرم جیسے قریبی رشتہ والے کا مالک ہو اور اس کو غلام بنا کر رکھے ایسا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ آزاد ہو جائے گا

وَسَلَّمَ –، وَقَالَ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – " مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ ۲فَهُوَ حُرٌّ " وَاللَّفْظُ بِعُمُومِهِ يَنْتَظِمُ كُلَّ قَرَابَةٍ مُؤَبَّدَةٍ بِالْمَحْرَمِيَّةِ وِلَادًا أَوْ غَيْرَهُ، ۳وَالشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يُخَالِفُنَا فِي غَيْرِهِ. لَهُ أَنَّ ثُبُوتَ الْعِتْقِ مِنْ غَيْرِ مَرْضَاةِ الْمَالِكِ يَنْفِيهِ الْقِيَاسُ أَوْ لَا يَقْتَضِيهِ، وَالْأُخُوَّةُ وَمَا يُضَاهِيهَا نَازِلَةٌ عَنْ قَرَابَةِ

(۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ عن سمرۃ بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول اللہ ﷺ من ملک ذا رحم محرم فھو حر (ابوداؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۵۶۰، نمبر ۳۹۴۹/ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۳۳۰، نمبر ۱۳۶۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ (۳) بھائی آزاد ہو جائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال جاء رجل یقال لہ صالح باخیہ، فقال یا رسول اللہ انی ارید ان اعتق اخی ھذا فقال ان اللہ اعتقہ حین ملکتہ۔ (دارقطنی، باب المکاتب، ج رابع، ص ۲۷، نمبر ۴۱۸۲) اس حدیث میں ہے کہ بھائی کا مالک جیسے ہی ہوا وہ آزاد ہو گیا۔

لغت: جن لوگوں سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے اس کو ذی رحم محرم، کہتے ہیں، یہ ذی رحم محرم تین قسم کے ہیں۔

[۱] باپ، ماں، دادا، دادی،، نانا، نانی، اس سے آدمی پیدا ہوتا ہے، یہ اصول ہیں اور اس کو ولادت کا رشتہ، کہتے ہیں۔

[۲] بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی۔ یہ اصول سے پیدا ہوئے ہیں، ان کو بھی ولادت کا رشتہ، کہتے ہیں، ان لوگوں کو فروع کہتے ہیں۔

[۳] بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ۔ یہ ماں، یا باپ کے واسطے سے رشتہ دار ہیں، یہ ولادت کا رشتہ نہیں ہیں۔ یہ اٹھارہ آدمی ایسے ہیں کہ آدمی ان لوگوں کا مالک بنے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲ اور یہ لفظ اپنے عموم کی وجہ سے ہر ان قرابت کو شامل ہے جو محرم ہو، چاہے اولاد ہو یا والدین ہوں یا اس کے علاوہ ہو۔

تشریح: حدیث میں ذی رحم محرم کا لفظ ہے اس کے عموم کی وجہ سے تینوں قسم کے ذی رحم محرم آزاد ہو جائیں گے۔

ترجمہ: ۳ اور امام شافعیؒ ولادت کے علاوہ میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، انکی دلیل یہ ہے کہ یہاں مالک کی مرضی کے بغیر عتق ثابت ہوتی ہے، اور قیاس اس کی نفی کرتی ہے، یا قیاس کا تقاضہ یہ نہیں ہے، اور بھائی اور بھائی کے جو مشابہ ہے وہ ولادت کی رشتہ داری سے نیچے ہیں، اس لیے ولادت کے ساتھ ملانا ممنوع ہوگا اور اس کے لیے استدلال کرنا بھی ممنوع ہوگا۔

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ جو ذی رحم محرم ولادت کی وجہ سے ہیں وہ تو حدیث کی بنا پر آزاد ہو جائیں گے، لیکن جو ولادت والے رشتہ دار نہیں ہیں، جیسے بھائی بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ یہ آزاد نہیں ہوں گے۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہاں مالک کی مرضی کے بغیر حدیث کی بنا پر آزاد ہو رہا اس لیے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جو ولادت والا ہو وہی آزاد ہو۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ بھائی وغیرہ ولادت سے نیچے درجے کا رشتہ دار ہیں اس لیے یہ ولادت والے رشتہ دار کے درجے میں نہ رہے۔

لغت: یضاھیھا: جو اس کے مشابہ ہے۔ نازلۃ: عن قرابۃ الولادۃ: ولادت کے رشتہ داری سے نیچے درجے میں ہے۔

الْوِلَادَةِ فَامْتَنَعَ الْإِلْحَاقُ أَوْ الِاسْتِدْلَالُ بِهِ، ۴؎ وَلِهَذَا امْتَنَعَ التَّكَاتُبُ عَلَى الْمَكَاتِبِ فِي غَيْرِ الْوِلَادِ وَلَمْ يَمْتَنِعُ فِيهِ. ۵؎ وَلَنَا مَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ مَلَكَ قَرِيبَهُ قَرَابَةً مُؤَثِّرَةً فِي الْمَحْرَمِيَّةِ فَيَعْتِقُ عَلَيْهِ، وَهَذَا هُوَ الْمُؤَثِّرُ فِي الْأَصْلِ، وَالْوِلَادُ مَلْغِيٌّ لِأَنَّهَا هِيَ الَّتِي يُفْتَرَضُ وَصْلُهَا وَيَحْرُمُ قَطْعُهَا حَتَّى وَجَبَتِ النَّفَقَةُ وَحَرُمَ النِّكَاحُ،

ترجمہ: ۴؎ یہی وجہ ہے کہ ولادت کے علاوہ جو رشتہ دار ہیں وہ مکاتب پر مکاتب نہیں بنے گا، جب کہ ولادت والے رشتہ دار مکاتب بن جاتے ہیں۔

تشریح: امام شافعیؒ کی یہ تیسری دلیل ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ کوئی مکاتب ہے اور وہ ولادت والے رشتہ دار کے مالک بنے تو وہ بھی مکاتب بن جائیں گے، لیکن ولادت کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ مکاتب نہیں بنیں گے، اس سے ثابت ہوا کہ بھائی وغیر ولادت والے رشتہ دار کے درجے میں نہیں ہیں، اس لیے اس پر مالک ہونے کے بعد وہ آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: امتنع التکاتب: مکاتب نہیں بنے گا۔ لم یمتنع: ممنوع نہیں ہوگا، یعنی ولادت والے رشتہ دار مکاتب بن جائیں گے۔

ترجمہ: ۵؎ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے روایت کی ہے، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ ایسی قرابت کا مالک بنا جو محرم ہونے میں موثر ہے، اس لیے وہ آزاد ہو جائے گا، اور اصل میں بھی ذی رحم محرم ہونا ہی موثر ہے۔ ولادت لغو ہے۔، اسی لیے ذی رحم محرم کے ساتھ صلہ رحمی کرنا فرض ہے، اور انکو منقطع کرنا حرام ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا نفقہ لازم ہوتا ہے، اور ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔

تشریح: آزاد ہونے سبب ذی رحم محرم ہونا ہے اس کی پانچ دلیل دے رہے ہیں [۱] اوپر کی حدیث جس میں ہے کہ ذی رحم محرم کا مالک بنا تو وہ آزاد ہو جائے گا چاہے ولادت ہو یا بھائی ہو [۲] ولادت میں بھی آزاد ہونے سبب ذی رحم محرم ہے ولادت آزاد ہونے کا سبب نہیں ہے [۳] چناں چہ تمام ذرحم محرم سے صلہ رحمی کرنا فرض ہے اور ان سے قطع تعلق کرنا حرام ہے۔ [۴] سب ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہوتا ہے [۵] سب ذی رحم محرم سے نکاح کرنا حرام ہے، ان پانچ دلائل سے ثابت ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک بنے گا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے کہ وراثت کی مقدار نفقہ واجب ہے۔ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ (آیت ۲۳۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ وارث پر نفقہ واجب ہے۔ (۲) حدیث میں ہے۔ **حدثنا کلیب بن منفعة عن جده انه اتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ! من ابر؟ قال امک و اباک و اختک و اخاک و مولاک الذی یلی ذلک حقا واجبا و رحما موصولة۔** (ابو داؤد شریف، باب فی بر الوالدین، ص ۷۲۲، نمبر ۵۱۴۰) (۳) اور نسائی میں ہے۔ **عن طارق المحاربی قال قدمنا المدینة فاذا رسول اللہ قائم علی المنبر یخطب الناس و هو یقول ید المعطی العلیا و ابداء بمن تعول امک و اباک و اختک و اخاک ثم ادناک ادناک۔** (سنن نسائی شریف، باب أیتهما الید العلیا؟، ص ۳۵۰، نمبر ۲۵۳۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا نفقہ بھی واجب ہوتا ہے۔ (۴) اور خود اس آدمی کے پاس مال نہ ہو تب بھی ذی رحم محرم پر نفقہ واجب ہوگا اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **عن الضحاک فی هذه الآیة و علی الوارث مثل ذلک، قال الوالد یموت و یترک ولدا صغیرا فان کان له مال فرضاعه فی ماله و ان لم یکن له مال فرضاعه علی عصبته۔** (مصنف ابن ابی شیبة، ۲۲۸ فی قوله و علی الوارث مثل ذلک، ج رابع، ص ۱۸۹، نمبر ۱۹۱۴۷) ان آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم ہونا اصل ہے۔

٦ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ الْمَالِكُ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ لِعُمُومِ الْعِلَّةِ. ٧ وَالْمُكَاتَبُ إِذَا اشْتَرَى أَخَاهُ وَمَنْ يَجْرِي مَجْرَاهُ لَا يَتَكَاتَبُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ مِلْكٌ تَامٌّ يَقْدِرُهُ عَلَى الْإِعْتَاقِ وَالِافْتِرَاضِ عِنْدَ الْقُدْرَةِ، بِخِلَافِ الْوِلَادِ لِأَنَّ الْعِتْقَ فِيهِ مِنْ مَقَاصِدِ الْكِتَابَةِ فَامْتَنَعَ الْبَيْعُ فَيَعْتِقُ تَحْقِيقًا لِمَقْصُودِ الْعَقْدِ. ٨ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّهُ يَتَكَاتَبُ عَلَى الْأَخِ أَيْضًا وَهُوَ قَوْلُهُمَا قُلْنَا أَنْ نَمْنَعَ، ٩ وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا مَلَكَ ابْنَةَ عَمِّهِ وَهِيَ أُخْتُهُ مِنَ الرَّضَاعِ لِأَنَّ الْمَحْرَمِيَّةَ مَا ثَبَتَتْ بِالْقَرَابَةِ

ترجمہ: ٦ اور کوئی فرق نہیں ہے اس بارے میں کہ مسلمان ہو یا کافر ہو دارالاسلام میں، کیوں کہ علت عام ہے۔

تشریح: دارالاسلام میں مالک مسلمان ہے اور ذی رحم محرم کافر تب بھی وہ کافر آزاد ہو جائے گا، اسی طرح مالک کافر ہے اور مملوک مسلمان ہے تب بھی وہ آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ ذی رحم محرم پر ملکیت پائی گئی۔

ترجمہ: ٧ اور مکاتب اپنے بھائی، یا بھائی جیسے کو خریدتا ہے تو وہ مکاتب نہیں بنے گا اس لیے کہ اس کو آزاد کرنے پر پوری ملکیت نہیں ہے، اور مسئلے کی صورت جو فرض کی گئی ہے وہ آزادگی پر قدرت کے وقت کی گئی ہے، بخلاف ولادت کے اس لیے کہ مکاتب ہونے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ان رشتہ داروں کو آزاد کیا جائے، اسی لیے ولادتی رشتہ دار کو بیچنا منع ہے، اس لیے عقد کتابت کے مقصد کو ثابت کرنے کے لیے آزاد ہو جائے گا۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ مکاتب جب اپنے بھائی وغیرہ کا مالک بنے گا تو وہ اس لیے آزاد نہیں ہوگا، کہ مکاتب بھائی کو آزاد کرنے پر قادر نہیں ہے، اور مسئلہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ آزاد کرنے پر ملک تام ہو تب وہ مکاتب بنے گا۔ اور ولادتی رشتہ دار اس لیے مکاتب بن جائیں گے کہ مکاتب جب مکاتب بن رہا تھا تو اس کا مقصد ہی یہ تھا کہ مال کتابت کو ادا کر کے خود آزاد ہو جائیں، اور اپنے ولادتی رشتہ دار کو آزاد کروائیں، کیوں کہ ان رشتہ داروں کے غلام رہنے سے مکاتب کو عار محسوس ہوتی ہے، اس لیے ولادتی رشتہ دار مکاتب بن جائیں گے۔ اور بھائی کے غلام رہنے سے بھائی کو عار نہیں ہوتی اس لیے اس کے مکاتب بننے کا مقصد نہیں ہے کہ بھائی کو مکاتب بنائیں، اس لیے بھائی مکاتب نہیں بنے گا۔

ترجمہ: ٨ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ بھائی بھی مکاتب بن جائے گا، اور یہی قول صاحبینؒ کا ہے، اس صورت میں ہم امام شافعیؒ کا اعتراض روک دیں گے

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر بھائی مکاتب ہے اور اس حال میں بھائی کا مالک بنا ولادتی رشتہ مکاتب بنتا ہے بھائی بھی مکاتب بن جائے گا، اس صورت میں امام شافعی کی دلیل ہمارے خلاف نہیں چلے گی۔

ترجمہ: ٩ یہ بخلاف اگر چچازاد بہن پر مالک بن گیا، اور وہ رضاعی بہن بھی ہے تو وہ آزاد نہیں ہوگی، اس لیے کہ نسب کی وجہ سے محرم نہیں ہے بلکہ رضاعت کی وجہ سے محرم ہے۔

تشریح: آزاد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نسب کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہو، چچازاد بہن بھی ہو اور وہ رضاعی بہن بھی ہو تو یہاں نکاح کرنا حرام ہے دودھ پینے کی وجہ سے، نسب کی وجہ سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے اس لیے ایسے چچازاد بہن کا مالک بن گیا تو وہ آزاد نہیں ہوگی۔

۱۰وَالصَّبِيُّ جُعِلَ أَهْلًا لِهَذَا الْعِتْقِ، وَكَذَا الْمَجْنُونُ حَتَّى عَتَقَ الْقَرِيبُ عَلَيْهِمَا عِنْدَ الْمِلْكِ؛ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْعَبْدِ فَشَابَهَ النَّفَقَةَ. (۲۲۳۲)وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا لِوَجْهِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ لِلشَّيْطَانِ أَوْ لِلصَّنَمِ عَتَقَ ۱ لِوُجُودِ رُكْنِ الْإِعْتَاقِ مِنْ أَهْلِهِ فِي مَحَلِّهِ ۲ وَوَصْفُ الْقُرْبَةِ فِي اللَّفْظِ الْأَوَّلِ زِيَادَةٌ فَلَا يَخْتَلُّ الْعِتْقُ بِعَدَمِهِ فِي اللَّفْظَيْنِ الْآخَرَيْنِ. (۲۲۳۳) وَعِتْقُ الْمُكْرَهِ وَالسَّكْرَانِ وَاقِعٌ لِصُدُورِ الرُّكْنِ مِنْ الْأَهْلِ فِي الْمَحَلِّ كَمَا فِي الطَّلَاقِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ.

ترجمه: ۱۰اس آزادگی کے لیے بچہ بھی اہل ہے، اور ایسے ہی مجنون، یہاں تک کہ مالک ہوتے وقت اس کے ذی رحم اس پر آزاد ہوجائے گا، اس لیے کہ اس کے ساتھ بندے کا حق متعلق ہوگیا اس لیے یہ نفقہ کے مشابہ ہوگیا۔

تشریح: بچہ اور مجنون مکلف نہیں ہیں اس کے باوجود اگر وہ ذی رحم محرم کا مالک بنے تو ان پر بھی ذی رحم محرم آزاد ہوجائے گا۔

وجه: یہ اللہ کا حق نہیں ہے، بلکہ بندے کا حق ہے، تو جس طرح مجنون اور بچہ پر ذی رحم محرم کا نفقہ لازم ہوتا ہے اسی طرح ان پر آزاد بھی ہوجائے گا۔

ترجمه: (۲۲۳۲) کسی نے غلام کو اللہ کی خوشنودی کے لیے آزاد کیا، یا شیطان کی خوشنودی کے لیے، یا بت کی خوشنودی کے لیے آزاد کیا تو غلام آزاد ہوجائے گا۔

ترجمه: ۱ کیوں کہ کیوں کہ آزاد کرنے کا رکن اہل سے محل میں پایا گیا۔

تشریح: من اهله فی محله: یہ ایک محاورہ ہے، اہل سے مراد ہے کہ آزاد کرنے والا عاقل، بالغ تھا، اور محل سے مراد ہے کہ غلام عاقل اور بالغ آدمی کا مملوک تھا۔ اب عاقل بالغ کی جانب سے مملوک کا آزاد کرنا پایا گیا ہے اس لیے غلام آزاد ہوجائے گا۔

ترجمه: ۲ اور قربت کی صفت پہلے لفظ [یعنی لوجہ اللہ] میں زیادہ ہے اس لیے دوسرے دو لفظوں [یعنی للشیطان، اور للصنم] میں وجہ کا لفظ نہ پائے جائے تب بھی آزاد ہونے میں کوئی خلل نہیں پڑتا ہے۔

تشریح: یہاں عبارت کی اصلاح فرما رہے ہیں۔ پہلا جملہ **اعتق عبدا لو جه اللہ** میں وجہ کا لفظ زائد ہے، وہ نہ بھی ہو تب بھی غلام آزاد ہوجائے گا، اس لیے دوسرے دو جملے، یعنی **للشیطان** اور **للصنم** میں وجہ کا لفظ نہ بھی ہو تب بھی غلام آزاد ہوجائے گا۔ البتہ شیطان اور بت کی خوشنودی کے لیے آزاد کرنے میں آدمی گناہ گار رہوگا۔

ترجمه: (۲۲۳۳) جس آدمی کو آزاد کرنے پر مجبور کیا ہو، یا جو آدمی نشہ میں مست ہو اس کا آزاد کرنا واقع ہوگا۔، اس لیے کہ اہل کا رکن صادر ہوا ہے محل میں، جیسے طلاق میں واقع ہوجاتی ہے، اور اس کو پہلے ہم نے بیان کر دیا ہے۔

تشریح: مالک کو آزاد کرنے پر مجبور کر دیا جس کی وجہ سے اس نے آزاد کیا تو غلام آزاد ہوجائے گا، اسی طرح مالک نشہ میں مست ہے اور اس حال میں آزاد کیا تو غلام آزاد ہوجائے گا۔

وجه: (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مالک عاقل بالغ ہے، اور اپنے مملوک کو آزاد کر رہا ہے اس لیے غلام آزاد ہوجائے گا۔ (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ **عن الاعمش عن ابراهیم قالا: طلاق الکره جائز انما افتدی به نفسه** (مصنف عبد الرزاق، باب طلاق الکره، ج

(۲۲۳۴)وَإِنْ أَضَافَ الْعِتْقَ إِلَى مِلْكٍ أَوْ شَرْطٍ صَحَّ كَمَا فِي الطَّلَاقِ ل أَمَّا الْإِضَافَةُ إِلَى الْمِلْكِ فَفِيهِ

سادس، ص ۳۱۷، نمبر ۱۱۴۶۳/مصنف ابن ابی شیبہ، باب من کان یری طلاق المکرہ جائزا، ج رابع، ص ۸۵، نمبر ۱۸۰۳۵) اس اثر میں ہے کہ زبردستی کی طلاق واقع ہوجائے گی۔ اسی پر عتاق کو قیاس کیا جائے گا (۳) **عن ابن عمر قال: طلاق الکرہ جائز** (مصنف عبد الرزاق، باب طلاق الکرہ، ج سادس، ص ۳۱۷، نمبر ۱۱۴۶۵) اس اثر میں ہے کہ زبردستی کی طلاق واقع ہوجائے گی (۳) اور نشہ میں مست ہے اس کی آزادگی واقع ہونے کے لیے یہ قول تابعی میں ہے۔ **عن مجاهد قال طلاق السکران جائز** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۳۴ من اجاز طلاق السکران، ج رابع، ص ۷۸، نمبر ۱۷۹۵۱/سنن للبیھقی، باب من قال یجوز طلاق السکران وعتقه، ج سابع، ص ۵۸۹، نمبر ۱۵۱۱۲) ان اثروں سے معلوم ہوا کہ سکر کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوگی۔ یہی رائے حضرت عطاء، حضرت حسن، محمد ابن سیرین، عمر ابن عبد العزیز حضرت ابراہیم نخعی اور سعید بن مسیب وغیرہ کی ہے۔

ترجمہ: (۲۲۳۴) اگر آزادگی کو ملک کی طرف منسوب کیا [مثلا کہا کہ اگر میں تمہارا مالک بنا تو آزاد ہے] یا شرط کی طرف منسوب کیا [مثلا کہا کہ اگر تم گھر میں داخل ہوئے تو تم آزاد ہو] تو یہ منسوب کرنا صحیح ہے، جیسے کہ طلاق میں ہوتا ہے۔

تشریح: آزادگی کو ملک کی طرف منسوب کیا، مثلا یوں کہا کہ اگر میں تمہارا مالک بنا تو تم آزاد ہو تو جب اس غلام کا مالک بنے گا تو اس وقت غلام آزاد ہوجائے گا۔ اسی طرح آزادگی کو شرط کی منسوب کیا، مثلا یوں کہا، کہ اگر تم گھر میں داخل ہو تو تو آزاد ہے، پس غلام گھر میں داخل ہوا تو وہ آزاد ہوجائے گا۔

وجہ: غلام کو ابھی آزاد نہیں کر رہا ہے بلکہ مالک ہونے پر آزادگی کا پیغام دے رہا ہے اس لیے مالک ہونے پر آزاد ہوجائے گا، اسی طرح شرط پر معلق کیا ہے تو شرط پائے جانے پر غلام آزاد ہوجائے گا۔

وجہ: (۱) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **ان رجلا اتی عمر بن الخطاب فقال کل امرأة اتزوجها فهي طالق ثلاثا فقال له عمر فهو کما قلت** (مصنف عبد الرزاق، نمبر ۱۱۴۷۴) **عن ابراهیم قال اذا وقت امرأة او قبیلة جاز، واذا عم کل امرأة فلیس بشیء** (مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق قبل النکاح ۶/۴۲۱ نمبر ۱۱۴۷۱/مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶ من کان یوقعه علیه ویلزمه الطلاق اذا وقت ج رابع، ص ۲۶، نمبر ۱۷۸۳۲/کتاب الآثار لامام محمد، باب من قال ان تزوجت فلانة فهي طالق ص ۱۱۰، نمبر ۵۰۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نکاح پر طلاق کو معلق کرے تو شرط پانے پر طلاق واقع ہوگی۔ اسی پر قیاس کرتے ملک پر آزادگی کو معلق کرے تو ملک پائے جانے پر آزادگی واقع ہوجائے گی۔

وجہ: (۱) شرط پائے جانے پر آزادگی ہوگی اس کے لیے یہ قول تابعی ہے۔ **عن ابراهیم قال: من وقت فی الطلاق وقتا فدخل الوقت وقع الطلاق**۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال: لا یطلق حتی یحل الاجل، ج رابع، ص ۲۷، نمبر ۱۷۸۸۶/مصنف عبد الرزاق، باب الطلاق الی اجل، ۶/۳۳۰، نمبر ۱۱۳۵۲) اس اثر میں ہے کہ اگر طلاق کو وقت پر معلق کیا تو جب وقت آئے گا اس وقت طلاق واقع ہو جائے گی، اسی پر قیاس کرتے ہوئے آزادگی واقع ہوگی۔

ترجمہ: ل آزادگی کو ملکیت کی طرف منسوب کرنے سے آزادگی واقع ہوگی اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے اور اس بات کو ہم

خِلَافُ الشَّافِعِيِّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي كِتَابِ الطَّلَاقِ، ۲ وَأَمَّا التَّعْلِيقُ بِالشَّرْطِ فَلِأَنَّهُ إسْقَاطٌ فَيَجْرِي فِيهِ التَّعْلِيقُ ۳ بِخِلَافِ التَّمْلِيكَاتِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي مَوْضِعِهِ. (۲۲۳۵)وَإِذَا خَرَجَ عَبْدُ الْحَرْبِيِّ إلَيْنَا مُسْلِمًا عَتَقَ ۱ لِقَوْلِهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – فِي عَبِيدِ الطَّائِفِ حِينَ خَرَجُوا إلَيْهِ مُسْلِمِينَ هُمْ عُتَقَاءُ اللَّهِ تَعَالَى. ۲ وَلِأَنَّهُ أَحْرَزَ نَفْسَهُ وَهُوَ مُسْلِمٌ وَلَا اسْتِرْقَاقَ عَلَى الْمُسْلِمِ ابْتِدَاءً.

نے کتاب الطلاق میں بیان کیا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت ملکیت نہیں ہے اس لیے آزادگی واقع نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی ﷺ قال لا طلاق الا فیما تملک و لا عتق الا فیما تملک** (د) (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق قبل النکاح ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۹۰ رترمذی شریف، باب ماجاء لا طلاق قبل النکاح ص ۲۲۳ نمبر ۱۱۸۱) (۲) **عن علی ابن ابی طالب عن النبی ﷺ قال لا طلاق قبل النکاح** (الف) (ابن ماجہ شریف، باب لا طلاق قبل النکاح ص ۲۹۳ نمبر ۲۰۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے ملک سے پہلے آزادگی نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۲ بہرحال شرط پر معلق کرنا تو اس میں اسقاط ہے اس لیے اس میں شرط جاری ہوگی۔

تشریح: آزاد کرنے میں دو حیثیت ہیں [۱] ایک یہ کہ غلام کو آزاد کر کے اس کو تصرف کی قوت دی۔ اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ آقا نے اپنی ملکیت ساقط کی، چونکہ اپنی ملکیت کو ساقط کرنا اصل ہے اس لیے اس کو شرط پر معلق کرنا جائز ہوگا۔

ترجمہ: ۳ بخلاف تملیکات کے، اس کی تفسیر اصول کی کتابوں میں ہے۔

تشریح: تملیکات: مطلب یہ ہے کہ غلام کو کسی چیز کا مالک بنانا ہو تو اس کو شرط پر معلق کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس کی تفصیل اصول کی کتابوں میں ہے۔

ترجمہ: (۲۲۳۵) کوئی حربی غلام ہماری طرف مسلمان ہو کر آیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱ کیوں کہ طائف کے غلام کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا جب وہ مسلمان ہو کر آئے کہ وہ اللہ کا آزاد شدہ غلام ہے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن علی ابن ابی طالب قال خرج عبدان الی رسول اللہ ﷺ یعنی یوم الحدیبیہ قبل الصلح، فکتب الیہ موالیھم.... و قال ھم عتقاء اللہ عز و جل۔** (ابوداود شریف، باب فی عبید المشرکین یلحقون بالمسلمین فیسلمون، ص ۳۹۱، نمبر ۲۷۰۰) اس حدیث میں ہے کہ مسلمان ہو کر آنے والا غلام آزاد ہے۔

ترجمہ: ۲ اور اس لیے کہ اپنے آپ کو مسلمان کی حالت میں محفوظ کیا ہے، اور ابتداء مسلمان کو غلام نہیں بنا سکتے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو مسلمان بن کر دار الاسلام آیا ہو اس کو غلام نہیں بنا سکتے، اور یہ غلام مسلمان بن کر دار الاسلام آیا ہے اس لیے اس کو غلام نہیں بنا سکتے، یہ آزاد ہو جائے گا۔ احرز: حرز سے مشتق ہے، محفوظ کرنا۔ استرقاق: رق سے مشتق ہے غلام بنانا۔

(۲۲۳۶)وَإِنْ أَعْتَقَ حَامِلًا عَتَقَ حَمْلُهَا تَبَعًا لَهَا ۱؎ إِذْ هُوَ مُتَّصِلٌ بِهَا (۲۲۳۷)وَلَوْ أَعْتَقَ الْحَمْلَ خَاصَّةً عَتَقَ دُونَهَا ۱؎ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إِلَى إِعْتَاقِهَا مَقْصُودًا لِعَدَمِ الْإِضَافَةِ إِلَيْهَا وَلَا إِلَيْهِ تَبَعًا لِمَا فِيهِ مِنْ قَلْبِ الْمَوْضُوعِ، ۲؎ ثُمَّ إِعْتَاقُ الْحَمْلِ صَحِيحٌ وَلَا يَصِحُّ بَيْعُهُ وَهِبَتُهُ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ نَفْسَهُ شَرْطٌ فِي الْهِبَةِ وَالْقُدْرَةُ عَلَيْهِ فِي الْبَيْعِ وَلَمْ يُوجَدْ ذٰلِكَ بِالْإِضَافَةِ إِلَى الْجَنِينِ وَشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ لَيْسَ بِشَرْطٍ فِي الْإِعْتَاقِ فَافْتَرَقَا.

ترجمہ:(۲۲۳۶) مالک نے حامل عورت کو آزاد کیا تو اس کا حمل بھی آزاد ہوجائے گا تابع ہونے کی وجہ سے۔

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ حمل عورت کے ساتھ متصل ہے۔

وجہ:(۱) حمل باندی کے عضو کی طرح ہے اس لیے جب باندی آزاد ہوگی تو چاہے حمل کو آزاد کرنے کا انکار کیا ہو پھر بھی وہ آزاد ہوجائے گا (۲) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **قال سفیان... و اذا استثنی ما فی بطنها عتقت کلها انما و لدها کعضو منها۔ و اذا اعتق ما فی بطنها و لم یعتقها لم یعتق الا ما فی بطنها** (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یعتق امته و یستثنی ما فی بطنها و الرجل یشتری ابنه، ج تاسع، ص ۹۳، نمبر ۱۶۷۱۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حمل باندی کے عضو کی طرح ہے اس لیے حمل کا استثناء بھی کرے تب بھی وہ آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ:(۲۲۳۷) اگر صرف حمل کو آزاد کیا تو حمل ہی آزاد ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ صرف باندی کو آزاد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لیے کہ اس کی طرف آزادگی کی نسبت نہیں کی، اور باندی کو حمل کے تابع بھی نہیں بنا سکتے کیوں کہ یہ موضوع سے الٹی چیز ہوجائے گی۔

تشریح: مالک نے صرف حمل کو آزاد کیا تو صرف حمل آزاد ہوجائے گا، باندی اس لیے آزاد نہیں ہوگی کہ اس کو آزاد نہیں کیا ہے، اور باندی کو حمل کے تابع اس لیے نہیں کر سکتے کہ یہاں حمل باندی کے تابع ہے اس لیے باندی کو حمل کے تابع کر دیں تو یہ الٹا ہوجائے گا، یہ قلب موضوع ہوجائے گا۔

وجہ:(۱) قول تابعی میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن ابراھیم قال اذا اعتق الرجل امته و استثنی ما فی بطنها فله ما استثنی** (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یعتق امته و یستثنی ما فی بطنها ج تاسع، ص ۹۳، نمبر ۱۶۷۱۱)اس اثر میں اگر چہ یہ ہے کہ باندی کو آزاد کرے اور حمل کا استثنیٰ کرے تو جائز ہے۔ لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ حمل کو آزاد کرے اور باندی کا انکار کرے تو جائز ہوجائے گا۔ اوپر کے اثر میں تھا **لم یعتق الا ما فی بطنها** (مصنف عبدالرزاق، نمبر ۱۶۷۱۱)اس سے بھی معلوم ہوا کہ صرف حمل آزاد ہوگا۔

ترجمہ:۲؎ پھر صرف حمل کو آزاد کرنا صحیح ہے، جب کہ حمل کا بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ ہبہ میں نفس حمل کو سپرد کرنا شرط ہے، اور بیع میں حمل کو سپرد کرنے پر قدرت ہونا شرط ہے، اور حمل کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ ہو نہیں سکے گا [کیوں کہ وہ تو پیٹ کے اندر ہے]، اور آزاد کرنے میں ان میں سے کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے دونوں میں فرق ہوگیا۔

تشریح: صرف حمل کو ہبہ نہیں کر سکتا، اور نہ بیچ سکتا ہے، جب کہ اس کو آزاد کر سکتا ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔ ہبہ اس وقت صحیح نہیں ہوگا جب تک حمل کو سپرد نہ کر دے، اور حمل کو سپرد نہیں کر سکتا اس لیے ہبہ کرنا درست نہیں ہوگا، اسی طرح بیع کرنے کے لیے سپرد کرنے پر قدرت ہونی چاہئے، اور حمل کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے اس لیے اس کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ اور

(۲۲۳۸)وَلَوْ أَعْتَقَ الْحَمْلَ عَلَى مَالٍ صَحَّ وَلَا يَجِبُ الْمَالُ ۱؎ إِذْ لَا وَجْهَ إِلَى إِلْزَامِ الْمَالِ عَلَى الْجَنِينِ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ عَلَيْهِ، وَلَا إِلَى إِلْزَامِهِ الْأُمَّ لِأَنَّهُ فِي حَقِّ الْعِتْقِ نَفْسٌ عَلَى حِدَةٍ، وَاشْتِرَاطُ بَدَلِ الْعِتْقِ عَلَى غَيْرِ الْمُعْتَقِ لَا يَجُوزُ عَلَى مَا مَرَّ فِي الْخُلْعِ، ۲؎ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ قِيَامُ الْحَبَلِ وَقْتَ الْعِتْقِ إِذَا جَاءَتْ بِهِ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْهُ، لِأَنَّهُ أَدْنَى مُدَّةِ الْحَمَلِ قَالَ (۲۲۳۹)وَوَلَدُ الْأَمَةِ مِنْ مَوْلَاهَا حُرٌّ ۱؎ لِأَنَّهُ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِ فَيَعْتِقُ عَلَيْهِ، هَذَا هُوَ الْأَصْلُ، وَلَا مُعَارِضَ لَهُ فِيهِ لِأَنَّ وَلَدَ الْأَمَةِ لِمَوْلَاهَا.

آزاد کرنے کے لیے حمل کو سپرد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے حمل کو آزاد کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: (۲۲۳۸) اگر مال کے بدلے حمل کو آزاد کیا تو، تو حمل پر مال واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ بچے پر مال لازم اس لیے نہیں کر سکتے کہ اس پر کسی کی ولایت نہیں ہے، اور ماں پر اس لیے لازم نہیں کر سکتے کہ آزادگی کے بارے میں وہ ایک الگ نفس ہے اور آزادگی کا بدلہ ایک ایسے نفس پر جو آزاد نہیں ہو رہا ہے جائز نہیں ہے، جیسے کہ خلع میں گزر گیا ہے۔

تشریح: مثلا پانچ ہزار درہم کے بدلے میں حمل کو آزاد کیا تو حمل آزاد ہو جائے گا، لیکن حمل پر، یا ماں پر کوئی رقم لازم نہیں ہوگی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ تو گوشت کا لتھڑا ہے اس لیے پر رقم لازم نہیں کر سکتے، اور ماں پر اس لیے لازم نہیں کر سکتے کہ آزادگی کے بارے میں وہ الگ آدمی ہے، اور آزادگی کا بدلہ ایسے آدمی پر کرنا جو آزاد نہیں ہو رہا ہو، یہ صحیح نہیں ہے اس لیے ماں پر بھی یہ رقم لازم نہیں کر سکتے، اس لیے پوری رقم ہی ساقط ہو جائے گی۔ محشی حضرات فرماتے ہیں کہ کتاب الخلع میں اس قسم کا مسئلہ مذکور نہیں ہے اس لیے صاحب ہدایہ نے جو کتاب الخلع کا حوالہ دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ حمل کا موجود ہونا اس وقت معلوم ہوگا جب کہ آزاد کرنے کے وقت سے چھ مہینے کے اندر بچے کی ولادت ہو جائے، اس لیے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

تشریح: جس وقت آزاد کیا اس وقت سے چھ مہینے کے اندر اندر ولادت ہو جائے تو سمجھا جائے گا کہ آزاد کرتے وقت بچہ پیٹ میں تھا، کیوں کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔

ترجمہ: (۲۲۳۹) باندی کا بچہ اس کے آقا سے آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ بچہ آزاد کے نطفے سے پیدا ہوا ہے، اس لیے آقا پر آزاد ہو جائے گا، اور اصل نطفہ تو آقا کا ہی سمجھا جائے گا، اور یہاں آقا کا کوئی معارض نہیں ہے اس لیے کہ باندی کا بچہ آقا کا ہی ہے۔

تشریح: اپنی باندی سے بچہ پیدا کیا تو یہ بچہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ آقا کے نطفے سے پیدا ہوا ہے اس لیے وہ آزاد ہو جائے گا، باقی رہا کہ باندی کا بھی تو نطفہ ہے تو اس کا جواب دیا کہ باندی کا نطفہ بھی آقا کی ملکیت میں ہے تو گویا کہ آقا ہی کے نطفے سے بچہ پیدا ہوا ہے اس لیے بچہ آزاد ہو جائے گا (۲) اس حدیث میں ہے کہ بچے کی وجہ سے اس کی ماں بھی آزاد ہو جائے گی، تو بچہ بدرجہ اولی آزاد ہو جائے گا، حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ایما رجل ولدت امته منه فهی معتقة عن دبر منه**۔ (ابن ماجہ شریف، باب امهات الاولاد، ص ۳۶۱،

(۲۲۴۰) وَوَلَدُهَا مِنْ زَوْجِهَا مَمْلُوكٌ لِسَيِّدِهَا ١ لِتَرَجَّحَ جَانِبَ الْأُمِّ بِاعْتِبَارِ الْحَضَانَةِ أَوْ لِاسْتِهْلَاكِ مَائِهِ بِمَائِهَا وَالْمُنَافَاةُ مُتَحَقِّقَةٌ ٢ وَالزَّوْجُ قَدْ رَضِيَ بِهِ،

نمبر ۲۵۱۵) (۳) عن سمرة بن جندب فیما یحسب حماد قال قال رسول اللہ ﷺ من ملک ذا رحم محرم فھو حر (ابو داؤد شریف، باب فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۵۶۰، نمبر ۳۹۴۹ ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن ملک ذا رحم محرم، ص ۳۳۰، نمبر ۱۳۶۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی رحم محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا، اور آقا اپنے بچے کا مالک بنا اس لیے وہ بچہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۴۰) باندی کا بچہ اپنے شوہر سے اس کے آقا کا مملوک بنے گا۔

تشریح: آقا نے باندی کا نکاح کرایا، اب یہ نکاح آزاد مرد سے کرایا ہو یا غلام مرد سے دونوں صورتوں میں باندی کا جو بچہ ہوگا وہ آقا کا غلام ہوگا، یہاں باپ کا اعتبار نہیں کیا گیا بلکہ ماں کا اعتبار کیا گیا ہے۔ آگے اس کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

وجہ: (۱) قول صحابی میں ہے کہ مدبرہ اور مکاتبہ کا بچہ ماں کے تابع ہو کر غلام اور باندی بنے گا۔ عن ابن عمر قال ولد المدبرة یعتقون بعتقھا ویرقون برقھا (دار قطنی، کتاب المکاتب، ج رابع، ص ۷۷، نمبر ۴۲۱۳، سنن للبیھقی، باب ماجاء فی ولد المدبرة من غیر سیدھا بعد تدبیرھا، ج عاشر، ص ۵۳۱، نمبر ۲۱۵۸۴) (۲) قول صحابی میں ہے۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال ولدھا بمنزلتھا یعنی المکاتبة (سنن للبیھقی، باب ولد المکاتب من جاریتہ وولد المکاتبة من زوجھا، ج عاشر، ص ۵۶۰، نمبر ۲۱۶۹۹) اس قول صحابی سے بھی معلوم ہوا مکاتبہ کا بچہ مکاتبہ کے درجے میں ہے اسی طرح باندی کا بچہ غلام ہوگا۔

ترجمہ: ١ یہاں ماں کی جانب ترجیح ہوئی پرورش کرنے کی وجہ سے، یا اس لیے کہ باپ کا پانی ماں کے پانی میں ہلاک ہو گیا، اور منافات متحقق ہے اور شوہر اس پر راضی ہے۔

تشریح: عام حالات میں باپ کو ترجیح ہوتی ہے اسی سے نسب ثابت ہوتا ہے، اسی پر بچے کا نفقہ لازم ہوتا ہے تو یہاں ماں کو کیسے ترجیح ہوگئی؟ اس کا تین جواب دے رہے ہیں [۱] ماں کو پرورش کا حق ہے [۲] باپ کا نطفہ گویا کہ عورت کے نطفے میں گم ہو گیا، کیوں کہ بچہ ماں کے عضو کی طرح ہو جاتا ہے، اور اس کی پیٹ کے ساتھ چپک جاتا ہے، چناں چہ قینچی سے کاٹ کر بچے کو ماں سے الگ کرتے ہیں، ان وجوہات کی وجہ سے یہاں بچے کو ماں کے تابع کیا اور باندی ہے اس لیے بچہ آقا کا غلام ہوگا۔

لغت: المنافاة متحققة: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ ترجیح تو وہاں ہوتی ہے جہاں دونوں جانب دلائل ہوں، اور دونوں کے درمیان منافات ہو، یہاں منافات کیسے ہیں، تو اس کا جواب دیا کہ یہاں منافات ہے، کیوں کہ باپ کا نطفہ چاہتا ہے کہ بچہ باپ کے تابع ہو کر آزاد ہو، اور ماں کا نطفہ چاہتا ہے کہ ماں کے تابع ہو کر بچہ غلام ہو، اس لیے یہاں ماں کی پرورش، اور اس کے عضو ہونے کی وجہ سے ماں کی جانب ترجیح دی اور بچہ ماں کے تابع کر دیا اور غلام بنا دیا۔

ترجمہ: ٢ اور شوہر اپنے بچے کے غلام بننے پر راضی ہے۔

تشریح: یہ تیسری دلیل ہے۔ مرد نے جب باندی سے شادی کی تو وہ اس بات پر راضی ہے کہ میرا بچہ غلام ہو جائے، اس لیے غلام قرار دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳ بِخِلَافِ وَلَدِ الْمَغْرُورِ لِأَنَّ الْوَالِدَ مَا رَضِيَ بِهِ. (۲۲۴۱)وَوَلَدُ الْحُرَّةِ حُرٌّ عَلَى كُلِّ حَالٍ ۱ لِأَنَّ جَانِبَهَا رَاجِحٌ فَيَتَّبِعُهَا فِي وَصْفِ الْحُرِّيَّةِ كَمَا يَتَّبِعُهَا فِي الْمَمْلُوكِيَّةِ وَالمَرْقُوْقِيَةِ وَالتَّدْبِيرِ وَأُمُومِيَّةِ الْوَلَدِ وَالْكِتَابَةِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

باب العبد يُعتق بعضُه

(۲۲۴۲)وَإِذَا أَعْتَقَ الْمَوْلَى بَعْضَ عَبْدِهِ عَتَقَ ذٰلِكَ الْقَدْرُ وَيَسْعَى فِي بَقِيَّةِ قِيمَتِهِ لِمَوْلَاهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، وَقَالَا: يَعْتِقُ كُلُّهُ

ترجمه: ۳ بخلاف مغرور کا بچہ کے وہ غلام نہیں بنے گا، اس لیے کہ والد بچے کے غلام بننے پر راضی نہیں ہے۔

تشریح: بیوی نے یہ کہا کہ میں آزاد ہوں اس لیے آزاد شوہر خالد نے اس سے نکاح کر لیا، اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عمر کی باندی ہے، جسکی وجہ سے یہ لڑکا اس کا غلام ہو جائے گا،، اس کو ولد مغرور کہتے ہیں، کیوں کہ باپ کو یہ دھوکہ دیا گیا کہ اس کا بچہ آزاد ہوگا، اس صورت میں باپ اپنے بچے کے غلام ہونے پر راضی نہیں ہے، اس لیے بچہ آزاد ہوگا، لیکن باپ پر بچے کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمه: (۲۲۴۱) آزاد عورت کا بچہ ہر حال میں آزاد ہوگا۔

ترجمه: ۱ اس لیے کہ بچہ عورت کی جانب راجح ہوگا، اس لیے آزادگی کی صفت میں بھی اسی کے تابع ہوگا، جیسے کہ مملوک ہونے میں غلام ہونے میں، مدبر ہونے میں ام ولد ہونے میں، اور مکاتب ہونے میں ہوتا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بچہ غلام اور آزاد ہونے میں ماں کے تابع ہوتا ہے۔

تشریح: ماں آزاد ہے، اب اس نے آزاد سے نکاح کیا تب تو بچہ آزاد ہوگا ہی، لیکن اگر غلام سے نکاح کیا تب بھی بچہ آزاد ہوگا۔

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بچہ ماں کے تابع ہوگا، یہاں اس کی چار مثالیں دی ہیں [۱] ماں مملوک ہو تو بچہ بھی غلام ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر گزرا [۲] ماں مدبر ہو تو اس کا بچہ بھی مدبر ہی ہوگا، [۳] ماں ام ولد ہو تو بچہ بھی ام ولد ہوگا اور آقا کے مرنے کے بعد دونوں آزاد ہو جائیں گے [۴] ماں مکاتبہ ہے تو اس کا بچہ بھی مکاتب ہوگا، اور ماں مال کتابت آدا کرے گی تو ماں اور بیٹا دونوں آزاد ہو جائیں گے، ٹھیک اسی طرح یہاں ماں آزاد ہے اس لیے اس کا بچہ بھی آزاد ہوگا، چاہے اس کا باپ غلام کیوں نہ ہو۔ (۲) اس قول صحابی میں اس کا ذکر ہے۔ عن علی ؓ قال ولدها بمنزلتها یعنی المکاتبة (سنن للبیهقی، باب ولد المکاتب من جاریته و ولد المکاتبة من زوجها، ج عاشر، ص ۳۳۳، نمبر ۲۱۶۹۹)

لغت: مملوک۔ مرقوق: مملوک اور رقیت میں تھوڑا سا فرق ہے۔ کامل غلامت کو رقیت، کہتے اور ملکیت کو مملوک، کہتے ہیں، مکاتب میں مملوک ہے، لیکن رقیت کم ہے کیوں کہ وہ تجارت کرنے میں آزاد ہے۔ اسی لیے مصنف نے یہاں دونوں کا ذکر کیا۔

باب العبد یعتق بعضه

ترجمه: (۲۲۴۲) اور اگر آقا نے اپنے بعض غلام کو آزاد کیا تو یہ بعض حصہ آزاد ہو جائے گا اور بقیہ قیمت میں مولی کے لیے سعی کرے گا۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ کل آزاد ہوگا۔

لے وَأَصْلُهُ أَنَّ الْإِعْتَاقَ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ فَيَقْتَصِرُ عَلَى مَا أَعْتَقَ

ترجمہ: لے اس مسئلے کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی میں ٹکڑا ہوسکتا ہے، اس لیے جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ غلامیت میں ٹکڑا ہوسکتا ہے، اس لیے آدھا آزاد کیا تو اتنا آزاد ہوگا باقی غلامیت میں باقی رہے گا۔

دوسرا اصول: غلام پر ملکیت مالک کا حق ہے، اس لیے جس آدھے کو آزاد نہیں کیا وہ اس کی مرضی کے بغیر آزاد نہیں ہوگا۔

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ غلامیت میں ٹکڑا نہیں ہوتا اس لیے جیسے ہی آدھا آزاد کیا تو پورا آزاد ہوجائے گا، البتہ غلام اپنی آدھی قیمت کما کر دے گا تا کہ آقا کو نقصان نہ ہو۔

تشریح: پورا غلام آقا ہی کا تھا۔ اب آقا نے اس کا بعض حصہ آزاد کیا تو یہ بعض ہی آزاد ہوگا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کل آزاد نہیں ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک کل غلام آزاد ہوجائے گا۔

وجہ: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل (۱) غلام پر ملکیت اس کا اپنا حق ہے اس لیے جس حصے کو آزاد نہیں کیا وہ اس کی مرضی کے بغیر آزاد نہیں ہوگا (۲) یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔ **عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال من اعتق شرکا لہ فی عبد فکان لہ مال یبلغ ثمن العبد قوم العبد علیہ قیمۃ عدل فاعطی شرکاءہ حصصھم و عتق علیہ العبد و الا فقد عتق منہ ما عتق** (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین او امۃ بین الشرکاء، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۲، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا لہ فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/ ۳۷۷۰) اس حدیث میں یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تو اتنا ہی آزاد ہوگا جتنا آزاد کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام کی آزادگی میں حصہ اور تجزی ہوسکتا ہے۔ اس لیے آقا نے جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔ اور اپنا باقی حصہ غلام سعی کر کے آقا کو ادا کرے گا (۳) حدیث میں ہے۔ **حدثنی اسمعیل بن امیہ عن ابیہ عن جدہ قال کان لھم غلام یقال لہ طھمان او ذکوان قال فاعتق جدہ نصفہ فجاء العبد الی النبی ﷺ فاخبرہ فقال النبی ﷺ تعتق فی عتقک و ترق فی رقک قال فکان یخدم سیدہ حتی مات۔** (سنن للبیہقی، باب من اعتق من مملوکہ شقصا، ج عاشر، ص ۴۶۳، نمبر ۲۱۳۱۹، مصنف عبد الرزاق، باب من اعتق بعض عبدہ، ج تاسع، ص ۱۴۷، نمبر ۱۷۰۱۶) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جتنا آزاد کیا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

صاحبینؒ کے نزدیک پورا غلام آزاد ہوگا، ان کی دلیل یہ ہے۔

وجہ: (۱) یہ حدیث ہے۔ **عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقصا فی مملوک فخلاصۃ علیہ فی مالہ ان کان لہ مال و الا قوم علیہ فاستسعی بہ غیر مشفوق علیہ۔** (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصیبا فی عبد و لیس لہ مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ، ص ۴۰۸، نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، باب ذکر سعایۃ العبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۳/ ۳۷۷۳) اس حدیث میں ہے کہ اگر آزاد کرنے والے شریک کے پاس باقی غلام کی قیمت نہ ہو تب بھی پورا غلام آزاد ہوگا بعد میں غلام کو اپنی قیمت سعی کر کے ادا کرنا ہوگا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آدھا آزاد کرنے سے پورا غلام آزاد ہوگا۔ آزادگی میں تجزی نہیں ہوگی (۲) **عن ابی الملیح ان رجلا من قومہ اعتق ثلث غلامہ فرفع ذلک الی النبی ﷺ فقال ھو حر کلہ لیس للہ شریک۔** (سنن للبیہقی، باب من اعتق من مملوکہ شقصا، ج عاشر، ص ۴۷۲، نمبر ۲۱۳۱۷، مصنف عبد الرزاق، باب من اعتق بعض عبدہ، ج تاسع، ص ۱۵۷، نمبر ۱۷۰۲۱) اس حدیث سے معلوم ہوا پورا غلام آزاد ہوگا۔

۲ وَعِنْدَهُمَا لَا يَتَجَزَّأُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – فَإِضَافَتُهُ إلَى الْبَعْضِ كَإِضَافَتِهِ إلَى الْكُلِّ فَلِهَذَا يَعْتِقُ كُلُّهُ. لَهُمْ أَنَّ الْإِعْتَاقَ إثْبَاتُ الْعِتْقِ وَهُوَ قُوَّةٌ حُكْمِيَّةٌ، وَإِثْبَاتُهَا بِإِزَالَةِ ضِدِّهَا وَهُوَ الرِّقُّ الَّذِي هُوَ ضَعْفٌ حُكْمِيٌّ وَهُمَا لَا يَتَجَزَّآنِ فَصَارَ كَالطَّلَاقِ وَالْعَفْوِ عَنْ الْقِصَاصِ وَالِاسْتِيلَادِ. ۳ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّ الْإِعْتَاقَ إثْبَاتُ الْعِتْقِ بِإِزَالَةِ الْمِلْكِ، أَوْ هُوَ إزَالَةُ الْمِلْكِ لِأَنَّ الْمِلْكَ حَقُّهُ وَالرِّقَّ حَقُّ الشَّرْعِ أَوْ حَقُّ الْعَامَّةِ. وَحُكْمُ التَّصَرُّفِ مَا يَدْخُلُ تَحْتَ وِلَايَةِ الْمُتَصَرِّفِ وَهُوَ إزَالَةُ حَقِّهِ لَا حَقِّ غَيْرِهِ. وَالْأَصْلُ أَنَّ التَّصَرُّفَ يَقْتَصِرُ عَلَى مَوْضِعِ الْإِضَافَةِ وَالتَّعَدِّي إلَى مَا وَرَاءَهُ ضَرُورَةَ عَدَمِ التَّجْزِيْ، وَالْمِلْكُ

ترجمہ: ۲ اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد کرنے میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے اس لیے بعض حصے کی طرف آزادگی کی نسبت کرنا گویا کہ کل کی طرف نسبت کرنا ہے اس لیے پورا غلام ہی آزاد ہوگا، انکی دلیل یہ ہے کہ آزادگی عتق کو ثابت کرنا ہے اور یہ حکمی قوت ہے، اور اس کی ضد یعنی رقیت کو زائل کر کے اس قوت کو ثابت کرنا ہے، اور یہ رقیت ضعف حکمی ہے، اور یہ دونوں چیزیں [یعنی حکمی قوت، اور حکمی کمزوری میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لیے وہ طلاق، قصاص سے معافی، اور ام ولد بنانے کی طرح ہو گیا۔

تشریح: صاحبین کے نزدیک آزادگی میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لیے آدھے کی آزادگی پوری کی آزادگی ہوجائے گی۔

وجہ: یہ دلیل تھوڑی منطقی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ آزدگی سے انسانی قوت حاصل ہوتی، اور قوت کے ثابت کرنے میں ٹکڑا نہیں ہوتا اس لیے پورے غلام کی آزادگی ہوجائے گی، اس کی تین مثال دیتے ہیں، [۱] جس طرح طلاق میں ٹکڑا نہیں ہوتا، آدھی طلاق دے تو پوری طلاق ہوتی ہے، ایسے ہی یہاں ہوگا۔ [۲] مجرم پر قصاص لازم تھا، لیکن ایک آدمی نے بھی قصاص معاف کر دیا تو سب کی جانب سے قصاص معاف ہوجائے گا، اسی طرح یہاں بھی پوری آزادگی ہوگی [۳] یا ام ولد بنایا تو پوری باندی ام ولد بنے گی، اسی طرح یہاں آزادگی دی تو پورا غلام ہی آزاد ہوجائے گا۔

لغت: قوۃ حکمیہ: آزاد کرنے کو حکمی قوت کہتے ہیں، اور غلامیت کو حکمی ضعف، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۳ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کرنا ملکیت کو زائل کر کے عتق کو ثابت کرنا ہے، اس لیے کہ ملکیت مالک کا حق ہے، اور رقیت یہ شریعت کا حق ہے، یا عوام کا حق ہے، اور تصرف کا حق اتنا ہی ہوتا ہے جتنا مالک کی ولایت میں ہوتا ہے، اور وہ ہے اپنے حق کو زائل کرنا، نہ کہ غیر کے حق کو، اور اصل قاعدہ یہ ہے کہ تصرف اضافت کی جگہ ہی پر منحصر ہوتا ہے، اور اس سے تجاوز کرنا ضرورت کی جگہ پر ہوتا ہے، اور ملک میں ٹکڑا ہوتا ہے، جیسے کہ بیع اور ہبہ میں ہوتا ہے۔

تشریح: اس لمبی منطقی عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ: آزادگی کا ترجمہ ہے اپنی ملکیت کو زائل کرنا، اور ملکیت میں ٹکڑا ہوتا ہے اس لیے آزادگی میں ٹکڑا ہوجائے گا۔ اس کی دو مثالیں دی ہیں [۱] جیسے بیع میں ٹکڑا ہوتا ہے، یعنی آدھے غلام کو بیچے اور آدھے کو نہ بیچے۔ [۲] یا آدھے غلام کو ہبہ کرے اور آدھے کو ہبہ نہ کرے اسی طرح آقا کو یہ بھی حق ہے کہ آدھے کو آزاد کرے اور آدھے کو آزاد نہ کرے، اس لیے اس کی مرضی کے بغیر باقی آدھا آزاد نہیں ہوگا۔ اور رقیت جو ہے اس میں شریعت کا حق ہے، چونکہ یہ مالک کا حق نہیں ہے اس لیے اس میں تصرف نہیں کرسکتا۔

مُتَجَزٍّ كَمَا فِي الْبَيْعِ وَالْهِبَةِ فَيَبْقَى عَلَى الْأَصْلِ، ٤ وَتَجِبُ السِّعَايَةُ لِاحْتِبَاسِ مَالِيَّةِ الْبَعْضِ عِنْدَ الْعَبْدِ، وَالْمُسْتَسْعَى بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ عِنْدَهُ لِأَنَّ الْإِضَافَةَ إِلَى الْبَعْضِ تُوجِبُ ثُبُوتَ الْمَالِكِيَّةِ فِي كُلِّهِ، وَبَقَاءُ الْمِلْكِ فِي بَعْضِهِ يَمْنَعُهُ، فَعَمِلْنَا بِالدَّلِيلَيْنِ بِإِنْزَالِهِ مُكَاتَبًا إِذْ هُوَ مَالِكٌ يَدًا إِلَّا رَقَبَةً، ٥ وَالسِّعَايَةُ كَبَدَلِ الْكِتَابَةِ، فَلَهُ أَنْ يَسْتَسْعِيَهُ. وَلَهُ خِيَارُ أَنْ يُعْتِقَهُ لِأَنَّ الْمُكَاتَبَ قَابِلٌ لِلْإِعْتَاقِ، ٦ غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا عَجَزَ لَا يُرَدُّ إِلَى الرِّقِّ لِأَنَّهُ إِسْقَاطٌ لَا إِلَى أَحَدٍ فَلَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ، بِخِلَافِ الْكِتَابَةِ الْمَقْصُودَةِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ يُقَالُ وَيُفْسَخُ،

ترجمہ: ٤ غلام پر کما کر دینا واجب ہوگا اس لیے کہ غلام کے پاس بعضے مالیت محبوس ہے، اور کمانے والا غلام مکاتب کے درجے میں ہوگا، اس لیے کہ غلام کے بعض حصے کی طرف آزادگی کی نسبت کرنا یہ چاہتا ہے کہ پورا غلام آزاد ہوجائے، لیکن بعض غلام میں آقا کی ملکیت باقی ہے یہ چاہتا ہے کہ پورا غلام آزاد نہ ہو، اس لیے ہم نے دونوں دلیلوں پر عمل کرتے ہوئے اس غلام کو مکاتب کے درجے میں اتارا، اس لیے کہ مکاتب کمائے ہوئے پر قبضہ رکھتا ہے، لیکن اپنی گردن پر ملکیت نہیں رکھتا۔

تشریح: دلیل بہت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ غلام جو آدھا آزاد ہوا ہے اس کو اپنی باقی آدھی قیمت کما کر دینا ہوگا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آدھا ہی آزاد ہوا ہے اور باقی آدھا غلامیت میں باقی ہے، اور یہ غلام مکاتب کی طرح ہوگا، مکاتب کی گردن آقا کی ملکیت میں ہوتی ہے، لیکن کمانے میں آزاد ہوتا ہے، پھر یہ کما کر کے اپنی گردن چھڑاتا ہے۔

لغت: سعایہ: یہ سعی سے مشتق ہے، اپنی قیمت کما کر دینا، اسی سے ہے **مستسعی**: کما کر دینے والا۔

ترجمہ: ٥ کما کر دینا بدل کتابت کی طرح ہے، اب آقا کو حق ہے کہ اس سے کما کر لے لے اور یہ بھی حق ہے کہ اس کو آزاد کر دے، اس لیے کہ مکاتب آزاد کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

تشریح: فرماتے ہیں کہ غلام جو کما کر دیگا وہ بدل کتابت کی طرح ہے، اور غلام مکاتب کی طرح ہے، چناں چہ آقا کو یہ حق ہوگا کہ چاہے تو سعی کروا کر اسکی قیمت وصول کر لے، اور یہ بھی حق ہے کہ باقی حصے کو بھی آزاد کر دے۔

ترجمہ: ٦ یہ اور بات ہے کہ اگر غلام کمانے سے عاجز ہوجائے تو واپس غلامیت کی طرف نہیں جائے گا، اس لیے کہ آزادگی دے چکا ہے اس لیے اب فسخ نہیں ہوگا، بخلاف مکاتب بنانے کے اس لیے کہ وہ ایسا عقد ہے جو جس میں اقالہ بھی ہوتا ہے اور کتابت فسخ بھی ہوسکتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں آزادگی اور مکاتب میں فرق بیان کر رہے ہیں، مکاتب میں اگر غلام کما کر دینے سے عاجز ہوجائے تو کتابت فسخ ہوجائے گا، اور مکاتب دوبارہ غلام بن جائے گا، کیوں کہ مکاتب قیمت ادا کرنے کی شرط پر آزاد ہونے والا تھا، اور اس نے ادا نہیں کیا اس لیے آزاد بھی نہیں ہوگا۔ اور آدھے آزاد کئے ہوئے غلام میں باضابطہ آزاد کر چکا ہے، اس لیے دوبارہ وہ غلامیت کی طرف واپس نہیں جائے گا، اور غلام کی موت تک یہی حال برقرار رہے گا کہ آدھا آزاد رہے گا اور باقی آدھے پر کما کر دینا واجب رہے گا۔

لغت: لانہ اسقاط لا الی احد: یہ منطقی محاورہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آدھے غلام کو آزاد کر ہی چکا ہے اس لیے اب وہ ختم نہیں ہوگا۔ یقال: اقالہ کرنے سے مشتق ہے، اقالہ ہوسکتا ہے، یعنی کتابت فسخ ہوسکتی ہے۔

ترجمہ: ٦ طلاق اور قصاص سے معافی میں تیسری صورت نہیں ہے اس لیے کل میں طلاق اور معافی ثابت کر دی تا کہ حرام کو ترجیح ہو۔

ے وَلَيْسَ فِي الطَّلَاقِ وَالْعَفْوِ عَنْ الْقِصَاصِ حَالَةٌ مُتَوَسِّطَةٌ، فَأَثْبَتْنَاهُ فِي الْكُلِّ تَرْجِيحًا لِلْمُحَرَّمِ، ۸ے وَالِاسْتِيلَادُ مُتَجَزٍ عِنْدَهُ، حَتَّى لَوْ اسْتَوْلَدَ نَصِيبَهُ مِنْ مُدَبَّرَةٍ يَقْتَصِرُ عَلَيْهِ. ۹ے وَفِي الْقِنَّةِ لَمَّا ضَمِنَ نَصِيبَ صَاحِبِهِ بِالْإِفْسَادِ مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ فَكَمُلَ الِاسْتِيلَادُ.(۲۲۴۳)وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ عَتَقَ ، فَإِنْ كَانَ مُوسِرًا فَشَرِيكُهُ بِالْخِيَارِ، إنْ شَاءَ أَعْتَقَ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ شَرِيكَهُ قِيمَةَ نَصِيبِهِ، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ،

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ طلاق میں اور قصاص کی معافی میں آدھی طلاق واقع ہو اور آدھی نہ ہو، یا قصاص میں آدھا قصاص معاف ہو اور آدھا نہ ہوا ایسا نہیں ہوتا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ طلاق میں یا واقع ہوگی یا واقع نہیں ہوگی، اس میں درمیان کی کوئی شکل نہیں ہے کہ آدھی طلاق واقع ہو اور آدھی طلاق واقع نہ ہو اس لیے طلاق پوری واقع ہوگی، یہی حال قصاص سے معافی کا ہے۔

ترجمہ:۸ے اور ام ولد بنانے میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ٹکڑا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مدبرہ باندی میں اپنے حصے کو ام ولد بنایا تو اپنا ہی حصہ مدبرہ بنے گی۔

تشریح: یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ پوری باندی ام ولد بنتی ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آدھی باندی بھی ام ولد بنے گی، اور ام ولد بننے میں ٹکڑا ہو سکتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مدبرہ باندی دو آدمیوں کے درمیان آدھی آدھی ہو اور مثلا زید نے اپنے حصے میں وطی کر لیا اور اس سے بچہ پیدا کر لیا تو یہ باندی آدھی ام ولد بنے گی، اس لیے صاحبین کا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ:۹ے خالص باندی ہو اور فساد کرنے کی وجہ سے ساتھی کو اس کی قیمت دے دے تو پوری باندی ام ولد بنے گی۔

تشریح: باندی مدبرہ نہ ہو بلکہ خالص باندی ہو تو اس کو قنیہ کہتے ہیں، قنیہ باندی دو آدمی کے درمیان مشترک تھی ایک آدمی نے اپنے حصے کو ام ولد بنا دیا تو وہ آدھا حصہ ام ولد بن جائے گی، چونکہ اس نے ام ولد بنا کر باندی میں آزدگی کا شائبہ دے دیا اس لیے ساتھ کے حصے کی قیمت دینی ہوگی، جب اس کو ادا کر دے گا تو اب پوری باندی اس کی ہو جائے گی اور اب پوری باندی ام ولد بن جائے گی، تاہم پہلے آدھی باندی ام ولد تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ام ولد میں ٹکڑا ہو سکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۴۳) اور اگر غلام دو شریکوں کے درمیان ہو پھر ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو اس کا حصہ آزاد ہوگا۔ پس اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس کے شریک کو اختیار ہے اگر چاہے تو آزاد کرے اور چاہے تو اس کے شریک کو ضامن بنائے اپنے حصے کی قیمت کا اور چاہے تو غلام سے سعایت کرائے۔

تشریح: غلام دو شریکوں کے درمیان مثلا آدھا آدھا تھا۔ ایک نے اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا اور آزاد کرنے والا مالدار ہے تو اس صورت میں دوسرے شریک کو تین اختیارات ہیں۔ [۱] ایک تو یہ کہ اپنا حصہ آزاد کر دے کیوں کہ اس پر اس کی ملکیت ہے۔ [۲] دوسرا اختیار یہ ہے کہ شریک کو اپنے حصے کی قیمت کا ضامن بنا دے اور اس سے اس کی قیمت لے لے۔ کیوں کہ وہ مالدار ہے اور اس نے

(۲۲۴۴) فَإِنْ ضَمَّنَ رَجَعَ الْمُعْتِقُ عَلَى الْعَبْدِ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ، وَإِنْ أَعْتَقَ أَوْ اسْتَسْعَى فَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا،
(۲۲۴۵) وَإِنْ كَانَ الْمُعْتِقُ مُعْسِرًا فَالشَّرِيكُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ فَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا

آزاد کر کے غلام میں نقص ڈالا ہے۔ [۳] اور تیسرا اختیار یہ ہے کہ خود غلام سے اپنے حصے کی سعایت کروا لے۔ اور غلام سے کام کروا کر اپنے حصے کی قیمت وصول کر لے۔

وجہ: (۱) یہ تینوں اختیارات اس لیے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے اصول کے مطابق جتنا آزاد کیا اتنا آزاد ہوا اور جتنا آزاد نہیں کیا اتنا ابھی تک غلام باقی ہے۔ لیکن چونکہ شریک نے آزاد کر کے غلام میں آزادگی کا شائبہ لایا جو نقص ہے اور وہ مالدار بھی ہے کہ غلام کے باقی حصے کی قیمت ادا کر سکتا ہے اس لیے اس سے اپنی قیمت وصول کر لے (۲) اوپر کی حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من اعتق شرکا له فی مملوک فعلیه عتقه کله ان کان له مال یبلغ ثمنه فان لم یکن له مال یقوم علیه قیمة عدل علی المعتق فاعتق منه ما اعتق** (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین او امة بین الشرکاء، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۳، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا له فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس سے اپنے حصے کا ضمان لے سکتا ہے۔

اور تیسرا اختیار یہ بھی ہے کہ اپنے حصے کی غلام سے سعی کروا لے۔

وجہ: کیوں کہ اس کے آزاد کرنے سے پورا غلام آزاد نہیں ہوا ہے۔ اور غلام کو آزاد ہونا ہے تو وہ اپنی قیمت سعایت کر کے ادا کرے۔

ترجمہ: (۲۲۴۴) اور آزاد کرنے والے کو ضامن بنایا تو آزاد کرنے والا غلام سے یہ قیمت وصول کرے گا، اور اس صورت میں ولاء آزاد کرنے والے کا ہوگا۔ اور اگر خود آزاد کیا یا غلام سے سعی کروایا تو ولاء دونوں کے درمیان ہوگا۔

تشریح: یہاں تین صورتیں ہیں [۱] زید اور عمر کے درمیان ایک غلام تھا، زید نے اپنا حصہ آزاد کیا اور وہ مالدار تھا اب عمر نے زید سے اپنے حصے کا بھی پیسہ لے لیا تو اب یہ پورا غلام زید کی جانب سے آزاد ہوا اس لیے پورا ولاء زید کو ملے گا۔ [۲] اور اگر عمر نے غلام سے سعی کرا لیا تو گویا کہ عمر کی جانب سے بھی آزاد ہوا اس لیے زید اور عمر دونوں کو ولاء ملے گا [۳] اور اگر عمر نے بھی اپنا حصہ آزاد کیا تو عمر کی جانب سے بھی آزاد ہوا ہے اس لیے عمر کو بھی ولاء ملے گا۔ غلام کے مرنے کے بعد جو اس کی وراثت ہوگی اس کو ولاء، کہتے ہیں، یہ آزاد کرنے والے آقا کو ملتی ہے۔

ترجمہ: (۲۲۴۵) اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو شریک کو اختیار ہے اگر چاہے تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر چاہے تو غلام سے سعایت کرائے یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو اس سے اپنے حصے کی قیمت نہیں لے سکے گا۔ کیوں کہ اس کے پاس پیسے ہی نہیں ہے۔ اس لیے دوسرے شریک کو اب صرف دو اختیارات ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنا حصہ آزاد کر دے اور دوسرا یہ کہ غلام سے اپنے حصے کی سعایت کرائے۔

وجہ: (۱) آزاد کرنے والے کے پاس رقم ہے نہیں اس لیے شریک کے حصے کی قیمت اس پر ڈالنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی ہریرۃ** رضی اللہ عنہ **ان النبی ﷺ قال من اعتق نصیبا او شقصا فی مملوک فخلاصه علیه فی ماله ان**

فِي الْوَجْهَيْنِ. وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –. (۲۲۴۶)وَقَالَا: لَيْسَ لَهُ إلَّا الضَّمَانُ مَعَ الْيَسَارِ وَالسِّعَايَةُ مَعَ الْإِعْسَارِ، وَلَا يَرْجِعُ الْمُعْتِقُ عَلَى الْعَبْدِ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ لے وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ تُبْتَنَى عَلَى حَرْفَيْنِ: أَحَدُهُمَا: تَجْزِيْ الْإِعْتَاقِ وَعَدَمُهُ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَالثَّانِي: أَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ سِعَايَةَ الْعَبْدِ

كان له مال و الا قوم عليه فاستسعى به غير مشقوق عليه۔ (بخاری شریف، باب اذا اعتق نصيبا فی عبد و ليس له مال استسعى العبد غير مشقوق عليه، ص۴۰۸، نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، باب ذکر سعاية العبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۳/۳۷۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آزاد کرنے والا مالدار نہ ہو تو غلام اپنی قیمت کی سعایت کرے گا۔ یہ امام ابو حنیفہ کی رائے ہے۔

ترجمہ: (۲۲۴۶) اور امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ نے فرمایا کہ شریک کے لیے نہیں ہے مگر تاوان مالداری کی صورت میں اور سعایت تنگ دستی کی صورت میں۔ اور مالدار کی صورت میں آزاد کرنے والا غلام سے وصول نہیں کرے گا، اور ولاء آزاد کرنے والے کا ہوگا۔

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے تو شریک کو ایک ہی اختیار ہے کہ مالدار سے اپنے حصے کی قیمت لے لے۔ اس صورت میں غلام سے سعایت کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ: (۱) ان کے اصول کے مطابق آزاد کرنے والے کے آزاد کرتے ہی پورا غلام آزاد ہو گیا۔ کیوں کہ ان کے یہاں آزادگی میں تجزی اور ٹکڑا پن نہیں ہے۔ اس لیے گویا کہ پورا غلام آزاد کرنے والے کی جانب سے آزاد ہو گیا۔ اس لیے شریک کے لیے ایک ہی اختیار ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصے کی قیمت وصول کرے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر ؓ قال قال رسول الله ﷺ من اعتق شر كا له فی مملوک فعليه عتقه كله ان كان له مال يبلغ ثمنه فان لم يكن له مال يقوم عليه قيمة عدل على المعتق فاعتق منه ما اعتق** (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بين اثنين او امة بين الشركاء، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۳، مسلم شریف، باب من اعتق شر كا له فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/۳۷۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال ہو تو اس سے اپنے حصے کا تاوان وصول کر لے گا۔

اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام سے سعایت کرائے گا۔ اس کی دلیل اوپر کی حدیث **و الا قوم عليه فاستسعى به غير مشقوق عليه۔** (بخاری شریف، نمبر ۲۵۲۷، مسلم شریف، نمبر ۱۵۰۳/۳۷۷۳) اس حدیث میں ہے کہ آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام سے سعایت کرا لے۔

ترجمہ: لے اس مسئلے کی بنیاد دو قاعدوں پر ہے، [۱] ایک قاعدہ یہ ہے کہ آزادگی میں ٹکڑا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا، جیسا کہ اوپر تفصیل گزری، اور [۲] دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ آزاد کرنے والا اگر مالدار ہے پھر بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غلام سے سعی کروانے کو نہیں روکتا، اور صاحبینؒ کے نزدیک روکتا ہے۔

تشریح: اوپر کا مسئلہ دو قاعدوں پر ہے [۱] ایک قاعدہ تو یہ ہے کہ آدھے آزاد کرنے کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ٹکڑا ہو سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ٹکڑا نہیں ہوتا۔ [۲] دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے پھر بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غلام سے کام کروا سکتا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک غلام سے کام نہیں کروا سکتا۔ ان دو قاعدوں پر اس پورے مسئلے کا مدار ہے۔

عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا يَمْنَعُ. ٢ لَهُمَا فِي الثَّانِي قَوْلُهُ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – فِي الرَّجُلِ يُعْتِقُ نَصِيبَهُ إنْ كَانَ غَنِيًّا ضَمِنَ، وَإِنْ كَانَ فَقِيرًا سَعَى فِي حِصَّةِ الْآخَرِ، قُسِّمَ وَالْقِسْمَةُ تُنَافِي الشَّرِكَةَ. ٣ وَلَهُ أَنَّهُ احْتَبَسَتْ مَالِيَّةُ نَصِيبِهِ عِنْدَ الْعَبْدِ فَلَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ كَمَا إذَا هَبَّتْ الرِّيحُ بِثَوْبِ إنْسَانٍ وَأَلْقَتْهُ فِي صَبْغِ غَيْرِهِ حَتَّى انْصَبَغَ بِهِ فَعَلَى صَاحِبِ الثَّوْبِ قِيمَةُ صَبْغِ الْآخَرِ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا لِمَا قُلْنَا فَكَذَا هَاهُنَا، إلَّا أَنَّ الْعَبْدَ فَقِيرٌ

ترجمه: ۲ صاحبینؒ کی دلیل دوسری چیز کے بارے میں [یعنی آزاد کرنے والا مالدار ہوتو سعی نہیں کرواسکتا] حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ کوئی آدمی اپنا حصہ آزاد کرے تو اگر وہ مالدار ہوتو وہ ضامن بنے گا اور اگر وہ فقیر ہے تو دوسرے کے لیے سعی کرے گا، یہاں تقسیم کیا جو شرکت کے منافی ہے۔

تشریح: آزاد کرنے والا مالدار ہوتو دوسرا ساتھی غلام سے سعی نہیں کرواسکتا، بلکہ آزاد کرنے والے پر ضمان ہی لازم ہوگا، اس کی دلیل حضور ﷺ کا قول ہے جس میں فرمایا کہ مالدار ہوتو اس پر ضمان لازم ہوگا اور غریب ہو تب غلام سے سعی کرواسکتا ہے، اس کا مطلب یہ نکلا کہ مالدار ہوتو سعی نہیں کرواسکتا، القسمة تنافی الشرکة، کا یہی مطلب ہے۔

وجه: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابی ہریرة عن النبی ﷺ قال من اعتق شقصا له فی عبده فخلاصه فی ماله ان کان له مال فان له مال فان لم یکن له مال استسعی العبد غیر مشقوق علیه۔** (مسلم شریف، باب ذکر سعایة العبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۳/ ۳۷۷۳) اس حدیث میں ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال نہیں ہے تب غلام سعی کرے گا، جسکا مطلب یہ نکلا کہ آزاد کرنے والے کے پاس مال ہوتو غلام سے سعی نہیں کرواسکتا۔ (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر ؓ قال قال رسول الله ﷺ من اعتق شرکا له فی مملوک فعلیه عتقه کله ان کان له مال یبلغ ثمنه فان لم یکن له مال یقوم علیه قیمة عدل علی المعتق فاعتق منه ما اعتق** (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین او امة بین الشرکاء، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۳، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا له فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/ ۳۷۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال ہوتو اس سے اپنے حصے کا تاوان وصول کرلے گا۔

ترجمه: ۳ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام نے اپنا آدھا حصہ اپنے پاس ضبط کر رکھا ہے اس لیے آزاد نہ کرنے والے کو حق ہوگا کہ غلام کو ضامن بنادے، اس کی مثال یہ ہے کہ ہوا نے ایک انسان کے کپڑے کو اڑایا، اور دوسرے کے رنگ کے کونڈے میں ڈال دیا جسے کپڑا رنگ گیا تو کپڑے والے پر دوسرے کے رنگ کی قیمت لازم ہوگی، دوسرا آدمی چاہے مالدار ہو چاہے غریب ہو اس دلیل سے جو ہم نے کہا، ایسے ہی معاملہ غلام میں بھی ہے، لیکن غلام کے پاس کچھ نہیں ہے اس لیے اس سے سعی کروائیگا۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کیا تو عمر کا حصہ حقیقت میں غلام میں ہی پھنسا ہوا ہے، اس لیے زید مالدار ہو یا غریب عمر کو غلام سے اپنا حصہ وصول کرنے کا حق ہوگا، اور غلام فقیر ہے اس لیے اس سے سعی کرا کر وصول کرے گا، اس کی ایک مثال دی کہ زید کا کپڑا عمر کے رنگ کے کونڈے میں گر گیا اور کپڑا رنگ گیا تو عمر کو حق ہوگا کہ زید سے رنگ کی قیمت وصول کرلے چاہے زید مالدار ہو یا غریب ہو، اسی طرح یہاں عمر کا حصہ غلام میں پھنسا ہوا تو غلام سے وصول کرنے کا حق ہوگا چاہے زید مالدار ہو یا غریب ہو۔

فَيَسْتَسْعِيهِ. ۴ ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ يَسَارُ التَّيْسِيرِ، وَهُوَ أَنْ يَمْلِكَ مِنْ الْمَالِ قَدْرَ قِيمَةِ نَصِيبِ الْآخَرِ لَا يَسَارُ الْغِنَى، لِأَنَّ بِهِ يَعْتَدِلُ النَّظَرُ مِنْ الْجَانِبَيْنِ بِتَحْقِيقِ مَا قَصَدَهُ الْمُعْتِقُ مِنْ الْقُرْبَةِ وَإِيصَالِ بَدَلِ حَقِّ السَّاكِتِ إلَيْهِ، ۵ ثُمَّ التَّخْرِيجُ عَلَى قَوْلِهِمَا ظَاهِرٌ، فَعَدَمُ رُجُوعِ الْمُعْتِقِ بِمَا ضَمِنَ عَلَى الْعَبْدِ لِعَدَمِ السِّعَايَةِ عَلَيْهِ فِي حَالَةِ الْيَسَارِ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ لِأَنَّ الْعِتْقَ كُلَّهُ مِنْ جِهَتِهِ لِعَدَمِ التَّجَزِّيْ. ۶ وَأَمَّا التَّخْرِيجُ عَلَى قَوْلِهِ فَخِيَارُ الْإِعْتَاقِ لِقِيَامِ مِلْكِهِ فِي الْبَاقِي إذْ الْإِعْتَاقُ يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُ، وَالتَّضْمِينُ لِأَنَّ الْمُعْتِقَ جَانٍ عَلَيْهِ بِإِفْسَادِهِ نَصِيبَهُ حَيْثُ امْتَنَعَ عَلَيْهِ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ وَنَحْوُ ذٰلِكَ مِمَّا سِوَى الْإِعْتَاقِ وَتَوَابِعِهِ، وَالِاسْتِسْعَاءُ لِمَا بَيَّنَّا. وَيَرْجِعُ الْمُعْتِقُ بِمَا ضَمِنَ عَلَى الْعَبْدِ لِأَنَّهُ قَامَ مَقَامَ السَّاكِتِ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ وَقَدْ كَانَ لَهُ ذٰلِكَ بِالِاسْتِسْعَاءِ فَكَذٰلِكَ

لغت: القته: القی سے مشتق ہے، اس کو ڈال دیا۔ انصبغ: صبغ سے مشتق ہے، رنگ گیا۔

ترجمہ: ۴ یہاں آسانی والی مالداری معتبر ہے، اور وہ یہ ہے کہ اتنے مال کا مالک ہو کہ دوسرے کے حصے کی قیمت ادا کر سکے، مالداری والی یسار مراد نہیں ہے، اس سے دونوں جانب معتدل رہیں گے، آزاد کرنے والے نے جو قربت کی نیت کی ہے وہ بھی ہوگا، اور چپ رہنے والے کو اس کا حق بھی مل جائے گا۔

تشریح: سال بھر تک کھا پی کر ساڑھے سات تولہ سونا، یا اس کی قیمت باقی رہ جائے اس کو یسار غنی، کہتے ہیں اس سے زکوۃ واجب ہوتی ہے، یہاں یہ مالداری مراد نہیں ہے۔ سال بھر تک کھا پی کر اتنا مال بچ جائے کہ غلام کا آدھا حصہ ادا کر سکے اس کو، یسار تیسیر، کہتے ہیں یہاں یہی مالداری مراد ہے، اس سے آزاد کرنے والے کو آزاد کرنے کا ثواب بھی مل جائے گا، اور جس نے آزاد نہیں کیا تھا اس کو اس کا حصہ بھی مل جائے گا۔

ترجمہ: ۵ پھر صاحبین کے قول پر مسئلے کی تخریج ظاہر ہے آزاد کرنے والا جو کچھ ضامن ہوا وہ غلام سے وصول نہیں کرے گا، کیوں کہ مالداری کی حالت میں غلام پر کام ہی کرنا نہیں ہے، اور ولاء آزاد کرنے والے کو ملے گا، کیوں کہ تجزی نہ ہونے کی وجہ سے پوری آزادگی اسی کی جانب سے ہے۔

تشریح: صاحبینؒ کے قول پر مسئلے کی تخریج اس طرح ہوگی کہ [۱]، غلام کے آزاد کرنے میں ٹکڑا نہیں ہوا اس لیے زید کے مالدار ہونے کی حالت میں پورا غلام زید کی جانب سے آزاد ہو گیا، اس لیے عمر کو جو آدھا ضمان دیا وہ غلام سے وصول نہیں کرے گا، کیوں کہ غلام پر سعایت نہیں ہے [۲]، اور چونکہ پورا غلام زید کی جانب سے آزاد ہوا اس لیے پورا ولاء زید کو ہی ملے گا۔

ترجمہ: ۶ اور امام ابوحنیفہؒ کے قول پر مسئلے کی تخریج اس طرح ہوگی [۱] عمر کا باقی حصے میں آزاد کرنے کا اختیار باقی رہے گا، کیوں کہ اس کی ملکیت باقی ہے، کیوں کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتاق میں ٹکڑا ہو سکتا ہے [۲] آزاد کرنے والے پر ضمان لازم کر سکتا ہے کیوں کہ اس کے حصے کو فاسد کر کے جنایت کی ہے، کیوں کہ اس پر بیچنا اور ہبہ کرنا ممنوع کر یا آزادگی اور اس کے توابع کے علاوہ [۳] غلام سے سعایت بھی کروا سکتا ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا، [۴] اور جو کچھ ضمان دیا آزاد کرنے والا غلام سے وصول کرے گا، کیوں کہ ضمان کے ادائیگی کے بارے میں چپ رہنے والے کی طرح ہو گیا، اور چپ رہنے والے کو سعی کرانے کا حق تھا تو ایسے ہی آزاد کرنے

لِلْمُعْتِقِ ۷ وَلِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ ضِمْنًا فَيَصِيرُ كَأَنَّ الْكُلَّ لَهُ وَقَدْ عَتَقَ بَعْضُهُ فَلَهُ أَنْ يُعْتِقَ الْبَاقِيَ أَوْ يَسْتَسْعِيَ إِنْ شَاءَ، وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ فِي هَذَا الْوَجْهِ لِأَنَّ الْعِتْقَ كُلَّهُ مِنْ جِهَتِهِ حَيْثُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ. ۸ وَفِي حَالِ إِعْسَارِ الْمُعْتِقِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ لِبَقَاءِ مِلْكِهِ، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى لِمَا بَيَّنَّا، وَالْوَلَاءُ لَهُ فِي الْوَجْهَيْنِ لِأَنَّ الْعِتْقَ مِنْ جِهَتِهِ، ۹ وَلَا يَرْجِعُ الْمُسْتَسْعِي عَلَى الْمُعْتِقِ بِمَا أَدَّى بِإِجْمَاعٍ بَيْنَنَا لِأَنَّهُ يَسْعَى لِفِكَاكِ رَقَبَتِهِ أَوْ لَا يَقْضِي دَيْنًا عَلَى الْمُعْتِقِ إِذْ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِعُسْرَتِهِ،

والے کو بھی سعی کرانے کا حق ہوگا۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے قول پر تخریج میں چار باتیں ہوں گی [۱] زید نے اپنا حصہ آزاد کیا تو عمر کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حصہ آزاد کرے، کیوں کہ اعتاق میں ٹکڑا ہونے کی وجہ سے عمر کا حصہ ابھی آزاد نہیں ہوا ہے [۲] عمر کو یہ بھی حق ہوگا کہ زید پر ضمان لگا دے، کیوں کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کر کے عمر کے حصے میں دو خامیاں کر دی ہیں، اب عمر اپنے حصے کو بیچ نہیں سکتا، اس کو ہبہ نہیں کر سکتا، اس خامی کی وجہ سے عمر زید سے اپنے حصے کا ضمان لے سکتا ہے [۳] عمر غلام سے اپنی قیمت کا سعی بھی کر سکتا ہے، کیوں کہ عمر کا حق ابھی غلام میں باقی ہے [۴] زید نے عمر کو ضمان دیا تو زید یہ رقم غلام سے وصول کر سکتا ہے، کیوں کہ ضمان ادا کرنے کے بعد زید اب عمر کی جگہ پر ہو گیا، اور عمر غلام سے سعی کرا سکتا تھا تو اب زید غلام سے سعی کرا سکتا ہے۔

ترجمہ: ۷ اور اس لیے کہ زید ضمان ادا کرنے کی وجہ سے غلام کا ضمنا مالک بن گیا ہے، اس لیے کل غلام زید کا ہی ہو گیا، اور اس نے بعض آزاد کیا ہے تو اس کو باقی آزاد کرنے کا حق ہے، اور اگر چاہے تو سعی کروا لے، اور ولاء اس صورت میں آزاد کرنے والے کا ہوگا، اس لیے کہ ضمان ادا کرنے کی وجہ سے کل اسی زید ہی کی جانب سے آزاد ہوا ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، زید ضمان ادا کرنے کی وجہ سے کل غلام کا مالک بن چکا ہے، اس لیے اب اس کو دو اختیار ہیں، [۱] یا باقی حصے کو بھی آزاد کر دے، یا باقی حصے کا سعی کروا لے، اور ان دو صورتوں میں چونکہ زید کی جانب سے پورا غلام آزاد ہوا ہے اس لیے پورا ولاء زید کے لیے ہی ہوگا۔

ترجمہ: ۸ اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو شریک ساکت چاہے تو اپنا حصہ آزاد کر دے، کیوں کہ اس کی ملکیت باقی ہے، اور اگر چاہے تو غلام سے سعی کرا لے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا [کہ اس کی ملکیت باقی ہے] اور دونوں صورتوں میں ولاء شریک ساکت کو بھی ملے گا اس لیے کہ انکی جانب سے بھی آزاد ہوا ہے۔

تشریح: زید آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو شریک ساکت کو دو اختیار ہیں [۱] اپنا حصہ آزاد کر دے، کیوں کہ ابھی بھی غلام میں اس کی ملکیت باقی ہے [۲] یا غلام سے سعی کروا لے، اور ان دونوں صورتوں میں چونکہ شریک ساکت کی جانب سے بھی آزاد ہوا ہے اس لیے آدھا ولاء اس کو بھی ملے گا۔

ترجمہ: ۹ سعی کرنے والا غلام اپنے آزاد کرنے والے سے کچھ وصول نہیں کر پائے گا بالاتفاق، اس لیے کہ غلام نے اپنی گردن چھڑانے کے لیے سعی کی ہے، اور یہ وجہ بھی ہے کہ آزاد کرنے والے کی تنگ دستی کی وجہ سے اس پر کوئی قرض نہیں ہوا۔

١٠ بِخِلَافِ الْمَرْهُونِ إذَا أَعْتَقَهُ الرَّاهِنُ الْمُعْسِرَ لِأَنَّهُ يَسْعَى فِي رَقَبَتِهِ قَدْ فُكَّتْ أَوْ يَقْضِي دَيْنًا عَلَى الرَّاهِنِ فَلِهَذَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ. ١١ وَقَوْلُ الشَّافِعِيِّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – فِي الْمُوسِرِ كَقَوْلِهِمَا. وَقَالَ فِي الْمُعْسِرِ: يَبْقَى نَصِيبُ السَّاكِتِ عَلَى مِلْكِهِ يُبَاعُ وَيُوهَبُ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إلَى تَضْمِينِ الشَّرِيكِ لِإِعْسَارِهِ وَلَا إلَى السِّعَايَةِ لِأَنَّ الْعَبْدَ لَيْسَ بِجَانٍ وَلَا رَاضٍ بِهِ، وَلَا إلَى إعْتَاقِ الْكُلِّ لِلْإِضْرَارِ بِالسَّاكِتِ فَتَعَيَّنَ مَا عَيَّنَاهُ.

تشریح: غلام نے سعی کر کے جو کچھ شریک ساکت کو دیا وہ آزاد کرنے والے زید سے وصول نہیں کر پائے گا۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ خود غلام پر یہ قرض باقی تھا جسکو کما کر ادا کیا ہے، اس لیے غلام آزاد کرنے والے سے وصول نہیں کر پائے گا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے والا غریب ہے اس لیے اس پر غلام کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے اس لیے بھی آزاد کرنے والے سے غلام کچھ وصول نہیں کر پائے گا۔

ترجمہ: ١٠ بخلاف تنگ دست راہن نے مرہون غلام کو آزاد کر دیا [تو یہ غلام جو کچھ کما کر دیگا وہ راہن سے وصول کرے گا، اس لیے کہ اپنی ایسی گردن کو چھڑانے کے لیے سعی کی ہے جو پہلے سے چھوٹ چکی ہے، اور ابھی راہن کے قرض کو ادا کر رہا ہے اس لیے غلام راہن سے وصول کرے گا۔

تشریح: زید راہن تنگ دست تھا اس نے مرہون غلام کو آزاد کر دیا تو یہ غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن عمر مرتہن کا جو قرضہ زید پر ہے وہ غلام کو ادا کرنا ہوگا، اور چونکہ یہ قرضہ راہن کے اوپر کا تھا اس لیے غلام اس قرضے کو راہن سے وصول کرے گا۔ فکت: فک سے مشتق ہے، گردن چھڑانا۔

وجہ: راہن کے آزاد کرنے کی وجہ سے غلام پہلے ہی آزاد ہو چکا ہے، اس لیے یہ جو قرضہ ادا کر رہا ہے یہ راہن کے اوپر کا قرضہ ہے اس لیے راہن سے وصول کرے گا۔

ترجمہ: ١١ اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس بارے میں امام شافعیؒ کا قول صاحبین کی طرح ہے [یعنی پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور آزاد کرنے والے سے ضمان لیا جائے گا، اور آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو اس بارے میں امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ چپ رہنے والے احصہ اس کی ملکیت پر باقی رہے گا وہ بیچ بھی سکتا ہے اور ہبہ بھی کر سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تنگ دست ہونے کی وجہ سے شریک کو ضامن نہیں بنایا جا سکتا، اور غلام سے سعی بھی نہیں کرا سکتا، کیوں کہ اس کی کوئی جنایت نہیں ہے، اور نہ وہ اس آزاد ہونے پر راضی ہے۔ اور کل غلام کو بھی آزاد نہیں کر سکتے، کیوں کہ اس میں شریک ساکت کا نقصان ہے تو اب ایک ہی صورت رہ گئی جو ہم نے کہا کہ غلام شریک ساکت کی ملکیت میں رہے گا، وہ اس کو بیچ سکتا ہے۔

تشریح: آزاد کرنے والا مالدار ہو تو امام شافعیؒ کا قول صاحبین کی طرح ہے، یعنی شریک ساکت کو ضمان لینے کا حق ہوگا، اور پورا غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو لام کا آدھا حصہ شریک ساکت کا مملوک رہے گا، اور شریک ساکت اس کو بیچ سکتا ہے اور ہبہ بھی کر سکتا ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ [۱] آزاد کرنے والے کو ضامن اس لیے نہیں بنا سکتے، کیوں کہ وہ غریب ہے، [۲] اور غلام سے سعی اس لیے

۱۲؎ قُلْنَا: إِلَى الِاسْتِسْعَاءِ سَبِيلٌ لِأَنَّهُ لَا يَفْتَقِرُ إِلَى الْجِنَايَةِ بَلْ يَبْتَنِيْ عَلَى احْتِبَاسِ الْمَالِيَّةِ ۱۳؎ فَلَا يُصَارُ إِلَى الْجَمْعِ بَيْنَ الْقُوَّةِ الْمُوجِبَةِ لِلْمَالِكِيَّةِ وَالضُّعْفِ السَّالِبِ لَهَا فِي شَخْصٍ وَاحِدٍ. قَالَ (۲۲۴۷) وَلَوْ شَهِدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْ الشَّرِيكَيْنِ عَلَى صَاحِبِهِ بِالْعِتْقِ سَعَى الْعَبْدُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِهِ مُوسِرَيْنِ كَانَا أَوْ مُعْسِرَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – وَكَذَا إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا، ۱؎ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَزْعُمُ أَنَّ صَاحِبَهُ أَعْتَقَ نَصِيبَهُ فَصَارَ مُكَاتَبًا فِي زَعْمِهِ عِنْدَهُ وَحَرُمَ عَلَيْهِ الِاسْتِرْقَاقُ فَيُصَدَّقُ فِي حَقِّ نَفْسِهِ فَيَمْنَعُ مِنْ اسْتِرْقَاقِهِ وَيَسْتَسْعِيهِ لِأَنَّا تَيَقَّنَّا بِحَقِّ الِاسْتِسْعَاءِ كَاذِبًا كَانَ أَوْ صَادِقًا لِأَنَّهُ مُكَاتَبُهُ أَوْ

نہیں کرواسکتے کہ اس پر راضی نہیں ہے، اس کی مرضی کے بغیر آقا نے اسے آزاد کیا تھا۔[۳] اور پورا غلام آزاد کردیں تو اس سے شریک ساکت کا نقصان ہوگا، اس لیے اب ایک ہی صورت ہے کہ غلام کے آدھے حصے کو مملوک رکھو۔

لغت: جان: جنایت سے مشتق ہے، جنایت کرنے والا۔ راض: رضی سے مشتق ہے، راضی رہنے والا۔

ترجمہ: ۱۲؎ ہم جواب دیتے ہیں کہ سعی کرالینے کا بھی راستہ ہے، اس لیے کہ سعی کرانے میں جنایت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مالیت کے روک لینے پر اس کا دار مدار ہے۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے کہ کام کرانے کے لیے جنایت ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے پاس مالیت رکی ہوئی تو کام کراسکتا ہے، اور یہاں غلام کے پاس شریک ساکت کی مالیت رکی ہوئی ہے اس لیے شریک ساکت اپنے حصے کا کام کراسکتا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ غلام قیمت ادا کر کے آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۱۳؎ مالکیت کے لیے جو قوت موجبہ ہے، اور غلامیت میں قوت سالبہ وہ ایک آدمی میں جمع نہیں ہوگا۔

امام شافعیؒ کے مسلک پر یہ ہوگا کہ آدھا غلام آزاد ہوگا، اور آدھا غلام غلام رہے گا تو ایک ہی آدمی میں آزادگی اور غلامیت جمع ہوجائے گی جو اچھی بات نہیں ہے، مالک بننے کی صلاحیت کو قوت موجبہ، کہتے ہیں، اور غلامیت کو قوت سالبہ، کہتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہوگا کہ غلام اپنی قیمت ادا کر کے آزاد ہوجائے گا اس لیے صرف مالکیت باقی رہے گی اس میں غلامیت نہیں رہے گی۔

ترجمہ: (۲۲۴۷) دو شریک میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کے بارے میں گواہی دی کی اس نے آزاد کردیا ہے تو غلام دونوں کے حصے کی سعی کرے گا، چاہے دونوں مالدار ہوں یا غریب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور یہی حال ہے اگر ایک مالدار ہو اور دوسرا غریب ہو۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ دونوں کا گمان ہے اس کے ساتھی نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو اپنے گمان میں غلام مکاتب بن گیا اس لیے اب اس پر غلامیت رکھنا حرام ہے اور اپنی ذات کے بارے میں یہ تصدیق کی جائے گی، اور غلام بنانے کو ممنوع قرار دیا جائے گا، اور اس غلام سے سعی کرائی جائے گی، اس لیے کہ ہم کو سعی کرانے کے حق کا یقین ہے چاہے آدمی جھوٹا ہو یا سچا ہو۔ اس لیے کہ یہ غلام یا تو مکاتب ہے، یا مملوک ہے اور دونوں صورتوں میں سعی کراسکتا ہے [اس لیے سعی ہی کرایگا۔

تشریح: زید اور عمر ایک غلام میں آدھے آدھے شریک ہیں، اب زید گواہی دیتا ہے کہ عمر نے اپنا حصہ آزاد کردیا، اور عمر گواہی دیتا ہے کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کردیا، اور دونوں کے پاس گواہی نہیں ہے اور کسی کی بات کو سچ کرنے کے لیے کوئی علامت نہیں ہے، اس لیے

مَمْلُوكَهُ فَلِهَذَا يَسْتَسْعِيَانِهِ. ٢ وَلَا يَخْتَلِفُ ذَٰلِكَ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْحَالَيْنِ فِي أَحَدِ شَيْئَيْنِ، لِأَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُ، وَقَدْ تَعَذَّرَ التَّضْمِينُ لِإِنْكَارِ الشَّرِيكِ فَتَعَيَّنَ الْآخَرُ وَهُوَ السِّعَايَةُ، ٣ وَالْوَلَاءُ لَهُمَا لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا يَقُولُ عَتَقَ نَصِيبُ صَاحِبِي عَلَيْهِ بِإِعْتَاقِهِ وَوَلَاؤُهُ لَهُ، وَعَتَقَ نَصِيبِي بِالسِّعَايَةِ وَوَلَاؤُهُ لِي. ٤ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِنْ كَانَا مُوسِرَيْنِ فَلَا سِعَايَةَ عَلَيْهِ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَبْرَأُ عَنْ سِعَايَتِه بِدَعْوَى الْعَتَاقِ عَلَى صَاحِبِهِ لِأَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُمَا، إِلَّا أَنَّ

ہر ایک کے لیے اپنے حق میں یہ مانا جائے گا کہ وہ آزاد ہے اس لیے اب اس کو غلام بنانا حرام ہے، اس لیے غلام دونوں کے حق میں سعی کرے گا اور قیمت ادا کرنے کے بعد غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) دوسرے ساتھی پر غلام کا ضمان اس لیے لازم نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس گواہی نہیں ہے، اس لیے اب ایک ہی شکل رہ گئی کہ اس سے سعی کروالے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ساتھی مالدار ہو تب بھی سعی کروا سکتا ہے، اس لیے سعی کی شکل ہی متعین رہے گی۔

اثر میں ہے۔ **عن حماد فی عبد بین رجیلین شهد احدهما علی الآخر انه اعتقه و انکر الآخر قال ان کان الشهود علیه موسرا سعی له العبد و ان کان معسرا سعی لهما جمیعا** (مصنف عبد الرزاق، باب العبد بین الرجلین یشهد احدهما علی الآخر بالعتق ج تاسع، ص ۸۹، نمبر ۱۷۰۸۷)

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شریک کے انکار کی وجہ سے اس پر ضمان لازم نہیں کر سکتا اس لیے آخری صورت یہ ہے کہ سعایت کرائیگا۔

ترجمہ: ۲ ساتھی مالدار ہو یا غریب دونوں حالتوں میں ان کا حق دو باتوں میں سے ایک تھی [ساتھی پر ضمان لازم کرنا یا سعی کرا لینا] اس لیے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سعی کرا سکتا ہے، اور ضمان لازم کرنا متعذر رہے، کیوں کہ ساتھی اس کا انکار کرتا ہے تو سعی کرانا ہی متعین ہو گیا۔

تشریح: ساتھی مالدار ہو تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سعی کرا سکتا ہے، اور یہاں ساتھی انکار کرتا ہے کہ میں نے آزاد کیا ہے اس لیے ساتھی پر غلام کا ضمان لازم نہیں کر سکتا، اس لیے سعی کرانا ہی متعین ہو گیا۔

ترجمہ: ۳ غلام کا ولاء دونوں شریک کو ملے گا، کیوں کہ ہر ایک کہتا ہے کہ میرے ساتھی نے آزاد کیا ہے اس لیے اس کو ولاء ملنا چاہئے، اس لیے یہ ثابت ہوا کہ میرا حصہ سعی کرا کر آزاد ہوا ہے اس لیے اس کا ولاء مجھے ملنا چاہئے۔

تشریح: ولاء دونوں شریکوں کو ملے گا اس کی دو دلیل دے رہے ہیں [۱] ایک یہ کہ جب ایک نے کہا کہ دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس کو ولاء ملے گا، اور یہاں دونوں نے اپنے ساتھی کے بارے میں کہا ہے اس لیے دونوں کو ولاء ملے گا [۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ دونوں نے سعی کرا کر آزاد کیا ہے اس لیے دونوں کو ولاء ملے گا۔

ترجمہ: ۴ اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر دونوں شریک مالدار ہیں تو غلام پر سعی نہیں ہے اس لیے کہ دونوں سعی کرانے سے انکار کر رہے ہیں کیوں کہ دونوں دوسرے پر ضمان کا دعوی کر رہے ہیں، اس لیے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو صاحبین کے نزدیک

الدَّعْوَى لَمْ تَثْبُتْ لِإِنْكَارِ الْآخَرِ وَالْبَرَاءَةُ عَنِ السِّعَايَةِ قَدْ ثَبَتَتْ لِإِقْرَارِهِ عَلَى نَفْسِهِ ۵ وَإِنْ كَانَا مُعْسِرَيْنِ سَعَى لَهُمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَدَّعِي السِّعَايَةَ عَلَيْهِ صَادِقًا كَانَ أَوْ كَاذِبًا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ إِذْ الْمُعْتِقُ مُعْسِرٌ ۶ وَإِنْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا سَعَى لِلْمُوسِرِ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ لَا يَدَّعِي الضَّمَانَ عَلَى صَاحِبِهِ لِإِعْسَارِهِ، وَإِنَّمَا يَدَّعِي عَلَيْهِ السِّعَايَةَ فَلَا يَتَبَرَّأُ عَنْهُ وَلَا يَسْعَى لِلْمُعْسِرِ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ يَدَّعِي الضَّمَانَ عَلَى صَاحِبِهِ لِيَسَارِهِ فَيَكُونُ مُبَرِّيًا لِلْعَبْدِ عَنِ السِّعَايَةِ، ۷ وَالْوَلَاءُ مَوْقُوفٌ فِي جَمِيعِ ذٰلِكَ عِنْدَهُمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُحِيلُهُ عَلَى صَاحِبِهِ وَهُوَ يَتَبَرَّأُ عَنْهُ فَيَبْقَى مَوْقُوفًا إِلَى أَنْ يَتَّفِقَا عَلَى إِعْتَاقِ أَحَدِهِمَا.

سعی نہیں کرا سکتے، اور ضمان بھی لازم نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ دوسرا ساتھی اس کا انکار کر رہا ہے، اور سعی کرانے سے بری ہونا خود اپنے ہی اقرار سے ثابت کر دیا۔

تشریح: یہاں تین شکلیں بنے گی [۱] دونوں شریک مالدار ہوں [۲] دونوں شریک غریب ہوں [۳] ایک مالدار ہو اور دوسرا غریب ہو، ان تینوں صورتوں کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

پہلی شکل [۱] دونوں ساتھی مالدار ہیں تو غلام پر نہ سعی لازم ہوگی اور نہ کسی ساتھی پر ضمان لازم ہوگا۔

وجہ: ہر ساتھی مالدار شریک کے بارے میں جب یہ کہہ رہا کہ اس نے آزاد کیا تو صاحبین کے نزدیک ضمان لازم ہونا چاہئے تو اس سے خود ہی سعی کی نفی کر دی، اس لیے غلام پر کسی کی سعی لازم نہیں ہوگی، اور دوسرے ساتھی پر ضمان لازم اس لیے نہیں ہوگا کہ وہ انکار کر رہا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے گواہی نہیں ہے، اس لیے ضمان بھی لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵ دونوں شریک غریب ہوں تو غلام دونوں کے لیے سعی کرے گا۔ اس لیے کہ دونوں دوسرے پر سعی کرانے کا دعوی کر رہا ہے، چاہے دونوں اپنے دعوی میں سچے ہوں کے دونوں جھوٹے ہوں، جیسا کہ ہم نے بیان کیا اس لیے کہ دونوں آزاد کرنے والا تنگ دست ہیں۔

تشریح: [۲] یہ دوسری شکل ہے۔ دونوں شریک تنگ دست ہوں تو آزاد کرنے پر صاحبینؒ کے نزدیک بھی غلام سعی کرے گا، شریک پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۶ اور اگر دو شریکوں میں سے ایک مالدار ہے اور دوسرا تنگ دست ہے تو مالدار کے لیے غلام سعی کرے گا اس لیے کہ مالدار اپنے شریک پر اس کے تنگ دست ہونے کی وجہ سے ضمان کا دعوی نہیں کرتا ہے، اس پر سعایہ کا دعوی کرتا ہے، اور غلام سعی سے بری نہیں ہوگا۔

تشریح: [۳] یہ تیسری صورت ہے۔ مالدار نے تنگ دست کے بارے میں کہا کہ اس نے آزاد کیا ہے تو گویا کہ اس نے دعوی کیا کہ تنگ دست پر ضمان نہیں ہے، بلکہ غلام میرے حصے کی سعی کرے گا، اس لیے غلام مالدار کے لیے سعی کرے گا۔ اور تنگ دست مالدار کے لیے دعوی کیا کہ اس نے آزاد کیا تو گویا کہ اس نے کہا کہ مالدار پر غلام کا ضمان ہے، اور سعی نہیں ہے، اس سعی کی نفی کرنے کی وجہ سے غلام تنگ دست کے لیے سعی نہیں کرے گا، اور ضمان اس لیے نہیں ہوگا کہ اس کے ثابت کرنے کے لیے اس کے پاس گواہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۷ اور ان تمام صورتوں میں ولاء موقوف رہے گی صاحبینؒ کے نزدیک اس لیے کہ ہر ایک دوسرے پر آزادگی ڈال رہا ہے اور

(۲۲۴۸)وَلَوْ قَالَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ إِنْ لَمْ يَدْخُلْ فُلَانٌ هَذِهِ الدَّارَ غَدًا فَهُوَ حُرٌّ، وَقَالَ الْآخَرُ: إِنْ دَخَلَ فَهُوَ حُرٌّ فَمَضَى الْغَدُ وَلَا يَدْرِي أَدَخَلَ أَمْ لَا عَتَقَ النِّصْفُ وَسَعَى لَهُمَا فِي النِّصْفِ الْآخَرِ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ.(۲۲۴۹)وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَسْعَى فِي جَمِيعِ قِيمَتِهِ ١ لِأَنَّ الْمُقْضَى عَلَيْهِ بِسُقُوطِ السِّعَايَةِ مَجْهُولٌ، وَلَا يُمْكِنُ الْقَضَاءُ عَلَى الْمَجْهُولِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ لَك عَلَى أَحَدِنَا أَلْفُ دِرْهَمٍ فَإِنَّهُ لَا يَقْضِي بِشَيْءٍ لِلْجَهَالَةِ، كَذَا هَذَا. ٢ وَلَهُمَا أَنَّا تَيَقَّنَّا بِسُقُوطِ نِصْفِ السِّعَايَةِ لِأَنَّ أَحَدَهُمَا

دوسرا اس سے انکار کر رہا ہے، اس لیے موقوف رہے گی، جب تک کہ کسی ایک کی آزادگی پر متفق نہ ہو جائے۔

تشریح: یہاں ہر شریک دوسرے کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ اس نے آزاد کیا ہے اور وہ اس کا انکار کرتا ہے، اس لیے جب تک کہ فیصلہ نہ ہو جائے کسی کو ولاء نہیں ملے گی۔

ترجمہ: (۲۲۴۸) اگر دو شریکوں میں سے ایک نے کہا، اگر فلاں اس گھر میں کل داخل نہیں ہوگا تو وہ آزاد ہے، اور دوسرے شریک نے کہا کہ اگر فلاں داخل ہوا تو وہ آزاد ہے، پھر کل گزر گیا اور معلوم نہیں ہوا کہ داخل ہوا یا نہیں ہوا تو غلام کا آدھا حصہ آزاد ہو جائے گا اور باقی آدھے میں دونوں کے لیے سعی کرے گا، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: دو شریکوں کے درمیان غلام تھا، ایک نے کہا کہ یہ کل گھر میں داخل ہوا تو یہ آزاد ہے، اور دوسرے نے اس کا الٹا کہا، کہ کل یہ گھر میں داخل نہیں ہوا تو آزاد، تو اس صورت میں آدھا غلام تو یقینی طور پر آزاد ہو جائے گا، اور باقی آدھا میں سعی کرے گا اور دونوں شریکوں کو اس کا آدھا آدھا دے دیگا۔

وجہ: یا داخل ہوا ہوگا یا داخل نہیں ہوا ہوگا، ایک صورت ضرور پیش آئی ہوگی اس لیے آدھا غلام آزاد ہو جائے گا، اور باقی آدھی قیمت سعی کر کے ادا کرے گا۔

ترجمہ: (۲۲۴۹)، اور امام محمدؒ کے نزدیک پوری قیمت کی سعی کرے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ سعی ساقط ہونے کا فیصلہ مجہول ہے، اور مجہول پر فیصلہ نہیں ہو سکتا، تو ایسا ہو گیا کہ دوسرے سے کہے تمہارا ہم میں سے ایک پر ہزار درہم ہے تو جہالت کی وجہ سے کچھ بھی فیصلہ نہیں ہوگا، ایسے ہی یہاں ہے۔

تشریح: امام محمد کے نزدیک یہاں آدھی آزادگی نہیں ہوگی، بلکہ پوری قیمت کما کر دونوں شریکوں کو دینا ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ، کسی نے کہا کہ ہم میں سے ایک پر فلاں کا ہزار درہم ہے، تو یہاں جہالت کی وجہ سے کچھ بھی فیصلہ نہیں ہوگا، اسی طرح اوپر کے مسئلے میں کچھ بھی فیصلہ نہیں ہوگا۔

وجہ: گھر میں داخل ہوا یا نہیں یہ مجہول ہے اس لیے آدھی آزادگی کا فیصلہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٢ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ آدھی سعایت کے ختم ہونے کا تو یقین ہے اس لیے کہ دونوں شریکوں میں سے ایک کے حانث ہونے کا یقین ہے اور یقین کی وجہ سے آدھی سعایت ساقط ہو جائے گی، اس لیے کل سعایت کا فیصلہ کیسے کریں۔

تشریح: اس مسئلے میں یا غلام گھر میں داخل ہوا ہوگا یا نہیں ہوا ہوگا، اس لیے دونوں باتوں میں سے ایک تو یقینی ہے اس لیے آدھا غلام

حَانِثٌ بِيَقِينٍ، وَمَعَ التَّيَقُّنِ بِسُقُوطِ النِّصْفِ كَيْفَ يُقْضَى بِوُجُوبِ الْكُلِّ، ٣ وَالْجَهَالَةُ تَرْتَفِعُ بِالشُّيُوعِ وَالتَّوْزِيعِ، كَمَا إِذَا أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْهِ لَا بِعَيْنِهِ أَوْ بِعَيْنِهِ وَنَسِيَهُ وَمَاتَ قَبْلَ التَّذَكُّرِ أَوْ الْبَيَانِ، ٤ وَيَتَأَتَّى التَّفْرِيعُ فِيهِ عَلَى أَنَّ الْيَسَارَ يَمْنَعُ السِّعَايَةَ أَوْ لَا يَمْنَعُهَا عَلَى الِاخْتِلَافِ الَّذِي سَبَقَ. (۲۲۵۰) وَلَوْ حَلَفَا عَلَى عَبْدَيْنِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ لَمْ يَعْتِقْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا ١ لِأَنَّ الْمُقْضِيَّ عَلَيْهِ بِالْعِتْقِ مَجْهُولٌ، وَكَذَلِكَ الْمُقْضِيُّ لَهُ فَتَفَاحَشَتِ الْجَهَالَةُ فَامْتَنَعَ الْقَضَاءُ، وَفِي الْعَبْدِ الْوَاحِدِ الْمُقْضِيِّ لَهُ وَالْمَقْضِيِّ بِهِ مَعْلُومٌ فَغَلَبَ الْمَعْلُومُ الْمَجْهُولَ.

آزاد ہو چکا ہوگا اور آدھی سعایت بھی ساقط ہو چکی ہوگی، اس لیے کل سعایت کا فیصلہ صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: ٣ اور آزاد ہونے کی جہالت شیوع اور تقسیم کرنے سے ختم ہو جائے گی، جیسے اپنے دو غلام میں سے ایک کو آزاد کیا، اور متعین نہیں کیا، یا متعین تو کیا لیکن بھول گیا اور یاد کرنے اور بیان کرنے سے پہلے پہلے مر گیا [تو دونوں غلاموں کا آدھا آدھا آزاد ہوگا، اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔

تشریح: یہ شیخین کی جانب سے امام محمدؒ کو جواب ہے، کہ جہالت اس طرح ختم ہو جائے گی کہ دونوں شریکوں کا آدھا آزاد ہوگا، اور دونوں کو ہی آدھی قیمت کما کر دے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا، اور متعین کرنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو دونوں غلاموں کا آدھا آدھا آزاد ہوگا، اور دونوں غلام اپنی آدھی قیمت کی سعی کر کے دے گا، اسی طرح یہاں دونوں شریکوں کا آدھا آزاد ہوگا، اور آدھی قیمت کی سعایت کر کے دے گا، اس طرح جہالت ختم ہو جائے گی۔

ترجمہ: ٤ شریک مالدار ہو تو سعایت ممنوع ہوگا یا نہیں اس کی تفریع اسی اختلاف پر ہے جو پہلے گزری۔

تشریح: شریک مالدار ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سعایت ممنوع نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک ممنوع ہے اس کی پوری تفصیل ویسے ہی ہے جیسا پہلے گزری۔

ترجمہ: (۲۲۵۰) اگر دو غلاموں پر قسم کھائی اور دونوں غلام الگ الگ آدمی کا تھا تو کوئی بھی آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ جس آقا پر آزدگی کا فیصلہ ہوگا وہ مجہول ہے، اور جس غلام کے لیے آزادگی کا فیصلہ ہوا وہ بھی مجہول ہے تو جہالت زیادہ ہو گئی اس لیے آزاد ہونے کا فیصلہ نہیں ہوگا، اور ایک غلام پر فیصلہ ہو تو وہ معلوم ہے اس لیے وہاں معلوم کو مجہول پر غالب کر دیا گیا۔

تشریح: اوپر کے مسئلے میں ایک غلام دو آدمیوں کے درمیان تھا اور ایک نے خالد کے گھر میں داخل ہونے پر آزاد کیا تھا اور دوسرے نے گھر میں داخل نہ ہونے پر آزاد کیا تھا تو آدھا غلام آزاد شمار کیا تھا۔ اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ زید کا الگ غلام ہے، اور عمر کا الگ غلام ہے، پھر زید کہتا ہے کہ خالد گھر میں داخل ہوا تو میرا غلام آزاد اور عمر کہتا ہے کہ خالد گھر میں داخل نہ ہو تو میرا غلام آزاد، یہاں آقا بھی دو ہیں اور غلام بھی دو ہیں، اس لیے یہاں دو جہالتیں ہو گئیں اس لیے کسی کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔ اور اوپر کے مسئلے میں غلام ایک تھا، اور آقا دو تھے، تو وہاں ایک جہالت تھی اس لیے آدھا غلام آزاد کر دیا گیا۔

لغت: مقضی علیہ: جس آقا پر فیصلہ ہوا ہو، مقضی علیہ سے مراد آقا ہے۔ المقضی لہ: سے مراد غلام ہے جسکے لیے آزادگی کا فیصلہ ہوا۔

(۲۲۵۱)وَإِذَا اشْتَرَى الرَّجُلَانِ ابْنَ أَحَدِهِمَا عَتَقَ نَصِيبُ الْأَبِ لِأَنَّهُ مَلَكَ شِقْصَ قَرِيبِهِ وَشِرَاؤُهُ إِعْتَاقٌ عَلَى مَا مَرَّ وَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عَلِمَ الْآخَرُ أَنَّهُ ابْنُ شَرِيكِهِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ وَكَذَا إِذَا وَرِثَاهُ، وَالشَّرِيكُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ نَصِيبَهُ وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدَ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –. **(۲۲۵۲)**وَقَالَا: فِي الشِّرَاءِ يَضْمَنُ الْأَبُ نِصْفَ قِيمَتِهِ إِنْ كَانَ مُوسِرًا، وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا سَعَى الِابْنُ فِي نِصْفِ قِيمَتِهِ لِشَرِيكِ أَبِيهِ، ١ وَعَلَى هَذَا الْخِلَافُ إِذَا مَلَكَا، بِهِبَةٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ وَصِيَّةٍ،

ترجمہ: (۲۲۵۱) اگر دو آدمیوں نے ان میں سے ایک کے بیٹے کو خریدا تو باپ کا حصہ آزاد ہو جائے گا۔ [اس لیے کہ باپ اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک بنا، اور اس کا خریدنا آزاد ہونا ہے، جیسے کہ پہلے مسئلہ گزر چکا] اور باپ پر ضمان نہیں ہے۔ [شریک کو اس کا علم تھا کہ یہ شریک کا بیٹا ہے یا معلوم نہیں تھا] ایسے ہی اگر غلام کے وارث ہوئے ہوں۔ پس شریک کو اختیار ہے چاہے اپنا حصہ آزاد کردے اور چاہے تو غلام سے سعایت کرالے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا جو ان دو آدمیوں میں سے ایک کا بیٹا تھا۔ چونکہ وہ اپنے بیٹے کے آدھے حصے کا مالک بنا اس لیے حدیث **من ملک ذا رحم محرم فهو حر** (ابوداؤد شریف، نمبر ۳۹۴۹، ترمذی شریف، نمبر ۱۳۶۵) کی وجہ سے غلام کا آدھا حصہ جو باپ کا تھا آزاد ہو گیا تو اس صورت میں دوسرا شریک باپ سے اپنے حصے کا ضمان نہیں لے سکتا ہے۔

وجہ: (۱) باپ نے خود آزاد نہیں کیا بلکہ ذی رحم کے مالک ہونے کی وجہ سے خود بخود آزاد ہوا ہے۔ تو چونکہ باپ کی غلطی نہیں ہے اس لیے اس سے ضمان نہیں لے گا۔ اب یا تو شریک اپنا حصہ آزاد کرے یا پھر غلام سے سعایت کرالے (۲) حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن سالم عن ابیه عن النبی ﷺ قال من اعتق عبدا بین اثنین فان کان موسرا قوم علیه ثم یعتق** (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین او امة بین الشرکاء، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۱، مسلم شریف، باب من اعتق شرکا له فی عبد، ص ۶۵۳، نمبر ۱۵۰۱/ ۳۷۷۰) اس حدیث میں ہے کہ آزاد کیا ہو تو اس پر ضمان ہوگا۔ یہاں آزاد کیا نہیں بلکہ قرابت کی وجہ سے خود بخود آزاد ہو گیا اس لیے باپ پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

اسی طرح ایک آدمی نے غلام خریدا بعد میں اس کے آدھے حصہ کا رشتہ دار وارث بن گیا جس کی وجہ سے اس کا آدھا حصہ آزاد ہو گیا تو شریک اپنے حصے کی قیمت اس وارث سے وصول نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ وارث نے جان بوجھ کر آزاد نہیں کیا ہے بلکہ موت کی وجہ سے خود بخود وارث ہوا اور ذی رحم محرم کے مالک ہونے کی وجہ سے خود بخود آزاد بھی ہو گیا۔ اس لیے اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۲۵۲) صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بیٹے کے خریدنے کی صورت میں باپ اگر مالدار ہو تو بیٹے کی آدھی قیمت کا ضمان دیگا، اور اگر تنگ دست ہو تو بیٹا باپ کے شریک کے لیے آدھی قیمت کا سعی کرے گا۔

ترجمہ: ١ اور اسی اختلاف پر ہے اگر باپ ہبہ کے ذریعہ، یا صدقہ کے ذریعہ، یا وصیت کے ذریعہ مالک بنا۔

تشریح: باپ خریدنے کے ذریعہ بیٹے کا مالک، یا کسی نے اس کو ہبہ کیا، یا کسی نے اس کو صدقہ کیا، یا کسی نے اس کے لیے وصیت کی جس کی وجہ سے مالک بنا، اور دوسرا شریک بھی مالک بنا تو بیٹا آزاد ہو جائے گا، لیکن صاحبینؒ کے نزدیک اگر باپ مالدار ہے تو بیٹے کی

۲؎ وَعَلَى هَذَا إِذَا اشْتَرَاهُ رَجُلَانِ وَأَحَدُهُمَا قَدْ حَلَفَ بِعِتْقِهِ إِنْ اشْتَرَى نِصْفَهُ. لَهُمَا أَنَّهُ أَبْطَلَ نَصِيبَ صَاحِبِهِ بِالْإِعْتَاقِ لِأَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ إِعْتَاقٌ، وَصَارَ هَذَا كَمَا إِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ أَجْنَبِيَّيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ، ۳؎ وَلَهُ أَنَّهُ رَضِيَ بِإِفْسَادِ نَصِيبِهِ فَلَا يُضَمِّنُهُ كَمَا إِذَا أَذِنَ لَهُ بِإِعْتَاقِ نَصِيبِهِ صَرِيحًا، وَدَلَالَةُ ذَلِكَ أَنَّهُ شَارَكَهُ فِيمَا هُوَ عِلَّةُ الْعِتْقِ وَهُوَ الشِّرَاءُ لِأَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ إِعْتَاقٌ ۴؎ حَتَّى يَخْرُجَ بِهِ عَنْ عُهْدَةِ الْكَفَّارَةِ عِنْدَنَا، وَهَذَا ۵؎ ضَمَانُ إِفْسَادٍ فِي ظَاهِرِ قَوْلِهِمَا حَتَّى يَخْتَلِفَ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ فَيَسْقُطَ بِالرِّضَا،

آدھی قیمت شریک کوادا کرنا ہوگا، اور اگر تنگ دست ہے تو بیٹا شریک کے لیے سعی کرے گا۔

وجہ: باپ جانتا تھا کہ میرے خریدنے سے بیٹا آزاد ہوگا۔ اس کے باوجود اپنے بیٹے کو خریدا تو گویا کہ جان بوجھ کر شریک کو نقصان دیا اس لیے باپ ضامن ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اسی قاعدے پر ہے [آزاد کرنے والے کو ضمان دینا ہوگا] اگر دو آدمیوں نے غلام کو خریدا، اور ایک نے اس کی آزادگی کی قسم کھا رکھی تھی کہ [اگر آدھے کو خریدا تو اس کو آزاد کردوں گا]، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ آزاد کر کے شریک کے حصے کو باطل کیا، اس لیے کہ قریب کے خریدنے سے آزاد ہوتا ہی ہے، تو ایسا ہو گیا کہ غلام دو اجنبی کے درمیان تھا اور ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا۔

تشریح: دو آدمیوں نے ایک غلام کو خریدا، اور ان میں سے ایک نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ میں آدھا حصہ خریدا تو وہ آزاد ہے، اب اس نے آدھا حصہ خریدا تو وہ حصہ آزاد ہو گیا تو اس صورت میں بھی اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک ضمان دینا ہوگا۔

وجہ: رشتہ داری سے آزاد ہو، یا پہلے سے قسم کھانے سے آزاد ہو بہر صورت شریک کی جانب سے آزاد ہوا ہے اس لیے اس کو ضمان دینا ہوگا، جیسے کوئی آدمی جان کر اپنا حصہ آزاد کرتا اور وہ مالدار ہوتا تو اس کو ضمان دینا ہوتا۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریک ساکت اپنا حصہ فاسد کرنے پر راضی ہے اس لیے وہ ضامن نہیں بنے گا، جیسے اسکے حصے کو آزاد کرنے صراحت کے ساتھ اجازت دی ہو، اور دلالۃ اجازت دینے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اس کو ایسی چیز میں شریک کیا جو آزاد ہونے کی دلیل ہے، اور وہ ہے خریدنا، کیوں کہ قریب کو خریدنا آزاد کرنا ہے۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شریک ساکت نے باپ کو خریدنے میں شریک کیا تو یہ دلیل ہے کہ وہ اپنا حصہ فاسد کرنا چاہتا تھا اس لیے اس کو ضمان نہیں ملے گا، جیسے صراحتا آزاد کرنے کی اجازت دیتا تو اس کو ضمان نہیں ملتا۔

ترجمہ: ۴؎ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نزدیک کفارے کی ذمہ داری سے نکل جائے گا۔

تشریح: اگر رشتہ دار کے خریدنے والے پر پہلے سے کفارہ ہو اور خریدتے وقت کفارہ کی نیت کر لے، تو رشتہ داری کی وجہ سے آزاد بھی ہوگا اور کفارہ بھی ادا ہو جائے گا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رشتہ دار کو خریدنے سے لازمی طور پر وہ آزاد ہوگا، شریک ساکت کو جب یہ پتہ تھا کہ رشتہ دار آزاد ہو جائے گا تو اس کو خریدنے میں شریک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے حصے کو خود فاسد کرنا چاہتا ہے اس لیے اب اس کا حصہ فاسد ہوا تو باپ پر ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ: ۵؎ صاحبینؒ کے ظاہری روایت میں یہ ہے کہ یہ ضمان حصے کے فاسد کرنے کی ہوجہ سے ہے، چناں چہ مالدار ہونے اور غریب

۶ وَلَا يَخْتَلِفُ الْجَوَابُ بَيْنَ الْعِلْمِ وَعَدَمِهِ، وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ عَنْهُ لِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى السَّبَبِ، كَمَا إِذَا قَالَ لِغَيْرِهِ: كُلْ هَذَا الطَّعَامَ وَهُوَ مَمْلُوكٌ لِلْآمِرِ وَلَا يَعْلَمُ الْآمِرُ بِمِلْكِهِ. (۲۲۵۳)وَإِنْ بَدَأَ الْأَجْنَبِيُّ فَاشْتَرَىٰ نِصْفَهُ ثُمَّ اشْتَرَى الْأَبُ نِصْفَهُ الْآخَرَ وَهُوَ مُوسِرٌ فَالْأَجْنَبِيُّ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْأَبَ ﴿ لِأَنَّهُ مَا رَضِيَ بِإِفْسَادِ نَصِيبِهِ وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الِابْنَ فِي نِصْفِ قِيمَتِهِ

ہونے میں فرق پڑے گا، اور شریک ساکت آزاد کرنے پر راضی ہو تو ضمان ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: ایک ہوتا ہے ضمان ملک آزاد کرنے والا پورے غلام کا مالک بنا اس لیے اس پر ضمان ہے، اس صورت میں مالک بننے والا مالدار ہو یا غریب ہر حال میں اس پر ضمان لازم ہوگا، کیوں کہ وہ پورے غلام کا مالک بن گیا ہے۔ دوسرا ہوتا ہے کہ شریک ساکت کا حصہ خراب کیا اس لیے غلام آزاد کرنے والے پر ضمان ہے، اس صورت میں وہ مالدار ہوگا تب ضمان لازم ہوگا، اور تنگ دست ہوگا تو ضمان لازم نہیں ہوگا، بلکہ غلام پر سعایہ لازم ہوگا، اسی طرح شریک ساکت نے غلام آزاد کرنے کی اجازت دے تب بھی وہ ضمان نہیں لے سکے گا، کیوں کہ اپنا حصہ فاسد کرنے پر وہ راضی ہے۔

ترجمہ: ۶ شریک ساکت کو آزاد ہونے کا علم تھا یا نہیں تھا دونوں صورتوں میں ظاہر روایت میں جواب ایک ہی ہے، اس لیے کہ حکم کا مدار سبب پر ہوتا ہے، جیسے دوسرے سے کہے کہ یہ کھانا کھالو، اور یہ کھانا حکم دینے والے کی ملکیت تھی، لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ اس کی ملکیت ہے، تب بھی کھانا حلال ہوگا۔

تشریح: شریک ساکت کو اس کا علم نہیں تھا کہ یہ شریک کا بیٹا ہے تب بھی ضمان لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ رشتہ دار کو خریدنے کا سبب پایا گیا، ظاہر روایت یہی ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، زید نے عمر سے کہا کہ یہ کھانا کھالو، اور زید کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کھانا میرا ہی ہے اس کے باوجود عمر نے کھالیا تو اس کے لیے حلال ہو جائے گا، کیوں کہ حقیقت میں یہ کھانا زید کا تھا، اور اس نے کھانے کا حکم دیا تھا۔

امام ابو حنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ شریک ساکت کو بیٹا ہونے کا علم ہو تب تو شریک ساکت کو ضمان نہیں ملے گا، کیوں کہ جان کر اپنے حصے کو فاسد کیا ہے، لیکن اگر اس کو بیٹا ہونے کا علم نہ ہو تو اس کو ضمان ملے گا، کیوں کہ وہ فاسد کرنے پر راضی نہیں تھا۔

ترجمہ: (۲۲۵۳) کسی اجنبی نے غلام کا آدھا حصہ خریدا، پھر باپ نے دوسرا آدھا خرید لیا تو اجنبی کو اختیار ہے کہ باپ کو ضامن بنا دے، کیوں کہ اس نے اس کے حصے کو فاسد کیا ہے، اور چاہے تو بیٹے سے آدھی قیمت کی سعی کرا لے، کیوں کہ کہ بیٹے کے پاس اس کی مالیت محبوس ہے، اور یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ آزاد کرنے والے کے مالدار ہونے سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سعی نہیں رکتی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باپ نے جان کر شریک ساکت کو نقصان دیا ہو تو شریک ساکت باپ سے اپنے حصے کا ضمان لیگا۔

تشریح: ایک آدمی مثلا زید نے آدھا غلام خریدا، اب باقی آدھے کو غلام کے باپ نے خرید لیا، اور باپ مالدار ہے، اب غلام کا آدھا حصہ آزاد ہو گیا تو زید کو دو حق ہیں، یا باپ سے ضمان لے لے، یا غلام سے سعی کرا لے

وجہ: کیوں کہ یہاں باپ نے بعد میں خرید کر زید کو نقصان دیا ہے، اور زید نے چونکہ پہلے خریدا تھا اس لیے اس کو معلوم نہیں تھا کہ باقی

۲؎ لِاحْتِبَاسِ مَالِيَّتِهِ عِنْدَهُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – لِأَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُ. وَقَالَا: لَا خِيَارَ لَهُ وَيَضْمَنُ الْأَبُ نِصْفَ قِيمَتِهِ لِأَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ يَمْنَعُ السِّعَايَةَ عِنْدَهُمَا. (۲۲۵۴)وَمَنْ اشْتَرَى نِصْفَ ابْنِهِ وَهُوَ مُوسِرٌ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، وَقَالَا: يَضْمَنُ إذَا كَانَ مُوسِرًا ۱؎ وَمَعْنَاهُ إذَا اشْتَرَى نِصْفَهُ مِمَّنْ يَمْلِكُ كُلَّهُ فَلَا يَضْمَنُ لِبَائِعِهِ شَيْئًا عِنْدَهُ، وَالْوَجْهُ قَدْ ذَكَرْنَاهُ. (۲۲۵۵)وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ ثَلَاثَةِ نَفَرٍ فَدَبَّرَ أَحَدُهُمْ وَهُوَ مُوسِرٌ ثُمَّ أَعْتَقَهُ الْآخَرُ وَهُوَ مُوسِرٌ فَأَرَادُوا الضَّمَانَ فَلِلسَّاكِتِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُدَبِّرَ ثُلُثَ قِيمَتِهِ قِنًّا وَلَا يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ وَلِلْمُدَبِّرِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ ثُلُثَ قِيمَتِهِ مُدَبَّرًا وَلَا يُضَمِّنَهُ الثُّلُثَ الَّذِي ضَمِنَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –،

آدھا غلام اس کا باپ خریدے گا، اور نہ زید اس نقصان پر راضی ہے اس لیے غلام کے باپ سے ضمان لیگا، اور سعی اس لیے کرا سکتا ہے کہ غلام کے پاس اس کی مالیت رکی ہوئی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک باپ مالدار ہو پھر بھی غلام سے سعی کرا سکتا ہے، یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ شریک ساکت کو اختیار نہیں ہے، صرف باپ سے آدھی قیمت کا ضمان ہی لے سکتا ہے، اس لیے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک صرف ضمان ہی لے سکتا ہے۔

تشریح: صاحبین کا قاعدہ گزر چکا ہے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو ایک ہی صورت ہے کہ اس سے اپنے حصے کا ضمان لے، یہاں بھی صرف ضمان لے گا، سعی نہیں کرا سکتا۔

ترجمہ: (۲۲۵۴) کسی نے دوسرے سے اپنا آدھا بیٹا خریدا، اور خریدنے والا مالدار ہے پھر بھی اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مالدار ہو تو اس پر ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کل غلام کا مالک تھا اس سے آدھا غلام خریدا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بائع کے لیے کچھ ضامن نہیں ہوگا، اور وجہ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

تشریح: عمر کل غلام کا مالک تھا زید غلام کا باپ تھا اس نے عمر سے آدھا غلام خریدا، جسکی وجہ سے زید کا حصہ آزاد ہو گیا تو زید عمر کے لیے ضامن نہیں بنے گا،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بائع نے جان کر کے باپ کے ہاتھ میں بیچا تو اپنے حصے کے فاسد کرنے پر راضی تھا اس لیے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو ضمان نہیں ملے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک جان کر بیچنے سے بھی ضمان دلوایا جاتا ہے اس لیے یہاں ضمان دلوایا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۵۵) غلام تین آدمیوں کے درمیان میں تھا، ان میں سے ایک نے اس مدبر کر دیا وہ مالدار تھا، پھر دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، وہ بھی مالدار تھا، پھر ان دونوں نے ضمان دینا چاہا تو شریک ساکت کو یہ حق ہے کہ مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی ایک تہائی قیمت وصول کر لے، اور آزاد کرنے والے کو ضامن نہ بنائے، پھر مدبر بنانے والے کو یہ حق ہے کہ آزاد کرنے والے سے مدبر غلام کی ایک تہائی قیمت وصول کر لے، مدبر بنانے والے نے جتنا ضمان دیا تھا وہ پورا وصول نہیں کرے گا [کیوں کہ اس نے مدبر بنا کر ایک تہائی قیمت کم کر دی ہے، یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

(۲۲۵۶) وَقَالَا الْعَبْدُ كُلُّهُ لِلَّذِي دَبَّرَهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَيَضْمَنُ ثُلُثَيْ قِيمَتِهِ لِشَرِيكَيْهِ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا ل وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ التَّدْبِيرَ يَتَجَزَّى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - خِلَافًا لَهُمَا كَالْإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ شُعْبَةٌ مِنْ شُعَبِهِ فَيَكُونُ

تشریح: یہاں لمبا حساب ہے اس کو غور سے سمجھیں۔ دو قاعدہ یاد کر لیں تب مسئلہ سمجھ میں آئے گا۔[۱] مدبر کی قیمت خالص غلام سے ایک تہائی کم ہوجاتی ہے، مثلا خالص غلام کی قیمت ۲۷ درہم ہے تو مدبر بنانے کے بعد اس کی قیمت ۱۸ درہم رہ جائے گی۔[۲] دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی میں جس طرح ٹکڑا ہوتا ہے، مدبر بنانے میں بھی ٹکڑا ہوگا، کیوں کہ مدبر بھی آزادگی کی شاخ ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک ٹکڑا نہیں ہوگا پورا غلام مدبر بن کر مدبر بنانے والے کی ملکیت ہوجائے گی۔ اور مدبر بنانے کو خالص غلام کی دو تہائی اپنے دونوں شریکوں کو دینا ہوگا۔

اس قاعدے کے بعد یوں سمجھیں کہ ایک غلام زید، عمر، اور بکر کے درمیان مشترک تھا، زید نے اس کو مدبر بنایا، پھر عمر نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا، اور بکر چپ رہا، غلام کی قیمت ۲۷ درہم ہے۔ اور ہر ایک کا حصہ نو نو درہم ہے، اس صورت میں بکر کو یہ حق ہے کہ اپنا حصہ زید سے ۹ درہم وصول کر لے، کیوں کہ اس نے خالص غلام کو مدبر بنایا ہے، اور پہلے اسی نے نقصان کیا ہے۔ بکر کے لیے آگے پانچ حق اور بھی ہیں[۱] اپنے حصے کو مدبر بنا دے[۲] اپنے حصے کو آزاد کر دے[۳] اپنے حصے کو مکاتب بنا دے[۴] غلام سے اپنے حصے کی سعی کرا لے[۵] جس حال میں غلام ہے اس کو اسی حال میں چھوڑ دے۔[۶] اور یہ چھٹا اختیار کہ مدبر بنانے والے سے خالص غلام کی ایک تہائی قیمت لے لے۔

پھر زید مدبر بنانے والے کو یہ حق ہے کہ عمر آزاد کرنے والے سے مدبر غلام کی قیمت ایک تہائی لے لے، مدبر کی غلام کی قیمت ۱۸ درہم رہ گئی تھی اس کی ایک تہائی ۶ درہم ہوتی ہے، یہ ۶ درہم زید عمر سے وصول کرے گا، کیوں کہ عمر نے مدبر کی حالت میں غلام کو آزاد کیا ہے۔

ترجمہ:(۲۲۵۶) صاحبینؒ نے فرمایا کہ پورا غلام شروع میں مدبر بنانے والے کو ملے گا اور اپنے دونوں شریک کے لیے دو تہائی قیمت کا ضامن بنے گا، مدبر بنانے والا آزاد ہو یا تنگ دست ہو۔

تشریح: صاحبینؒ کے نزدیک مدبر ہونے میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لیے جیسے ہی پہلے شریک زید نے مدبر بنایا وہ پورا غلام مدبر بن گیا اور زید کا ہی ہوگیا، اب زید پر دونوں شریکوں کی دو تہائی قیمت لازم ہوگی، اور غلام زید کی جانب سے آزاد ہوگا، اور غلام کی ولاء بھی زید کو ہی ملے گی۔ اور یہاں زید پورے غلام کا مالک بنا ہے اس لیے زید مالدار ہو یا تنگ دست دونوں صورتوں میں ضمان دینا ہوگا، آزاد کرنے صورت میں آزاد کرنے والا غلام کا مالک نہیں بنتا اس لیے وہاں یہ ہے کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو تو ضمان دیگا، اور تنگ دست ہو تو ضمان نہیں دیگا۔

ترجمہ:ا اس مسئلے کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدبر ہونے کا ٹکڑا نہیں ہوتا، خلاف صاحبینؒ کے [انکے یہاں مدبر بنانا ٹکڑا ہوتا ہے] جیسے کہ آزاد کرنے میں ٹکڑا ہوتا ہے، کیوں کہ مدبر بنانا آزاد کرنے کا ہی ایک شعبہ ہے، تو آزاد کرنے مدبر کا حال ہوگا

تشریح: یہ قاعدہ گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مدبر بنانا ٹکڑا ہوسکتا ہے، کیوں کہ وہ آزادگی ہی ایک شاخ ہے اور آزاد کرنے میں ٹکڑا ہوتا ہے، اسی طرح مدبر بنانے میں بھی ٹکڑا ہوگا۔ اور صاحبینؒ کا قاعدہ گزرا کہ انکے یہاں آزاد کرنے میں ٹکڑا نہیں ہوتا تو مدبر بنانے میں بھی ٹکڑا نہیں ہوگا۔

مُعْتَبَرًا بِهِ، ۲ۛ وَلَمَّا كَانَ مُتَجَزِّأً عِنْدَهُ اقْتَصَرَ عَلَى نَصِيبِهِ، وَقَدْ أَفْسَدَ بِالتَّدْبِيرِ نَصِيبَ الْآخَرَيْنِ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُدَبِّرَ نَصِيبَهُ أَوْ يُعْتِقَ أَوْ يُكَاتِبَ أَوْ يُضَمِّنَ الْمُدَبِّرَ أَوْ يَسْتَسْعِيَ الْعَبْدَ أَوْ يَتْرُكَهُ عَلَى حَالِهِ لِأَنَّ نَصِيبَهُ بَاقٍ عَلَى مِلْكِهِ فَاسِدٌ بِإِفْسَادِ شَرِيكِهِ حَيْثُ سَدَّ عَلَيْهِ طُرُقَ الِانْتِفَاعِ بِهِ بَيْعًا وَهِبَةً عَلَى مَا مَرَّ، ۳ۛ فَإِذَا اخْتَارَ أَحَدُهُمَا الْعِتْقَ تَعَيَّنَ حَقُّهُ فِيهِ وَسَقَطَ اخْتِيَارُهُ غَيْرَهُ ۴ۛ فَتَوَجَّهَ لِلسَّاكِتِ سَبَبُ ضَمَانِ تَدْبِيرِ الْمُدَبِّرِ وَإِعْتَاقِ هَذَا الْمُعْتَقِ، غَيْرَ أَنَّ لَهُ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُدَبِّرَ لِيَكُونَ الضَّمَانُ ضَمَانَ مُعَاوَضَةٍ إِذْ هُوَ الْأَصْلُ حَتَّى

ترجمہ:۲ۛ اور جب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدبر کا ٹکڑا ہو سکتا ہے تو مدبر بنانے والے کا حصہ ہی مدبر بنے گا، لیکن اس نے مدبر بنا کر اپنے شریک کے حصے کو خراب کیا، اس لیے دونوں شریکوں کو یہ حق ہوگا کہ [۱] کہ اپنے حصے کو بھی مدبر بنادے [۲] یا آزاد کردے [۳] یا مکاتب بنادے [۴] یا مدبر بنانے والے شریک کو ضامن بنائے [۵] یا غلام سے سعی کرالے، [۶] یا اپنی حالت پر غلام کو چھوڑ دے [یعنی غلام شریک کا مدبر بنا رہے] اس لیے کہ باقی دونوں شریکوں کا حصہ انکی ملکیت پر باقی ہے، لیکن شریک کے خراب کرنے سے وہ خراب ہو چکا ہے، کیوں کہ اب اس غلام کو نہ بیچ سکتا ہے اور نہ ہبہ کرسکتا ہے، جیسا کہ اوپر گزر گیا۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدبر آزادی ٹکڑا ہوتا ہے اس لیے زید کے مدبر بنانے کے بعد عمر اور بکر کا حصہ انکا مملوک رہے گا، اس لیے اب ان دونوں کو چھ اختیار ہوں گے۔ [۱] کہ اپنے حصے کو بھی مدبر بنادے [۲] یا آزاد کردے [۳] یا مکاتب بنادے [۴] یا مدبر بنانے والے شریک کو ضامن بنائے [۵] یا غلام سے سعی کرالے، [۶] یا اپنی حالت پر غلام کو چھوڑ دے [یعنی غلام شریک کا مدبر بنا رہے]، البتہ اپنا حصہ نہ بیچ سکتا ہے اور نہ ہبہ کرسکتا ہے، کیوں کہ مدبر بنانے کی وجہ سے اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے۔

ترجمہ:۳ۛ پس جب کہ دو شریک میں سے ایک نے آزاد کرنا اختیار کیا تو اس کا حق آزاد کرنے میں متعین ہو گیا، اور باقی پانچ اختیار ساقط ہو گئے۔

تشریح: دوسرے شریک یعنی عمر نے آزاد کرنا پسند کیا تو اس کے لیے باقی پانچ اختیار ختم ہو گئے، اب اس کے لیے انکا حصہ آزاد کرنا متعین ہو گیا۔

ترجمہ:۴ۛ اب جو شریک چپ رہا وہ مدبر کرنے والے سے ضمان لے سکتا ہے، اور آزاد کرنے والے سے بھی ضمان لے سکتا ہے، لیکن یہاں بات یہ ہے کہ مدبر کرنے والے سے ہی ضمان لیگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ مدبر سے ضمان معاوضہ کا ضمان ہے، اس لیے کہ وہ اصل ہے، یہی وجہ ہے کہ غصب کا ضمان معاوضہ کا ضمان شمار کرتے ہیں، ہمارے قاعدے پر، اور مدبر بنانے میں یہ معاوضہ کا ضمان بنانا ممکن ہے، اس لیے کہ مدبر بنانے کے بعد ایک ملک سے دوسرے کی ملک کی طرف منتقل کرنا ممکن ہے، اور آزد کرنے کی صورت میں یہ شکل نہیں ہے۔

تشریح: بکر جو شریک ساکت تھا اس کے لیے دو صورتیں ہیں [۱] ایک تو یہ کہ آزاد کرنے والے کو ضامن بنائے، [۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدبر بنانے والے کو ضامن بنائے، لیکن یہاں مدبر بنانے والے ہی کو ضامن بنائے گا، آزاد کرنے والے کو ضامن نہیں بنائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے والے کو ضامن بنایا تو یہ ضمان فساد ہوگا، ضمان ملک نہیں ہوگا، اور مدبر بنانے والے کو ضامن بنایا تو یہ ضمان ملک ہوگا، کیوں کہ مدبر کو مدبر ہونے کی حالت میں دوسرے کی ملک کی طرف منتقل کرسکتا ہے، یعنی زید کا دو حصہ اب مدبر بن

جُعِلَ الْغَصْبُ ضَمَانَ مُعَاوَضَةٍ عَلَى أَصْلِنَا، وَأَمْكَنَ ذٰلِكَ فِي التَّدْبِيرِ لِكَوْنِهِ قَابِلًا لِلنَّقْلِ مِنْ مِلْكٍ إِلَى مِلْكٍ وَقْتَ التَّدْبِيرِ، وَلَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ فِي الْإِعْتَاقِ ۵ لِأَنَّهُ عِنْدَ ذٰلِكَ مُكَاتَبٌ أَوْ حُرٌّ عَلَى اخْتِلَافِ الْأَصْلَيْنِ، وَلَا بُدَّ مِنْ رِضَا الْمُكَاتَبِ بِفَسْخِهِ حَتَّى يَقْبَلَ الِانْتِقَالَ فَلِهٰذَا يَضْمَنُ الْمُدَبِّرُ، ۶ ثُمَّ لِلْمُدَبِّرِ أَنْ يُضَمِّنَ الْمُعْتِقَ ثُلُثَ قِيمَتِهِ مُدَبَّرًا لِأَنَّهُ أَفْسَدَ عَلَيْهِ نَصِيبَهُ مُدَبَّرًا، وَالضَّمَانُ يَتَقَدَّرُ بِقِيمَةِ الْمُتْلَفِ، وَقِيمَةُ الْمُدَبَّرِ ثُلُثَا قِيمَتِهِ قِنًّا عَلَى مَا قَالُوا. وَلَا يُضَمِّنُهُ قِيمَةَ مَا مَلَكَهُ بِالضَّمَانِ مِنْ جِهَةِ السَّاكِتِ لِأَنَّ مِلْكَهُ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا

جائے گا، اس لیے شریک ساکت صرف مدبر بنانے والے سے اپنے حصے کا ضمان لی سکتا ہے۔

لغت: ضمان دو قسم کے ہوتے ہیں [۱] ایک ہے ایسا ضمان جس سے ضمان دینے والا اس کا مالک ہو جائے، جیسے مدبر کرنے والا باقی حصے کا ضمان دیگا تو یہ باقی حصے کا بھی مالک بن جائے گا، اس کو ضمان معاوضہ، کہتے ہیں۔، ضمان میں معاوضہ اصل ہے۔

[۲] دوسرا ہے ضمان افساد:، اس کو ضمان جنایت بھی کہتے ہیں۔ ایک آدمی نے دوسرے کے حصے کو نقصان پہنچایا اس لیے اس پر ضمان لازم ہو رہا ہے، جیسے شریک نے غلام کا اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس پر شریک ساکت کا بھی ضمان لازم ہوتا ہے، یہ ضمان دینے کی وجہ سے غلام کے باقی حصے کا مالک نہیں بنے گا، کیوں کہ وہ تو آزاد ہو چکا ہے، لیکن شریک ساکت کے حصے کو خراب کرنے کی وجہ سے اس پر ضمان لازم ہوا ہے اس کو ضمان فساد، ضمان جنایت، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۵ اس لیے آزاد کرنے کے وقت، یا تو آزاد شدہ غلام مکاتب بنے گا، یا آزاد بنے گا دو قاعدوں کے اختلاف پر، اور کتابت کو فسخ کرنے کے لیے مکاتب کی رضا مندی ضروری ہے، پھر وہ ایک ملک سے دوسرے کی ملک کی طرف منتقل ہو سکتا ہے، اس لیے مدبر کرنے والے کو ہی ضامن بنانا چاہئے۔

تشریح: مدبر بنانے والے کو ضامن بنایا جائے اس کے لیے یہ دلیل ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ آزاد شدہ غلام کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ مکمل آزاد ہو گیا، جیسا کہ صاحبین کی رائے ہے یا وہ مکاتب کے درجے میں ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے، پس اگر اس کو مکاتب سمجھا جائے تو مکاتب کی رضا مندی سے کتابت ختم ہوگی، اور مکاتب دوبارہ غلام بنے گا، پھر وہ دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل ہو سکے گا، اس میں دوسرے کی ملکیت کی طرف منتقل ہونے کے لیے مکاتب کی رضا مندی کی ضرورت ہے، جو لمبا چکر ہے۔ اور اگر ہم مدبر بنانے والے کو ضامن بنا دیں تو شریک ساکت کا حصہ آسانی سے مدبر بنانے والے کی طرف منتقل ہو جائے گا، اس لیے مدبر بنانے والے کو ہی ضامن بنانا بہتر ہے۔

ترجمہ: ۶ اور مدبر بنانے والے کو یہ حق ہے کہ آزاد کرنے والے سے مدبر غلام کی ایک تہائی کا ضمان لے لے، اس لیے کہ آزاد کرنے والے نے مدبر کے حصے کا نقصان پہنچایا ہے، اور ضمان ہلاک کرنے کے مقدار ہوتا ہے، اور مدبر کی قیمت خالص غلام کی قیمت سے دو تہائی ہوتی ہے، جیسا کہ علماء نے کہا ہے، اور شریک ساکت کو جتنا ضمان دیا ہے وہ ضمان آزاد کرنے والے سے نہیں لے گا، کیوں کہ آزاد کرنے والے نے مدبر کی حالت میں آزاد کیا ہے۔

تشریح: خالص غلام کی قیمت ۲۷ درہم ہے اور مدبر کی قیمت ایک تہائی کم ہو کر ۱۸ درہم ہے۔ مثلاً زید نے شریک ساکت بکر کو خالص

وَهُوَ ثَابِتٌ مِنْ وَجْهٍ دُونَ وَجْهٍ، فَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ التَّضْمِينِ.ے وَالْوَلَاءُ بَيْنَ الْمُعْتِقِ وَالْمُدَبِّرِ أَثْلَاثًا ثُلُثَاهُ لِلْمُدَبِّرِ وَالثُّلُثُ لِلْمُعْتِقِ لِأَنَّ الْعَبْدَ عَتَقَ عَلَى مِلْكِهِمَا عَلَى هَذَا الْمِقْدَارِ. ۸ وَإِذَا لَمْ يَكُنْ التَّدْبِيرُ مُتَجَزِّيًا عِنْدَهُمَا صَارَ كُلُّهُ مُدَبَّرًا لِلْمُدَبِّرِ وَقَدْ أَفْسَدَ نَصِيبَ شَرِيكَيْهِ لِمَا بَيَّنَّا فَيَضْمَنُهُ وَلَا يَخْتَلِفُ بِالْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ لِأَنَّهُ ضَمَانُ تَمَلُّكٍ فَأَشْبَهَ الِاسْتِيلَادَ، بِخِلَافِ الْإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ ضَمَانُ جِنَايَةٍ، وَالْوَلَاءُ كُلُّهُ لِلْمُدَبِّرِ

غلام کی ایک تہائی قیمت ۹ درہم ادا کیا تھا، اب زید عمر آزاد کرنے والے سے ایک تہائی غلام کا ضمان لے گا تو یہ خالص غلام کی قیمت ۹ درہم نہیں لے گا، بلکہ یہ مدبر غلام کی ایک تہائی قیمت ۶ چھ درہم وصول کرے گا۔

وجه: کیوں کہ عمر نے جو آزاد کیا ہے وہ خالص غلام کو آزاد نہیں کیا ہے، بلکہ زید نے اس کو مدبر بنا دیا تھا، اور اس کی قیمت ۱۸ درہم ہو چکی تھی تب اس کو آزاد کیا تھا، اس لیے ۱۸ درہم کی تہائی ۶ چھ درہم ہی زید عمر سے وصول کرے گا۔

لغت: لان ملکه ثبت مستندا، و هذا ثابت من وجه دون وجه فلا یظهر فی حق التضمین: یہ ایک منطقی محاورہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ زید نے رقم تو ادا کی ہے خالص غلام کی تہائی کی لیکن عمر نے جو آزاد کیا ہے وہ خالص غلام کو آزاد نہیں کیا ہے بلکہ مدبر کی حالت میں آزاد کیا ہے، اس لیے مدبر کی ایک تہائی کا ضامن بنے گا۔

ترجمه: ےاور غلام کی ولاء آزاد کرنے والے اور مدبر بنانے والے کے درمیان تقسیم ہوگی، دو تہائی مدبر بنانے والے کو ملے گی، اور ایک تہائی آزاد کرنے والے کو ملے گی، اس لیے کہ غلام اسی انداز پر آزاد ہوا ہے۔

تشریح: یہاں مدبر بنانے والے کی جانب سے دو حصے آزاد ہوئے ہیں ایک زید کا اپنا حصہ اور دوسرا شریک ساکت کو ضمان دیکر حصہ لیا تھا وہ حصہ، اس لیے مدبر بنانے والے کو دو حصے ملیں گے، اور آزاد کرنے والے عمر کا ایک حصہ ملے گا، کیوں کہ اس کی جانب سے ایک ہی حصہ آزاد ہوا ہے۔

ترجمه: ۸ اور صاحبین کے نزدیک مدبر ہونے کا ٹکڑا نہیں ہوتا اس لیے پورا غلام مدبر بنانے والے کا مدبر بن جائے گا، اور اس نے اپنے دونوں شریکوں کو نقصان دیا ہے، اس لیے دونوں شریک کا ضامن بنے گا، اور مدبر بنانے والا مالدار ہو یا غریب دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہاں مالک بننے کا ضمان ہے، اس لیے ام ولد بنانے کی طرح ہو گیا، بخلاف آزاد کرنے کے، اس لیے کہ وہاں تو جنایت کرنے کا ضمان ہے، اور ولاء پوری کی پوری مدبر بنانے والے کی ہوگی۔

تشریح: صاحبین کا قاعدہ گزرا کہ مدبر بنانا آزاد کرنے کی طرح ہے، یعنی مدبر بنانے میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لیے جیسے ہی مدبر بنایا تو پورا غلام مدبر بن گیا، اور پورا غلام مدبر بنانے والے زید کا ہو گیا، اب عمر آزاد بھی نہیں کر سکتا۔ اب زید پر دونوں شریکوں کا ضمان لازم ہوگا، اور اس ضمان کے ذریعہ باقی دونوں حصوں کا مالک بنے گا، اس لیے زید چاہے مالدار ہو یا تنگ دست ہر صورت میں ضمان دینا ہوگا، کیوں کہ یہ ضمان تملک ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ دو شریک میں سے ایک نے باندی سے بچہ پیدا کر کے ام ولد بنا لیا تو اس پر دوسرے شریک کا ضمان لازم ہوگا، چاہے ام ولد بنانے والا مالدار ہو یا تنگ دست، اور یہ آدمی دوسرے کے حصے کا بھی مالک بن جائے گا، اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ اور چونکہ پورا غلام مدبر بنانے والے کا ہو گیا، اس لیے پوری ولاء بھی مدبر بنانے والے کو ہی ملے گی۔

وَهَذَا ظَاهِرٌ. (٢٢٥٧)وَإِذَا كَانَتْ جَارِيَةٌ بَيْنَ رَجُلَيْنِ زَعَمَ أَحَدُهُمَا أَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ لِصَاحِبِهِ وَأَنْكَرَ ذٰلِكَ الْآخَرُ فَهِيَ مَوْقُوفَةٌ يَوْمًا وَيَوْمًا تَخْدُمُ الْمُنْكِرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: إِنْ شَاءَ الْمُنْكِرُ اسْتَسْعَى الْجَارِيَةَ فِي نِصْفِ قِيمَتِهَا ثُمَّ تَكُونُ حُرَّةً لَا سَبِيلَ عَلَيْهَا ١﴿ لَهُمَا أَنَّهُ لَمَّا لَمْ يُصَدِّقْهُ صَاحِبُهُ انْقَلَبَ إِقْرَارُ الْمُقِرِّ عَلَيْهِ كَأَنَّهُ اسْتَوْلَدَهَا فَصَارَ كَمَا إِذَا أَقَرَّ الْمُشْتَرِي عَلَى الْبَائِعِ أَنَّهُ أَعْتَقَ الْمَبِيعَ قَبْلَ الْبَيْعِ يُجْعَلُ كَأَنَّهُ أَعْتَقَ كَذَا هَذَا فَتَمْتَنِعُ الْخِدْمَةُ وَنَصِيبُ الْمُنْكِرِ عَلَى مِلْكِهِ فِي الْحُكْمِ فَيَخْرُجُ إِلَى الْإِعْتَاقِ بِالسِّعَايَةِ كَأُمِّ وَلَدِ

ترجمہ: (٢٢٥٧) ایک باندی دو آدمیوں کے درمیان میں ہو، ان میں سے ایک نے یہ گمان کیا کہ یہ دوسرے کی ام ولد ہے، لیکن دوسرے شریک نے اس کا انکار کر دیا، تو باندی ایک دن توقف کرے گی اور دوسرے دن انکار کرنے والے شریک کی خدمت کرے گی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبین نے فرمایا کہ منکر چاہے تو باندی سے اس کی آدھی قیمت کی سعی کرا لے پھر وہ آزاد ہو جائے، اقرار کرنے والے کا اس پر کوئی راستہ نہیں ہے، یعنی اقرار کرنے والا سعی نہیں کرا سکتا ہے۔

تشریح: یہ دو اصول یاد رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزادگی کا ٹکڑا ہو سکتا ہے اس لیے اقرار کرنے والے کی جانب سے ام ولد آزاد ہوگی، اور انکار کرنے والے کی خدمت کرے گی، کیوں کہ اس کے حق میں ابھی بھی باندی ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک ٹکڑا نہیں ہوگا، اس لیے ام ولد ہونے کی وجہ سے پوری باندی آزاد ہو جائے گی، البتہ انکار کرنے والے کو اپنی قیمت کما کر دے گی۔

اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ باندی زید اور عمر کے درمیان مشترک تھی، زید نے اقرار کیا کہ عمر نے اس باندی کو اپنا ام ولد بنا لیا ہے، اور عمر اس کا انکار کرتا ہے۔ اب ابوحنیفہؒ کے نزدیک، انکار کرنے والے کا حصہ باندی رہے گی اس لیے اس کی خدمت کرے گی، اور اقرار کرنے والے نے جب یہ کہا کہ دوسرے نے ام ولد بنایا ہے تو گویا کہ اس نے یہ کہا کہ یہ آزاد ہو چکی ہے اس لیے باندی اقرار کرنے والے کی خدمت نہیں کرے گی اس کی باری میں وہ بیٹھی رہے گی اور انکار کرنے والے کے حصے میں اس کی خدمت کرے گی۔ اور صاحبین کے یہاں پوری باندی آزاد ہو جائے گی، البتہ انکار کرنے والے کا حصہ کما کر دے گی، اور اقرار کرنے والے کو کچھ بھی نہیں دے گی، کیوں کہ اس نے آزاد ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔

ترجمہ: ١﴿ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب شریک نے ام ولد بنانے کی تصدیق نہیں کی تو اقرار کرنے والے ہی پر اقرار پلٹ جائے گا [یعنی اسی کا حصہ آزاد ہو جائے گا] گویا کہ اس نے ہی باندی کو ام ولد بنایا، جیسے کہ مشتری نے بائع کے بارے میں اقرار کیا ہو کہ اس نے بیچنے سے پہلے آزاد کیا ہے، تو ایسا کر دیا جائے گا گویا کہ مشتری نے ہی آزاد کیا، ایسے ہی یہاں ہوگا، اس لیے اقرار کرنے والے کی خدمت نہیں کرے گی، اور انکار کرنے والے کا حصہ حکم کے اعتبار سے اس کی ملکیت پر ہے اس لیے کما کر کے آزاد ہوگی۔

تشریح: عبارت تھوڑی پیچیدہ ہے۔ یہ صاحبینؒ کی جانب سے دلیل عقلی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب شریک نے مقر کی بات کا انکار کر دیا، تو یہ بات خود مقر پر لوٹ آئی، اور ایسا ہو گیا کہ خود اقرار کرنے والے نے باندی کو ام ولد بنائی، یعنی مقر کے حق میں باندی آزاد ہوگئی، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، مشتری نے یہ اقرار کیا کہ بائع نے بیچنے سے پہلے اس غلام کو آزاد کیا ہے، اور بائع اس کا انکار کرتا ہے، تو بائع کے حق میں غلام آزاد نہیں ہوگا، لیکن مشتری کے حق میں آزاد ہو جائے گا، اور یہ بات خود مشتری پر لوٹ آئے گی، اسی طرح

النَّصْرَانِيِّ إِذَا أَسْلَمَتْ. ۲ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّ الْمُقِرَّ لَوْ صَدَقَ كَانَتْ الْخِدْمَةُ كُلُّهَا لِلْمُنْكِرِ، وَلَوْ كَذَبَ كَانَ لَهُ نِصْفُ الْخِدْمَةِ فَيَثْبُتُ مَا هُوَ الْمُتَيَقَّنُ بِهِ وَهُوَ النِّصْفُ، وَلَا خِدْمَةَ لِلشَّرِيكِ الشَّاهِدِ وَلَا اسْتِسْعَاءَ لِأَنَّهُ يَتَبَرَّأُ عَنْ جَمِيعِ ذٰلِكَ بِدَعْوَى الِاسْتِيلَادِ وَالضَّمَانِ، ۳ وَالْإِقْرَارُ بِأُمُومِيَّةِ الْوَلَدِ يَتَضَمَّنُ الْإِقْرَارَ بِالنَّسَبِ وَهُوَ أَمْرٌ لَازِمٌ لَا يَرْتَدُّ بِالرَّدِّ، فَلَا يُمْكِنُ أَنْ يُجْعَلَ الْمُقِرُّ كَالْمُسْتَوْلِدِ.(۲۲۵۸)وَإِنْ كَانَتْ أُمُّ وَلَدٍ بَيْنَهُمَا فَأَعْتَقَهَا أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُوسِرٌ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، وَقَالَا: يَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهَا ۱ لِأَنَّ مَالِيَّةَ أُمِّ الْوَلَدِ غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَهُ وَمُتَقَوِّمَةٌ عِنْدَهُمَا، وَعَلَى هٰذَا الْأَصْلِ تُبْتَنَى

یہاں خود اقرار کرنے والے کے حق میں باندی ام ولد بنے گی اور باندی اس کے حق آزاد ہو جائے گی، جو منکر ہے اس کے حق میں ملکیت رہے گی، اور سعی کر کے جان چھڑائے گی۔ اس کی بھی ایک مثال دیتے ہیں، جیسے نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو وہ اب نصرانی کی ملکیت میں نہیں رہ سکتی، البتہ اپنی قیمت سعی کر کے دے گی اور جان چھڑائے گی ایسے ہی یہاں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگر اقرار کرنے والا سچا ہو تو پوری خدمت منکر کے لیے ہوگی، اور جھوٹا ہو تو آدھی خدمت ہوگی، اس لیے جو یقینی ہے وہ ثابت ہوگا، اور وہ ہے آدھی خدمت، اور جس شریک نے گواہی دی ہے اس کے لیے نہ خدمت ہوگی اور نہ سعی ہوگی اس لیے کہ دوسرے کے لیے ام ولد کا دعوی کر کے، اور اس پر ضمان کا دعوی کر کے ان دونوں چیزوں سے براءت ظاہر کر دی ہے۔

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے دلیل ہے۔ اقرار کرنے والا اگر سچا ہو کہ یہ باندی میرے شریک کی ام ولد بن گئی ہے، تو اقرار کرنے والے کی خدمت نہیں ہوگی، پوری خدمت منکر کی ہو جائے گی کیوں کہ پوری ام ولد منکر کی ہو چکی ہے۔ اور اگر وہ اس دعوی میں جھوٹا ہو تو آدھی خدمت تو منکر کے لیے ہوگی ہی، اس لیے یقینی والی جو صورت ہے کہ آدھی خدمت منکر کی ہو وہی ہوگی۔ اور مقر نے منکر کے لیے ام ولد کا دعوی کیا تو گویا کہ اس پر ضمان کا بھی دعوی کیا اور اس کے ضمن میں یہ کہا کہ میں باندی سے سعی بھی نہیں کروں گا اور خدمت بھی نہیں لوں، مجھے تو ضمان چاہئے اس لیے وہ نہ اپنے حصے کی سعی کرا سکتا ہے اور نہ خدمت لے سکتا ہے۔

ترجمہ: ۳ اور دوسرے کے لیے ام ولد کا اقرار کرنا نسب کے اقرار کرنے کو بھی شامل ہے، اور یہ امر لازم ہے، رد کرنے سے بھی رد نہیں ہوتا تو ایسا کرنا ممکن نہیں ہے کہ اقرار کرنے والے نے ہی ام ولد بنا لیا۔

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبینؒ کو جواب ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ منکر نے جب انکار کیا تو ایسا شمار کیا جائے گا کہ خود اقرار کرنے والے نے ہی باندی کو ام ولد بنا لیا۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، جب شریک کے لیے ام ولد ہونے کا اقرار کیا تو اس کے ضمن میں یہ بھی اقرار کیا کہ اس کے بچے کا نسب شریک سے ثابت ہوگا، اور شریک کے رد کرنے سے یہ رد بھی نہیں ہوتا اس لیے یہ باندی مقر کی ام ولد نہیں بن سکتی۔

ترجمہ: (۲۲۵۸) اگر دو آدمیوں کے درمیان ام ولد ہو، پھر ان میں سے ایک نے آزاد کر دیا، اور وہ مالدار تھا تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ آدھی قیمت کا ضمان دینا ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ام ولد کی قیمت نہیں لگائی جا سکتی، اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی قیمت لگتی ہے، اور ان دو

عِدَّةٌ مِنْ الْمَسَائِلِ أَوْرَدْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى. ٢ وَجْهُ قَوْلِهِمَا أَنَّهَا مُنْتَفَعٌ بِهَا وَطْئًا وَإِجَارَةً وَاسْتِخْدَامًا، وَهَذَا هُوَ دَلَالَةُ التَّقَوُّمِ، وَبِامْتِنَاعِ بَيْعِهَا لَا يَسْقُطُ تَقَوُّمُهَا كَمَا فِي الْمُدَبَّرِ؛ ٣ أَلَا تَرَى أَنَّ أُمَّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ

اصولوں پر بہت سارے مسائل متفرع ہیں، جن کو میں نے کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: یہاں دو اصول یاد رکھیں تب مسئلہ سمجھ میں آئے گا۔

اصول: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ام ولد کی قیمت نہیں لگتی، اس لیے آزاد کرنے والے پر اس کی قیمت ہی لازم نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) بچہ پیدا کرنے کی وجہ سے ام ولد آقا کی جز بن گئی ہے اس لیے آقا کی زندگی میں اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے (۲) آقا کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گی۔ (۳) یہی وجہ ہے کہ آقا مقروض ہو تب بھی اس کے مرنے کے بعد مقروض کے لیے سعی نہیں کرے گی (۴) ام ولد بیچی نہیں جا سکتی۔ ان چار وجہ سے ام ولد کی کوئی قیمت نہیں لگتی، اس لیے آزاد کرنے والا مالدار ہو تب بھی اس پر شریک کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

اصول: صاحبینؒ کے نزدیک ام ولد کی قیمت لگتی ہے، اس لیے آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اپنے شریک کا ضمان لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) ام ولد سے وطی کی جاتی ہے، اس سے خدمت لی جاتی ہے، اس کو اجرت پر رکھی جاتی ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی قیمت لگے گی، اس لیے آزاد کرنے والا مالدار ہو تو اس پر شریک کا ضمان لازم ہوگا۔

تشریح مسئلہ: دو آدمیوں کے درمیان ایک باندی تھی، اس کو بچہ پیدا ہوا تو دونوں نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے، کسی ایک کے لیے گواہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ باندی دونوں کی ام ولد قرار پائی، اور دونوں سے بچے کا نسب ثابت ہو گیا، ایسے میں ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، تو اس کے مالدار ہونے کے باوجود بھی اس پر شریک کا ضمان لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ام ولد کی کوئی قیمت ہی نہیں لگتی ہے، اس لیے ضمان کا اندازہ کس طرح لگائیں۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی قیمت لگتی ہے اس لیے شریک کا ضمان اس پر لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲ صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ام ولد سے وطی کی جاتی ہے، اجرت پر رکھی جاتی ہے، خدمت لی جاتی ہے، یہ اس کے قیمت لگنے کی دلیل ہے، اور بیچنا ممنوع ہے یہ اس کی قیمت لگنے کو ساقط نہیں کرتا، جیسا کہ مدبر کو بیچ نہیں سکتے، لیکن اس کی قیمت لگتی ہے۔

تشریح: صاحبینؒ کے یہاں ام ولد کی قیمت لگتی ہے اس کی دلیل ہے، کہ ام ولد سے وطی کی جاتی ہے، اس کو اجرت پر رکھی جاتی ہے، اس سے خدمت لی جاتی ہے، یہ سب دلیل ہے کہ ام ولد کی قیمت لگتی ہے، باقی رہا کہ ام ولد کو بیچ نہیں سکتے تو مدبر کو بھی بیچ نہیں سکتے، حالانکہ اس کی قیمت لگتی ہے، اس لیے ام ولد کی بھی قیمت لگے گی۔

ترجمہ: ۳ کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ نصرانی کی ام ولد اگر مسلمان ہو جائے تو اس پر کما کر دینا ہے، اس لیے یہ اس کی قیمت لگنے کی علامت ہے۔

تشریح: یہ بھی صاحبین کی دلیل ہے کہ نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو ام ولد پر اپنی قیمت کما کر دینا ہوتا ہے تب وہ آزاد ہوتی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ام ولد کی قیمت لگتی ہے۔

إِذَا أَسْلَمَتْ عَلَيْهَا السِّعَايَةُ، وَهَذَا آيَةُ التَّقَوُّمِ. ۴ غَيْرَ أَنَّ قِيمَتَهَا ثُلُثُ قِيمَتِهَا قِنَّةً عَلَى مَا قَالُوا لِفَوَاتِ مَنْفَعَةِ الْبَيْعِ وَالسِّعَايَةِ بَعْدَ الْمَوْتِ، بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ لِأَنَّ الْفَائِتَ مَنْفَعَةُ الْبَيْعِ، أَمَّا السِّعَايَةُ وَالِاسْتِخْدَامُ بَاقِيَانِ. ۵ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّ التَّقَوُّمَ بِالْإِحْرَازِ وَهِيَ مُحْرَزَةٌ لِلنَّسَبِ لَا لِلتَّقَوُّمِ وَالْإِحْرَازُ لِلتَّقَوُّمِ تَابِعٌ، وَلِهَذَا لَا تَسْعَى لِغَرِيمٍ وَلَا لِوَارِثٍ بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ، وَهَذَا لِأَنَّ السَّبَبَ فِيهَا مُتَحَقِّقٌ فِي الْحَالِ وَهُوَ الْجُزْئِيَّةُ الثَّابِتَةُ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ، ۶ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يُظْهِرْ عَمَلَهُ فِي حَقِّ الْمِلْكِ

ترجمہ: ۴ یہ اور بات ہے کہ ام ولد کی قیمت خالص باندی کی قیمت سے ایک تہائی ہوتی ہے، جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے، کیوں کہ بیچنے کی منفعت اور آقا کے مرنے کے بعد کما کر دینے کی منفعت ختم ہوگئی، بخلاف مدبر کے بیچنے کی منفعت ختم ہے، لیکن سعی کر کے دینا اور خدمت لینا باقی ہیں۔

تشریح: ام ولد کی قیمت باندی کی قیمت سے تہائی رہ جاتی ہے، مثلا باندی کی قیمت تین ہزار ہے تو ام ولد کی قیمت ایک ہزار ہوگی، اور مدبر کی قیمت دو تہائی باقی رہتی ہے۔

وجہ: باندی میں تین قسم کی منفعت ہے، [۱] بیچنا، [۲] آقا کے مرنے کے بعد اپنی قیمت کما کر مقروض کو دینا، [۳] اور خدمت کرنا، جس میں شامل ہے۔ ام ولد کو نہ بیچ سکتا ہے، اور نہ آقا کے مقروض کو کما کر دیگی، صرف آقا کی زندگی میں خدمت کرے گی، اس لیے اس کی قیمت ایک تہائی رہ جاتی ہے۔ اور مدبر میں دو منفعت باقی رہتی ہے، خدمت کرنا اور آقا کے مرنے کے بعد اگر وہ مقروض ہے تو اس کے قرض خواہ کو اپنی قیمت کما کر دینا، البتہ اس کو بیچ نہیں سکتا، تو چونکہ اس میں دو منفعت ہیں اس لیے اس کی قیمت دو تہائی باقی رہتی ہے۔ ام ولد، اور مدبر میں یہ فرق ہے۔

ترجمہ: ۵ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ قیمت لگانا اس کو محفوظ کرنے کے لیے ہے، اور ام ولد نسب کے لیے محفوظ ہے، قیمت لگانے کے لیے نہیں، قیمت لگانا یہ تابع ہے اسی لیے وہ آقا کے قرض خواہوں کے لیے سعی کر کے نہیں دے گی، اور نہ وارث کے لیے کمائے گی، بخلاف مدبر کے [کہ قرض خواہوں کے لیے کمائے گا]، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ام ولد میں ابھی بھی آزادگی کا سبب متحقق ہو گیا ہے اور وہ بچہ پیدا ہونا ہے، جیسا کہ حرمت مصاہرہ میں معلوم ہوا۔

لغت: التقوم بالاحراز: احراز کا ترجمہ ہے محفوظ کرنا۔ التقوم بالاحراز: کا ترجمہ ہے غلام بیچ کر اس کی قیمت محفوظ رکھی جائے، اور آدمی مالدار بنے۔ محرز للنسب: اس کا مطلب یہ ہے کہ ام ولد بچہ پیدا کرنے کے لیے اور نسب ثابت کرنے کے لیے محفوظ رکھی جاتی ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ام ولد نسب کے لیے، اور بچہ پیدا کرنے کے لیے محفوظ ہے، قیمت کے لیے محفوظ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا کے مرنے کے بعد یہ اس کے قرض خواہوں کو کما کر نہیں دے گی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ام ولد سے بچہ پیدا کیا تو یہ باندی آقا کی جز بن گئی اور آقا کی زندگی ہی میں آزاد ہونے کا سبب بن گیا، اس لیے اس کی قیمت نہیں لگ سکتی، اور مدبر میں آقا کے مرنے کے بعد آزادگی آئے گی، اس لیے ابھی اس کی قیمت لگ سکتی ہے۔

ترجمہ: ۶ مگر ابھی اس کا عمل ظاہر نہیں ہوگا، کیوں کہ باندی سے ابھی نفع حاصل کرنا ہے، اس لیے اس سبب نے قیمت لگانے کو ساقط کر دیا۔

ضَرُورَةَ الِانْتِفَاعِ فَعَمِلَ السَّبَبُ فِي إسْقَاطِ التَّقَوُّمِ، ے وَفِي الْمُدَبَّرِ يَنْعَقِدُ السَّبَبُ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَامْتِنَاعُ الْبَيْعِ فِيهِ لِتَحْقِيقِ مَقْصُودِهِ فَافْتَرَقَا. وَفِي أُمِّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ قَضَيْنَا بِمُكَاتَبَتِهَا عَلَيْهِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ الْجَانِبَيْنِ، وَبَدَلُ الْكِتَابَةِ لَا يَفْتَقِرُ وُجُوبُهُ إلَى التَّقَوُّمِ.

باب عتق احد العبدين

(۲۲۵۹) وَمَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَعْبُدٍ دَخَلَ عَلَيْهِ اثْنَانِ فَقَالَ: أَحَدُكُمَا حُرٌّ ثُمَّ خَرَجَ وَاحِدٌ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمَا حُرٌّ ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يُبَيِّنْ عِتْقَ مِنْ الَّذِي أُعِيدَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِهِ وَنِصْفُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ الْآخَرَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ – رَحِمَهُ اللَّهُ – كَذٰلِكَ إلَّا فِي الْعَبْدِ الْآخَرِ فَإِنَّهُ

تشریح: قاعدے کے اعتبار سے ام ولد آقا کی زندگی میں آزاد ہوجانی چاہئے، کیوں کہ وہ آقا کا جز بن چکی ہے، لیکن چونکہ ابھی اس سے بچہ پیدا کرنا ہے، اور اس سے وطی کرنا ہے، اس لیے ابھی آزادگی نہیں آئے گی، البتہ اس کی قیمت لگانا ممنوع ہوجائے گا۔

ترجمہ: ے اور مدبر میں آزاد ہونے کا سبب آقا کے موت کے بعد ہے، لیکن ابھی اس کو بیچنا اس لیے ممنوع ہے کہ اس میں موت کے بعد آزادگی آسکے، اس لیے ام ولد میں اور مدبر میں فرق ہوگیا۔

تشریح: مدبر میں آزاد ہونے کا سبب آقا کی موت کے بعد ہے، البتہ ابھی اس کو بیچنا اس لیے ممنوع قرار دکہ وہ بعد میں آزاد ہوسکے۔

ترجمہ: ۸ اور نصرانی کی ام ولد میں ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ مکاتبہ بن جائے تاکہ دونوں جانب سے نقصان نہ ہو، اور بدل کتابت میں ضروری نہیں ہے کہ اس کی قیمت لگے۔

تشریح: یہ صاحبین کو جواب ہے، نصرانی کی ام ولد مسلمان ہوجائے تو اس پر اپنی قیمت کو کما دینا پڑتا ہے، تاکہ نصرانی کو قیمت مل جائے اور اس کا کوئی نقصان نہ ہو، اور ام ولد بھی آزاد ہوجائے، تاکہ اسکا بھی نقصان نہ ہو۔ اور اس ام ولد کو مکاتبہ کے درجے میں رکھ دیا، اور مکاتبہ کے درجے میں رکھنے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی قیمت لگے۔ اور جب اس کی قیمت نہیں لگی تو جس شریک نے آزاد کیا اس پر شریک ساکت کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

باب عتق احد العبدین

ترجمہ: (۲۲۵۹) کسی کے تین غلام تھے، اس آقا کے سامنے دو آئے تو آقا نے کہا تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، پھر ایک غلام نکل کر چلا گیا، اور دوسرا غلام آیا، آقا نے پھر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، پھر بیان کئے بغیر آقا کا انتقال ہوگیا، جس پر دو مرتبہ آزاد کیا اس کی تین چوتھائی آزاد ہوئی، اور باقی دو غلاموں کا آدھا آدھا آزاد ہوا، یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک بھی ایسے ہی ہے، البتہ آخری غلام کی بھی ایک چوتھائی ہی آزاد ہوگا۔

تشریح: مثلا خالد کے تین غلام تھے، زید، عمر، اور بکر۔ زید اور عمر گھر میں تھے کہ خالد نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، پھر زید نکل کر چلا گیا، اور بکر داخل ہوا، پھر خالد نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، اور بیان کئے بغیر خالد کا انتقال ہوگیا، تو زید کا آدھا آزاد ہوگا، اور بکر کا بھی آدھا آزاد ہوگا، اور عمر کا پورا آزاد ہونا چاہئے، لیکن اس کا آدھا پہلے آزاد ہوا، اور دوسری مرتبہ کہنے سے اس

يُعْتِقُ رُبُعُهُ ‌ ‌ ۱؎ أَمَّا الْخَارِجُ فَلِأَنَّ الْإِيجَابَ الْأَوَّلَ دَائِرٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الثَّابِتِ، وَهُوَ الَّذِي أُعِيدَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ فَأَوْجَبَ عِتْقَ رَقَبَةٍ بَيْنَهُمَا لِاسْتِوَائِهِمَا فَيُصِيبُ كُلًّا مِنْهُمَا النِّصْفُ، غَيْرَ أَنَّ الثَّابِتَ اسْتَفَادَ بِالْإِيجَابِ الثَّانِي رُبُعًا آخَرَ لِأَنَّ الثَّانِيَ دَائِرٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الدَّاخِلِ، فَيَتَنَصَّفُ بَيْنَهُمَا، ۲؎ غَيْرَ أَنَّ الثَّابِتَ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْحُرِّيَّةِ بِالْإِيجَابِ الْأَوَّلِ فَشَاعَ النِّصْفُ الْمُسْتَحَقُّ بِالثَّانِي فِي نِصْفَيْهِ، فَمَا أَصَابَ الْمُسْتَحِقَّ بِالْأَوَّلِ لَغَا، وَمَا أَصَابَ الْفَارِغَ بَقِيَ فَيَكُونُ لَهُ الرُّبُعُ فَتَمَّتْ لَهُ ثَلَاثَةُ الْأَرْبَاعِ ۳؎ وَلِأَنَّهُ لَوْ أُرِيدَ هُوَ بِالثَّانِي يَعْتِقُ نِصْفُهُ، وَلَوْ أُرِيدَ بِهِ الدَّاخِلُ لَا يَعْتِقُ هَذَا النِّصْفُ فَيَنْتَصِفُ فَيَعْتِقُ مِنْهُ الرُّبُعُ بِالثَّانِي وَالنِّصْفُ بِالْأَوَّلِ، ۴؎ وَأَمَّا الدَّاخِلُ فَمُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ - يَقُولُ: لَمَّا دَارَ الْإِيجَابُ الثَّانِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الثَّابِتِ وَقَدْ أَصَابَ الثَّابِتَ مِنْهُ

کی چوتھائی آزاد ہوگی، اس طرح دو مرتبہ مل کر تین چوتھائی آزاد ہوگی۔

وجہ: پہلی مرتبہ 'احد کما حر' کہنے سے عمر کا آدھا آزاد ہو چکا تھا، اس لیے دوسری مرتبہ آدھے کا آدھا، یعنی ایک چوتھائی ہی آزاد ہوگی، اس طرح دو مرتبہ میں مل کر تین چوتھائی آزاد ہوگی۔ اور زید اور بکر کا آدھا آدھا آزاد ہوگا۔ تفصیل آگے دیکھیں۔

ترجمہ: ۱؎ صورت حال یہ ہے کہ پہلا ایجاب نکلنے والے کے درمیان اور ثابت رہنے والے کے درمیان ہے [ثابت رہنے والا وہی ہے جس پر دو مرتبہ احد کما حر، کہا، تو دونوں کے درمیان ایک غلام آزاد ہوا، کیوں کہ دونوں برابر ہیں، اس لیے دونوں کو آدھی آدھی آزادگی ملے گی۔

تشریح: زید اور عمر کے درمیان احد کما حر کہا تو دونوں کو آدھی آدھی آزادگی مل گئی، اور عمر اور بکر کے درمیان احد کما حر کہا تو بکر کو آدھی آزادگی مل گئی، اور اس مرتبہ عمر کو چوتھائی آزادگی ملی، اور دونوں مرتبہ کی آزادگی مل کر اس کی تین چوتھائی آزادگی بن گئی۔

ترجمہ: ۲؎ یہ اور بات ہے کہ جو برقرار رہا اس کو دوسری مرتبہ احد کما حر، کہنے میں چوتھائی مل گئی [تو اس کی تین چوتھائی بن گئی] اس لیے کہ دوسری مرتبہ احد کما حر کہا تو وہ ثابت کے درمیان اور داخل ہونے والے کے درمیان ہے اس لیے اس کا بھی آدھا ہوگا۔ پس جو مستحق اول پر پڑا وہ بیکار ہو گیا، اور جو فارغ حصے کو پڑا وہ باقی رہا اس لیے اس مرتبہ اس کو چوتھائی ملی، اب اس کے لیے تین چوتھائی پوری ہوگئی۔

تشریح: یہ عبارت دوسری مرتبہ ایک چوتھائی آزاد ہونے کی دلیل ہے، عمر کو دوسری مرتبہ بھی آدھا ملا تھا، لیکن یہ آدھا اس کے آزاد حصے پر بھی پڑا اور اس کے غلام حصے پر بھی پڑا، جو آزاد حصے پر پڑا وہ لغو ہو گیا اور جو غلام حصے پر پڑا وہ آزاد ہو گیا، اس لیے آدھے کا آدھا چوتھائی ہی ملی۔

ترجمہ: ۳؎ اور اس لیے کہ دوسری مرتبہ احد کما حر، بولنے سے عمر ہی مراد ہو تو اس کا آدھا ہی آزاد ہوگا [کیوں کہ آدھا پہلے آزاد ہو چکا ہے، اور اگر بکر مراد ہو تو عمر کا آدھا آزاد نہیں ہوگا، اس لیے آدھے کا بھی آدھا کر دیا جائے اور دوسری مرتبہ کے ایجاب سے چوتھائی آزاد ہو، اور پہلی مرتبہ کے ایجاب سے آدھا آزاد ہوا ہے [اس لیے مل کر تین چوتھائی ہوئی]

تشریح: چوتھائی آزاد ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے، دوسری مرتبہ ,احد کما حر، کہنے سے عمر ہی مراد ہو، تو اس کا آدھا پہلے آزاد ہو چکا ہے، اس لیے باقی آدھا ہی آزاد ہوگا، اور یہ آدھا دو آدمیوں کے درمیان میں تقسیم ہو جائے گا اس لیے عمر کے حق میں چوتھائی ہی رہی۔

ترجمہ: ۴؎ جو بعد میں داخل ہونے والا بکر ہے تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسری مرتبہ احد کما حر کہنے سے ثابت کو چوتھائی ملے گی تو داخل کو

الرُّبُعُ فَكَذَلِكَ يُصِيبُ الدَّاخِلَ ۵ وَهُمَا يَقُولَانِ إِنَّهُ دَائِرٌ بَيْنَهُمَا، وَقَضِيَّتُهُ التَّنْصِيفُ وَإِنَّمَا نَزَلَ إِلَى الرُّبُعِ فِي حَقِّ الثَّابِتِ لِاسْتِحْقَاقِهِ النِّصْفَ بِالْإِيجَابِ الْأَوَّلِ كَمَا ذَكَرْنَا، وَلَا اسْتِحْقَاقَ لِلدَّاخِلِ مِنْ قَبْلُ فَيَثْبُتُ فِيهِ النِّصْفُ. قَالَ (۲۲۶۰) فَإِنْ كَانَ الْقَوْلُ مِنْهُ فِي الْمَرَضِ قَسَّمَ الثُّلُثَ عَلَى هٰذَا ۱ وَشَرْحُ ذٰلِكَ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ سِهَامِ الْعِتْقِ وَهِيَ سَبْعَةٌ عَلَى قَوْلِهِمَا لِأَنَّا نَجْعَلُ كُلَّ رَقَبَةٍ عَلَى أَرْبَعَةٍ لِحَاجَتِنَا إِلَى ثَلَاثَةِ الْأَرْبَاعِ فَنَقُولُ: يَعْتِقُ مِنَ الثَّابِتِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ وَمِنَ الْآخَرَيْنِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَهْمَانِ فَيَبْلُغُ سِهَامُ الْعِتْقِ سَبْعَةً، وَالْعِتْقُ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ وَصِيَّةٌ وَمَحَلُّ نَفَاذِهَا الثُّلُثُ، فَلَا بُدَّ أَنْ يُجْعَلَ سِهَامُ الْوَرَثَةِ ضِعْفَ ذٰلِكَ فَيُجْعَلَ كُلُّ رَقَبَةٍ عَلَى سَبْعَةٍ وَجَمِيعُ الْمَالِ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ فَيَعْتِقُ مِنَ الثَّابِتِ ثَلَاثَةٌ وَيَسْعَى فِي أَرْبَعَةٍ وَيَعْتِقُ مِنَ الْبَاقِيَيْنِ مِنْ كُلِّ مِنْهُمَا سَهْمَانِ وَيَسْعَى فِي خَمْسَةٍ،

بھی چوتھائی ہی ملے گی، اور [بکر کی بھی چوتھائی آزاد ہوگی۔

تشریح: پہلے گزرا کہ عمر جو ثابت تھا اس کو چوتھائی آزادگی ملی تھی تو جو داخل ہو رہا ہے، یعنی بکر اس کو بھی چوتھائی ہی ملے گی اور اس کی بھی چوتھائی ہی آزاد ہوگی۔

ترجمہ: ۵ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ایک پورے غلام کی آزادگی دو آدمیوں کے درمیان میں ہے اس لیے بکر کو آدھا ملنا چاہئے، اور ثابت کے بارے میں چوتھائی آئی ہے وہ اس بنا پر کہ اس کا آدھا پہلے آزاد ہو چکا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، اور جو داخل ہونے والا ہے اس کو پہلے کچھ نہیں ملا ہے اس لیے اس کو آدھا ملے گا۔

تشریح: یہ شیخینؒ کی جانب سے امام محمدؒ کو جواب ہے۔ کہ احدکما حر سے ایک پورا غلام آزاد ہوگا، اس لیے آدھا بکر کو ملے گا اور آدھا عمر کو ملنا چاہئے، لیکن عمر کا پہلے آدھا آزاد ہو چکا ہے، اس لیے اس کو چوتھائی ملی، تاہم بکر آدھا ہی ملنا چاہئے۔

ترجمہ: (۲۲۶۰) اور اگر یہی بات مرض الموت کی حالت میں کہی تو اوپر کے حساب پر تہائی کو تقسیم کی جائے گی۔

ترجمہ: ۱ اس کی شرح یہ ہے کہ آزادگی کے سب حصوں کو جمع کیا جائے گا، اور وہ شیخینؒ کے قول پر سات حصے ہیں، اس لیے ہر غلام کے چار حصے کئے جائیں گے، کیوں کہ ہم کو تین چوتھائی کی ضرورت ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ جو ثابت رہا اس کی تین چوتھائی آزاد ہوئی، اور دوسرے دو کے دو دو حصے، پس آزاد ہونے کے حصے سات ہو گئے، اور مرض الموت میں آزاد کرنا وصیت ہے، اور اس کے نفاذ کا محل تہائی ہے، اس لیے ورثہ کے حصے کو اس کا تین گنا حصہ کر دیا جائے گا، اس لیے ہر غلام کو سات سات حصوں پر تقسیم کر دیا جائے گا، اور تمام مال اکیس حصے قرار دیا جائے گا، پس جو ثابت رہا اس کا سات میں تین حصے آزاد ہوئے، اور باقی چار حصوں کی سعی کرے گا، اور باقی دونوں غلاموں کے دو دو حصے آزاد ہوئے، اور پانچ پانچ حصوں کی سعی کرے گا، پس اگر آپ غور کریں گے اور جمع کریں گے، تو اکیس سے دو تہائی اور دو تہائی کا مسئلہ صحیح آئے گا۔

اصول: اصول یہ ہے کہ مرض الموت میں پورا مال وصیت کرے تو ایک تہائی ہی میں نافذ ہوتی ہے، اور باقی دو تہائی ورثہ میں تقسیم ہوتی ہے۔

تشریح: مسئلہ اوپر کا ہی ہے، تین غلام تھے زید، عمر، بکر۔

دو غلام زید اور عمر کمرے میں تھے انکو، احدکما حر، کہا، پھر زید چلا گیا، اور تیسرا غلام بکر کمرے میں داخل ہوا، پھر کہا، احدکما حر، تم

۲؎ فَإِذَا تَأَمَّلْتَ وَجَمَعْتَ اسْتَقَامَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثَانِ. ۳؎ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يُجْعَلُ كُلُّ رَقَبَةٍ عَلٰى سِتَّةٍ لِأَنَّهُ يَعْتِقُ مِنْ الدَّاخِلِ عِنْدَهُ سَهْمٌ فَنَقَصَتْ سِهَامُ الْعِتْقِ بِسَهْمٍ وَصَارَ جَمِيعُ الْمَالِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ، وَبَاقِي التَّخْرِيجِ مَا مَرَّ.

دونوں میں سے ایک آزاد ہو، اور یہ بات آقا نے اپنے مرض الموت میں کہی، تو پہلے جتنا آزاد ہوا تھا اس کی دو تہائی کم ہو جائے گی، اور ایک ہی تہائی آزاد ہوگی۔ اور مسئلہ اس طرح بنے گا

پہلے مسئلہ ۴ سے چلائیں، کیوں کہ جو غلام عمر ثابت اور برقرار رہا اس کی تین چوتھائی آزاد ہوگی، اس لیے مسئلہ چار سے چلے گا، زید کا آدھا آزاد ہوا یعنی چار میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اور عمر کی تین چوتھائی، یعنی چار میں سے تین حصے آزاد ہوئے، اور بکر کے چار میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اب سب ملا کر آزاد شدہ حصے ۲+ ۳+ ۲ = ۷ سات حصے ہوئے۔

اب تینوں غلاموں میں سات سات حصے بنائیں تو ۳×۷ = ۲۱، اکیس حصے ہوئے، اس اکیس حصوں میں ۱۴ چودہ حصے آزاد نہیں ہوں گے اور سات حصے ہی آزاد ہوں گے۔

اور حساب اس طرح بنے گا۔

زید کا سات میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اور باقی پانچ حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

عمر کا سات میں سے تین حصے آزاد ہوئے، اور باقی چار حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

بکر کا سات میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اور باقی پانچ حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

ترجمہ: ۲؎ اذا تاملت و جمعت استقام الثلث و الثلثان: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آپ ۲۱ حصوں کو جمع کریں گے اور غور کریں گے تو اس سے دو تہائی، اور ایک تہائی کا حساب صحیح بیٹھے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر غلام کا چھ چھ حصے کیا جائے گا، اس لیے کہ جو بعد میں داخل ہوا ہے اس کا ایک حصہ ہی آزاد ہوا ہے، اس لیے سات میں سے ایک حصہ کم ہوگا، اور تمام مال کا ۱۸ حصے ہوں گے، اور باقی حساب اوپر کی ہی طرح ہوگا۔

تشریح: امام محمدؒ کے نزدیک تیسرے غلام کی ایک چوتھائی آزاد ہوئی تھی اس لیے انکے یہاں مسئلہ ۶ سے بنے گا۔ زید چار میں سے ۲ حصے، عمر کے چار میں سے ۳ حصے، اور بکر کا چار میں سے ایک حصہ، اس طرح سب ملا کر ۶ حصے ہوئے، اور تینوں غلاموں کے چھ چھ حصے بنائیں تو کل اٹھارہ ۱۸ حصے بنیں گے۔ حساب اس طرح ہوگا

زید کا چھ میں سے دو حصے آزاد ہوئے، اور باقی چار حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

عمر کا چھ میں سے تین حصے آزاد ہوئے، اور باقی تین حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

بکر کا چھ میں سے ایک حصہ آزاد ہوا، اور باقی پانچ حصوں کو کما کر ورثہ کو دیں گے۔

اس طرح مجموعی غلاموں کے چھ حصے آزاد ہوئے اور بارہ حصے کما کر ورثہ کو ادا کریں گی، اور کل ملا کر اٹھارہ حصے ہوئے، کلکیولیٹر لگا کر خود بھی حساب کر لیں۔

(۲۲۶۱)وَلَوْ كَانَ هٰذَا فِي الطَّلَاقِ وَهُنَّ غَيْرُ مَدْخُولَاتٍ وَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْبَيَانِ سَقَطَ مِنْ مَهْرِ الْخَارِجَةِ رُبْعُهُ، وَمِنْ مَهْرِ الثَّابِتَةِ ثَلَاثَةُ أَثْمَانِهِ وَمِنْ مَهْرِ الدَّاخِلَةِ ثُمُنُهُ، لـ قِيلَ هَذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللَّهُ – خَاصَّةً، وَعِنْدَهُمَا يَسْقُطُ رُبْعُهُ، وَقِيلَ هُوَ قَوْلُهُمَا أَيْضًا، وَقَدْ ذَكَرْنَا الْفَرْقَ وَتَمَامَ تَفْرِيعَاتِهَا فِي الزِّيَادَاتِ.

(۲۲۶۲)وَمَنْ قَالَ لِعَبْدَيْهِ أَحَدُكُمَا حُرٌّ فَبَاعَ أَحَدَهُمَا أَوْ مَاتَ أَوْ قَالَ لَهُ أَنْتَ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِي عَتَقَ الْآخَرُ لـ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مَحَلًّا لِلْعِتْقِ أَصْلًا بِالْمَوْتِ وَلِلْعِتْقِ مِنْ جِهَتِهِ بِالْبَيْعِ وَلِلْعِتْقِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ بِالتَّدْبِيرِ فَتَعَيَّنَ الْآخَرُ،

ترجمہ: (۲۲۶۱)اگر اسی طرح کی بات کی طلاق میں اور تینوں بیبیاں بغیر دخول کی تھیں، اور شوہر بیان سے پہلے مر گیا تو جو کمرے سے نکلی اس کو مہر کی ایک چوتھائی ملے گی، اور جو کمرے میں بحال رہی اس کو تین آٹھواں ملے گا، اور جو بعد میں آئی اس کو ایک آٹھواں ملے گا۔

ترجمہ: لـ بعض حضرات نے کہا کہ یہ صرف امام محمدؒ کا قول ہے، اور شیخینؒ کے یہاں داخل ہونے والی کو ایک چوتھائی ملے گی، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ شیخین کا قول بھی یہاں امام محمدؒ کے قول کی طرح ہے، اور اس میں فرق، اور تمام تفریعات، کتاب الزیادت میں ذکر کیا ہے۔

اصول: غیر مدخول بھا عورت کو آدھا مہر ملتا ہے۔

تشریح: شوہر زید کو تین بیویاں فاطمہ، ساجدہ، اور صالحہ تھیں۔

فاطمہ اور ساجدہ گھر میں تھیں اور شوہر نے کہا تم میں سے ایک کو طلاق، پھر فاطمہ گھر سے نکل گئی، اور صالحہ داخل ہوئی تو شوہر نے دوبارہ کہا تم میں سے ایک کو طلاق، اور بیان کئے بغیر مر گیا۔

یہاں مسئلہ آٹھ سے چلے گا۔ پہلی مرتبہ احدکما طالق سے، یہاں فاطمہ اور ساجدہ دونوں میں سے ایک کو طلاق ہوئی، اور آدھا مہر جو بنے گا وہ دونوں میں چوتھائی چوتھائی تقسیم ہو جائے گا۔ یعنی آٹھ درہم میں سے دو دو درہم ملے گا

دوسری مرتبہ احدکما طالق سے، یہاں ساجدہ اور صالحہ دونوں میں سے ایک کو طلاق ہوئی، اور امام محمد کے قول پر چوتھائی مہر کا بھی آدھا آدھا دونوں کو ملے گا، یعنی آٹھواں حصے میں سے ایک ایک دونوں کو ملے گا۔

ساجدہ کو پہلے آٹھ حصے میں سے دو ملا تھا، اور اب کی مرتبہ آٹھ میں ایک مل گیا، اس طرح ساجدہ کے پاس آٹھ میں سے تین حصے مہر کے ملے

حاصل: فاطمہ کو آٹھ حصوں میں سے دو حصے مہر ملے گا۔

ساجدہ کو آٹھ حصوں میں سے تین حصے مہر ملے گا۔

صالحہ کو آٹھ حصوں میں سے ایک حصہ مہر ملے گا

اس صورت میں آٹھ میں سے چھ حصے مہر دئے جائیں گے، اور باقی دو حصے وراثت میں تقسیم کی جائے گی۔ حساب غور سے دیکھیں۔

ترجمہ: (۲۲۶۲) کسی نے اپنے دو غلاموں کو کہا تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے، پھر ان میں سے ایک کو بیچ دیا، یا وہ مر گیا، یا ایک کو کہا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو [یعنی مدبر بنا دیا] تو جو دوسرا باقی رہا وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: لـ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو بیچا، یا مر گیا وہ اب آزاد کرنے کا محل باقی نہیں رہا، اسی طرح مدبر بنانے سے پورا آزاد کرنے کا محل

۲؎ وَلِأَنَّهُ بِالْبَيْعِ قَصَدَ الْوُصُولَ إلَى الثَّمَنِ وَبِالتَّدْبِيرِ إبْقَاءَ الِانْتِفَاعِ إلَى مَوْتِهِ، وَالْمَقْصُودَانِ يُنَافِيَانِ الْعِتْقَ الْمُلْتَزَمَ فَتَعَيَّنَ لَهُ الْآخَرُ دَلَالَةً ۳؎ وَكَذَا إذَا اسْتَوْلَدَ إحْدَاهُمَا لِلْمَعْنَيَيْنِ،

باقی نہیں رہا تو دوسرا جو باقی ہے وہ آزادگی کے لیے متعین ہو گیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ احدکما حر، کہنے کے بعد آقا نے ایسی حرکت کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلام آزاد کرنے کے لیے نہیں ہے تو دوسرا غلام آزاد ہونے کے لیے متعین ہو جائے گا، مثلا ایک غلام کو بیچ دیا تو دوسرا غلام آزاد ہونے کے لیے متعین ہو جائے گا۔

تشریح: ماتن نے یہاں تین مثالیں دی ہیں [۱] ایک ہے خود بیچ دینے کا، [۲] دوسرا ہے حادثات سے مرنے [۳] اور تیسری مثال ہے، پورے طور پر آزادگی سے بے دخل تو نہیں کیا، لیکن مدبر بنا کر مکمل آزادگی کے قابل نہیں رکھا، اور ان تینوں صورتوں میں دوسرا غلام آزادگی کے لیے متعین ہو جائے گا۔

آقا نے دو غلاموں کے سامنے کہا احد کما حر تم میں سے ایک آزاد ہے۔ [۱] پھر ایک غلام کو بیچ دیا تو دوسرا غلام آزاد ہونے کے لیے متعین ہو جائے گا۔ [۲] یا آسمانی آفت کی وجہ سے مر گیا تو دوسرا غلام جو زندہ ہے وہ آزاد ہونے کے لیے متعین ہو جائے گا، کیوں کہ مرا ہوا غلام آزاد ہونے کا محل نہیں رہا، اس لیے جو زندہ ہے وہ آزاد ہوگا، [۳] یا ایک غلام کو مدبر بنا دیا تو یہ عمل اس بات کی نشاندہی ہے کہ جو غلام باقی ہے اس کو آزاد کرنا چاہتا ہے۔

وجہ: اپنے عمل سے، حادثاتی طور پر ایک غلام آزاد کرنے کے قابل نہیں رہا تو جو غلام باقی ہے وہ غلام آزاد ہونے کے لیے متعین ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لیے کہ بیچنے کے ذریعہ قیمت پانے کا ارادہ کیا، اور مدبر بنانے کے ذریعہ موت تک فائدہ اٹھانے کا ارادہ کیا، اور یہ دونوں مقصد لازم کئے ہوئے آزادگی کے منافی ہے، اس لیے دوسرا غلام دلالۃ آزاد ہونے کے لیے متعین ہو گیا۔

تشریح: جس غلام کو بیچا وہ ہاتھ سے نکل گیا، اور اس سے پیسہ کما لیا اس لیے اب باقی بچا غلام ہی آزادگی کے لیے متعین ہو گیا۔ اسی طرح جس غلام کو مدبر بنایا، اس کو اپنی موت تک فائدہ اٹھانے کے لیے متعین کر لیا ہے اس لیے اب جو غلام باقی ہے وہی آزاد ہونے کے لیے متعین ہو گیا۔

لغت: العتق الملتزم: پورے غلام کو پورے طور پر آزاد کرنے کا وعدہ کیا ہے، اور جب غلام کو مدبر بنا دیا تو اس میں آزادگی کا شائبہ آ گیا، اب اس کو آزاد کرنے میں پورے غلام کو آزاد کرنا نہیں ہوگا، اس لیے دوسرا غلام جسکو مدبر نہیں بنایا ہے وہ آزاد ہونے کے لیے متعین ہو گیا۔

ترجمہ: ۳؎ اور ایسے ہی دو باندیوں میں سے ایک کو ام ولد بنا لیا [تو دوسری باندی آزاد ہونے کے لیے متعین ہو جائے گی] ان دو معنوں کی وجہ سے۔

لغت: للمعنیین: یہاں دو وجہ یہ ہیں [۱] ایک تو یہ کہ اس ام ولد میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے، اس لیے پوری باندی آزاد کرنا نہیں ہوگا۔ [۲] اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اس ام ولد کو زندگی میں فائدہ اٹھانے کے متعین کر لیا، اس لیے دوسری باندی آزاد ہوگی۔

تشریح: دو باندیاں تھیں انکو کہا احد کما حر، پھر ان میں سے ایک کو ام ولد بنا دیا تو دوسری باندی آزاد ہوگی۔

۴؎ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْبَيْعِ الصَّحِيحِ وَالْفَاسِدِ مَعَ الْقَبْضِ وَبِدُونِهِ وَالْمُطْلَقِ وَبِشَرْطِ الْخِيَارِ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ لِإِطْلَاقِ جَوَابِ الْكِتَابِ وَالْمَعْنَى مَا قُلْنَا، ۵؎ وَالْعَرْضُ عَلَى الْبَيْعِ مُلْحَقٌ بِهِ فِي الْمَحْفُوظِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، وَالْهِبَةُ وَالتَّسْلِيمُ وَالصَّدَقَةُ وَالتَّسْلِيمُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ؛ (۲۲۶۳)وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ لِامْرَأَتَيْهِ إِحْدَاكُمَا طَالِقٌ ثُمَّ مَاتَتْ إِحْدَاهُمَا لِمَا قُلْنَا، وَكَذٰلِكَ لَوْ وَطِئَ إِحْدَاهُمَا لِمَا نُبَيِّنُ

وجه: ام ولد کو زندگی میں فائدہ اٹھانے کے لیے متعین کر دیا (۲) اور اس لیے کہ اس میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے اس لیے دوسری باندی جو پورے طور پر باندی ہے وہ آزاد ہونے کے لیے متعین ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۴؎ اور کوئی فرق نہیں ہے اس درمیان کہ بیع صحیح ہو، یا بیع فاسد ہو قبضے کے ساتھ، یا بغیر قبضے کے، یا مطلق بیع ہو یا خیار شرط کے ساتھ بیع ہو کسی ایک عاقد کے لیے، کیوں کہ متن میں عبارت مطلق ہے، اور دلیل وہی ہے جو ہم نے پہلے کہا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع کی کوئی بھی صورت ہو جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ یہ ایک غلام کو بیچنا چاہتا ہو تو اس سے ثابت ہو جائے گا کہ دوسرا غلام آزاد ہونے کے لیے منتخب ہو جائے گا۔

تشریح: ایک غلام کی بیع صحیح کرے یا قبضہ دیکر بیع فاسد کرے، دونوں صورتوں میں دوسرا غلام آزاد کے لیے منتخب ہو جائے گا۔ اسی طرح عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے لیے خیار شرط کے ساتھ بیع کرے، یا مطلق بیع کرے دونوں صورتوں میں دوسرا غلام آزاد ہونے کے لیے منتخب ہو جائے گا۔

وجہ: ان چاروں عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک غلام کو بیچ کر مالدار بننا چاہتا ہے اس لیے دوسرا آزاد ہونے کے لیے منتخب ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۵؎ اور ایک غلام کو بیع کے لیے پیش کرنا، امام ابو یوسفؒ کے محفوظ میں روایت یہی ہے کہ وہ بھی بیع کی طرح ہے، اسی طرح ہبہ کرنا اور اس کو موہوب لہ کو سپرد کر دینا، اسی طرح صدقہ کرنا اور اس کو سپرد کرنا بھی بیع کی طرح ہے۔

لغت: محفوظ: امام ابو یوسفؒ سے جو روایت صرف سنی گئی ہو اس کو لکھی نہیں گئی ہو اس کو محفوظ کہتے ہیں۔

تشریح: یہاں تین عمل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے غلام کو آزاد کرنا چاہتا ہے۔ [۱] ایک غلام کو بیع کے لیے پیش کرنا۔ [۲] ایک غلام کو ہبہ کرنا اور اس کو سپرد بھی کر دینا [۳] ایک غلام کو صدقہ کرنا اور اس کو سپرد بھی کر دینا، یہ تینوں باتیں اس بات کی دلیل ہے کہ اس غلام کو آزاد نہیں کرنا چاہتا، اس لیے دوسرا غلام آزاد ہونے کے لیے منتخب ہو جائے گا۔

نوٹ: ہبہ اور صدقہ سپرد کرنے کے بعد مکمل ہوتا ہے اس سے پہلے صرف وعدہ ہے اس لیے سپرد کرنے کے بعد ہی ہبہ اور صدقہ سمجھا جائے گا اس سے پہلے دوسرا غلام آزاد ہونے کے لیے منتخب نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۶۳) اگر اپنی دو بیویوں سے کہا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے، پھر ایک مر گئی تو دوسری طلاق کے لیے متعین ہو جائے گی، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا [کہ مرنے کی وجہ سے وہ طلاق کا محل باقی نہیں رہی] اور ایسے ہی دونوں میں سے ایک سے وطی کر لی [تو دوسری طلاق کے لیے متعین ہو جائے گی] اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا [کہ اس کو اپنے فائدے کے لیے متعین کیا تو دوسری کو طلاق واقع ہوگی]

(۲۲۶۴)وَلَوْ قَالَ لِأَمَتَيْهِ إِحْدَاكُمَا حُرَّةٌ ثُمَّ جَامَعَ إِحْدَاهُمَا لَمْ تَعْتِقْ الْأُخْرَى عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –. وَقَالَا يَعْتِقُ ۱؎ لِأَنَّ الْوَطْءَ لَا يَحِلُّ إلَّا فِي الْمِلْكِ حُرَّةٌ فَكَانَ بِالْوَطْءِ مُسْتَبْقِيًا الْمِلْكَ فِي الْمَوْطُوءَةِ فَتَعَيَّنَتْ الْأُخْرَى لِزَوَالِهِ بِالْعِتْقِ كَمَا فِي الطَّلَاقِ ۲؎ وَلَهُ أَنَّ الْمِلْكَ قَائِمٌ فِي الْمَوْطُوءَةِ لِأَنَّ الْإِيقَاعَ فِي الْمُنَكَّرَةِ وَهِيَ مُعَيَّنَةٌ فَكَانَ وَطْؤُهَا حَلَالًا فَلَا يُجْعَلُ بَيَانًا وَلِهَذَا حَلَّ وَطْؤُهُمَا عَلَى مَذْهَبِهِ إلَّا أَنَّهُ لَا يُفْتِي بِهِ، ۳؎ ثُمَّ يُقَالُ الْعِتْقُ غَيْرُ نَازِلٍ قَبْلَ الْبَيَانِ لِتَعَلُّقِهِ بِهِ أَوْ يُقَالُ نَازِلٌ فِي الْمُنَكَّرَةِ فَيَظْهَرُ فِي حَقِّ حُكْمِ

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک بیوی سے وطی کرنا دوسرے کو طلاق واقع ہونے کی دلیل ہے۔

تشریح: یہاں دو مسئلے ہیں [۱] ایک یہ کہ دو بیویوں سے کہا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے، پھر ایک مر گئی تو جو زندہ ہے اس کو طلاق واقع ہو جائے گی، کیوں کہ پہلی طلاق کی محل باقی نہیں رہے۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک بیوی سے وطی کر لی تو دوسرے کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجہ: کیوں کہ جس سے وطی کیا اس کو اپنے فائدے کے لیے رکھنا چاہتا ہے اس لیے دوسری طلاق کے لیے منتخب ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۲۶۴) اور اگر دو باندیوں کو کہا کہ تم یں سے ایک آزاد ہے، پھر ایک سے وطی کر لی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسری آزاد نہیں ہوگی، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دوسری آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ وطی تو اپنی ملکیت ہی میں حلال ہوتی ہے، اور یہاں ایک تو آزاد ہے تو جس سے وطی کی اس کو ملکیت میں باقی رکھنا چاہتا ہے اس لیے دوسری آزادگی کے لیے متعین ہو جائے گی، جیسا کہ طلاق میں ہوتا ہے کہ [ایک سے وطی کر لی تو دوسری کو طلاق واقع ہو جاتی ہے]

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دو باندی میں سے ایک سے وطی کرنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسرے کو آزاد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

تشریح: دو باندیوں کو کہا تم میں سے ایک آزاد ہے، پھر ایک باندی سے وطی کر لی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسری باندی آزاد نہیں ہوگی، اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک سے وطی کی تو اس کو اپنے فائدے کے لیے، یعنی وطی کرنے کے لیے اور اس سے بچہ پیدا کرنے کے لیے روکنا چاہتا ہے، اس لیے دوسری آزادگی کے لیے منتخب ہو جائے گی۔ (۲) جس طرح طلاق میں ایک سے وطی کی دوسری کو طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں بھی ایک سے وطی کی دوسری کو آزادگی ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس باندی سے وطی کی ہے اس میں آقا کی ملکیت قائم ہے اس لیے یہ غیر متعین باندی کی آزادگی کی دلیل نہیں ہوگی، اس لیے دوسری سے بھی وطی حلال ہونی چاہئے، اس لیے یہ وطی آزادگی کے لیے بیان نہیں بنے گا، اس لیے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر دونوں سے وطی کرنا حلال ہونا چاہئے، البتہ اس کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔

تشریح: امام ابو حنیفہ کی دلیل تھوڑی پیچیدہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس سے وطی کی وہ متعین ہے، اور جو آزاد ہونے والی ہے وہ غیر متعین ہے، اس لیے متعین چیز غیر متعین کے لیے بیان نہیں بنے گی، اس لیے ایک سے وطی کرنا دوسری باندی کی آزادگی کی دلیل نہیں ہے، جب تک کہ اس کو بیان نہ کر دے۔ اور جب دوسری آزاد نہیں ہوئی تو دونوں سے وطی جائز ہے، لیکن اس کا فتوی نہیں دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ پھر کہا گیا ہے کہ آقا کے بیان سے پہلے آزادگی نہیں آئے گی، اور بعض حضرات نے کہا کہ آزادگی آجائے گی، لیکن متعین

تَقَبَّلُهُ وَالْوَطْءُ يُصَادِفُ الْمُعَيَّنَةَ، ٤ بِخِلَافِ الطَّلَاقِ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الْأَصْلِيَّ مِنْ النِّكَاحِ الْوَلَدُ، وَقَصْدُ الْوَلَدِ بِالْوَطْءِ يَدُلُّ عَلَى اسْتِبْقَاءِ الْمِلْكِ فِي الْمَوْطُوءَةِ صِيَانَةً لِلْوَلَدِ، أَمَّا الْأَمَةُ فَالْمَقْصُودُ مِنْ وَطْئِهَا قَضَاءُ الشَّهْوَةِ دُونَ الْوَلَدِ فَلَا يَدُلُّ عَلَى الِاسْتِبْقَاءِ (٢٢٦٥)وَمَنْ قَالَ لِأَمَتِهِ إنْ كَانَ أَوَّلُ وَلَدٍ تَلِدِينَ غُلَامًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ غُلَامًا وَجَارِيَةً وَلَا يُدْرِي أَيُّهُمَا وُلِدَ أَوَّلًا عَتَقَ نِصْفُ الْأُمِّ وَنِصْفُ الْجَارِيَةِ وَالْغُلَامُ عَبْدٌ ١ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَعْتِقُ فِي حَالٍ وَهُوَ مَا إذَا وَلَدَتِ الْغُلَامَ أَوَّلَ مَرَّةٍ الْأُمُّ بِشَرْطٍ وَالْجَارِيَةُ لِكَوْنِهَا تَبَعًا لَهَا، إذْ الْأُمُّ حُرَّةٌ حِينَ وَلَدَتْهَا، وَتَرِقُّ فِي حَالٍ وَهُوَ مَا إذَا وَلَدَتْ الْجَارِيَةَ أَوَّلًا لِعَدَمِ الشَّرْطِ فَيَعْتِقُ نِصْفُ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَتَسْعَى فِي النِّصْفِ، أَمَّا الْغُلَامُ يَرِقُّ فِي الْحَالَيْنِ فَلِهَذَا يَكُونُ عَبْدًا،

باندی میں نہیں آئے گی، اوراس کا حکم بوسہ دینے میں ظاہر ہوگا اور وطی متعین باندی میں ہوئی ہے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ آقا کے بیان سے پہلے آزادگی نہیں آئے گی، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ آزادگی آجائے گی، لیکن غیر متعین باندی میں آئے گی۔

ترجمہ: ٤ بخلاف طلاق کے اس لیے کہ نکاح کا اصلی مقصد بچہ پیدا کرنا ہے اور وطی کرنے سے یہ پتہ چلا کہ موطوہ کو بچے کے لیے باقی رکھنا چاہتا ہے، اور باندی میں اصل مقصود خواہش پوری کرنا ہے، بچہ پیدا کرنا نہیں ہے اس لیے وطی کرنا یہاں باقی رکھنے پر دلالت نہیں کرتا۔

تشریح: یہاں باندی سے وطی کرنے اور بیوی سے وطی کرنے میں فرق بیان کرر ہے ہیں۔ نکاح جو کیا جاتا ہے وہ بچہ پیدا کرنے کے کیا جاتا ہے اور وطی بچہ پیدا کرنے کا وصیلہ ہے اس لیے وطی ہی سے معلوم ہو جائے گا اس عورت کو رکھنا چاہتا ہے، اور باندی میں اصل مقصد بچہ پیدا کرنا نہیں ہے، بلکہ خواہش کو پوری کرنا ہے، اس لیے باندی سے وطی کرنا اس کو اپنے پاس رکھنے کی دلیل نہیں ہے، اس لیے باندی سے وطی کرے گا تو دوسری باندی آزادگی کے لیے متعین نہیں ہوگی۔

لغت: استبقاء: بقی سے مشتق ہے، ملک میں باقی رکھنا۔ صیانۃ: محفوظ کرنا، صیانۃ للولد: بچے کے لیے محفوظ رکھنا۔

ترجمہ: (۲۲۶۵) اگر اپنی باندی سے کہا کہ اگر تم کو پہلے لڑکا پیدا ہو تو تم آزاد ہو، پھر لڑکا اور لڑکی دونوں پیدا ہوئے، اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کون پہلے پیدا ہوا تو آدھی باندی آزاد ہوگی اور آدھی لڑکی آزاد ہوگی، اور لڑکا غلام ہی رہے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ ایک حالت میں ماں اور بچی دونوں آزاد ہوں گے، جب کہ پہلے بچہ پیدا ہو، ماں آقا کی شرط کی بنا پر، اور لڑکی ماں کے تابع ہو کر، اس لیے کہ لڑکی کے پیدا ہوتے وقت ماں آزاد تھی، اور دوسری حالت میں ماں باندی رہے گی، اور وہ یہ کہ پہلے لڑکی پیدا ہو، کیوں کہ شرط نہیں پائی گئی اس لیے دونوں کا آدھا آدھا آزاد ہو جائے گا، اور آدھے کی سعی کریں گے، اور لڑکا دونوں حالتوں میں غلام رہے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ماں کے آزاد ہوتے وقت جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی ماں کے تابع ہو کر آزاد ہو جائے گا۔ اور ماں آدھا آزاد ہے تو بچہ بھی آدھا ہی آزاد ہوگا۔

تشریح: آقا نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر پہلے تم لڑکا پیدا ہو تو تم آزاد ہو، اب لڑکا اور لڑکی دونوں کی ایک ساتھ ولادت ہوئی، اور معلوم نہیں ہو سکا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا کہ لڑکی، تو اس صورت میں آدھی ماں کو آزاد سمجھا جائے گا، اور اس کے تابع ہو کر لڑکی بھی آدھی ہی آزاد

۲ وَإِنْ ادَّعَتِ الْأُمُّ أَنَّ الْغُلَامَ هُوَ الْمَوْلُودُ أَوَّلًا وَأَنْكَرَ الْمَوْلَى وَالْجَارِيَةُ صَغِيرَةٌ فَالْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ الْيَمِينِ لِإِنْكَارِهِ شَرْطَ الْعِتْقِ، فَإِذَا حَلَفَ يَعْتِقُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ، وَإِنْ نَكَلَ عَتَقَتْ الْأُمُّ وَالْجَارِيَةُ؛ لِأَنَّ دَعْوَى الْأُمِّ حُرِّيَّةَ الصَّغِيرَةِ مُعْتَبَرَةٌ لِكَوْنِهَا نَفْعًا مَحْضًا فَاعْتُبِرَ النُّكُولُ فِي حَقِّ حُرِّيَّتِهِمَا فَعَتَقَتَا، ۳ وَلَوْ كَانَتْ الْجَارِيَةُ كَبِيرَةً وَلَمْ تَدَّعِ شَيْئًا وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا عَتَقَتْ الْأُمُّ بِنُكُولِ الْمَوْلَى خَاصَّةً دُونَ الْجَارِيَةِ؛ لِأَنَّ دَعْوَى الْأُمِّ غَيْرُ مُعْتَبَرَةٍ فِي حَقِّ الْجَارِيَةِ الْكَبِيرَةِ، وَصِحَّةُ النُّكُولِ عَلَى الدَّعْوَى فَلَمْ يَظْهَرْ فِي حَقِّ الْجَارِيَةِ

ہوگی اور باقی آدھے حصے کوسعی کر کے ماں بھی دے گی، اور لڑکی بھی دے گی۔ اور جب لڑکا پیدا ہو رہا تھا تو ماں باندی تھی، کیوں کہ لڑکا پیدا ہونے کے بعد ماں آزاد ہوئی ہے، اس لیے لڑکا ہر حال میں غلام ہی رہے گا۔

ترجمہ: ۲ اگر ماں نے دعوی کیا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے، اور آقا نے اس کا انکار کیا، اور لڑکی چھوٹی تھی تو آقا کی بات مانی جائے گی قسم کے ساتھ، کیوں کہ وہ آزادگی کی شرط کا انکار کر رہا ہے، پس اگر آقا نے قسم کھالی تو کوئی آزاد نہیں ہوگا، اور اگر آقا نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ماں اور لڑکی آزاد ہو جائے گی، کیوں کہ ماں کا دعوی چھوٹی بچی کی آزادگی کے بارے میں معتبر ہے، کیوں کہ اس میں بچی کا خالص نفع ہے، اس لیے آقا کا قسم کھانے سے انکار کرنا دونوں کی آزادگی بارے میں معتبر ہے اس لیے دونوں آزاد ہو جائیں گے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چھوٹی بچی کا نفع ہو تو ماں کی بات معتبر ہوگی، لیکن اگر لڑکی بالغہ ہے اور بڑی ہے تو ماں کی بات اس کے حق میں معتبر نہیں ہے۔

تشریح: ماں نے یہ دعوی کیا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے، اور آقا اسکا انکار کرتا ہے، اور ماں کے پاس اس کے لیے گواہی نہیں ہے، تو آقا منکر ہے اس لیے قسم کے ساتھ اس کی بات مان لی جائے گی۔ پس اگر اس نے قسم کھالی ماں آزاد نہیں ہوگی، اور ماں باندی ہے اس لیے اس کے تابع ہو کر بچی بھی آزاد نہیں ہوگی۔ اور اگر آقا نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو ماں آزاد ہو جائے گی، اور بچی چونکہ چھوٹی ہے اس لیے ماں کا تابع ہو کر بچی بھی آزاد ہو جائے گی۔۔ نکول: قسم کھانے سے انکار کرنے کو نکول، کہا جاتا ہے۔

وجہ: چھوٹی بچی کے سلسلے میں ماں کا دعوی معتبر ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اگر لڑکی بڑی ہے [بالغہ ہے] اور اس نے کچھ دعوی نہیں کیا، اور مسئلہ اوپر ہی جیسا ہے تو آقا کے قسم کھانے سے انکار کے بعد صرف ماں آزاد ہوگی لڑکی آزاد نہیں ہوگی، اس لیے کہ ماں کا دعوی بڑی لڑکی کے حق میں معتبر نہیں ہے، اور قسم سے انکار کا مدار ماں کے دعوی پر ہے، اس لیے بالغہ لڑکی کے حق میں ظاہر نہیں ہوگی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے لڑکی ماں کے تابع ہو کر آزاد نہیں ہو رہی ہے بلکہ ماں کے دعوی کی بنیاد پر آزاد ہو رہی ہے۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ چھوٹی بچی تو دعوی میں ماں کے تابع ہوتی ہے، بڑی بچی ماں کے تابع نہیں ہوتی۔

تشریح: ماں نے دعوی کیا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے، اور آقا نے قسم کھانے سے انکار کر دیا، اور لڑکی بڑی ہے تو صرف ماں آزاد ہوگی، لڑکی آزاد نہیں ہوگی۔

وجہ: لڑکی بڑی ہے اس لیے دعوی میں ماں کے تابع نہیں ہوگی اس لیے لڑکی آزاد نہیں ہوگی۔

۴ وَلَوْ كَانَتْ الْجَارِيَةُ الْكَبِيرَةُ هِيَ الْمُدَّعِيَةُ لِسَبْقِ وِلَادَةِ الْغُلَامِ وَالْأُمُّ سَاكِتَةٌ يَثْبُتُ عِتْقُ الْجَارِيَةِ بِنُكُولِ الْمَوْلَى دُونَ الْأُمِّ لِمَا قُلْنَا، ۵ وَالتَّحْلِيفُ عَلَى الْعِلْمِ فِيمَا ذَكَرْنَا لِأَنَّهُ اسْتِحْلَافٌ عَلَى فِعْلِ الْغَيْرِ، وَبِهَذَا الْقَدْرِ يُعْرَفُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ الْوَجْهِ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى قَالَ (۲۲۶۶) وَإِذَا شَهِدَ رَجُلَانِ عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْهِ فَالشَّهَادَةُ بَاطِلَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – إلَّا أَنْ يَكُونَ فِي وَصِيَّتِهِ اسْتِحْسَانًا ذَكَرَهُ فِي كِتَابِ الْعَتَاقِ وَإِنْ شُهِدَ أَنَّهُ طَلَّقَ إحْدَى نِسَائِهِ جَازَتِ الشَّهَادَةُ وَيُجْبَرُ الزَّوْجُ عَلَى أَنْ يُطَلِّقَ إحْدَاهُنَّ ۱ وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ

ترجمہ: ۴ اگرلڑکی بڑی ہے اوراس نے ہی دعوی کیا ہے کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے، اور ماں چپ ہے تو آقا کے قسم کھانے سے انکار سے لڑکی آزاد ہوجائے گی ماں آزاد نہیں ہوگی۔ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے کہا [یعنی لڑکی بڑی ہے اس لیے لڑکی کے دعوی میں ماں شامل نہیں ہوگی۔

اصول: لڑکی چونکہ بڑی ہے اس لیے لڑکی کے دعوی میں ماں شامل نہیں ہوگی، اس لیے ماں آزاد نہیں ہوگی۔

تشریح: لڑکی بالغہ ہے اوراس نے دعوی کیا کہ لڑکا پہلے پیدا ہوا ہے، اور ماں چپ ہے، اورلڑکی کے پاس گواہی نہیں تھی اس لیے آقا کو قسم کھانے کے لیے کہا، لیکن آقا نے قسم کھانے سے انکار کیا تو صرف لڑکی آزاد ہوگی، کیوں کہ لڑکی بڑی ہے اس لیے ماں اس کے دعوی میں شامل نہیں ہوگی، اس لیے وہ آزاد بھی نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۵ جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس میں آقا اپنے جاننے پر قسم کھائے گا کیوں کہ دوسرے کے فعل پر قسم کھانا ہے، اور اتنی تفصیل سے باقی قسمیں جو کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا ہے اس کا بھی علم ہوجائے گا۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتے وقت عام طور پر مرد نہیں ہوتا تو آقا کو کیا معلوم کہ پہلے لڑکا پیدا ہوا ہے، یا لڑکی؟ تو وہ دوسرے کے پیدا کرنے پر قسم کیسے کھائیں گے!، اس کا جواب دیا کہ جتنا آقا کو علم ہے اس پر قسم کھائیں گے۔ آگے مسں ف نے فرمایا کہ میں نے یہاں کچھ قاعدے بیان کردیئے ہیں ان سے **کفایۃ المنتہی** کتاب میں جو اور قسمیں ذکر کئے ہیں انکا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۶۶) دو آدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے، تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ گواہی باطل ہوگی، مگر یہ کہ وصیت کی شکل ہو [استحسانا اس کو کتاب العتاق میں ذکر کیا جارہا ہے] اوراگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ اپنے دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی ہے تو گواہی جائز ہوگی، اور شوہر کو مجبور کیا جائے گا کہ دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دیں۔

ترجمہ: ۱ اور یہ بالاتفاق مسئلہ ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گواہی دینے کے لیے پہلے دعوی ہونا ضروری ہے۔

اصول: طلاق کا مسئلہ کچھ ایسا ہے کہ پہلے دعوی نہ بھی ہو تب بھی کوئی گواہی دے سکتا ہے کہ شوہر نے طلاق دی ہے، کیوں کہ طلاق بغیر گواہ کے بھی واقع ہوجاتی ہے، اب طلاق کا اظہار نہیں کرے گا تو شوہر حرام فرج استعمال کرتا رہے گا۔

اصول: صاحبینؒ کا اصول یہ ہے کہ آزادگی میں پہلے دعوی نہ بھی ہو تب بھی گواہی قبول کی جائے گی۔

(۲۲۶۷)وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: الشَّهَادَةُ فِي الْعِتْقِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۱ وَأَصْلُ هٰذَا أَنَّ الشَّهَادَةَ عَلَى عِتْقِ الْعَبْدِ لَا تُقْبَلُ مِنْ غَيْرِ دَعْوَى الْعَبْدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، وَعِنْدَهُمَا تُقْبَلُ، وَالشَّهَادَةُ عَلَى عِتْقِ الْأَمَةِ وَطَلَاقِ الْمَنْكُوحَةِ مَقْبُولَةٌ مِنْ غَيْرِ دَعْوٰى بِالِاتِّفَاقِ وَالْمَسْأَلَةُ مَعْرُوفَةٌ. ۲ وَإِذَا كَانَ دَعْوَى الْعَبْدِ شَرْطًا عِنْدَهُ لَمْ تَتَحَقَّقْ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ؛ لِأَنَّ الدَّعْوٰى مِنَ الْمَجْهُولِ لَا تَتَحَقَّقُ فَلَا تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ.

اصول: وصیت کی صورت میں دعوی نہ بھی تب بھی گواہی قبول کی جائے گی، کیوں کہ وصی مدعی علیہ بن جائے گا۔ ان چار اصول کے بعد اب مسئلہ سمجھیں۔

تشریح: غلام نے آقا پر آزاد ہونے کا دعوی نہیں کیا، اور کسی اور نے بھی دعوی نہیں کیا، پھر بھی دو آدمیوں نے گواہی دی کہ آقا نے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ گواہی بیکار جائے گی۔ ہاں گواہ نے یوں گواہی دی کہ موت کے وقت میں آقا نے وصیت کی تھی کہ دو غلاموں میں سے ایک آزاد ہے تو یہ گواہی قبول کی جائے گی اور دونوں غلاموں کا آدھا آدھا حصہ آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: عام حالت میں دعوی کے بغیر گواہی قبول نہیں کی جاتی ہے اس لیے گواہی باطل ہو جائے گی، اور وصیت میں گواہی بغیر دعوی کے بھی قبول کی جاتی ہے اس لیے وہاں گواہی قبول کی جائے گی۔

اور اگر کسی نے دعوی نہیں کیا اور گواہی دی کہ دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دی ہے، تو گواہی قبول کی جائے گی اور شوہر سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اس کو بیان کرے اور دو میں سے ایک کو طلاق دے۔ اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے، اجماعی ہے۔

وجہ: کیوں کہ گواہی کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جائے گی، پس اگر کسی نے دعوی نہیں کیا، اور یہ گواہی قبول نہیں کی تو زندگی بھر شوہر حرام شرمگاہ استعمال کرتا رہے گا، اس لیے یہاں بغیر دعوی کے بھی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۲۶۷) اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ آزادگی میں گواہی دینا طلاق کی طرح ہے۔

تشریح: صاحبین ں ے فرمایا کہ جس طرح طلاق میں بغیر دعوی کے گواہی دے تو قبول کر لی جاتی ہے اسی طرح آزادگی میں بغیر دعوی کے گواہی دے تو قبول کر لی جائے گی۔

ترجمہ: ۱ اصل قاعدہ یہ ہے کہ غلام کی آزادگی کی گواہی بغیر دعوی کے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قبول نہیں کی جائے گی، اور صاحبینؒ کے نزدیک قبول کر لی جاتی ہے، اور باندی کے آزادگی کی گواہی، اور منکوحہ کے طلاق کی گواہی بغیر دعوی کے بھی بالاتفاق قبول کر لی جاتی ہے، اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔

تشریح: یہ قاعدہ پہلے گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام کی آزادگی کی گواہی بغیر دعوی کے قبول نہیں کی جاتی ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک قبول کر لی جاتی ہے۔ اور طلاق کی گواہی اور باندی کی آزادگی کی گواہی بغیر دعوی کے بالاتفاق قبول کی جاتی ہے، اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔

ترجمہ: ۲ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام کا دعوی کرنا شرط ہے، اس لیے متن کے مسئلے میں دعوی متحقق نہیں ہوگا، اس لیے کہ مجہول کا دعوی متحقق نہیں ہوتا اس لیے گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح: متن کے مسئلے میں غلام کی جانب سے دعوی نہیں ہے، اس لیے گواہی بھی ابوحنیفہؒ کے نزدیک قبول نہیں کی جائے گی۔

۳ وَعِنْدَهُمَا لَيْسَ بِشَرْطٍ فَتُقْبَلُ الشَّهَادَةُ وَإِنْ انْعَدَمَ الدَّعْوَى. ۴ أَمَّا فِي الطَّلَاقِ فَعَدَمُ الدَّعْوَى لَا يُوجِبُ خَلَلًا فِي الشَّهَادَةِ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِشَرْطٍ فِيهَا. ۵ وَلَوْ شَهِدَا أَنَّهُ أَعْتَقَ إحْدَى أَمَتَيْهِ لَا تُقْبَلُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – وَإِنْ لَمْ تَكُنْ الدَّعْوَى شَرْطًا فِيهَا لِأَنَّهُ إنَّمَا لَا تُشْتَرَطُ الدَّعْوَى لِمَا أَنَّهُ يَتَضَمَّنُ تَحْرِيمَ الْفَرْجِ فَشَابَهُ الطَّلَاقَ، وَالْعِتْقُ الْمُبْهَمُ لَا يُوجِبُ تَحْرِيمَ الْفَرْجِ عِنْدَهُ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ فَصَارَ كَالشَّهَادَةِ عَلَى عِتْقِ أَحَدِ الْعَبْدَيْنِ. ۶ وَهَذَا كُلُّهُ إذَا شَهِدَا فِي صِحَّتِهِ عَلَى أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْهِ. أَمَّا إذَا شَهِدَا أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عَبْدَيْهِ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ أَوْ شَهِدَا عَلَى تَدْبِيرِهِ فِي صِحَّتِهِ أَوْ فِي مَرَضِهِ وَأَدَاءُ الشَّهَادَةِ فِي مَرَضِ مَوْتِهِ أَوْ بَعْدَ الْوَفَاةِ تُقْبَلُ اسْتِحْسَانًا؛ لِأَنَّ التَّدْبِيرَ حَيْثُمَا وَقَعَ وَقَعَ وَصِيَّةً، وَكَذَا الْعِتْقُ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ وَصِيَّةٌ، وَالْخَصْمُ فِي الْوَصِيَّةِ إنَّمَا هُوَ الْمُوصِي وَهُوَ مَعْلُومٌ. وَعَنْهُ خَلَفٌ وَهُوَ الْوَصِيُّ أَوْ الْوَارِثُ،

ترجمہ: ۳ اور صاحبینؒ کے نزدیک دعوی شرط نہیں ہے اس لیے گواہی قبول کی جائے گی چاہے دعوی نہ ہو۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۴ بہر حال طلاق میں تو دعوی نہ ہونے کی وجہ سے گواہی میں کوئی خلل نہیں ہے اس لیے دعوی شرط نہیں ہے۔

تشریح: طلاق میں دعوی نہ بھی ہو تب بھی گواہی قبول کی جاتی ہے، اور یہ مسئلہ بالاتفاق ہے۔

ترجمہ: ۵ اگر گواہی دی کہ دو باندیوں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اگر چہ اس مین دعوی شرط نہیں ہے، کیوں کہ دعوی شرط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فرج حرام ہو، اس لیے وہ طلاق کے مشابہ ہو گیا، اور مبہم آزادگی میں فرج حرام ہونا واجب نہیں کرتا جیسا کہ ذکر کیا گیا اس لیے وہ دو غلاموں میں سے ایک کی اذادگی کی طرح ہو گیا۔

تشریح: باندی نے دعوی نہ کیا ہو اب اس کے لیے گواہی دینے کا دو طریقے ہیں [۱] ایک طریقہ یہ ہے کہ مخصوص باندی کے بارے میں گواہی دے کہ اس کے آقا نے آزاد کیا ہے، تو یہ گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ: اسکی وجہ یہ ہے کہ آزاد کرنے کیوجہ سے آقا کے لیے اسکی شرمگاہ حرام ہوگئی، اس لیے بغیر دعوی کے بھی اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

[۲] دوسرا طریقہ یہ ہے۔ دو باندیوں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے اس کی گواہی دی تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں باندی مبہم ہے اس لیے اس سے کسی باندی کا فرج حرام نہیں ہوگا، اس لیے یہ طلاق کے مشابہ نہیں ہوا بلکہ دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کرنے کے مشابہ ہو گیا اس لیے یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ: ۶ یہ تینوں مسئلے کی تفصیل اس وقت ہے کہ صحت کے زمانے میں ہوا، کہ دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کرنے کی گواہی دی ہو، لیکن دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کرنے کی گواہی مرض الموت میں دی ہو، یا صحت میں مدبر بنانے کی گواہی دی ہو، یا مرض میں ایسا کیا ہو اور گواہی مرض الموت میں دی ہو، یا وفات کے بعد گواہی دی ہو تو استحسانا گواہی قبول کی جائے گی، اس لیے کہ مدبر بنانا جب بھی ہوگا تو وہ وصیت ہوگی، ایسے ہی مرض الموت میں آزادگی وصیت ہے اور وصیت میں مدعی علیہ وصیت کرنے والا ہوتا ہے، یا اس کا خلیفہ وصی ہوتا ہے، یا وارث ہوتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کی خبر پھیل جاتی ہے تو ہر ایک خصم متعین ہو جاتا ہے۔

۷ وَلِأَنَّ الْعِتْقَ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ يَشِيعُ بِالْمَوْتِ فِيهِمَا فَصَارَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَصْمًا مُتَعَيِّنًا وَلَوْ شَهِدَا بَعْدَ مَوْتِهِ أَنَّهُ قَالَ فِي صِحَّتِهِ أَحَدُكُمَا حُرٌّ فَقَدْ قِيلَ: لَا تُقْبَلُ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِوَصِيَّةٍ. وَقِيلَ تُقْبَلُ لِلشُّيُوعِ هُوَ الصَّحِيحُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

بَابُ الْحَلِفِ بِالْعِتْقِ

(۲۲۶۸)وَمَنْ قَالَ إِذَا دَخَلْتُ الدَّارَ فَكُلُّ مَمْلُوكٍ لِي يَوْمَئِذٍ فَهُوَ حُرٌّ وَلَيْسَ لَهُ مَمْلُوكٌ فَاشْتَرَى مَمْلُوكًا ثُمَّ

اصول: جس صورت میں وصیت کی شکل بن جائے تو دعوی نہ بھی ہو تب بھی گواہی قبول کر لی جاتی ہے۔

وجه: یہاں مرنے والے کے حق کو آدا کرنا ہے، اس لیے مرنے والے ہی کو مدعی قرار دیا جائے گا، اور اسی کی جانب سے دعوی سمجھا جائے گا۔

تشریح:[۱] مرض موت میں گواہی دی کی دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا ہے۔[۲] صحت میں مدبر بنایا ہے، [۳] یا مرض الموت میں مدبر بنایا ہے، لیکن گواہی مرض الموت میں دی، یا آقا کی وفات کے بعد دی کہ اس نے غلام کو مدبر بنایا ہے تو دعوی کے بغیر بھی گواہی مان لی جائے گی۔

وہ: یہ تینوں صورتیں وصیت کی ہیں، کیوں کہ مدبر بنانا بھی وصیت ہے۔ اور وصیت میں مرنے والے کے حق کو ادا کرنا ہے، اس لیے مرنے والے کو مدعی قرار دیا جائے گا، اور وصی، یا وارث کو مدعی علیہ قرار دیا جائے گا اور گواہی قبول کر لی جائے گی۔

ترجمہ: ۷ اس لیے کہ مرض الموت میں آزادگی ہوگی تو موت کی وجہ سے دونوں میں پھیل جائے گی تو دونوں غلام مدعی بن جائیں گے۔

تشریح: گواہی قبول کرنے کی یہ دوسری دلیل ہے۔ کہ موت کے بعد گواہی دی تو دونوں غلاموں میں آزادگی پھیل گئی اور دونوں کا آدھا آدھا حصہ آزاد ہو گیا، اس لیے دونوں مدعی بن جائیں گے، اس لیے دعوی نہ ہونے کے باوجود بھی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

ترجمہ: ۸ اور اگر موت کے بعد گواہی دی کہ تندرستی میں کہا تھا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو بعض حضرات نے کہا کہ یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیوں کہ یہ وصیت کے درجے میں نہیں ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قبول کی جائے گی، کیوں کہ دونوں غلاموں میں آزادگی پھیل گئی ہے۔

تشریح: گواہی موت کے بعد دی ہے، لیکن صحت کے زمانے کی گواہی ہے کہ دو میں سے ایک غلام کو آزاد کیا ہے، تو جس نے کہا کہ یہ وصیت نہیں ہے اس نے کہا کہ یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور جس نے کہا کہ اس سے دونوں غلاموں میں آزادگی پھیل گئی ہے تو اس نے کہا کہ گواہی قبول کر لی جائے گی۔

باب الحلف بالعتق

ترجمہ: (۲۲۶۸) کسی نے کہا کہ جس دن گھر میں داخل ہوں اس دن میرا جتنا مملوک ہے وہ سب آزاد ہیں، اس آدمی کے پاس ابھی مملوک نہیں تھا، پھر غلام خریدا، پھر گھر میں داخل ہوا تو داخل ہوتے وقت جتنا مملوک ہیں سب آزاد ہو جائیں گے۔

تشریح: یوں کہا کہ جس دن گھر میں داخل ہوں اس دن جتنا مملوک ہو وہ سب آزاد ہے تو بعد میں جو مملوک خریدا وہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

دَخَلَ عَتَقَ ۱؎ لِأَنَّ قَوْلَهُ يَوْمَئِذٍ تَقْدِيرُهُ يَوْمَ إذْ دَخَلْتُ، إلَّا أَنَّهُ أَسْقَطَ الْفِعْلَ وَعَوَّضَهُ بِالتَّنْوِينِ فَكَانَ الْمُعْتَبَرُ قِيَامَ الْمِلْكِ وَقْتَ الدُّخُولِ ۲؎ وَكَذَا لَوْ كَانَ فِي مِلْكِهِ يَوْمَ حَلَفَ عَبْدٌ فَبَقِيَ عَلَى مِلْكِهِ حَتَّى دَخَلَ عَتَقَ لِمَا قُلْنَا. قَالَ (۲۲۶۹)وَلَوْ لَمْ يَكُنْ قَالَ فِي يَمِينِهِ يَوْمَئِذٍ لَمْ يَعْتِقْ ۱؎ لِأَنَّ قَوْلَهُ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي لِلْحَالِ وَالْجَزَاءُ حُرِّيَّةُ الْمَمْلُوكِ فِي الْحَالِ، إلَّا أَنَّهُ لَمَّا دَخَلَ الشَّرْطُ عَلَى الْجَزَاءِ تَأَخَّرَ إلَى وُجُودِ الشّرط فَيَعْتِقُ إذَا بَقِيَ عَلَى مِلْكِهِ إلَى وَقْتِ الدُّخُولِ وَلَا يَتَنَاوَلُ مَنْ اشْتَرَاهُ بَعْدَ الْيَمِينِ. (۲۲۷۰)وَمَنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي ذَكَرٍ فَهُوَ حُرٌّ وَلَهُ جَارِيَةٌ حَامِلٌ فَوَلَدَتْ ذَكَرًا لَمْ يَعْتِقْ

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یومئذ کی تقدیر یوم اذ دخلت، ہے مگر یہ کہ کلام میں دخلت ُفعل کو ساقط کر دیا اور اسکی جگہ پر تنوین لے آیا اس لیے داخل ہوتے وقت جتنا مملوک ہے اسکا اعتبار ہے ۔ مصنف عبارت کی تصحیح فرما رہے ہیں کہ یومئذ، اصل میں یوم اذ دخلتُ ہے، لیکن عبارت میں دخلت فعل حذف کر دیا اور اس کی جگہ پر صرف تنوین رکھ دیا، اس لیے جو مملوک گھر میں داخل ہونے کے دن آقا کے پاس ہوگا وہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ ایسے ہی اگر قسم کھانے کے دن اس کی ملکیت میں غلام ہو اور وہ داخ ہونے کے دن تک اس کی ملکیت میں رہا تو وہ بھی آزاد ہو جائے گا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کی۔

تشریح: قسم کھانے کے دن سے داخل ہونے کے دن تک جو غلام اس کی ملکیت میں رہا وہ بھی آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ اس نے کہا کہ جس دن میں داخل ہوں اس دن جو مملوک بھی ہو وہ سب آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۶۹) اور اگر قسم میں یومئذ، نہیں کہا تو بعد میں خریدا ہوا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ اس کا قول کل مملوک لی، یہ قسم کھانے کے وقت کے لیے ہے، اور اس کی جزا جو ہے وہ فی الحال جو مملوک ہے وہ آزاد ہونے کے لیے ہے، مگر یہ جب شرط جزا پر داخل ہوا تو شرط کے پائے جانے تک جزا موخر ہوگئی، اس لیے داخل ہونے کے وقت ملکیت میں باقی رہے تو وہی غلام آزاد ہوگا، اور قسم کھانے کے بعد جو غلام خریدا وہ آزاد ہونے میں شامل نہیں ہوگا۔

تشریح: قسم میں یومئذ، کا لفظ نہیں بولا، بلکہ یوں بولا ,اذا دخلتُ الدار فکل مملوک لی فھو حر, [ترجمہ: جب میں گھر میں داخل ہوں گا تو جو میرا غلام اس وقت ہے وہ آزاد ہے] تو اس قسم سے جو غلام قسم کھانے کے وقت سے گھر میں داخل ہونے تک ملکیت میں رہا وہ آزاد ہوگا، قسم کھانے کے بعد جس غلام کو خریدا وہ آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: مصنف نے پیچیدہ دلیل بیان کی ہے، دلیل کا حاصل یہ ہے کہ۔ یومئذ، نہیں بولا تو قسم کے کھاتے وقت ہی غلام آزاد ہونا چاہئے، لیکن گھر میں داخل ہونے کی شرط لگا دی، تو مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت جو غلام ہے وہ گھر میں داخل ہوتے موجود رہے تو وہ آزاد ہو جائے گا، اس لیے قسم کھانے کے بعد جو غلام خریدا وہ غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۷۰) کسی نے کہا جو میرا مذکر مملوک ہو وہ آزاد ہے، اس کے پاس حاملہ باندی تھی اس نے مذکر بچہ دیا تو وہ بچہ آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ ابھی مذکر جان میری ملکیت میں ہو تو وہ آزاد ہے۔ یہاں مملوک سے مراد پیدا شدہ مکمل جان ہے، اور حمل میں جو مذکر جان ہے وہ باندی کا عضو ہے وہ مکمل جان نہیں ہے، اس لیے وہ آزاد نہیں ہوگا۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر قسم کھانے سے چھ ماہ

۱ وَهَذَا إِذَا وَلَدَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَصَاعِدًا ظَاهِرٌ، لِأَنَّ اللَّفْظَ لِلْحَالِ، وَفِي قِيَامِ الْحَمَلِ وَقْتَ الْيَمِينِ احْتِمَالٌ لِوُجُودِ أَقَلِّ مُدَّةِ الْحَمَلِ بَعْدَهُ، ۲ وَكَذَا إِذَا وَلَدَتْ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ؛ لِأَنَّ اللَّفْظَ يَتَنَاوَلُ الْمَمْلُوكَ الْمُطْلَقَ، وَالْجَنِينُ مَمْلُوكٌ تَبَعًا لِلْأُمِّ لَا مَقْصُودًا، وَلِأَنَّهُ عُضْوٌ مِنْ وَجْهٍ وَاسْمُ الْمَمْلُوكِ يَتَنَاوَلُ الْأَنْفُسَ دُونَ الْأَعْضَاءِ وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ بَيْعَهُ مُنْفَرِدًا. قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ: ۳ وَفَائِدَةُ التَّقْيِيدِ بِوَصْفِ الذُّكُورَةِ أَنَّهُ لَوْ قَالَ: كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي تَدْخُلُ الْحَامِلُ فَيَدْخُلُ الْحَمْلُ تَبَعًا لَهَا. (۲۲۷۱)وَإِنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ حُرٌّ بَعْدَ غَدٍ، أَوْ قَالَ: كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي فَهُوَ حُرٌّ بَعْدَ غَدٍ وَلَهُ مَمْلُوكٌ فَاشْتَرَى آخَرَ ثُمَّ جَاءَ بَعْدُ غَدٍ عَتَقَ الَّذِي فِي مِلْكِهِ يَوْمَ حَلَفَ ۱ لِأَنَّ قَوْلَهُ أَمْلِكُهُ لِلْحَالِ حَقِيقَةً يُقَالُ: أَنَا أَمْلِكُ كَذَا وَكَذَا وَيُرَادُ بِهِ

بعد بچہ دیا تو یہ گنجائش ہے کہ قسم کھاتے وقت بچہ پیٹ میں نہیں تھا بلکہ قسم کھانے کے بعد بچہ پیٹ میں آیا ہے اس لیے وہ آزاد نہیں ہوگا۔

وجه: کیوں کہ قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ میری ملکیت میں ابھی مذکر بچہ ہو تو وہ آزاد ہے۔

ترجمه: ۱ مذکر حمل آزاد اس لیے نہیں ہوگا کہ چھ مہینے میں یا چھ مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو ظاہر ہے کہ [قسم کھاتے وقت بچہ پیٹ میں نہیں تھا، اس لیے کہ یہ لفظ حال کے لیے ہے اور قسم کے وقت میں حمل کے ہونے میں احتمال ہے، کیوں کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہوتی ہے۔

تشریح: قسم کھانے کے چھ ماہ کے بعد، یا چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو یہ ممکن ہے کہ قسم کھاتے وقت پیٹ میں حمل ہو ہی نہیں بلکہ بعد میں حمل ٹھہرا ہو اس لیے یہ مذکر آزاد نہیں ہوگا۔ بچہ پیدا ہونے کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہیں۔

ترجمه: ۲ ایسے ہی چھ مہینے سے کم کی مدت میں بچہ پیدا ہوا [تب بھی لڑکا آزاد نہیں ہوگا] مملوک کا لفظ کامل مملوک کو شامل ہے اور پیٹ میں جو بچہ ہے وہ ماں کے تابع ہو کر مملوک ہے بالقصد مملوک نہیں ہے، اور یہ بھی وجہ ہے کہ وہ من وجہ ماں کا عضو ہے اور مملوک کا نام مکمل نفس کو شامل ہے اعضاء کو شامل نہیں ہے اسی لیے الگ سے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

تشریح: قسم کھانے سے چھ مہینے کے اندر اندر لڑکا پیدا ہوا تب بھی آزاد نہیں ہوگا۔

وجه: متن میں جو مملوک کا لفظ ہے وہ مکمل جان کو شامل ہے اور حمل باندی کا عضو ہے، وہ مکمل جان نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ الگ سے حمل سے بیع کرنا چاہے تو بیع نہیں ہو سکتی اس لیے یہ حمل آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۳ مذکر کی قید سے فائدہ یہ ہوگا اگر یوں کہتا, کل مملوک لی فھو حر، تو حمل بھی داخل ہوگا اور ماں کے تابع ہو کر حمل بھی آزاد ہو جائے گا۔

تشریح: اگر آقا نے مذکر کی قید نہیں لگائی بلکہ یوں کہا کل مملوک لی فھو حر تو حمل بھی ماں کے تابع ہو کر مملوک ہے اس لیے باندی بھی آزاد ہوگی اور اس کے تابع ہو کر حمل بھی آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ وہ بھی مملوک ہے۔

ترجمه: (۲۲۷۱) اگر آقا نے کہا کہ جس مملوک کا ابھی مالک ہوں وہ پرسوں آزاد ہے، یا جو ہمارا مملوک ابھی ہے وہ پرسوں آزاد ہے، اب انکے پاس کچھ مملوک تھا پھر ایک اور خریدا پھر پرسوں آیا تو جو قسم کے کھانے کے دن مملوک تھا وہی آزاد ہوگا۔

ترجمه: ۱ اس لیے کہ مالک کا قول, املکہ، حقیقت میں حال کے لیے ہے، لوگ کہتے ہیں انا املک کذا و کذا اور اس سے حال مراد لیتے

الْحَالُ، وَكَذَا يُسْتَعْمَلُ لَهُ مِنْ غَيْرِ قَرِينَةٍ وَالِاسْتِقْبَالُ بِقَرِينَةِ السِّينِ أَوْ سَوْفَ فَيَكُونُ مُطْلَقُهُ لِلْحَالِ فَكَانَ الْجَزَاءُ حُرِّيَّةَ الْمَمْلُوكِ فِي الْحَالِ مُضَافًا إلَى مَا بَعْدَ الْغَدِ فَلَا يَتَنَاوَلُ مَا يَشْتَرِيهِ بَعْدَ الْيَمِينِ. (۲۲۷۲)وَلَوْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ، أَوْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِي وَلَهُ مَمْلُوكٌ فَاشْتَرَى مَمْلُوكًا آخَرَ فَالَّذِي كَانَ عِنْدَ وَقْتَ الْيَمِينِ مُدَبَّرٌ وَالْآخَرُ لَيْسَ بِمُدَبَّرٍ، وَإِنْ مَاتَ عَتَقَا مِنْ الثُّلُثِ لـ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – فِي النَّوَادِرِ: يَعْتِقُ مَا كَانَ فِي مِلْكِهِ يَوْمَ حَلَفَ وَلَا يَعْتِقُ مَا اسْتَفَادَ بَعْدَ يَمِينِهِ، وَعَلَى هَذَا إذَا قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي إذَا مِتّ فَهُوَ حُرٌّ. لَهُ أَنَّ اللَّفْظَ حَقِيقَةً لِلْحَالِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فَلَا يَعْتِقُ بِهِ مَا سَيَمْلِكُهُ وَلِهَذَا صَارَ

ہیں، اسی طرح بغیر قرینے کے حال ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور سین، یا سوف کے قرینے سے استقبال کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے مطلقاً حال کے لیے ہوگا اس لیے مملوکیت کی آزادگی کی جزا فی الحال ہوگا پرسوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس لیے قسم کے بعد جو خریدا وہ غلام آزاد ہونے میں شامل نہیں ہوگا۔

تشریح: یہاں دو قسم کے جملے سے قسم کھائی ہے [۱] جس مملوک کا میں آج مالک ہوں [۲] جو میرا آج مملوک ہے وہ پرسوں آزاد ہے۔ اب اس کے بعد اس نے اور غلام خریدا تو پرسوں وہی غلام آزاد ہوں گے جو قسم کھاتے وقت موجود تھا، جس کو بعد میں خریدا وہ آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: املکہ: مضارع کا صیغہ ہے جو حال کے لیے آتا ہے، اس پر سین، یا سوف داخل ہو تب استقبال کے لیے ہوتا ہے، اور یہاں سین، یا سوف ہے نہیں اس لیے حال کا معنی ہوگا، اور مطلب یہ ہوگا کہ جس کا میں ابھی مالک ہوں وہ پرسوں آزاد ہوگا، اس لیے جو بعد میں خریدا وہ آزاد ہونے میں شامل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۷۲) اگر کہا کہ جس مملوک کا میں ابھی مالک ہوں وہ آزاد، یا کہا کہ جو میرا ابھی مملوک ہے وہ آزاد، اور اس کے پاس ایک غلام تھا، اور دوسرا غلام پھر خریدا، تو جو غلام قسم کھاتے وقت موجود تھا وہ مدبر بن جائے گا، اور جس غلام کو قسم کھانے کے بعد میں خریدا وہ مدبر تو نہیں بنے گا، لیکن آقا کے مرنے کے بعد دونوں غلام کی تہائی آزاد ہو جائے گی۔

تشریح: اس عبارت میں دو الگ الگ جملے استعمال ہوئے ہیں [۱] ایک جملہ ہے جس کا ابھی مالک ہوں وہ میرے مرنے کے بعد آزاد ہے، اس جملے سے ابھی جو غلام موجود ہے وہ مدبر بن جائے گا، [۲] اور دوسری بات کہی ہے، میرے مرنے کے بعد اس سے وصیت ثابت ہوگی اس لیے تہائی مال سے آزاد ہوگا۔ اور قسم کھانے کے بعد جس غلام کو خریدا ہے وہ مدبر تو نہیں بنے گا لیکن وصیت کی بنا پر تہائی مال سے وہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: لـ امام ابو یوسفؒ نے نوادر میں کہا کہ جس کا ابھی مالک ہے وہ آزاد ہوگا، اور قسم کھانے کے بعد جس کو حاصل کیا ہے وہ آزاد نہیں ہوگا، اسی طرح اگر کہا کہ جو میرا مملوک ہے جب میں مروں تو وہ آزاد ہے [تو قسم کھانے کے بعد جس غلام کا مالک بنا وہ آزاد نہیں ہوگا]

انکی دلیل یہ ہے کہ ''املکہ'' کا لفظ حقیقت میں حال کے لیے ہے جیسا کہ بیان ہوا اس لیے جو بعد میں مالک ہوا وہ آزاد نہیں ہوگا یہی وجہ ہے کہ پہلا والا مدبر بنے گا دوسرا والا مدبر نہیں بنے گا۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ کل مملوک املکہ حر بعد موتی ,اس جملے سے وصیت نہیں ہوگی اس لیے جس غلام کا مالک یہ جملہ

هُوَ مُدَبَّرًا دُونَ الْآخَرِ. ۲؎ وَلَهُمَا أَنَّ هَذَا إيجَابُ عِتْقٍ وَإِيصَاءٌ حَتَّى أُعْتُبِرَ مِنْ الثُّلُثِ وَفِي الْوَصَايَا تُعْتَبَرُ الْحَالَةُ الْمُنْتَظَرَةُ وَالْحَالَةُ الرَّاهِنَةُ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ يَدْخُلُ فِي الْوَصِيَّةِ بِالْمَالِ مَا يَسْتَفِيدُهُ بَعْدَ الْوَصِيَّةِ وَفِي الْوَصِيَّةِ لِأَوْلَادِ فُلَانٍ مَنْ يُولَدُ لَهُ بَعْدَهَا. ۳؎ وَالْإِيجَابُ إنَّمَا يَصِحُّ مُضَافًا إلَى الْمِلْكِ أَوْ إلَى سَبَبِهِ، فَمِنْ حَيْثُ إنَّهُ إيجَابُ الْعِتْقِ يَتَنَاوَلُ الْعَبْدَ الْمَمْلُوكَ اعْتِبَارًا لِلْحَالَةِ الرَّاهِنَةِ فَيَصِيرُ مُدَبَّرًا حَتَّى لَا يَجُوزَ بَيْعُهُ، وَمِنْ حَيْثُ إنَّهُ إيصَاءٌ يَتَنَاوَلُ الَّذِي يَشْتَرِيهِ اعْتِبَارًا لِلْحَالَةِ الْمُتَرَبِّصَةِ وَهِيَ حَالَةُ الْمَوْتِ، وَقَبْلَ الْمَوْتِ حَالَةُ التَّمَلُّكِ اسْتِقْبَالٌ مَحْضٌ فَلَا يَدْخُلُ تَحْتَ اللَّفْظِ، وَعِنْدَ الْمَوْتِ يَصِيرُ كَأَنَّهُ قَالَ: كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي أَوْ كُلُّ

کہنے کے بعد ہوا وہ غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ املکہ کا جملہ مضارع کا جملہ ہے جس سے صرف حال کا معنی ہوتا ہے استقبال کا معنی نہیں ہوتا اس لیے جو غلام یہ جملہ کہنے کے وقت موجود ہوگا صرف وہی آزاد ہوگا، اور جو غلام اس کے بعد ملکیت میں آیا وہ آزاد نہیں ہوگا۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ یہی وجہ ہے کہ جو غلام بعد میں ملک میں آیا وہ مدبر نہیں بنے گا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ صرف موجود غلام پر اطلاق ہوگا۔

ترجمه: ۲؎ امام ابوحنیفہ، اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس جملے میں آزادگی کو واجب کرنا ہے اور وصیت بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ تہائی مال سے آزاد ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے، اور وصیت میں مستقبل کی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور موجودہ حالت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے، کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ جو وصیت کے بعد استفادہ کرتے ہیں وہ بھی داخل ہوتا ہے۔ فلاں کی اولاد کے لیے وصیت کی وصیت کے بعد جو پیدا ہوا وہ بھی وصیت میں داخل ہوگا۔

تشریح: طرفین کی دلیل یہ ہے کہ کل مملوک املکہ حر بعد موتی، کے جملے سے وصیت ثابت ہوگی، اور وصیت میں جو غلام ابھی موجود ہے وہ بھی داخل ہوگا، اور جو غلام اس جملے کے کہنے کے بعد میں ملکیت میں آیا وہ بھی داخل ہوگا اور وصیت میں تہائی کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے اس کی تہائی آزاد ہوگی۔ کسی نے وصیت کی کہ زید کی اولاد کے لیے اتنے مال کی وصیت کرتا ہوں، تو جو اولاد ابھی ہیں وہ بھی وصیت میں شامل ہوں گی، اور جو اس کے بعد پیدا ہوگی وہ بھی وصیت میں شامل ہو جائے گی، اسی طرح یہاں جو غلام ابھی ہے وہ بھی آزاد ہوگا، اور جو بعد میں ملکیت میں آیا اس کی بھی تہائی آزاد ہو جائے گی۔

لغت: منتظرة: یہ انتظار سے مشتق ہے، جو مستقبل میں آئے۔ راهنه: جو فی الحال ہو۔

ترجمه: ۳؎ آزادگی کو واجب کرنا یا تو ملک کی طرف نسبت کرے گا تب صحیح ہوگا، یا سبب ملک کی طرف نسبت کرے گا تب صحیح ہوگا تو اس حیثیت سے کہ عتق کو واجب کیا اس غلام کو شامل ہے جو ابھی موجود ہے اس لیے وہ مدبر ہوگا اس لیے اس کو بیچنا جائز نہیں ہوگا، اور اس حیثیت سے کہ وصیت ہے اس غلام کو شامل ہوگا جو بعد میں خریدے گا فی الحال کا اعتبار کرتے ہوئے اور وہ موت کی حالت ہے، اور موت سے پہلے استقبال محض ہے اس لیے لفظ میں داخل میں داخل نہیں ہوگا اور موت کے وقت ایسا ہو جائے گا گویا کہ کہا، جو میرا مملوک ہے، یا جسکا میں مالک ہوں گا وہ سب آزاد ہے۔

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے۔ یہاں دو حیثیت ہیں [۱] عتق کو واجب کرنا، یہ موجودہ غلام کو شامل ہے اس لیے وہ مدبر بنے گا یہ حالت

مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ فَهُوَ حُرٌّ، ٤ بِخِلَافِ قَوْلِهِ بَعْدَ غَدٍ عَلَى مَا تَقَدَّمَ لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ وَاحِدٌ وَهُوَ إِيجَابُ الْعِتْقِ وَلَيْسَ فِيهِ إِيصَاءٌ وَالْحَالَةُ مَحْضُ اسْتِقْبَالٍ فَافْتَرَقَا. ٥ وَلَا يُقَالُ: إِنَّكُمْ جَمَعْتُمْ بَيْنَ الْحَالِ وَالِاسْتِقْبَالِ. لِأَنَّا نَقُولُ: نَعَمْ لَكِنْ بِسَبَبَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ إِيجَابِ عِتْقٍ وَوَصِيَّةٍ، وَإِنَّمَا لَا يَجُوزُ ذٰلِكَ بِسَبَبٍ وَاحِدٍ.

باب العتق علی جعل

(۲۲۷۳)وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلَى مَالٍ فَقَبِلَ الْعَبْدُ عَتَقَ ١ وَذٰلِكَ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ أَنْتَ حُرٌّ عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ أَوْ

راہنہ، یعنی حالت حاضرہ کے مطابق ہے۔[۲]اور دوسری حیثیت ہے وصیت کی اس میں وہ غلام بھی شامل ہوگا جو بعد میں خریدا جائے گا، یہ حالت متربصہ، یعنی حالت مستقبلہ کے اعتبار سے ہوگا۔

ترجمہ: ٤ بخلاف کل مملوک املکه فهو حر بعد غد، کے اس لیے کہ وہاں ایک ہی تصرف عتق کو واجب کرنا ہے اس میں وصیت نہیں ہے اس لیے وہ مسئلہ اس سے الگ ہو گیا۔

تشریح: اوپر ایک مسئلہ آیا تھا کل مملوک املکہ فھوحر بعد غد، اس عبارت میں وصیت نہیں تھی اس لیے جس غلام کا مالک بعد میں بنا وہ آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ وہاں صرف عتق کو واجب کرنا ہے۔ اور اس متن کے مسئلے میں وصیت بھی تھی اس لیے بعد میں غلام کا مالک بنا تو وصیت کے ماتحت اس کی بھی تہائی آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ٥ یہ نہ کہیں کہ تم نے املکہ، کے لفظ میں حال اور استقبال دونوں کو جمع کر دیا، اس لیے کہ ہم کہیں گے کہ دو مختلف سبب کی وجہ سے حال اور استقبال کو جمع کیا ہے، ایک ہے عتق کو واجب کرنا، اور دوسرا ہے وصیت کو ثابت کرنا، ہاں دو چیزیں ایک سبب سے جائز نہیں ہے۔

تشریح: یہ اعتراض نہ کریں کہ املکہ کا لفظ مضارع کا ہے اس میں حال اور استقبال دونوں جمع کر دیا، اس کا جواب دوں گا یہاں دو سبب کے اعتبار سے دو الگ الگ معانی ہوئے ہیں، عتق کو واجب کرنے کی وجہ سے حال کا معنی لیا ہے، اور وصیت کی وجہ سے استقبال کا معنی لیا ہے، اور دو سبب سے دو معانی ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، ہاں ایک ہی سبب سے دو معانی لیے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے۔

باب العتق علی جُعل

ضروری نوٹ: کسی مال کے بدلے میں غلام کو آزاد کرنے کو، جُعل، کہا جاتا ہے، اس کو قبول کرنے کے بعد غلام آزاد ہو جاتا ہے البتہ اس پر مال قرض رہتا ہے، اس کو کما کر ادا کرے گا۔ **عتق علی الجعل**، یہ مال کتابت سے الگ ہے، مال کتابت میں غلام غلام رہتا ہے صرف اس کو مال کمانے کی اجازت ملتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر مال کتابت کو ختم کر دے تو مکاتب دوبارہ غلام بن جاتا ہے۔ **جعل** میں ایک طرف مال ہوتا ہے اور دوسری طرف مال نہیں ہوتا، کیوں کہ آزادگی کوئی مال نہیں ہے، یہ نکاح کی طرح ہے جس میں مہر مال ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں بضع کوئی مال نہیں ہے عضو ہے، چونکہ پورے طور پر مبادلۃ المال بالمال نہیں ہے اسی لیے جعل میں جہالت رہ جائے تب بھی جعل درست ہو جاتا ہے۔ یہ چند باتیں یاد رکھیں۔

ترجمہ: (۲۲۷۳) اگر اپنے غلام کو مال کے بدلے آزاد کرے اور غلام قبول کرے تو آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ مثلا یہ کہے انت حر علی الف، یا انت حر بالف، تم ہزار پر آزاد ہو یا ہزار کے بدلے آزاد ہو۔

بِأَلْفِ دِرْهَمٍ ۲؎ وَإِنَّمَا يُعْتَقُ بِقَبُولِهِ؛ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ إِذْ الْعَبْدُ لَا يَمْلِكُ نَفْسَهُ وَمِنْ قَضِيَّةِ الْمُعَاوَضَةِ ثُبُوتُ الْحُكْمِ بِقَبُولِ الْعِوَضِ لِلْحَالِ كَمَا فِي الْبَيْعِ، فَإِذَا قَبِلَ صَارَ حُرًّا، وَمَا شَرَطَ دَيْنٌ عَلَيْهِ حَتَّى تَصِحَّ الْكَفَالَةُ بِهِ، بِخِلَافِ بَدَلِ الْكِتَابَةِ؛ لِأَنَّهُ ثَبَتَ مَعَ الْمُنَافِي وَهُوَ قِيَامُ الرِّقِّ عَلَى مَا عُرِفَ، ۳؎وَإِطْلَاقُ لَفْظِ الْمَالِ يَنْتَظِمُ أَنْوَاعَهُ مِنْ النَّقْدِ وَالْعَرَضِ وَالْحَيَوَانِ، وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ عَيْنِهِ؛ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ فَشَابَهَ النِّكَاحَ وَالطَّلَاقَ وَالصُّلْحَ عَنْ دَمِ الْعَمَدِ، وَكَذَا الطَّعَامُ وَالْمَكِيلُ وَالْمَوْزُونُ إذَا كَانَ مَعْلُومَ الْجِنْسِ، وَلَا تَضُرُّهُ جَهَالَةُ الْوَصْفِ؛ لِأَنَّهَا يَسِيرَةٌ.

تشریح: مولی نے کہا کہ مال کے بدلے آزاد کرتا ہوں اور غلام نے اس شرط کو قبول کرلیا تو غلام اسی وقت آزاد ہو جائے گا۔ البتہ شرط کے مطابق غلام پر مال لازم ہوگا۔ مثلا یوں کہے کہ تم مال کے بدلے میں آزاد ہو، اور غلام نے اس شرط کو قبول کرلیا تو شرط کے مطابق غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) آزاد تو اس لیے ہوگا کہ آقا نے مال کے بدلے آزاد کیا۔ اور مال اس لیے لازم ہوگا کہ آزاد ہونے کی یہ شرط تھی اور غلام نے اس کو قبول کیا ہے (۲) حدیث میں ہے کہ خدمت کی شرط پر غلام آزاد کیا تو وہ آزاد ہوا اور خدمت لازم ہوئی۔ حدیث یہ ہے۔ عن سفینة قال کنت مملوکا لام سلمة فقالت اعتقک و اشترط علیک ان تخدم رسول اللہ ماعشت فقلت و ان لم تشترطی علی ما فارقت رسول اللہ ﷺ ماعشت فاعتقنی و اشترطت علی۔ (ابو داؤد شریف، باب فی العتق علی شرط، ص ۵۵۸، نمبر ۳۹۳۲) (۳) عمل صحابی میں ہے۔ اعتق عمر بن الخطاب کل مسلم من رقیق الامارہ و شرط انکم تخدمون الخلیفة من بعدی بثلاث سنین (مصنف عبد الرزاق، باب العتق بالشرط، ج تاسع، ص ۸۹، نمبر ۱۷۰۸۹) اس حدیث اور عمل صحابی سے معلوم ہوا کہ مال کی شرط پر آزاد کرسکتا ہے۔ کیوں کہ حدیث اور عمل صحابی میں خدمت کی شرط پر غلام آزاد کیا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ غلام کے قبول کرنے پر اس لیے آزاد ہوگا کہ مال کا بدلہ بغیر مال کے ہے، اس لیے کہ غلام اپنی جان کا مالک نہیں ہے، اور معاوضے کا حکم یہ ہے کہ عوض کو قبول کرنے سے فی الحال آزاد ہو جائے گا، جیسے کہ بیع میں ہوتا ہے، پس جب قبول کیا تو غلام آزاد ہو گیا اور جتنے مال کی شرط تھی وہ غلام پر قرض رہے گا، یہاں تک کہ اس کا کفیل بننا بھی صحیح ہے، بخلاف مال کتابت کے [یعنی مال کتابت کا کفیل بننا صحیح نہیں ہے] اس لیے کہ مال کتابت منافی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور وہ ہے غلامیت کا برقرار رہنا۔

تشریح: یہاں تین باتیں بتا رہے ہیں [۱] غلام اس شرط کو قبول کرے گا تو آزاد ہوگا۔ [۲] غلام ابھی آزاد ہو جائے گا، [۳] جو مال ہے وہ غلام پر قرض صحیح ہو جائے گا یہاں تک کہ کوئی اس کا کفیل بننا چاہے تو بن سکتا ہے۔ اس کے برخلاف مال کتابت کا کوئی کفیل بننا چاہے تو نہیں بن سکتا، کیوں کہ وہ دین صحیح نہیں ہے، کیوں کہ وہاں غلامیت برقرار ہے اس کے باوجود غلام پر قرض ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ متن میں مال مطلق ہے اس میں کئی نوع شامل ہیں، مثلا نقد درہم، سامان، جانور اگر چہ متعین نہ ہو، کیوں کہ یہاں مال کا بدلہ بغیر مال کے ہے اس لیے یہ نکاح، طلاق، اور خون کے بدلے میں صلح کی طرح ہو گیا، ایسے ہی کھانا، کیلی چیز، وزنی چیز، اگر اس کی جنس معلوم ہو اور صفت میں جہالت ہو تب بھی کوئی نقصان نہیں دے گا، کیوں کہ یہ چھوٹی سی چیز ہے۔

اصول: شریعت ہر حال میں آزادگی دینا چاہتی ہے اس لیے مال میں جہالت بھی ہو تب بھی قبول کرنے پر آزاد ہو جائے گا۔

قَالَ (۲۲۷۴)وَلَوْ عَلَّقَ عِتْقَهُ بِأَدَاءِ الْمَالِ صَحَّ وَصَارَ مَأْذُونًا ١ وَذَلِكَ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ إِنْ أَدَّيْتَ إِلَيَّ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَأَنْتَ حُرٌّ؛ ٢ وَمَعْنَى قَوْلِهِ صَحَّ أَنَّهُ يُعْتَقُ عِنْدَ الْأَدَاءِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَصِيرَ مُكَاتَبًا؛ لِأَنَّهُ صَرِيحٌ فِي تَعْلِيقِ الْعِتْقِ بِالْأَدَاءِ وَإِنْ كَانَ فِيهِ مَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ فِي الِانْتِهَاءِ عَلَى مَا نُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. ٣ وَإِنَّمَا صَارَ مَأْذُونًا؛ لِأَنَّهُ رَغَّبَهُ فِي الِاكْتِسَابِ بِطَلَبِهِ الْأَدَاءَ مِنْهُ، وَمُرَادُهُ التِّجَارَةُ دُونَ التَّكَدِّي فَكَانَ إِذْنًا لَهُ دَلَالَةً.

تشریح: متن میں مال مطلق ہے اس لیے اس میں یہ پانچ قسم کا مال شامل ہے ان میں سے کسی کے بدلے میں بھی غلام آزاد کرنا چاہے تو غلام آزاد ہو جائے گا، اور یہ مال جعل بن جائے گا۔

[۱] نقد درہم دینار [۲] سامان مثلا کرسی میز وغیرہ [۳] حیوان چاہے وہ متعین نہ ہو تب بھی آزاد ہو جائے گا [۴] کیلی چیز، مثلا گیہوں۔ [۵] وزنی چیز مثلا لوہا، تانبا، کیلی اور وزنی چیز متعین کرتے وقت اتنی بات ضروری ہے کہ اس کی جنس معلوم ہو، کہ وہ کیا چیز ہے، گیہوں، یا چنا، البتہ اس کی صفت معلوم نہ ہو کہ کتنا من گیہوں تب بھی آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ یہ جہالت چھوٹی سی ہے اس لیے اس کے باوجود معاملہ طے ہو جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۷۴) اگر مال کی آدائیگی پر آزادگی کو معلق کیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دی۔

ترجمہ: ١ یہ مثلا یوں کہے کہ اگر آپ نے مجھے ہزار ادا کئے تو تم آزاد ہو۔

تشریح: اس مسئلہ میں آزادگی کو مال ادا کرنے پر معلق کیا ہے اس لیے جب تک مال ادا نہیں کرے گا اس وقت تک غلام آزاد نہیں ہوگا۔ البتہ چونکہ مال ادا کرنے کی شرط لگائی ہے اس لیے اس کو تجارت کرنے کی اجازت ہوگی تا کہ مال کما کر آقا کو ادا کر سکے۔

وجہ: (۱) اس قول تابعی میں ہے۔ سمعت ابا حنیفة سئل عن رجل قال لغلامه اذا ادیت الی مائة دینار فانت حر۔ قال فاداها فهو حر (مصنف عبد الرزاق، باب العتق بالشرط، ج تاسع، ص ۱۹۱، نمبر ۱۷۰۹۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مال ادا کرنے پر غلام آزاد ہوگا۔ (۲) عن ابن شبرمة قال اذا قال الرجل لعبده انت حر علی ان تخدمنی عشرة سنین فله شرطه۔ (مصنف عبد الرزاق، باب العتق بالشرط، ج تاسع، ص ۱۹۱، نمبر ۱۷۰۹۸) اس قول تابعی میں بھی ہے کہ غلام پر شرط لگا سکتا ہے۔

ترجمہ: ٢ متن میں اس کا قول صح، کا مطلب یہ ہے کہ مال ادا کرتے وقت غلام آزاد ہو جائے گا، لیکن مکاتب نہیں بنے گا اس لیے آدائیگی پر آزاد کا معلق ہونا صریح ہے، اگر چہ اس میں آخیر میں معاوضہ کا معنی بھی ہے، جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے۔

اصول: دو اصول یاد رکھیں [۱] ایک ہے معلق کرنا ہو تو اس میں قبول کرنے میں مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ [۲] اور دوسرا ہے معاوضہ اس میں قبول کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، آزادگی کو مال کے ادا کرنے پر معلق کیا تو اس میں شروع میں اس میں معلق کرنا ہے، اور انتہاء کے طور پر اس میں معاوضہ ہے، اس لیے آگے آرہا ہے کہ مال حاضر کر دے تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا

تشریح: متن میں صح کا جو لفظ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ غلام ہزار ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا، لیکن وہ مکاتب نہیں بنے گا کیوں کہ یہاں تعلیق ہے، یہ اور بات ہے کہ یہ جملہ ابتداء کے طور پر تعلیق ہے اور انتہاء کے طور پر معاوضہ ہے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ: ٣ غلام کو ماذون التجارت سمجھا جائے گا تا کہ کام کرنے میں رغبت ہو جائے، اور کام کرنے سے مراد تجارت کرنا ہے بھیک مانگنا

(۲۲۷۵) وَإِنْ أَحْضَرَ الْمَالَ أَجْبَرَهُ الْحَاكِمُ عَلَى قَبْضِهِ وَعَتَقَ الْعَبْدُ ۱؎ وَمَعْنَى الْإِجْبَارِ فِيهِ وَفِي سَائِرِ الْحُقُوقِ أَنَّهُ يَنْزِلُ قَابِضًا بِالتَّخْلِيَةِ. ۲؎ وَقَالَ زُفَرُ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: لَا يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ وَهُوَ الْقِيَاسُ؛ لِأَنَّهُ تَصَرُّفُ يَمِينٍ إذْ هُوَ تَعْلِيقُ الْعِتْقِ بِالشَّرْطِ لَفْظًا، وَلِهَذَا لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى قَبُولِ الْعَبْدِ وَلَا يَحْتَمِلُ الْفَسْخَ وَلَا جَبْرَ عَلَى مُبَاشَرَةِ شُرُوطِ الْأَيْمَانِ؛ لِأَنَّهُ لَا اسْتِحْقَاقَ قَبْلَ وُجُودِ الشَّرْطِ، بِخِلَافِ الْكِتَابَةِ؛ لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةٌ وَالْبَدَلُ فِيهَا وَاجِبٌ. ۳؎ وَلَنَا أَنَّهُ تَعْلِيقٌ نَظَرًا إلَى اللَّفْظِ وَمُعَاوَضَةٌ نَظَرًا إلَى الْمَقْصُودِ؛ لِأَنَّهُ مَا عَلَّقَ عِتْقَهُ

نہیں ہے اس لیے تجارت کی اجازت ہوگی۔

تشریح: عبارت میں تجارت نہیں ہے، لیکن جب مال کی شرط پر آزاد کیا تو دلالت میں تجارت کی اجازت ہوگئی۔

ترجمہ: (۲۲۷۵) پس اگر غلام نے مال حاضر کیا تو حاکم آقا کو قبضہ کرنے پر مجبور کرے گا اور غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ یہاں، اور تمام حقوق میں مجبور کرنے کا معنی یہ ہے کہ مال سامنے میں رکھ دے تو آقا کو قبضہ کرنے والا سمجھا جائے۔

تشریح: تشریح: غلام نے مال حاضر کر دیا اور آقا نہیں لینا چاہتا ہے تو حاکم اس کو لینے پر مجبور کرے گا۔ اور مجبور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مال سامنے رکھ دے تو آقا کا قبضہ کرنے والا سمجھا جائے۔

وجہ: (۱) شرط کے مطابق آقا کو مال لے لینا چاہئے اور شرط کے خلاف کیا تو حاکم شرط پوری کرنے پر مجبور کرے گا۔ (۲) اس معاملہ کو شرط مانا جائے تو لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ تعلیق میں لینے پر مجبور نہیں کیا جاتا ہے، لیکن انتہاء کے اعتبار سے یہ معاوضہ ہے اور معاوضہ میں لینے پر مجبور کیا جاتا ہے اس لیے یہاں لینے پر مجبور کیا جائے گا، بس یہی بات اس عبارت میں سمجھانا چاہتے ہیں۔

نوٹ: آزاد ہونے سے پہلے غلام جو بھی کمائے گا حقیقت میں یہ مال آقا کا ہی ہے، البتہ آقا نے معلق کیا ہے اس لیے یہ مال غلام کا شمار کیا گیا۔

ترجمہ: ۲؎ زفرؒ نے فرمایا کہ قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے اس لیے کہ یہ قسم ہے اور لفظی اعتبار سے شرط پر معلق کرنا ہے، اسی لیے غلام کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا اور فسخ کا احتمال نہیں ہوگا، اور قسم کی شرط کے کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ شرط پائے جانے سے پہلے یہ استحقاق ہے۔

تشریح: اس لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہاں تعلیق کا معنی اصل ہے اور تعلیق میں لینے پر مجبور نہیں کا جاتا ہے اس لیے یہاں آقا کے لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

وجہ: قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن الثوری قال اذا قال لعبدہ اذا ادیت الی الف درھم فانت حر ثم بدا لہ ان لا یقبل منہ شیئا کان ذلک للسید** (مصنف عبد الرزاق، باب العتق بالشرط، ج تاسع، ص ۹۳، نمبر ۱۷۱۱۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ آقا کو حق ہے کہ غلام کا مال قبول نہ کرے۔

لغت: **لا جبر علی مباشرۃ شروط الایمان**: تعلیق میں شرط کو کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا ہے، کیوں کہ شرط کے پائے جانے سے پہلے اس کو کروانے کا مستحق نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ کے اعتبار سے تعلیق ہے اور مقصد کو دیکھتے ہوئے معاوضہ ہے اس لیے کہ آدائیگی پر معلق کرنے کا

بِالْأَدَاءِ إِلَّا لِيَحُثَّهُ عَلَى دَفْعِ الْمَالِ فَيَنَالَ الْعَبْدُ شَرَفَ الْحُرِّيَّةِ وَالْمَوْلَى الْمَالَ بِمُقَابَلَتِهِ بِمَنْزِلَةِ الْكِتَابَةِ، وَلِهَذَا كَانَ عِوَضًا فِي الطَّلَاقِ فِي مِثْلِ هَذَا اللَّفْظِ حَتَّى كَانَ بَائِنًا فَجَعَلْنَاهُ تَعْلِيقًا فِي الِابْتِدَاءِ عَمَلًا بِاللَّفْظِ وَدَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنْ الْمَوْلَى حَتَّى لَا يَمْتَنِعَ عَلَيْهِ بَيْعُهُ، وَلَا يَكُونُ الْعَبْدُ أَحَقَّ بِمَكَاسِبِهِ وَلَا يَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ الْمَوْلُودِ قَبْلَ الْأَدَاءِ، ۴؎ وَجَعَلْنَاهُ مُعَاوَضَةً فِي الِانْتِهَاءِ عِنْدَ الْأَدَاءِ دَفْعًا لِلْغُرُورِ عَنْ الْعَبْدِ حَتَّى يُجْبَرَ الْمَوْلَى عَلَى الْقَبُولِ، فَعَلَى هَذَا يَدُورُ الْفِقْهُ وَتَخْرُجُ الْمَسَائِلُ نَظِيرُهُ الْهِبَةُ بِشَرْطِ الْعِوَضِ. ۵؎ وَلَوْ أَدَّى الْبَعْضَ يُجْبَرُ عَلَى الْقَبُولِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَعْتِقُ مَا لَمْ يُؤَدِّ الْكُلَّ لِعَدَمِ الشَّرْطِ كَمَا إِذَا حَطَّ الْبَعْضَ وَأَدَّى الْبَاقِيَ.

مطلب یہ ہے کہ اس کو مال کے دینے کی ترغیب دی جائے تا کہ آزادگی کا شرف حاصل ہو جائے، اور آقا کو اس کے مقابلے پر مال مل جائے جو مال کتابت کے درجے میں ہے، اسی وجہ سے طلاق میں مال بدل بنتا ہے، اور اس قسم کے لفظ میں طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، اس لیے لفظ کے اعتبار کرتے ہوئے، اور آقا سے نقصان کو دفع کرنے کے لیے شروع میں تعلیق ہے، یہی وجہ کہ آقا پر غلام کو بیچنا ممتنع نہیں ہے۔ ار غلام اپنی کمائی میں خود مختار نہیں ہے، مال ادا کرنے سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا اس میں آزادگی کا اثر نہ آئے۔

تشریح: یہ جملہ لفظ کے اعتبار کرتے ہوئے تعلیق ہے، اور انتہاء اور مقصد کے اعتبار سے معاوضہ ہے۔ آگے معلق ہونے کے لیے چار باتیں عرض کر رہے ہیں [۱] معلق اس لیے قرار دیا کہ غلام کو کمانے کی ترغیب دی جائے، تا کہ اس کو آزادگی کا شرف حاصل ہو جائے اور آقا کو اس کے مقابلے میں مال مل جائے [۲] معلق ہونے کی وجہ سے مال کے ادا کرنے سے پہلے پہلے آقا اس کو بیچ سکتا ہے [۳] غلام اپنی کمائی کا پورا مختار نہیں ہوتا۔ [۴] ادا کرنے سے پہلے غلام کا جو بچہ ہے اس میں آزادگی کا اثر نہیں آئے گا۔

لغت: **لا یکون العبد احق بمکاسبہ**: آدا کرنے سے پہلے آزادگی نہیں آئے گی اس لیے غلام اپنی کمائی کا مالک نہیں بنے گا۔ **و لا یسری الی الولد المولود قبل الاداء**: مال ادا کرنے سے پہلے چونکہ غلام میں آزادگی نہیں آئی ہے اس لیے اس کی اولاد میں بھی آزادگی نہیں آئے گی۔

ترجمہ: ۴؎ اور اس جملے کو انتہاء کے اعتبار سے مال کی ادائیگی کے وقت معاوضہ قرار دیا جائے گا، غلام سے دھوکہ دور کرنے کے لیے تا کہ آقا کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے، اس پر بہت سارے فقہ کا مدار ہے اور مسائل نکلتے ہیں اس کی مثال بدلے کی شرط پر ہبہ ہے۔

تشریح: جب غلام مال ادا کرے گا تو اس وقت انتہاء کے اعتبار سے اس کو معاوضہ قرار دیا جائے گا اور آقا کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اس دو طرفہ اعتبار کرنے سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں، مثلا بدلے کی شرط پر ہبہ یہ انتہاء کے اعتبار سے معاوضہ ہے۔

ترجمہ: ۵؎ اگر غلام نے بعض مال کو ادا کیا تب بھی قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا لیکن جب تک پورا مال ادا نہ کرے شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے غلام آزاد نہیں ہوگا، جیسے آقا نے کچھ کم کر دیا اور غلام نے باقی مال ادا کیا تو شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: غلام نے بعض مال کو ادا کیا تو چونکہ یہ معاوضہ ہے اس لیے اس کو قبول کرنے پر آقا کو مجبور کیا جائے گا، البتہ پورے مال کی ادائیگی کی شرط تھی اور وہ ادا نہیں کی اس لیے غلام آزاد نہیں ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ آقا نے بعض مال کم کر دیا اور باقی مال کو غلام نے ادا کیا تو چونکہ شرط کل مال کی تھی وہ نہیں پائی گئی اس لیے غلام آزاد نہیں ہوگا۔

۶ ثُمَّ لَوْ أَدَّى أَلْفًا اكْتَسَبَهَا قَبْلَ التَّعْلِيقِ رَجَعَ الْمَوْلَى عَلَيْهِ وَعَتَقَ لِاسْتِحْقَاقِهَا، وَلَوْ كَانَ اكْتَسَبَهَا بَعْدَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ مَأْذُونٌ مِنْ جِهَتِهِ بِالْأَدَاءِ مِنْهُ، ۷ ثُمَّ الْأَدَاءُ فِي قَوْلِهِ إنْ أَدَّيْت يَقْتَصِرُ عَلَى الْمَجْلِسِ؛ لِأَنَّهُ تَخْيِيرٌ، وَفِي قَوْلِهِ إذَا أَدَّيْت لَا يَقْتَصِرُ؛ لِأَنَّ إذَا تُسْتَعْمَلُ لِلْوَقْتِ بِمَنْزِلَةِ مَتَى. (۲۲۷۶)وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ: أَنْتَ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِي عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ فَالْقَبُولُ بَعْدَ الْمَوْتِ ۱ لِإِضَافَةِ الْإِيجَابِ إلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَصَارَ كَمَا إذَا قَالَ أَنْتَ حُرٌّ غَدًا بِأَلْفِ دِرْهَمٍ، ۲ بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ أَنْتَ مُدَبَّرٌ عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ حَيْثُ يَكُونُ الْقَبُولُ إلَيْهِ فِي الْحَالِ؛ لِأَنَّ إيجَابَ التَّدْبِيرِ فِي الْحَالِ إلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ الْمَالُ لِقِيَامِ الرِّقِّ.

ترجمہ: ۶ پھر اگر ایسا ہزار ادا کیا جسکو معلق کرنے سے پہلے غلام نے جمع کیا تھا تو غلام آزاد ہوجائے گا، لیکن آقا دوسرا ہزار وصول کرے گا کیوں کہ پہلے ہزار کا مستحق خود آقا تھا، اور اگر معلق کرنے کے بعد غلام نے ہزار کمایا تو آقا اس کو وصول نہیں کرے گا، کیوں کہ آقا کی جانب سے ادا کرنے کی اجازت ہے۔

تشریح: آقا کے معلق کرنے سے پہلے غلام نے ہزار جمع کیا تھا، غلام نے وہی ہزار آقا کو دے دیا تو چونکہ شرط پائی گئی اس لیے غلام آزاد ہوجائے گا، لیکن معلق کرنے سے پہلے یہ ہزار آقا کا ہی ہے اس لیے آقا دوسرا ہزار غلام سے لیگا۔ اور اگر معلق کرنے کے بعد غلام نے ہزار کمایا تو یہ ہزار آقا کا نہیں ہے اس لیے آقا دوبارہ غلام سے نہیں لیگا۔

ترجمہ: ۷ پھر ان ادیت، ان کے ساتھ ہو تو ادا کرنا مجلس کے ساتھ خاص رہے گا اس لیے کہ یہ تخییر کی شکل ہے، اور اس کا قول اذا ادیت ہو تو مجلس پر خاص نہیں رہے گا اس لیے کہ اذا، وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے متی وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں ان، اور اذا، میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ ان، یہ تخییر کے لیے آتا ہے، اور تخییر میں مال ادا کرنا مجلس کے ساتھ خاص ہوگا، یعنی مجلس میں مال ادا کر دیا تو آزاد ہوگا، اور مجلس میں ادا نہیں کیا تو مجلس ختم ہونے کے بعد ادا کرنے کا اختیار باقی نہیں رہے گا، اور اگر اذا ادیت کہا تو اذا وقت کے لیے آتا ہے، اور متی کے معنی میں ہوتا ہے اور مطلب یہ ہوگا کہ جس وقت تم ادا کرو گے تو اس وقت تم آزاد ہوجاؤ گے، اب مجلس کے بعد جب کبھی بھی مال ادا کرے گا تو غلام آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۷۶) کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرے مرنے کے بعد ہزار کے بدلے میں آزاد ہے تو غلام آقا کے مرنے کے بعد قبول کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ آزادگی کو واجب کرنا موت کے بعد ہے تو ایسا ہوا۔ کہا تم ہزار کے بدلے میں پرسوں آزاد ہو۔

تشریح: آقا نے کہا کہ تم میرے مرنے کے بعد ہزار درہم کے بدلے میں آزاد ہو تو غلام ابھی قبول نہیں کر سکے گا، بلکہ آقا کے مرنے کے بعد قبول کر سکے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں آقا نے کہا: تم پرسوں آزاد ہو ہزار کے بدلے میں تو پرسوں قبول کرنے کا حق ملتا ہے اسی طرح یہاں مرنے کے بعد قبول کرنے کا حق ملے گا۔ کیوں کہ موت کے بعد آزادگی کو معلق کیا ہے۔

ترجمہ: ۲ بخلاف اگر کہا کہ تم مدبر ہو ہزار کے بدلے میں تو ابھی قبول کرے گا اس لیے کہ مدبر کرنا فی الحال ہے، لیکن غلامیت کی وجہ سے ابھی مال واجب نہیں ہوگا۔

۳؎ قَالُوا: لَا يَعْتِقُ عَلَيْهِ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ، وَإِنْ قَبِلَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَا لَمْ يُعْتِقْهُ الْوَارِثُ؛ لِأَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلْإِعْتَاقِ، وَهَذَا صَحِيحٌ. قَالَ: (۲۲۷۷)وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلَى خِدْمَتِهِ أَرْبَعَ سِنِينَ فَقَبِلَ الْعَبْدُ عَتَقَ ثُمَّ مَاتَ مِنْ سَاعَتِهِ فَعَلَيْهِ قِيمَةُ نَفْسِهِ فِي مَالِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَلَيْهِ قِيمَةُ خِدْمَتِهِ أَرْبَعَ سِنِينَ ۱؎ أَمَّا الْعِتْقُ فَلِأَنَّهُ جَعَلَ الْخِدْمَةَ فِي مُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ عِوَضًا فَيَتَعَلَّقُ الْعِتْقُ بِالْقَبُولِ، وَقَدْ وُجِدَ وَلَزِمَهُ خِدْمَةُ أَرْبَعِ سِنِينَ؛ لِأَنَّهُ يَصْلُحُ عِوَضًا فَصَارَ كَمَا إذَا أَعْتَقَهُ عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ، ثُمَّ إذَا مَاتَ الْعَبْدُ

تشریح: مدبر زندگی میں بنایا جاتا ہے اس لیے کہا کہ تم مدبر ہو ہزار کے بدلے میں تو غلام کو ابھی ہی قبول کرنیکا حق ہے، لیکن چونکہ ابھی غلام ہے اس لیے غلامیت کی وجہ سے اس پر مال واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ علماء نے فرمایا کہ متن کے مسئلے میں چاہے موت کے بعد غلام نے قبول کیا پھر بھی وہ خود آزاد نہیں ہوگا جب تک کہ وارث اس کو آزاد نہ کرے اس لیے کہ میت آزاد کرنے کا اہل نہیں ہے، اور یہی صحیح ہے

ترجمہ: (۲۲۷۷) کسی نے اپنے غلام کو چار سال کی خدمت پر آزاد کیا، غلام نے اس کو قبول کر لیا تو غلام آزاد ہو گیا خدمت دینے سے پہلے غلام مر گیا تو غلام کے مال میں خود غلام کی قیمت لازم ہوگی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ چار سال کی خدمت کی قیمت لازم ہوگی۔

اصول: شیخین کا اصول یہ ہے کہ خدمت غلام کی ذات کی قیمت ہے اس لیے خدمت نہیں کر سکا تو غلام کی جو قیمت ہے اس کے مال میں سے وہی لی جائے گی۔

اصول: امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ یہاں خدمت اصل ہوگئی اس لیے خدمت نہ کر سکا تو اس کی قیمت لازم ہوگی۔

تشریح: کسی نے چار سال کی خدمت پر غلام آزاد کیا، غلام نے اس کو قبول کیا اس لیے وہ آزاد ہو گیا، لیکن ابھی خدمت نہیں کر پایا تھا کہ غلام کی موت ہوگئی تو شیخین فرماتے ہیں کہ غلام کی قیمت جو ہو سکتی ہے وہ غلام کے مال سے لیا جائے گا، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چار سال کی خدمت کی جو قیمت ہوگی وہ غلام کے مال سے لیا جائے گا۔

وجہ: شیخین کے نزدیک غلام کی قیمت اس لیے لی جائے گی کہ خدمت غلام کی ذات کی قیمت تھی اور خدمت نہ کر سکا اس لیے غلام کی قیمت واجب ہوگی۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ خدمت بدل بن گئی ہے اور خدمت نہ کر سکا تو اس کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ غلام آزاد تو اس لیے ہو جائے گا مدت معلوم کی خدمت کو عوض قرار دیا اور آزادگی کو قبول پر متعلق کیا وہ قبول پایا گیا [اس لیے آزاد ہو جائے گا] اور غلام کو چار سال کی خدمت لازم ہوگی اس لیے کہ وہ بدل بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو ایسا ہو گیا کہ ہزار درہم کے بدلے آزاد کیا اور غلام مر گیا۔

تشریح: یہاں غلام آزاد ہونے کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ مدت معلوم کی خدمت بدلہ بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو جیسے ہزار درہم کے بدلے غلام آزاد کرے اور وہ قبول کر لے تو غلام آزاد ہو جائے گا، اسی طرح چار سال کی خدمت کے بدلے غلام آزاد کرے اور وہ قبول کر لے تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

۲ فَالْخِلَافِيَّةُ فِيهِ بِنَاءً عَلَى خِلَافِيَّةٍ أُخْرَى، وَهِيَ أَنَّ مَنْ بَاعَ نَفْسَ الْعَبْدِ مِنْهُ بِجَارِيَةٍ بِعَيْنِهَا ثُمَّ اُسْتُحِقَّتِ الْجَارِيَةُ أَوْ هَلَكَتْ يَرْجِعُ الْمَوْلَى عَلَى الْعَبْدِ بِقِيمَةِ نَفْسِهِ عِنْدَهُمَا وَبِقِيمَةِ الْجَارِيَةِ عِنْدَهُ وَهِيَ مَعْرُوفَةٌ. وَوَجْهُ الْبِنَاءِ أَنَّهُ كَمَا يَتَعَذَّرُ تَسْلِيمُ الْجَارِيَةِ بِالْهَلَاكِ وَالِاسْتِحْقَاقِ يَتَعَذَّرُ الْوُصُولُ إلَى الْخِدْمَةِ بِمَوْتِ الْعَبْدِ، وَكَذَا بِمَوْتِ الْمَوْلَى فَصَارَ نَظِيرَهَا. (۲۲۷۸)وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ: أَعْتِقْ أَمَتَك عَلَيَّ أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَى أَنْ تُزَوِّجْنِيهَا فَفَعَلَ فَأَبَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَهُ فَالْعِتْقُ جَائِزٌ وَلَا شَيْءَ عَلَى الْآمِرِ ۱ لِأَنَّ مَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ أَعْتِقْ عَبْدَك عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَيَّ فَفَعَلَ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ وَيَقَعُ الْعِتْقُ عَلَى الْمَأْمُورِ،

ترجمہ: ۲ اس مسئلے میں جو اختلاف ہے اس کی بنیاد دوسرے اختلافی مسئلے پر ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی نے غلام کے ہاتھ میں غلام کی ذات کو متعین باندی کے بدلے میں بیچا، پھر باندی کسی اور کی نکل گئی، یا باندی ہلاک ہوگئی تو شیخین کے یہاں آقا غلام کی قیمت لیگا، اور امام محمدؒ کے یہاں باندی کی قیمت لیگا، اور یہ مسئلہ مشہور ہے، اس پر بنا کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ہلاک ہونے کی وجہ سے یا مستحق ہونے کی وجہ سے باندی کو سپرد کرنا متعذر ہوگیا اسی طرح غلام کے مرنے کی وجہ سے خدمت کو وصول کرنا متعذر ہوگیا، اسی طرح آقا کے مرنے کی وجہ سے خدمت کرنا ناممکن ہوگیا تو یہ مسئلہ بھی باندی کی طرح ہوگیا۔

تشریح: ایک اور اختلافی مسئلہ ہے متن کا مسئلہ اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ۔ غلام کو غلام کے ہی ہاتھ میں ایک باندی کے بدلے بیچا، لیکن باندی کسی کی نکل گئی، یا باندی ہلاک ہوگئی جس کی وجہ سے باندی کو دینا متعذر ہوگیا تو شیخین کے نزدیک غلام کی قیمت واجب ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک باندی کی قیمت واجب ہوگی، کیوں کہ وہ اصل بن گئی، اسی طرح غلام کے مرنے کی وجہ سے اس سے خدمت نہیں لی جاسکی تو شیخین کے نزدیک غلام کی قیمت واجب ہوگی، اور امام محمدؒ کے نزدیک خدمت کی قیمت واجب ہوگی۔

ترجمہ: (۲۲۷۸) کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنی باندی کو ہزار کے بدلے میں آزاد کردو اور وہ ہزار میرے ذمے ہے اس شرط پر کہ تم اس سے نکاح کرا دینا، آقا نے آزاد کر دیا، لیکن نے نکاح کرنے سے انکار کر دیا تو آزادگی جائز ہوگی اور حکم دینے والے پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنے غلام کو ہزار کے بدلے میں آزاد کردو اور وہ ہزار میرے ذمے ہے، اور آقا نے ایسا کر دیا تو حکم دینے والے پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور جس کو حکم دیا تھا آزادگی اس کی جانب سے ہوجائے گی۔

اصول: یہاں یہ فرق بتانا چاہتے ہیں کہ اجنبی آدمی پر آزادگی کے بدلے کی رقم لازم نہیں ہوتی۔

اصول: اور اجنبی پر طلاق دلوانے کی رقم لازم ہوتی ہے۔

تشریح: زید نے عمر سے کہا کہ اپنی باندی کو ایک ہزار کے بدلے میں آزاد کردو اور وہ ہزار میرے ذمے ہے، شرط یہ ہے کہ باندی سے میری شادی کرا دینا، عمر نے آزاد کر دیا، آزاد ہونے کے بعد باندی نے نکاح سے انکار کر دیا، تو باندی عمر کی جانب سے آزاد ہوجائے گی اور زید پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: آزادگی تو کسی حال میں بھی آتی ہے تو آزاد ہوجاتا ہے اس لیے باندی آزاد ہوجائے گی۔ اور زید پر کوئی رقم اس لیے لازم نہیں ہوگی، کہ دوسرے پر آزادگی رقم لازم نہیں ہوتی، یہ قاعدہ ہے اس لیے زید پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، خصوصا نکاح کی شرط نہیں پائی گئی

۲؎ بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ لِغَيْرِهِ طَلِّقْ امْرَأَتَك عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ عَلَيَّ فَفَعَلَ حَيْثُ يَجِبُ الْأَلْفُ عَلَى الْآمِرِ؛ لِأَنَّ اشْتِرَاطَ الْبَدَلِ عَلَى الْأَجْنَبِيِّ فِي الطَّلَاقِ جَائِزٌ وَفِي الْعَتَاقِ لَا يَجُوزُ وَقَدْ قَرَّرْنَاهُ مِنْ قَبْلُ.(۲۲۷۹)وَلَوْ قَالَ: أَعْتِقْ أَمَتَك عَنِّي عَلَى أَلْفِ دِرْهَمٍ وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا قُسِّمَتْ الْأَلْفُ عَلَى قِيمَتِهَا وَمَهْرُ مِثْلِهَا، فَمَا أَصَابَ الْقِيمَةَ أَدَّاهُ الْآمِرُ، وَمَا أَصَابَ الْمَهْرَ بَطَلَ عَنْهُ ؛ ۱؎ لِأَنَّهُ لَمَّا قَالَ عَنِّي تَضَمَّنَ الشِّرَاءُ اقْتِضَاءً عَلَى مَا عُرِفَ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ فَقَدْ قَابَلَ الْأَلْفَ بِالرَّقَبَةِ شِرَاءً وَبِالْبُضْعِ نِكَاحًا فَانْقَسَمَ عَلَيْهِمَا، وَوَجَبَتْ حِصَّةُ مَا سُلِّمَ لَهُ وَهُوَ الرَّقَبَةُ وَبَطَلَ عَنْهُ مَا لَمْ يُسَلَّمْ وَهُوَ الْبُضْعُ، ۲؎ فَلَوْ زَوَّجَتْ نَفْسَهَا مِنْهُ لَمْ يَذْكُرْهُ. وَجَوَابُهُ أَنَّ

اس لیے اور بھی رقم لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ:۲؎ بخلاف اگر دوسرے سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس کے بدلے میں ایک ہزار میرے ذمے ہے اور اس نے طلاق دے دی تو حکم دینے والے پر ہزار لازم ہوگا، اس لیے کہ طلاق میں اجنبی پر بدلے کی شرط جائز ہے اور عتاق میں جائز نہیں ہے اور اس کی پوری بحث باب الخلع میں گزر چکی ہے۔

تشریح: زید نے عمر سے کہا کہ ایک ہزار کے بدلے میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس نے ایسا کر دیا تو عمر پر ہزار درہم لازم ہوگا۔

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق میں اجنبی پر اس کی قیمت رکھنا جائز ہے، عتاق میں جائز نہیں ہے، اس کی پوری بحث **کتاب الطلاق**، کے **باب الخلع** میں پہلے گزر چکی ہے، وہاں دیکھ لیں۔

ترجمہ:(۲۲۷۹) اور اگر کسی نے یوں کہا کہ میری جانب سے ہزار کے بدلے میں اپنی باندی کو آزاد کر دے اور مسئلہ اوپر والا ہی ہو [یعنی میری اس سے نکاح کرادو، لیکن باندی نے نکاح کرانے سے انکار کر دیا] تو ہزار کو اس کی قیمت پر اور مہر مثل پر تقسیم کیا جائے گا جو باندی کی قیمت ہوگی وہ حکم دینے والے پر لازم ہوگا، اور جو مہر مثل ہوگا، وہ حکم دینے والے پر لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ جب عنی یعنی میری جانب سے کہا تو اقتضاء خریدنے کو شامل ہے اور جب بات یہ ہے تو ہزار جو باندی کے مقابلے میں ہے وہ خریدنا ہوگا، اور جو بضع کے مقابلے پر ہے نکاح کے طور پر ہزار دونوں پر تقسیم ہو جائے گا اور مامور نے جتنا سپرد کیا اور وہ گردن ہے اتنا واجب ہوگا، اور جو سپرد نہیں کیا یعنی بضع وہ باطل ہو جائے گا۔

تشریح: یہاں تین باتیں ہیں [۱] ایک ہے باندی کو عنی کہہ کر عمر سے خریدنا۔ [۲] دوسرا ہے عمر کا آزاد کرنا۔ [۳] اور تیسرا ہے نکاح کرنا۔ مثلا زید نے عمر سے کہا کہ اپنی باندی کو مجھ سے ہزار کے بدلے میں بیچو پھر اس کو آزاد کر دو، پھر مجھ سے اس نکاح کرادو، اور عمر نے ایسا کر لیا تو باندی آزاد ہو جائے گی، اور باندی کی قیمت مثلا چھ سو درہم ہے تو زید پر یہ چھ سو لازم ہوگا، کیوں کہ یہ باندی کی قیمت ہے جو عمر نے آزاد کر کے گویا کہ زید کو باندی دے دی۔ اور باندی کا مہر مثل مثلا چار سو درہم ہے تو چونکہ باندی نے نکاح نہیں کیا اس لیے یہ چار سو زید پر لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۲؎ اور اگر باندی نے نکاح کر لیا، لیکن اس مسئلے کو، جامع صغیر، میں ذکر نہیں کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو باندی کی قیمت ہوگی وہ پہلے صورت میں حکم دینے والے ساقط ہو جائے گی اور دوسری صورت میں مامور کو ملے گا، اور جتنا حصہ مہر مثل کے لیے ہوگا وہ

مَا أَصَابَ قِيمَتَهَا سَقَطَ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَهِيَ لِلْمَوْلَى فِي الْوَجْهِ الثَّانِي، وَمَا أَصَابَ مَهْرَ مِثْلِهَا كَانَ مَهْرًا لَهَا فِي الْوَجْهَيْنِ.

بَابُ التَّدْبِيرِ

(۲۲۸۰)إذَا قَالَ الْمَوْلَى لِمَمْلُوكِهِ إذْ مِتُّ فَأَنْتَ حُرٌّ أَوْ أَنْتَ حُرٌّ عَنْ دُبُرٍ مِنِّي أَوْ أَنْتِ مُدَبَّرٌ أَوْ قَدْ دَبَّرْتُك فَقَدْ صَارَ مُدَبَّرًا ؛ لِ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَاظَ صَرِيحٌ فِي التَّدْبِيرِ فَإِنَّهُ إثْبَاتُ الْعِتْقِ عَنْ دُبُرٍ (۲۲۸۱)ثُمَّ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ وَلَا هِبَتُهُ وَلَا إخْرَاجُهُ عَنْ مِلْكِهِ إلَّا إلَى الْحُرِّيَّةِ لِ كَمَا فِي الْكِتَابَةِ.

دونوں صورتوں میں باندی کو ملے گا۔

تشریح: اگر باندی نے نکاح کر لیا، تو پہلی صورت جو مسئلہ نمبر ۲۲۷۸ میں گزرا کہ حکم دینے والے کو کچھ نہیں دینا پڑے گا وہ حکم دینے والے سے ساقط ہو جائے گا، مثال مذکور میں زید آمر پر چھ سو جو باندی کی قیمت ہے یہ نہیں دینا پڑے گا، اور دوسری صورت میں باندی کی قیمت چھ سو درہم زید عمر کو دیگا۔ اور جو مہر مثل بنے گا وہ دونوں صورتوں میں باندی کو ملے گا، کیوں کہ اس نے نکاح کر لیا ہے، یہاں حساب عبارت سے لگا لیں۔

باب التدبير

ضروری نوٹ: مدبر کا مطلب یہ ہے کہ آقا کہے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں غلام یا باندی آزاد ہے تو اس کو مدبر کہتے ہیں۔ دبر کے معنی ہیں بعد میں۔ چونکہ مرنے کے بعد آزاد کیا اس لیے اس کو مدبر کہتے ہیں۔

وجه: (۱) اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔ **عن جابر بن عبد الله قال اعتق رجل منا عبدا له عن دبر فدعا النبی ﷺ فباعه قال جابر مات الغلام عام اول** (بخاری شریف، باب بیع المدبر، ص ۴۰۹، نمبر ۲۵۳۴، ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر، ص ۵۶۱، نمبر ۳۹۵۵) (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال المدبر لا یباع و لا یوهب وهو حر من الثلث** (دارقطنی، کتاب المکاتب ۴/۸۷ نمبر ۴۲۲۰) اس دونوں حدیثوں سے مدبر بنانے کا ثبوت ہے۔

ترجمه: (۲۲۸۰) اگر آقا نے اپنے مملوک سے کہا جب میں مروں تو تم آزاد ہو، یا تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو، یا تم مدبر ہو، یا میں نے تم کو مدبر بنا دیا تو وہ مدبر ہو جائے گا۔

ترجمه: لِ اس لیے کہ یہ سب الفاظ مدبر بنانے میں صریح ہیں کہ مرنے کے بعد آزادگی کو ثابت کرنا ہے۔

تشریح: یہ سب الفاظ صریح طور پر مدبر بنانے کے ہیں۔ مثلا یوں کہے کہ جب میں مر جاؤں تو تم آزاد ہو تو ان الفاظ سے صراحت کے طور پر مدبر بنایا ہوا۔ ان سے غلام مدبر ہو جائے گا۔

ترجمه: (۲۲۸۱) نہیں جائز ہے مدبر کو بیچنا اور نہ اس کو ہبہ کرنا، اور نہ اپنی ملکیت سے نکالنا آزادگی کے علاوہ۔

ترجمه: لِ جیسے کہ مکاتب بنانے میں ہوتا ہے۔

تشریح: جب غلام کو مدبر بنا دیا تو اب اس کو بیچنا اور اس کو ہبہ کرنا یا اپنی ملکیت سے نکالنا جائز نہیں ہے صرف آزاد کر سکتا ہے۔

۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجُوزُ؛ لِأَنَّهُ تَعْلِيقُ الْعِتْقِ بِالشَّرْطِ فَلَا يَمْتَنِعُ بِهِ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ كَمَا فِي سَائِرِ التَّعْلِيقَاتِ وَكَمَا فِي الْمُدَبَّرِ الْمُقَيَّدِ وَلِأَنَّ التَّدْبِيرَ وَصِيَّةٌ وَهِيَ غَيْرُ مَانِعَةٍ مِنْ ذٰلِكَ. ۳؎ وَلَنَا قَوْلُهُ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – «الْمُدَبَّرُ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ وَهُوَ حُرٌّ مِنْ الثُّلُثِ» ۴؎ وَلِأَنَّهُ سَبَبُ الْحُرِّيَّةِ؛ لِأَنَّ الْحُرِّيَّةَ تَثْبُتُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَا سَبَبَ غَيْرُهُ؛ ثُمَّ جَعَلَهُ سَبَبًا فِي الْحَالِ أَوْلَى لِوُجُودِهِ فِي الْحَالِ وَعَدَمِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ؛ وَلِأَنَّ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ حَالُ بُطْلَانِ أَهْلِيَّةِ التَّصَرُّفِ فَلَا يُمْكِنُ تَأْخِيرُ السَّبَبِيَّةِ إلَى زَمَانِ بُطْلَانِ الْأَهْلِيَّةِ،

وجہ: (۱) اوپر حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر ؓ ان النبی ﷺ قال المدبر لا یباع و لا یوھب وھو حر من الثلث** (دار قطنی، کتاب المکاتب، ۴/۸۷، نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیہقی، باب من قال لا یباع المدبر، ج عاشر، ص ۵۲۹، نمبر ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہے اس کو نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے (۲) اس میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اس لیے بیچ کر اس کو ختم نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مدبر کو بیچنا جائز ہے اس لیے کہ آزادگی کو موت کی شرط پر معلق کیا ہے اس لیے بیچنے اور ہبہ کرنے سے نہیں روکا جا سکتا، جیسے اور تعلیقات میں ہوتا ہے، اور جیسے مقید مدبر میں ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ مدبر بنانا وصیت ہے اور وصیت بیچنے سے مانع نہیں ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں مدبر مطلق کو بھی بیچا اور ہبہ کیا جا سکتا ہے۔

وجہ: (۱) اس کی ایک دلیل یہ دے رہے ہیں کہ اس کی آزدگی کو موت پر معلق کرنا ہے، تو جس طرح اور تعلیقات میں بیچنا جائز ہے اسی طرح اس میں بیچنا جائز ہوگا (۲) مدبر مقید کو بیچنا جائز ہے اسی طرح مدبر مقید کو بھی بیچنا جائز ہوگا۔ (۳) مدبر بنانا وصیت کرنا ہے، اور وصیت کی ہوئی چیز کو بیچنا جائز ہے اس لیے مدبر کو بھی بیچنا جائز ہوگا (۴) ان کی دلیل اوپر کی حدیث ہے۔ **عن جابر بن عبد اللہ قال اعتق رجل منا عبدا لہ عن دبر فدعا النبی ﷺ فباعہ** (بخاری شریف، باب بیع المدبر، ص ۴۰۹، نمبر ۲۵۳۴، ابوداؤد شریف، باب فی بیع المدبر ص ۵۶۱، نمبر ۳۹۵۵) اس حدیث میں ہے کہ مدبر کو بیچا اس لیے مدبر کو بیچنا جائز ہے۔

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے کہ مدبر نہ بیچا جا سکتا ہے، نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے، اور نہ وراثت میں تقسیم کیا جا سکتا ہے وہ تہائی مال میں سے آزاد ہے۔

تشریح: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے جو اوپر گزری۔ **عن ابن عمر ؓ ان النبی ﷺ قال المدبر لا یباع و لا یوھب وھو حر من الثلث** (دار قطنی، کتاب المکاتب، ۴/۸۷، نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیہقی، باب من قال لا یباع المدبر، ج عاشر، ص ۵۲۹، نمبر ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہے اس کو نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور اس لیے کہ مدبر بنانا آزاد ہونے کا سبب ہے، اس لیے کہ آزادگی موت کے بعد ہوگی اور مدبر بنانے کے علاوہ کوئی سبب نہیں ہے اس لیے زیادہ بہتر ہے کہ مدبر بنانے کو فی الحال آزادگی کا سبب قرار دے دیا جائے اس لیے کہ فی الحال سبب ہے اور موت کے بعد سبب نہیں ہے اس لیے کہ موت کے بعد تصرف کا اہل ہونا باطل ہے اس لیے اہلیت کے باطل ہونے کے زمانے تک سبب کو موخر کرنا ممکن نہیں ہے۔

۵ بِخِلَافِ سَائِرِ التَّعْلِيقَاتِ؛ لِأَنَّ الْمَانِعَ مِنْ السَّبَبِيَّةِ قَائِمٌ قَبْلَ الشَّرْطِ؛ لِأَنَّهُ يَمِينٌ وَالْيَمِينُ مَانِعٌ وَالْمَنْعُ هُوَ الْمَقْصُودُ، وَأَنَّهُ يُضَادُّ وُقُوعَ الطَّلَاقِ وَالْعَتَاقِ، وَأَمْكَنَ تَأْخِيرُ السَّبَبِيَّةِ إلَى زَمَانِ الشَّرْطِ؛ لِقِيَامِ الْأَهْلِيَّةِ عِنْدَهُ فَافْتَرَقَا؛ ٦ وَلِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ خِلَافَةٌ فِي الْحَالِ كَالْوِرَاثَةِ وَإِبْطَالُ السَّبَبِ لَا يَجُوزُ، وَفِي الْبَيْعِ وَمَا يُضَاهِيهِ ذٰلِكَ. قَالَ: (۲۲۸۲)وَلِلْمَوْلَى أَنْ يَسْتَخْدِمَهُ وَيُؤَاجِرَهُ وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً وَطِئَهَا وَلَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا؛ ١ لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيهِ ثَابِتٌ لَهُ وَبِهِ تُسْتَفَادُ وِلَايَةُ هَذِهِ التَّصَرُّفَاتِ

تشریح: موت کے بعد میت کو تصرف کرنے کی اہلیت نہیں ہے، اس لیے مدبر بنانے کو ابھی ہی آزاد ہونے کا سبب قرار دے دیا جائے اور مدبر کو آزاد ہونے کا سبب ابھی قرار دے دیا گیا تو اب اس کو بیچنا اور ہبہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵ بخلاف اور تعلیقات کے اس لیے کہ شرط پائے جانے سے پہلے سبب کے مانع کی وجہ موجود ہے اور اس لیے کہ وہ قسم ہے اور قسم خود مانع ہے اور منع کرنا ہی مقصود ہے کیوں کہ وہ طلاق اور عتاق واقع ہونے کی ضد ہے اور شرط کے پائے جانے تک سبب کو موخر کرنا ممکن ہے اس لیے کہ ابھی اہلیت موجود ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مدبر بنانے کے علاوہ جتنے بھی تعلیقات ہیں وہ قسم کے معنی میں ہیں جس کا مقصد ہی یہ ہے کہ شرط پائے جانے سے پہلے وہ چیز وجود میں نہ آئے، اور شرط کے پائے جانے تک شرط لگانے والے کی اہلیت موجود ہے اس لیے اور تعلیقات کو ابھی واقع کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور مدبر میں موت بعد اہلیت باقی نہیں رہتی اس لیے ابھی ہی آزادگی کا شائبہ واقع کر دیا جائے گا اور بیع اور ہبہ ممنوع کر دیا جائے گا۔

ترجمہ: ٦ اور اس لیے کہ مدبر بنانا وصیت ہے، اور وصیت وراثت کی طرح فی الحال خلیفہ ہے اور آزادگی کے سبب کو باطل کرنا جائز نہیں ہے اور بیع اور ہبہ سے اس کو باطل کرنا لازم آتا ہے اس لیے یہ جائز نہیں ہوگا۔

تشریح: مدبر بنانا ایک طرح کی وصیت ہے اور وصیت فی الحال آزادگی کا سبب ہے اس لیے بیع اور ہبہ کر کے اس کو باطل کرنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۲۸۲) اور آقا کے لیے جائز ہے کہ مدبر سے خدمت لے اور اس کو اجرت پر رکھے۔ اور باندی ہو تو اس سے صحبت کر سکتا ہے۔ اور اس کے لیے جائز ہے کہ مدبرہ کی شادی کرائے۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ آقا کی ملکیت مدبر میں موجود ہے اس لیے اس کو تصرف کا حق ہے [یہ اس لیے یہ تصرفات کر سکتا ہے۔

تشریح: مدبر غلام آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا لیکن ابھی تو وہ غلام ہی ہے اس لیے اس کے آقا کے لیے جائز ہے کہ مدبر سے خدمت لے۔ اس کو اجرت پر رکھے۔ باندی ہو تو اس سے صحبت کرے یا باندی کی شادی دوسرے سے کرا دے۔

وجہ: (۱) وہ غلام اور باندی ابھی بھی ہیں۔ آزاد آقا کے مرنے کے بعد ہوں گے اس لیے ابھی ان کے ساتھ غلام باندی کا معاملہ کر سکے گا۔ (۲) حدیث میں ہے۔ عن جابر بن عبد اللہ قال رسول اللہ ﷺ لا بأس ببیع خدمۃ المدبر اذا احتاج۔ (دارقطنی، کتاب المکاتب، ۴/۷۷، نمبر ۴۲۱۷) جب مدبر کی خدمت بیچ سکتا ہے تو اس سے خدمت کروا سکتا ہے۔ اس اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مدبر کو اجرت پر رکھ سکتا ہے۔ (۳) وطی کرنے کی دلیل یہ عمل صحابی ہے۔ عن ابن عمر ؓ انہ دبر جاریتین لہ فکان یطؤھما وھما مدبرتان (سنن للبیھقی،

(۲۲۸۳) فَإِذَا مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَ الْمُدَبَّرُ مِنْ ثُلُثِ مَالِهِ ۱؎ **لِمَا رَوَيْنَا؛** ۲؎ **وَلِأَنَّ التَّدْبِيرَ وَصِيَّةٌ؛ لِأَنَّهُ تَبَرُّعٌ مُضَافٌ إِلَى وَقْتِ الْمَوْتِ وَالْحُكْمُ غَيْرُ ثَابِتٍ فِي الْحَالِ فَيَنْفُذُ مِنْ الثُّلُثِ، حَتَّى لَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ يَسْعَى فِي ثُلُثَيْهِ،** ۳؎ **وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلَى دَيْنٌ يَسْعَى فِي كُلِّ قِيمَتِهِ؛ لِتَقَدُّمِ الدَّيْنِ عَلَى الْوَصِيَّةِ وَلَا يُمْكِنُ نَقْضُ الْعِتْقِ فَيَجِبُ رَدُّ قِيمَتِهِ.**

باب وطئ المدبرة، ج عاشر، ص ۵۳۰، نمبر ۲۱۵۸۱) اس عمل صحابی سے معلوم ہوا کہ آقا مدبرہ سے وطی کر سکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۸۳) اور جب آقا کا انتقال ہوگا تو مدبر اس کے تہائی مال سے آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی۔

تشریح: آقا کے مرنے کے بعد مدبر آزاد ہوگا لیکن تہائی مال میں آزاد ہوگا۔ مثلا مدبر سمیت آقا نے نوسو پونڈ کی مالیت چھوڑی۔ اور مدبر کی قیمت تین سو پونڈ ہیں تو نوسو کی ایک تہائی تین سو پونڈ ہوئے جو مدبر کی قیمت ہے اس لیے پورا مدبر آزاد ہو جائے گا۔ کیوں کہ پورے مال میں سے ایک تہائی غلام کی قیمت ہو تب پورا مدبر آزاد ہوگا۔ اور اگر آقا نے صرف مدبر غلام چھوڑا کوئی اور مالیت نہیں تھی تو اس مدبر کی ایک تہائی آزاد ہوگی اور باقی دو تہائی قیمت سعایت کر کے آقا کے ورثاء کو دے گا تا کہ وہ وراثت میں تقسیم کر سکیں۔

وجہ: (۱) مدبر غلام آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوتا ہے اس لیے وہ وصیت کے درجہ میں ہوا۔ اور وصیت پورے مال کی تہائی میں جاری ہوتی ہے۔ باقی دو تہائی ورثہ میں تقسیم ہوتی ہے۔ اس لیے مدبر کی قیمت پورے مال کی ایک تہائی ہو تو پورا مدبر آزاد ہوگا۔ اور صرف مدبر چھوڑا ہو تو اس کی ایک تہائی آزاد ہوگی اور دو تہائی کی سعی کرے گا (۲) حدیث میں ہے جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ **عن ابن عمر** ؓ **ان النبی و قال المدبر لا یباع و لا یوھب وھو حر من الثلث** (دار قطنی، کتاب المکاتب، ۴/ ۸۷، نمبر ۴۲۲۰، سنن للبیھقی، باب من قال لا یباع المدبر، ج عاشر، ص ۵۲۹، نمبر ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدبر تہائی مال میں آزاد ہوگا (۳) دوسری حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے موت کے وقت چھ غلام آزاد کئے۔ اس کے پاس ان کے علاوہ کچھ نہیں تھا تو آپ ﷺ نے چھ میں سے دو غلام یعنی ایک تہائی کو آزاد کیا اور چار غلام یعنی دو تہائی کو غلام رکھا تا کہ وہ ورثہ میں تقسیم ہو جائے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عمران بن حصین ان رجلا اعتق ستة اعبد عند موته و لم یکن له مال غیرھم فبلغ ذلک النبی** ﷺ **فقال له قولا شدیدا ثم دعاھم فجزأھم ثلاثة اجزاء فاقرع بینھم فاعتق اثنین و ارق اربعة۔** (ابوداؤد شریف، باب فیمن اعتق عبیدا له لم یبلغھم الثلث، ص ۵۶۱، نمبر ۳۹۵۸) اس حدیث میں چھ غلاموں میں سے دو کو آزاد کیا جس سے معلوم ہوا کہ مدبر ایک تہائی سے آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لیے کہ مدبر بنانا وصیت ہے اس لیے کہ وہ ایسا تبرع ہے جو موت کے بعد کی طرف منسوب ہے اور اس کا حکم ابھی ثابت نہیں ہے اس لیے تہائی سے نافذ ہوگا، اور اگر اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو اپنی دو تہائی قیمت میں سعی کرے گا۔

تشریح: مدبر بنانا وصیت کے درجے میں ہے اور وصیت تہائی میں نافذ ہوتی ہے اس لیے مدبر کا بھی تہائی آزاد ہوگا۔ چناں چہ اگر اس غلام کے علاوہ کوئی مال نہ ہو تو غلام کا ایک حصہ آزاد ہوگا، اور باقی دو تہائی سعی کر کے ورثہ کو دیں گے۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر آقا پر قرض ہو تو پوری قیمت کی سعی کرے گا، کیوں کہ قرض وصیت پر مقدم ہے۔ کیوں کہ آزادگی کو ختم بھی نہیں

(۲۲۸۴) وَوَلَدُ الْمُدَبَّرَةِ مُدَبَّرٌ وَعَلَى ذٰلِكَ نُقِلَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ – رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ – (۲۲۸۵) وَإِنْ عَلَّقَ التَّدْبِيرَ بِمَوْتِهِ عَلَى صِفَةٍ مِثْلَ أَنْ يَقُولَ إِنْ مِتُّ مِنْ مَرَضِي هَذَا أَوْ سَفَرِي هَذَا أَوْ مِنْ مَرَضِ كَذَا فَلَيْسَ

کر سکتے اس لیے اس لیے اس کی قیمت کی سعی کرائی گئی۔

تشریح: آقا پر قرض ہے، تو وصیت چونکہ قرض کے بعد نافذ کی جاتی ہے اس لیے مدبر پوری کی سعی کرے گا۔

وجه: (۱) مدبر میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے اس لیے اس کو ختم بھی نہیں کر سکتے اور قرض بھی ادا کرنا ہے اس لیے یہ صورت نکالی کہ پوری قیمت کما کر دے تا کہ آقا کا نقصان نہ ہو اور آزاد بھی ہو جائے تا کہ غلام کا نقصان نہ ہو۔ (۲) قول تابعی میں ہے۔ **عن قتادة قال اذا كان على سيده دين استسعى في ثمنه** (مصنف عبد الرزاق، باب بيع المدبر، ۴/ ۳۰۴، نمبر ۱۶۶۶۹، مصنف ابن ابی شیبة، ۲۱۹ في الرجل يعتق عبده و ليس له مال غيره ۵/ ۲۰۵ نمبر ۲۱۷۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ آقا پر دین ہو تو مدبر اس کے لیے سعی کرے گا۔ (۳) حدیث میں ہے کہ قرض کی وجہ سے مدبر کو بیچا گیا۔ **عن جابر بن عبد الله ان رجلا اعتق غلاما له عن دبر منه و لم يكن له مال غيره فامر به النبي ﷺ فبيع بسبع مائة او بتسع مائة** (ابوداؤد شریف، باب في بيع المدبر، ص ۵۶۱، نمبر ۳۹۵۵، بخاری شریف، باب بيع المدبر، ص ۴۰۹، نمبر ۲۵۳۴) اور سنن بیہقی میں اس کی تصریح ہے کہ قرض کی وجہ سے بیچا گیا تھا۔ **عن جابر ان رسول الله ﷺ باع مدبرا في دين** (سنن للبيهقي، باب المدبر يجني فيباع في ارش جنايته الا ان يفديه سيده، ج عاشر، ص ۵۳۰، نمبر ۲۱۵۷۸) اس حدیث میں ہے کہ قرض میں مدبر بیچا گیا تھا، ہم نے مدبر اور آقا دونوں کے فائدے کے لیے یہ راستہ نکالا کہ اپنی قیمت کما کر دے اور مدبر آزاد ہو جائے۔

ترجمه: (۲۲۸۴) مدبر کا بچہ مدبر ہوگا۔

ترجمه: ا اسی پر صحابہ کا اجماع نقل کیا گیا ہے۔

وجه: (۱) اصول پہلے گزر چکا ہے کہ جیسی ماں ہوگی بچہ بھی ویسا ہی ہوگا۔ اس لیے ماں مدبرہ ہے تو اس کی اولاد بھی مدبر ہوگی (۲) قول صحابی میں ہے جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ **عن ابن عمر قال ولد المدبرة يعتقون بعتقها و يرقون برقها** (دار قطنی، كتاب المكاتب، ۴/ ۷۷، نمبر ۴۲۱۳، سنن للبيهقي، باب ماجاء في ولد المدبرة من غير سيدها بعد تدبيرها، ج عاشر، ص ۵۳۱، نمبر ۲۱۵۸۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مدبرہ کا بچہ مدبر ہوگا۔

ترجمه: (۲۲۸۵) اگر مدبر بنانے کو معلق کیا اپنی موت پر کسی صفت پر مثلا یہ کہے اگر میں اس مرض میں مروں یا اس سفر میں یا فلاں مرض میں مروں تو وہ مدبر نہیں ہے اور اس کا بیچنا جائز ہے۔

تشریح: مطلق مدبر نہیں بنایا بلکہ مقید مدبر بنایا۔ مطلق مدبر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بغیر کسی شرط پر معلق کئے ہوئے کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ اور مدبر مقید کی شکل یہ ہوتی ہے کہ کسی شرط پر معلق کر کے کہے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ مثلا میں اس مرض میں مرا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

وجه: (۱) کیوں کہ شرط پائی گئی (۲) حدیث میں ہے کہ مدبر کو حضور ﷺ نے بیچا تھا۔ حنفیہ کی رائے ہے کہ وہ مقید غلام تھا اس لیے اس کو بیچا تھا۔ **سمعت جابر بن عبد الله قال اعتق رجل منا عبدا له عن دبر فدعا النبي ﷺ فباعه** (بخاری شریف، باب بيع المدبر، ص

بِمُدَبَّرٍ وَيَجُوزُ بَيْعُهُ؛ لِ لِأَنَّ السَّبَبَ لَمْ يَنْعَقِدْ فِي الْحَالِ لِتَرَدُّدٍ فِي تِلْكَ الصِّفَةِ، بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ الْمُطْلَقِ؛ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ عِتْقُهُ بِمُطْلَقِ الْمَوْتِ وَهُوَ كَائِنٌ لَا مَحَالَةَ (۲۲۸۶)فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَلَى الصِّفَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا عَتَقَ كَمَا يُعْتَقُ الْمُدَبَّرُ لِ مَعْنَاهُ مِنْ الثُّلُثِ؛ لِأَنَّهُ ثَبَتَ حُكْمُ التَّدْبِيرِ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ؛ لِتَحَقُّقِ تِلْكَ الصِّفَةِ فِيهِ فَلِهَذَا يُعْتَبَرُ مِنْ الثُّلُثِ. ٢ وَمِنْ الْمُقَيَّدِ أَنْ يَقُولَ إِنْ مِتُّ إِلَى سَنَةٍ أَوْ عَشْرِ سِنِينَ لِمَا ذَكَرْنَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِلَى مِائَةِ سَنَةٍ وَمِثْلُهُ لَا يَعِيشُ إِلَيْهِ فِي الْغَالِبِ؛ لِأَنَّهُ كَالْكَائِنِ لَا مَحَالَةَ.

۴۰۹، نمبر ۲۵۳۴)اس حدیث میں ہے کہ مدبر کو حضور ﷺ نے بیچا ہے اس لیے حنفیہ کا خیال ہے کہ وہ مقید مدبر تھا۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ آزادگی کا سبب فی الحال منعقد نہیں ہوا اس لیے کہ صفت میں تردد ہے، بخلاف مطلق مدبر کے اس لیے اس کی آزادگی کو مطلق موت پر معلق کیا جو لامحالہ ہونے والا ہے [اس لیے وہاں ابھی سے بیچنا جائز نہیں ہوگا]

تشریح: آقا نے کہا اس سفر میں مرجاوں تو تم آزاد تو اس سفر میں مرنا مشکوک ہے اس لیے آزادگی کا سبب منعقد نہیں ہوگا اس لیے مدبر مقید غلام ابھی آزاد نہیں ہوگا، اس لیے اس کو بیچا جا سکتا ہے۔ اور مطلق مرنے پر آزادگی کو معلق کیا تو وہ لامحالہ ہونے والا ہے اس لیے اس میں ابھی سے آزادگی کا شائبہ آ گیا ہے اس لیے اس کو بیچا نہیں جا سکتا۔

ترجمہ: (۲۲۸۶) اگر آقا مر گیا اس صفت پر جس کا ذکر کیا تھا تو غلام آزاد ہو جائے گا جیسا کہ مدبر آزاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: لے اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی تہائی آزاد ہوگی، اس لیے کہ مدبر ہونے کا حکم زندگی کے آخری جز میں ہوا مدبر والی صفت کو متحقق کرنے کے لیے اس لیے تہائی کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح: آقا نے جس شرط پر غلام کو مرنے کے بعد آزادگی کا پروانہ دیا تھا وہ شرط پائی گئی تو مدبر مقید کی تہائی آزاد ہوگی جس طرح مدبر مطلق کی تہائی آزاد ہوتی ہے۔

وجہ: اس لیے کہ شرط پائی گئی اس لیے شرط کے مطابق آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٢ مدبر مقید کی صورت یہ ہے کہ۔ کہے میں ایک سال میں مرجاوں، یا دس سال میں مرجاؤں تو یہ مدبر مقید ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا [کہ اس میں مرنا مشکوک ہے] بخلاف اگر کہا کہ سو سال میں مرجاؤں، یا اتنے سالوں کی قید لگائی جس میں لوگ عام طور پر زندہ نہیں رہتے ہیں تو لامحالہ کی طرح ہے۔

اصول: جس مدت میں مرنا مشکوک ہے وہ، اس مدت میں مدبر مقید کی شکل ہوگی۔ اور جس مدت میں مرنا یقینی ہے وہ مدبر مطلق کی صورت ہوگی۔

تشریح: ایسی مدت جس میں مرنا یقینی نہیں وہ مدبر مقید کی شکل ہے، مثلا یہ کہے کہ میں دس سال میں مروں تو تم آزاد ہو تو یہ مدبر مقید کی صورت ہے، اور ایسی مدت جس میں مرنا یقینی ہے وہ مدبر مطلق کی شکل ہے، مثلا یوں کہے کہ میں سو سال میں مروں تو تم آزاد ہو تو یہ مدبر مطلق کی شکل ہوگی۔

باب الاستيلاد

(۲۲۸۷)وَإِذَا وَلَدَتْ الْأَمَةُ مِنْ مَوْلَاهَا فَقَدْصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهَا وَلَا تَمْلِيكُهَا ۱ؚ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا أَخْبَرَعَنْ إعْتَاقِهَا فَيَثْبُتُ بَعْضُ مَوَاجِبِهِ وَهُوَ حُرْمَةُ الْبَيْعِ،۲ؚ وَلِأَنَّ الْجُزْئِيَّةَ قَدْ حَصَلَتْ بَيْنَ الْوَاطِئِ وَالْمَوْطُوءَةِ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ فَإِنَّ الْمَاءَيْنِ قَدْ اخْتَلَطَا بِحَيْثُ لَا يُمْكِنُ الْمَيْزُ بَيْنَهُمَا عَلٰى مَا عُرِفَ فِي حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ، إلَّاأَنَّ بَعْدَ الِانْفِصَالِ تَبْقَى الْجُزْئِيَّةُ حُكْمًا لَاحَقِيقَةً فَضَعُفَ السَّبَبُ

باب الاستيلاد

ضروري نوٹ: آقا اپنی باندی سے صحبت کرے جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہوجائے اور آقا اعتراف کرے کہ بچہ میرا ہے تو وہ باندی بچے کی ماں ہونے کی وجہ سے ام ولد بن گئی۔ وہ آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوجائے گی۔

وجه: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ايما رجل ولدت امته منه فهي معتقة عن دبر منه۔ (ابن ماجہ شریف، باب امهات الاولاد ص ۳۶۱ نمبر ۲۵۱۵) اس حدیث سے ام ولد کا ثبوت ہوا اور اس کے آزاد ہونے کا ثبوت ہوا (۲) ابوداؤد میں ام ولد کو آزاد کرنے کے سلسلے میں لمبی حدیث ہے جس کا ٹکڑا یہ ہے۔ فقال ’رسول الله ﷺ‘اعتقوها فاذا سمعتم برقيق قدم علي فأتوني اعوضكم منها قالت فاعتقوني وقدم على رسول الله ﷺ رقيق فعوضهم مني غلاما (ابوداؤد شریف، باب في عتق امهات الاولاد، ص ۵۶۰، نمبر ۳۹۵۳) اس حدیث سے بھی ام ولد کے آزاد کرنے کا ثبوت ہے۔

ترجمه: (۲۲۸۷) جب باندی اپنے مولی سے بچہ جنے تو وہ اس کی ام ولد بنے گی۔ اب اس کے لیے اس کا بیچنا جائز نہیں اور نہ اس کا مالک بنانا جائز ہے۔

ترجمه: ۱ؚ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ اس کے بچے نے ام ولد کو آزاد کر دیا اس کے آزاد ہونے کی خبر دی اس لیے اس کے بعض موجب ثابت ہوگا اور وہ ہے اس کے بیچنے کا حرام ہونا۔

تشريح: آقا نے اپنی باندی سے صحبت کی جس کی وجہ سے اس سے بچہ پیدا ہوا تو یہ باندی ام ولد بن گئی اب اس کا بیچنا جائز نہیں۔ اور نہ ہبہ کر کے دوسرے کی ملکیت میں دینا جائز ہے۔

وجه: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال لما ولدت ام ابراهيم قال قال رسول الله ﷺ اعتقها ولدها۔ (دار قطنی، کتاب المكاتب ۴/ ۳۷، نمبر ۴۱۸۸) اس حدیث میں ہے کہ بچے نے اس کی ماں کو آزاد کر دیا۔ (۲) اوپر ابن ماجہ کی حدیث گزری۔ فهي معتقة عن دبر منه (ابن ماجہ شریف، نمبر ۲۵۱۵) (۳) عن ابن عمر ان النبي ﷺ نهى عن بيع امهات الاولاد و قال لا يبعن ولا يوهبن ولا يورثن يستمتع بها سيدها مادام حيا فاذا مات فهي حرة (دارقطنی، کتاب المكاتب، ۴/ ۵۷، نمبر ۴۲۰۳، سنن للبيهقي، باب الرجل يطأ امته بالملك فتلد له، ج عاشر، ص ۵۷۴، نمبر ۲۱۷۶۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہوجائے گی۔

ترجمه: ۲ؚ اور اس لیے کہ وطی کرنے والا اور جس سے وطی کی گئی ہے بچے کی وجہ سے دونوں کے درمیان جزئیت ہوگئی ہے، اس لیے کہ

فَأَوْجَبَ حُكْمًا مُؤَجَّلًا إِلَى مَا بَعْدِ الْمَوْتِ، ۳؎ وَبَقَاءُ الْجُزْئِيَّةِ حُكْمًا بِاعْتِبَارِ النَّسَبِ وَهُوَ مِنْ جَانِبِ الرِّجَالِ. فَكَذَا الْحُرِّيَّةُ تَثْبُتُ فِي حَقِّهِمْ لَا فِي حَقِّهِنَّ، حَتَّى إِذَا مَلَكَتْ الْحُرَّةُ زَوْجَهَا وَقَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ لَمْ يُعْتَقْ الزَّوْجُ الَّذِي مَلَكَتْهُ بِمَوْتِهَا، ۴؎ وَبِثُبُوتِ عِتْقٍ مُؤَجَّلٍ يَثْبُتُ حَقُّ الْحُرِّيَّةِ فِي الْحَالِ فَيُمْنَعُ جَوَازُ الْبَيْعِ وَإِخْرَاجُهَا لَا إِلَى الْحُرِّيَّةِ فِي الْحَالِ وَيُوجِبُ عِتْقَهَا بَعْدَ مَوْتِهِ ۵؎ وَكَذَا إِذَا كَانَ بَعْضُهَا مَمْلُوكًا لَهُ؛ لِأَنَّ الِاسْتِيلَادَ لَا يَتَجَزَّأُ فَإِنَّهُ فَرْعُ النَّسَبِ فَيُعْتَبَرُ بِأَصْلِهِ. قَالَ: (۲۲۸۸) وَلَهُ وَطْؤُهَا وَاسْتِخْدَامُهَا وَإِجَارَتُهَا وَتَزْوِيجُهَا

دونوں کے پانی اس طرح مل گئے ہیں کہ دونوں کے درمیان تمیز نہیں ہوسکتی، جیسا کہ حرمت مصاہرہ میں معلوم ہوا، مگر بچہ کے جدا ہونے کے بعد حکما جزئیت باقی رہی حقیقتا باقی نہیں رہی اس لیے کہ اب سبب کمزور ہوگیا اس لیے موت کے بعد تک مؤخر کر دیا گیا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، آقا اور باندی کا پانی ملا جس سے جزئیت ثابت ہوگئی، اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جزئیت کمزور ہوگئی اس لیے آقا کی موت کے بعد آزادگی کو مؤخر کر دیا گیا، البتہ موت سے پہلے اس کو بیچنا اور ہبہ کرنا ناجائز قرار دیا۔

ترجمہ: ۳؎ اور حکما جزئیت کو باقی رکھنا نسب کے اعتبار سے ہے اور وہ مرد کی جانب سے ہے اسی لیے آزادگی بھی مرد ہی کے حق میں ثابت ہوگی عورت کے حق میں نہیں ہوگی یہی وجہ ہے کہ اگر آزاد عورت اپنے شوہر کا مالک بن جائے جس سے بچہ پیدا ہوا ہوتو شوہر بیوی کے مرنے کے بعد آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: باپ سے نسب ثابت ہونے کی وجہ سے جزئیت ہوتی ہے اور نسب مرد کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے مرد ہی کے حق میں آزادگی ہوگی، چناں چہ اگر آزاد عورت بیوی ہو اور اس سے بچہ پیدا ہوا ہو، اور یہ عورت اپنے شوہر کا مالک بن جائے تو بیوی کے مرنے کے بعد شوہر آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ شوہر ام ولد نہیں بنتا۔

وجہ: حدیث کی بنا پر ام ولد آزاد ہوتی ہے اور باپ اب الولد ہے اس لیے وہ آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ اور مؤخر عتق کا ثبوت فی الحال حریت کا حق ثابت کرے گا اس لیے باندی کا بیچنا اور آزادگی کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف نکالنا ممتنع ہوگا اور آقا کی موت کے بعد اس کی آزادگی واجب کرے گا۔

تشریح: ام ولد پورے طور پر آقا کی موت کے بعد آزاد ہوگی، لیکن اس کا اثر ابھی سے ظاہر ہوگا کہ اس کو بیچ نہیں سکتا، اور آزاد کرنے کے علاوہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرسکتا جو اس کی آزادگی میں حائل ہو۔

ترجمہ: ۵؎ ایسے ہی اگر باندی کے بعض حصے کا مالک بنا [تب بھی ام ولد بن جائے گی] اس لیے کہ ام ولد میں ٹکڑا نہیں ہوتا اس لیے کہ ام ولد بننا نسب کی فرع ہے تو اس اصل کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح: بعض باندی کا مالک بنا اور اس سے وطی کر کے بچہ پیدا کر لیا تب بھی یہ وطی کرنے والے کی پورے طور پر ام ولد بن جائے گی۔

وجہ: ام ولد بننا نسب کی فرع ہے اور نسب میں ٹکڑا نہیں ہوتا اس لیے اس کے فرع میں بھی ٹکڑا نہیں ہوگا اور پوری باندی وطی کرنے والے کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ: (۲۲۸۸) اور آقا کے لیے جائز ہے اس سے صحبت کرنا اور اس سے خدمت لینا اور اس کو اجرت پر رکھنا اور اس کی شادی کرانا۔

ل لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيهَا قَائِمٌ فَأَشْبَهَتْ الْمُدَبَّرَةَ (٢٢٨٩) وَلَا يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا إلَّا أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ ل وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَدَّعِ؛ لِأَنَّهُ لَمَا ثَبَّتَ النَّسَبُ بِالْعَقْدِ فَلَأَنْ يَثْبُتَ بِالْوَطْءِ وَأَنَّهُ أَكْثَرُ إفْضَاءً أَوْلَى. ٢ وَلَنَا أَنَّ وَطْءَ الْأَمَةِ يُقْصَدُ بِهِ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ دُونَ الْوَلَدِ؛ لِوُجُودِ الْمَانِعِ عَنْهُ فَلَا بُدَّ مِنْ الدَّعْوَةِ

ترجمہ: ل اس لیے کہ اس میں آقا کی ملکیت قائم ہے اس لیے یہ مدبرہ کی طرح ہو گئی۔

وجہ: چونکہ آقا کی حیات تک باندی ہے اس لیے آقا باندی کے سارے معاملات کر سکتا ہے (۲) اوپر حدیث گزری۔ عن ابن عمر ان النبی ﷺ نھی عن بیع امھات الاولاد وقال لا یبعن ولا یوھبن ولا یورثن یستمتع بھا سیدھا مادام حیا فاذا مات فھی حرۃ (دار قطنی، کتاب المکاتب ۴/۵۷، نمبر ۴۲۰۳) جس سے معلوم ہوا کہ آقا زندگی بھر ام ولد سے خدمت لے سکتا ہے اور وطی بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۸۹) اور نہیں ثابت ہوگا بچے کا نسب مگر یہ کہ آقا اس کا اعتراف کرے۔

تشریح: باندی سے بچہ ہوا تو پہلی مرتبہ آقا اعتراف کرے کہ یہ میرا بچہ ہے تب اس بچے کا نسب آقا سے ثابت ہوگا۔ اور اگر اعتراف نہ کرے تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ البتہ ایک مرتبہ اعتراف کر لیا کہ یہ بچہ میرا ہے پھر دوسری مرتبہ بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب خود بخود آقا سے ثابت ہو جائے گا۔ اس کے لیے دوبارہ اعتراف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ: (۱) ولادت کے لیے باندی کا رشتہ آقا سے اتنا مضبوط نہیں ہے جتنا نکاح کی وجہ سے بیوی کا شوہر سے ہوتا ہے۔ اس لیے آقا کے اعتراف کی ضرورت پڑے گی (۲) باندی رکھنے سے لازم نہیں آتا کہ وہ وطی بھی کرتا ہوگا اور بچہ پیدا کرنا چاہتا ہوگا۔ کیوں کہ اس بچے میں غلامیت کا اثر ہے اس لیے اعتراف کی ضروت پڑے گی (۳) اس قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عباس قال کان ابن عباس یاتی جاریۃ لہ فحملت فقال لیس منی انی اتیتھا اتیانا لا ارید بہ الولد (طحاوی شریف، باب الامۃ یطأھا مولدھا ثم یموت وقد کانت جاء ت بولد فی حیاتہ ھل یکون ابنہ وتکون بہ ام ولد ام لا ج ثانی ص ۶۶) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ اعتراف کرے گا تو بچے کا نسب ثابت ہوگا اور انکار کرے گا تو نفی ہو جائے گی (۴) بخاری میں عتبہ بن ابی وقاص کی لمبی حدیث ہے جس میں آقا نے بیٹا ہونے کا دعوی کیا اس لیے دعوی کرنے کے بعد آپ نے بچے کا نسب آقا سے ثابت کر دیا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ فقال رسول اللہ ﷺ ھو لک یا عبد بن زمعہ من اجل انہ ولد علی فراش ابیہ (بخاری شریف، باب ام الولد، ص ۴۰۹، نمبر ۲۵۳۳)

ترجمہ: ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آقا دعوی نہ بھی کرے تب بھی بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا اس لیے کہ جب عقد نکاح سے نسب ثابت ہوتا ہے تو وطی سے بدرجہ اولی نسب ثابت ہوگا اس لیے کہ یہ زیادہ پہنچنے والا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ آقا بچے کا دعوی نہ بھی کرے تب بھی آقا سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

وجہ: اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ نکاح میں صرف عقد ہوتا ہے وطی نہ کرے تب بھی نسب ثابت ہو جاتا ہے، اور یہاں تو باندی سے وطی کی ہے اس لیے بدرجہ اولی نسب ثابت ہو جائے گا چاہے آقا بچے کے نسب کا دعوی نہ کرے۔۔ افضاء: زیادہ پہونچنے والا، مراد ہے وطی کرنا۔

ترجمہ: ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی سے وطی کرنے کا مقصد شہوت پوری کرنا ہے، بچہ پیدا کرنا نہیں ہے، کیوں کہ مانع موجود ہے کہ [کہ باندی کی قیمت کم ہو جائے گی] اس لیے دعوی ضروری ہے، جیسے بغیر وطی کی ملکیت ہو تو بچے کا دعوی کرنا پڑتا ہے۔ بخلاف عقد

بِمَنْزِلَةِ مَالِكِ الْيَمِينِ مِنْ غَيْرِ وَطْءٍ، بِخِلَافِ الْعَقْدِ؛ لِأَنَّ الْوَلَدَ يَتَعَيَّنُ مَقْصُودًا مِنْهُ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الدَّعْوَةِ. (۲۲۹۰) فَإِنْ جَاءَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ بِوَلَدٍ ثَبَتَ نَسَبُهُ بِغَيْرِ إِقْرَارٍ ۱ مَعْنَاهُ بَعْدَ اعْتِرَافٍ مِنْهُ بِالْوَلَدِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّهُ بِدَعْوَى الْوَلَدِ الْأَوَّلِ تَعَيَّنَ الْوَلَدُ مَقْصُودًا مِنْهَا فَصَارَتْ فِرَاشًا كَالْمَعْقُودَةِ بَعدَ النِّكَاحِ (۲۲۹۱) إِلَّا أَنَّهُ إِذَانَفَاهُ يَنْتَفِي بِقَوْلِهِ؛ ۱ لِأَنَّ فِرَاشَهَا ضَعِيفٌ حَتَّى يَمْلِكَ نَقْلَهُ بِالتَّزْوِيجِ، بِخِلَافِ الْمَنْكُوحَةِ حَيْثُ لَا يَنْتَفِي الْوَلَدُ بِنَفْيِهِ إِلَّابِاللِّعَانِ؛ لِتَأَكُّدِالْفِرَاشِ حَتَّى لَايَمْلِكَ إِبْطَالَهُ بِالتَّزْوِيجِ، ۲ وَهٰذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ حُكْمٌ. فَأَمَّا الدِّيَانَةُ، فَإِنْ كَانَ وَطِئَهَا وَحَصَّنَهَا وَلَمْ يَعْزِلْ عَنْهَا يَلْزَمُهُ أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ وَيَدَّعِي؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْوَلَدَ مِنْهُ، وَإِنْ عَزَلَ

نکاح کے اس لیے کہ وہاں بچہ پیدا کرنا ہی مقصود ہے اس لیے نکاح میں دعوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی سے وطی کرنے کا مقصد بچہ پیدا کرنا نہیں ہوتا بلکہ صرف خواہش پوری کرنی ہوتی ہے، اس لیے بچے کا دعوی کرے گا تب آقا سے اس کا نسب ثابت ہوگا، اور نکاح کا مقصد بچہ پیدا کرنا ہی ہے اس لیے وہاں بغیر دعوی کے بھی نسب ثابت ہوجائے گا۔

ترجمہ: (۲۲۹۰) پس اگر اس کے بعد بچہ دیا اس کا نسب آقا سے ثابت ہوگا بغیر اقرار کے۔

ترجمہ: ۱ اس کا معنی یہ ہے کہ پہلے بچے کا اعتراف کرلیا ہے اس لیے کہ پہلے بچے کے دعوی کرنے سے متعین ہوگیا کہ وطی کا مقصد بچہ پیدا کرنا ہے تو باندی اب فراش بن گئی جس طرح نکاح میں فراش ہوتی ہے۔

تشریح: پہلی مرتبہ آقا کے اعتراف کی ضرورت پڑے گی تب نسب ثابت ہوگا۔ لیکن بعد میں جو بچہ پیدا ہوگا اس کے نسب کا اقرار کئے بغیر آقا سے نسب ثابت ہوجائے گا۔

وجہ: ایک مرتبہ نسب ثابت ہوگیا اور ام ولد بن گئی تو ثابت ہوگیا کہ وطی کا مقصد بچہ پیدا کرنا ہے اس لیے دوسرا بچہ بغیر دعوی کے بھی آقا کا مان لیا جائے گا، جیسے نکاح میں بغیر دعوی کے بھی آقا کا مان لیا جاتا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۹۱) لیکن آقا کے نفی کرنے سے دوسرے بچے کے نسب کی نفی ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ باندی کا فراش ہونا کمزور ہے، یہی وجہ ہے کہ نکاح کرا کرا اپنے فراش کو دوسرے کی طرف منتقل کرسکتا ہے، بخلاف منکوحہ عورت کے، لعان کے بغیر بچے کی نفی نہیں ہوگی کیوں کہ اس کا فراش مضبوط ہے، دوسرے سے نکاح کرا کر فراش کو باطل نہیں کرسکتا۔

تشریح: پہلے بچے کے نسب کا اقرار کیا، اب دوسرا بچہ پیدا ہوا اور اس کے نسب کا انکار کرتا ہے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا

وجہ: (۱) باندی کا فراش ہونا کمزور ہے، یہی وجہ ہے کہ باندی کا نکاح کسے سے کرا دے تو اب یہ آقا کا فراش نہیں رہتی، اس کے برخلاف منکوحہ کا فراش مضبوط ہے، اس کے بچے کی نفی کرے گا تو لعان کرنا پڑے گا م، اور طلاق دئے بغیر منکوحہ کا نکاح کسی اور سے کرانا چاہے تو نہیں کرسکتا، اس لیے دوسرے بچے کے نسب کی نفی کرے تو نفی ہوجائے گی۔ (۲)۔ **کان ابن عباس یأتی جاریة له فحملت فقال لیس منی انی اتیتها اتیانا لا ارید به الولد** (طحاوی شریف، باب الامۃ الخ ص ۶۶) اس عمل صحابی میں بچے کی نفی کی تو نفی ہوگئی۔

ترجمہ: ۲ یہ جو کچھ میں نے ذکر کیا یہ حکم ہے لیکن دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر اس سے وطی کی ہے اور اس کو اپنے لیے محفوظ کیا ہے اور

عَنْهَا أَوْلَمْ يُحَصِّنْهَا جَازَلَهُ أَنْ يَنْفِيَهُ،لِأَنَّ هَذَا الظَّاهِرَ يُقَابِلُهُ ظَاهِرٌآخَرُ، هَكَذَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ -٣ وَفِيهِ رِوَايَتَانِ أُخْرَيَانِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللَّهُ ذَكَرْنَاهُمَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى (٢٢٩٢) فَإِنْ زَوَّجَهَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَهُوَ فِي حُكْمِ أُمِّهِ؛ لِأَنَّ حَقَّ الْحُرِّيَّةِ يَسْرِي إلَى الْوَلَدِ كَالتَّدْبِيرِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ وَلَدَ الْحُرَّةِ حُرٌّ وَوَلَدَ الْقِنَّةِ (٢٢٩٣)رَقِيقٌ وَالنَّسَبُ يَثْبُتُ مِنْ الزَّوْجِ ١ لِأَنَّ الْفِرَاشَ لَهُ ٢ وَإِنْ كَانَ النِّكَاحُ

اس سے عزل نہیں کیا ہے تو آقا کو لازم ہے کہ بچے کا اعتراف کر لے اور بچے کا دعوی کر لے اس لیے کہ ظاہر یہی ہے کہ بچہ اسی کا ہے، اور اگر اس سے عزل کیا ہے اور اپنے لیے محفوظ نہیں کیا ہے تو اُا کے لیے جائز ہے کہ بچے کی نفی کر دے، کیوں کہ ایک ظاہر باندی ہے اور دوسرا ظاہر عزل کرنا ہے جو اس کے مقابلے پر ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کی روایت ہے۔

تشریح: آقا بچے کی نفی کرنا چاہے گا تو وطی کے باوجود کر سکتا ہے، لیکن دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر باندی سے وطی کر رہا تھا اور عزل نہیں کرتا تھا تو بچے کا اقرار کر لینا چاہئے، اور اگر وطی نہیں کرتا تھا اور وطی کرتا تھا لیکن عزل کرتا تھا تو بچے کی نفی کر سکتا ہے۔

وجہ: یہاں دو ظاہر ہیں ایک ظاہر ہے کہ باندی اس کی ہے اس لیے بچہ اس کا ہونا چاہئے، اور دوسری ظاہر یہ ہے کہ یہ وطی نہیں کرتا تھا۔ یا وطی کرتا تھا لیکن عزل کرتا تھا اس لیے بچہ اس کا نہیں ہے اس لیے یہ انکار کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ٣ اس بارے میں دو روایتیں اور بھی ہیں جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے روایت ہیں اس کو میں نے کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا ہے۔

ترجمہ: (۲۲۹۲) اور اگر آقا نے ام ولد کی شادی کرادی پھر بچہ دیا تو وہ ماں کے حکم میں ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ ماں کی آزادگی کا حق بچے کی طرف سرایت کرتا ہے، جیسے مدبر ہونا سرایت کرتا ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ آزاد عورت کا بچہ آزاد عورت کا بچہ آزاد ہوتا ہے، اور غلام عورت کا بچہ غلام ہوتا ہے۔

اصول: بچے کا حکم ماں کا حکم ہے، ماں ام ولد ہے تو بچہ بھی ام ولد کے حکم میں ہوگا۔

تشریح: آقا نے ام ولد بنایا تھا بعد میں اس کی شادی کرادی اور اس شوہر سے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ ماں کی طرح ابھی غلام رہے گا اور آقا کے مرنے کے بعد جب ماں آزاد ہوگی تو اس وقت بچہ بھی آزاد ہوگا۔

وجہ: اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ **سمع عبد اللہ بن عمر یقول اذا ولدت الامة من سیدها فنکحت بعد ذلک فولدت اولادا کان ولدها بمنزلتها عبیدا ما عاش سیدها فان مات فهم احرار** (سنن للبیهقی، باب ولد ام الولد من غیرها بعد الاستیلاد، ج عاشر، ص ۵۸۴، نمبر ۲۱۸۰۰، مصنف عبد الرزاق، باب عتق ولد ام الولد، ج سابع، ص ۲۳۵، نمبر ۱۳۳۱۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ جب ماں آزاد ہوگی اس وقت بچہ بھی آزاد ہوگا اور ابھی ماں کی طرح غلام رہے گا۔

ترجمہ: (۲۲۹۳) اور نسب شوہر سے ثابت ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ ابھی فراش شوہر کی ہے۔

تشریح: یہ عورت اگر چہ آقا کی ام ولد تھی لیکن دوسرے شوہر سے نکاح کرا دیا اور ابھی اس سے بچہ پیدا ہوا ہے اس لیے اس بچے کا نسب اس شوہر سے ثابت ہوگا۔

فَاسِدًا إِذْ الْفَاسِدُ مُلْحَقٌ بِالصَّحِيحِ فِي حَقِّ الْأَحْكَامِ ۳ وَلَوْ ادَّعَاهُ الْمَوْلَى لَا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ لِأَنَّهُ ثَابِتُ النَّسَبِ مِنْ غَيْرِهِ، وَيُعْتَقُ الْوَلَدُ وَتَصِيرُ أُمُّهُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ لِإِقْرَارِهِ. (۲۲۹۴) وَإِذَا مَاتَ الْمَوْلَى عَتَقَتْ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ ۱ لِحَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ «أَنَّ النَّبِيَّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أَمَرَ بِعِتْقِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ وَأَنْ لَا يُبَعْنَ فِي دَيْنٍ وَلَا يُجْعَلْنَ مِنْ الثُّلُثِ» . ۲ وَلِأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى الْوَلَدِ أَصْلِيَّةٌ فَتُقَدَّمُ عَلَى حَقِّ الْوَرَثَةِ وَالدَّيْنِ كَالتَّكْفِينِ، بِخِلَافِ التَّدْبِيرِ؛ لِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِمَا هُوَ مِنْ زَوَائِدِ الْحَوَائِجِ

ترجمہ: ۲ اگر چہ یہ نکاح فاسد ہے، لیکن احکام میں فاسد کو صحیح کے ساتھ لاحق کر دیا جاتا ہے۔

تشریح: چونکہ یہ باندی آقا کی ام ولد تھی اس لیے دوسرے شوہر سے نکاح کرانا نکاح فاسد تھا، لیکن چونکہ نکاح کرا ہی دیا ہے اس لیے احکام میں فاسد کو نکاح صحیح کے درجے میں رکھ دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۳ اور اگر آقا نے بچے کا دعوی کیا تو اس کا نسب آقا سے ثابت نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اس کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہے، لیکن بچہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں ام ولد بن جائے گی، کیوں کہ آقا نے اس کا اقرار کیا ہے۔

تشریح: ام ولد تھی پھر دوسرے سے نکاح کرایا تھا پھر بھی آقا نے اپنا بچہ ہونے کا دعوی کر دیا، تو اس بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا، کیوں کہ شوہر سے اس کا نسب ثابت ہے، البتہ چونکہ یہ بچے کا اقرار کر رہا ہے، اس لیے بچہ ابھی آزاد ہو جائے گا، اور اس کی ماں دوبارہ آقا کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ: (۲۲۹۴) اور جب آقا مرے گا تو وہ تمام مال سے آزاد ہوگی۔

ترجمہ: ۱ سعید بن مسیب کی حدیث کی وجہ سے کہ حضور ﷺ نے ام ولد کو آزاد کرنے کا حکم دیا، اور آقا کے قرض میں بھی نہیں بیچی جائے گی، اور تہائی مال میں سے بھی نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: آقا مر جائے تو ام ولد مکمل آزاد ہو جائے گی۔ نہ وہ بیچی جائے گی اور نہ تہائی مال میں سے کی جائے گی، بلکہ وہ مکمل آزاد ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر ان النبی ﷺ نہی عن بیع امہات الاولاد وقال لایبعن ولا یوہبن ولا یورثن یستمتع بہا سیدہا مادام حیا فاذا مات فہی حرۃ** (دار قطنی، کتاب المکاتب، ۴/ ۵۷، نمبر ۴۲۰۳، سنن للبیہقی، باب الرجل یطأ امتہ بالملک فتلد لہ، ج عاشر، ص ۵۷۴، نمبر ۲۱۷۶۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام ولد آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ (۲) **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ایما رجل ولدت امتہ منہ فہی معتقۃ عن دبر منہ۔** (ابن ماجہ شریف، باب امہات الاولاد، ص ۳۶۱، نمبر ۲۵۱۵) (۳) اثر میں ہے۔ **اعتق عمر امہات الاولاد اذا مات ساداتہن فأتت امرأۃ منہن علیا ارادسیدہا ان یبیعہا فی دین کان علیہ فقال اذہبی فقد اعتقکن عمر** (مصنف عبد الرزاق، باب بیع امہات الاولاد، ج سابع، ص ۲۳۲، نمبر ۱۳۲۹۶) اس عمل صحابی سے بھی معلوم ہوا کہ ام ولد آقا کے قرض کے لیے بھی سعی نہیں کرے گی کیوں کہ وہ مکمل آزاد ہو گئی۔

ترجمہ: ۲ اور اس لیے کہ بچے کی ضرورت اصلی ہے اس لیے ورثہ اور قرض کے حق پر بھی مقدم ہوگا، جیسے کفن مقدم ہوتا ہے، بخلاف مدبر بنانے کے اس لیے کہ وہ تو وصیت ہے اور ضرورت سے زائد چیز ہے۔

(۲۲۹۵) وَلَا سِعَايَةَ عَلَيْهَا فِي دَيْنِ الْمَوْلَى لِلْغُرَمَاءِ ۱؎ لِمَا رَوَيْنَا، ۲؎ وَلِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِمَالٍ مُتَقَوِّمٍ حَتَّى لَا تُضْمَنُ بِالْغَصْبِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – ۳؎ فَلَا يَتَعَلَّقُ بِهَا حَقُّ الْغُرَمَاءِ كَالْقِصَاصِ، بِخِلَافِ الْمُدَبَّرِ؛ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ. (۲۲۹۶)وَإِذَا أَسْلَمَتْ أُمُّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ فَعَلَيْهَا أَنْ تَسْعَى فِي قِيمَتِهَا ۱؎ وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ الْمُكَاتَبِ لَا تُعْتَقُ حَتَّى تُؤَدِّيَ السِّعَايَةَ. ۲؎ وَقَالَ زُفَرُ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: تُعْتَقُ فِي الْحَالِ وَالسِّعَايَةُ

تشریح: بچے کا حق قرض پر اور ورثہ پر بھی مقدم ہے اس لیے کہ اس کی ضرورت اصلی ہے اس لیے اس کو بیچ کر قرض بھی ادا نہیں کیا جائے گا، اس لیے بچہ اور ماں پورے طور پر آزاد ہو جائیں گے۔ اس کے برخلاف مدبر بنانا ایک زائد چیز ہے اس لیے اس کی تہائی آزاد ہوگی۔

ترجمہ: (۲۲۹۵) ام ولد آقا کے قرض خواہوں کے لیے سعی نہیں کرے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے پہلے روایت کی۔

تشریح: آقا کے مرنے کے بعد اگر اس پر قرض ہے تو ام ولد نہ بیچی جائے گی اور نہ وہ قرض خواہوں کے لیے سعی کرے گی، کیوں کہ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ وہ بیچی نہیں جائے گی، اور یہ حدیث بھی گزری کہ وہ مکمل آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لیے کہ ام ولد متقوم مال نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اس کو کوئی غصب کر لے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا ضمان لازم نہیں آتا ہے۔

تشریح: ام ولد میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے، اس کے لیے دو مثالیں دے رہے ہیں [۱] پہلی بات یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر کوئی ام ولد کو غصب کر لے جائے تو غاصب پر اس کا ضمان نہیں ہے، کیوں کہ اس کی قیمت نہیں لگتی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ ام ولد کے ساتھ قرض خواہوں کا حق متعلق نہیں ہوتا، جیسے کہ قصاص۔

تشریح: جس طرح قصاص میں قرض خواہوں کا حق متعلق نہیں ہوتا اسی طرح ام ولد کے ساتھ بھی قرض خواہوں کا حق متعلق نہیں ہوتا۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف مدبر کے اس لیے کہ وہ مال متقوم ہے۔ مدبر مال متقوم ہوتا ہے اس لیے اس لیے آقا کے جو قرض خواہ ہیں وہ اپنا قرض مدبر سے وصول کرے گا۔ ام ولد سے وصول نہیں کرے گا۔

ترجمہ: (۲۲۹۶) اگر نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو اس پر اس کی قیمت کی سعی کرنا ہے۔

ترجمہ: ۱؎ یہ ام ولد مکاتبہ کی طرح ہوگی جب تک کہ قیمت ادا نہ کرے آزاد نہیں ہوگی۔

تشریح: نصرانی کی ام ولد مسلمان ہو جائے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ ابھی آزاد نہیں ہوگی، بلکہ اپنی قیمت سعی کر کے ادا کرے گی پھر آزاد ہوگی، البتہ کمانے کے اعتبار سے وہ آزاد ہو جائے گی، جیسے مکاتبہ غلام رہتی ہے لیکن کمانے کے اعتبار سے آزاد ہو جاتی ہے، اس صورت میں ام ولد کا یہ فائدہ ہے کہ وہ کما کر آقا کی زندگی میں آزاد ہوگی، اور آقا کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو ام ولد کی قیمت مل جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ ام ولد ابھی آزاد ہو جائے گی، اور اپنی قیمت کما کر دینا اس پر قرض رہے گا، یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ آقا پر اسلام پیش کیا گیا ہو پھر اس نے انکار کر دیا ہو، اور اگر آقا مسلمان ہو جائے تب تو باندی ام ولد باقی رہے گی۔ انکی دلیل یہ ہے کہ اسلام لانے کی وجہ سے ام ولد سے اس کی ذلت واجب ہے اور یہ دو صورتوں سے ہو سکتا ہے، بیچنے کے ذریعہ اور آزاد کرنے کے

دَيْنٌ عَلَيْهَا، وَهَذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا عُرِضَ عَلَى الْمَوْلَى الْإِسْلَامُ فَأَبَى، فَإِنْ أَسْلَمَ تَبْقَى عَلَى حَالِهَا. لَهُ أَنَّ إِزَالَةَ الذُّلِّ عَنْهَا بَعْدَمَا أَسْلَمَتْ وَاجِبَةٌ وَذَلِكَ بِالْبَيْعِ أَوْ الْإِعْتَاقِ وَقَدْ تَعَذَّرَ الْبَيْعُ فَتَعَيَّنَ الْإِعْتَاقُ. ۳ وَلَنَا أَنَّ النَّظَرَ مِنْ الْجَانِبَيْنِ فِي جَعْلِهَا مُكَاتَبَةً؛ لِأَنَّهُ يَنْدَفِعُ الذُّلُّ عَنْهَا بِصَيْرُورَتِهَا حُرَّةً يَدًا وَالضَّرَرُ عَنْ الذِّمِّيِّ لِانْبِعَاثِهَا عَلَى الْكَسْبِ نَيْلًا لِشَرَفِ الْحُرِّيَّةِ فَيَصِلُ الذِّمِّيُّ إِلَى بَدَلِ مِلْكِهِ، أَمَّا لَوْ أُعْتِقَتْ وَهِيَ مُفْلِسَةٌ تَتَوَانَى فِي الْكَسْبِ ۴ وَمَالِيَّةُ أُمِّ الْوَلَدِ يَعْتَقِدُهَا الذِّمِّيُّ مُتَقَوَّمَةً فَيُتْرَكُ وَمَا يَعْتَقِدُهُ، ۵ وَلِأَنَّهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ مُتَقَوِّمَةً فَهِيَ مُحْتَرَمَةٌ، وَهَذَا يَكْفِي لِوُجُوبِ الضَّمَانِ ۶ كَمَا فِي الْقِصَاصِ الْمُشْتَرَكِ إِذَا عَفَا أَحَدُ

ذریعہ سے، لیکن بیچنا ناممکن ہے اس لیے آزاد کرنا ہی پڑے گا۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ام ولد ابھی آزاد ہو جائے گی، اور اپنی قیمت کما کر دینا اس پر قرض رہے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ام ولد سے ذلت دور کرنا ضروری ہے، اور وہ دو ہی طریقے سے ہو سکتا ہے، بیچنے کے ذریعہ اور آزاد کرنے کے ذریعہ، اور بیچ نہیں سکتے تو اب آزاد کرنا ہی پڑے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ آقا پر اسلام پیش کیا گیا اور اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تب یہ صورت ہے، لیکن اگر وہ اسلام لے آئے تو باندی اس کی ام ولد رہے گی، کیوں کہ اب اس کو ام ولد رہنے میں کوئی ذلت نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ مکاتبہ بنانے میں دونوں جانب کا فائدہ ہے، اس لیے ام ولد سے ذلت دفع ہو جائے گی، کہ وہ بدلہ آدا کر کے آزاد ہو جائے گی، اور ذمی آقا کا نقصان بھی ختم ہو جائے گا اس لیے کہ ام ولد کو کمانے پر آمادہ کیا تا کہ آزادگی پائے، اس لیے ذمی آقا کو بدلہ مل جائے گا، اور اگر ام ولد کو آزاد کر دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ مفلس عورت وہ کمانے میں سستی کرے۔

تشریح: نصرانی کی ام ولد کو ابھی آزاد نہیں کیا بلکہ مکاتبہ کے درجے میں رکھا تو اس میں دونوں کا فائدہ ہے، کما کر آقا کی زندگی میں آزاد ہو جائے گی، اور ذلت بھی ختم ہو جائے گی، یہ ام ولد کا فائدہ ہے۔ اور آقا کو ام ولد کی قیمت مل جائے گی یہ آقا کا فائدہ ہے۔

لغت: تتوانی: سستی کرنا۔ انبعاث: آمادہ کرنا۔

ترجمہ: ۴ ام ولد کی قیمت ہے اس کا اعتقاد ذمی آقا کو بھی ہے اس لیے جس چیز کا اعتقاد ہے ذمی کو اس پر چھوڑ دیا جائے گا۔

تشریح: ذمی ہونے کی وجہ سے اس کا اعتقاد یہی ہے کہ ام ولد آزاد نہیں ہے بلکہ اس کو بیچا جا سکتا ہے وہ متقوم ہے، اس لیے اس کے اعتقاد کی رعایت کرتے ہوئے بھی ام ولد کو ابھی آزاد قرار نہ دیا جائے بلکہ اس کی قیمت کی سعایت کرنے کے لیے کہا جائے۔

ترجمہ: ۵ اور اس وجہ سے بھی کہ ام ولد متقوم نہیں ہے، لیکن وہ محترم تو ہے اور ضمان واجب ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

تشریح: ام ولد مسلمان ہو گئی تو وہ اب محترم ہو گئی اور انسان کا محترم ہونا اتنا ہی ضمان لازم ہونے کے لیے کافی ہے۔

ترجمہ: ۶ جیسے مشترک قصاص میں کسی ایک ولی نے قصاص معاف کر دیا ہو تو باقی کے لیے مال واجب ہوتا ہے۔

تشریح: مثلاً قصاص واجب ہونے کے لیے چار آدمی ولی تھے، ان میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا تو باقی تین آدمی کے لیے مال واجب ہوتا ہے، کیوں کہ مقتول محترم ہے، اس کے احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ باقی تین آدمی کا مال واجب ہو، اسی طرح ام ولد محترم ہے اس لیے اس پر ضمان لازم ہوگا۔

الْأَوْلِيَاءِ يَجِبُ الْمَالُ لِلْبَاقِينَ. (۲۲۹۷) وَلَوْ مَاتَ مَوْلَاهَا عَتَقَتْ بِلَا سِعَايَةٍ؛ ۱؎ لِأَنَّهَا أُمُّ وَلَدٍ لَهُ، ۲؎ وَلَوْ عَجَزَتْ فِي حَيَاتِهِ لَا تُرَدُّ قِنَّةً؛ لِأَنَّهَا لَوْ رُدَّتْ قِنَّةً أُعِيدَتْ مُكَاتَبَةً لِقِيَامِ الْمُوجِبِ (۲۲۹۸) وَمَنْ اسْتَوْلَدَ أَمَةَ غَيْرِهِ بِنِكَاحٍ ثُمَّ مَلَكَهَا صَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: لَا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ، ۲؎ وَلَوْ اسْتَوْلَدَهَا بِمِلْكِ يَمِينٍ ثُمَّ اُسْتُحِقَّتْ ثُمَّ مَلَكَهَا تَصِيرُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ عِنْدَنَا،

ترجمہ: (۲۲۹۷) اگر نصرانی آقا مر گیا تو ام ولد آزاد ہو جائے گی اور اس پر کما کر دینا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ ام ولد ہے۔

تشریح: نصرانی کی ام ولد بہر حال ام ولد ہے اس لیے آقا کا انتقال ہو گیا تو ام ولد آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر آقا کی زندگی میں کام کرنے سے عاجز ہو گئی تو دوبارہ وہ باندی نہیں بنے گی اس لیے کہ اگر باندی بنی تو لوٹ کر مکاتبہ بن جائے گی، کیوں کہ مکاتبہ کا سبب موجود ہے، اس لیے لوٹ کر خالص باندی نہیں بنے گی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۲۹۸) اگر آدمی نے دوسرے کی باندی سے نکاح کے ذریعہ صحبت کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا پھر باندی کا مالک ہوا تو وہ اس کی ام ولد بن جائے گی۔

تشریح: دوسرے کی باندی سے نکاح کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا بعد میں اس باندی کو خرید لیا تو یہ باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔ اگر چہ بچہ پیدا ہوتے وقت یہ اس کی باندی نہیں تھی۔

وجہ: (۱) اگر چہ بعد میں باندی بنی لیکن ہے تو اس کے بچے کی ماں اس لیے بعد میں باندی ہوئی تب بھی ام ولد شمار کی جائے گی اور آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے کہا کہ وہ ام ولد نہیں بنے گی۔

وجہ: (۱) کیوں کہ وہ بچہ جنتے وقت اس کی باندی نہیں تھی اس کی بیوی تھی (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ **عن الشعبی قال رفع الی شریح رجل تزوج امة فولدت له اولاد اثم اشتراها فرفعهم شریح الی عبیدة فقال عبیدة انما تعتق ام الولد اذا ولدتهم احرارا فاذا ولدتهم مملوکین فانها لا تعتق** (سنن للبیھقی، باب الرجل ینکح الامة فتلد له ثم یملکھا ج عاشر، ص ۵۸۵، نمبر ۲۱۸۰۵) اس قول تابعی میں ہے کہ باندی ہونے کی حالت میں بچہ آزاد پیدا کرے تب باندی ام ولد بنے گی۔ اور یہاں بیوی ہونے کی حالت میں بچہ مملوک پیدا کیا اس لیے باندی ام ولد نہیں بنے گی۔

ترجمہ: ۲؎ اگر اپنی باندی ہونے کی حالت میں بچہ پیدا ہوا پھر باندی کسی اور کی نکل گئی، پھر اس باندی کا مالک بنا تو تب بھی یہ ام ولد بن جائے گی۔

تشریح: جس وقت بچہ پیدا ہوا اس وقت یہ اپنی باندی تھی، بعد میں کسی اور کی نکل گئی، بعد میں پھر یہ اپنی باندی بن گئی تو یہ ام ولد بن جائیگی۔

وجہ: بچہ پیدا ہوتے وقت، یا بچہ پیدا ہونے کے بعد کبھی بھی آقا کی باندی بنی تو یہ ام ولد بن جائے گی۔

۳؎ وَلَهُ فِيهِ قَوْلَانِ وَهُوَ وَلَدُ الْمَغْرُورِ ۴؎ لَهُ أَنَّهَا عَلِقَتْ بِرَقِيقٍ فَلَا تَكُونُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ كَمَا إذَا عَلِقَتْ مِنْ الزِّنَا ثُمَّ مَلَكَهَا الزَّانِي، وَهَذَا؛ لِأَنَّ أُمُومِيَّةَ الْوَلَدِ بِاعْتِبَارِ عُلُوقِ الْوَلَدِ حُرًّا؛ لِأَنَّهُ جُزْءُ الْأُمِّ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ وَالْجُزْءُ لَا يُخَالِفُ الْكُلَّ. ۵؎ وَلَنَا أَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْجُزْئِيَّةُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا مِنْ قَبْلُ، وَالْجُزْئِيَّةُ إنَّمَا تَثْبُتُ بَيْنَهُمَا بِنِسْبَةِ الْوَلَدِ الْوَاحِدِ إلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمُلًا وَقَدْ ثَبَتَ النَّسَبُ فَتَثْبُتُ الْجُزْئِيَّةُ بِهَذِهِ الْوَاسِطَةِ، بِخِلَافِ الزِّنَا؛ لِأَنَّهُ لَانَسَبَ فِيهِ لِلْوَلَدِ إلَى الزَّانِي، ۶؎ وَإِنَّمَا يُعْتَقُ عَلَى الزَّانِي إذَا مَلَكَهُ؛ لِأَنَّهُ جُزْؤُهُ حَقِيقَةً بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ. ۷؎ نَظِيرُهُ مَنْ اشْتَرَى أَخَاهُ مِنْ الزِّنَا لَا يُعْتَقُ؛ لِأَنَّهُ يُنْسَبُ إلَيْهِ بِوَاسِطَةِ نِسْبَتِهِ إلَى الْوَالِدِ وَهِيَ غَيْرُ ثَابِتَةٍ.

ترجمہ: ۳؎ امام شافعیؒ کا اس بارے میں دو قول ہیں [ایک میں ہے کہ یہ ام ولد بن جائے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ام ولد نہیں بنے گی] یہ بچہ مغرور کا بچہ ہے۔

تشریح: بچہ ہوتے وقت باندی تھی، پھر مستحق نکلی پھر باندی بنی تو اس صورت میں امام شافعیؒ کا دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ باندی آقا کی ام ولد بنے گی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ام ولد نہیں بنے گی، کیوں کہ جب دوسرے کی باندی نکل گئی تو یہ بچہ دھوکے میں پیدا ہوا ہے۔

ترجمہ: ۴؎ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب بچے کا حمل ٹھہر رہا تھا تو یہ دوسرے کی باندی تھی اس لیے یہ ام ولد نہیں بنے گی، جیسے زنا سے حمل ٹھہرتا، پھر زنا کرنے والا اس باندی کا مالک بنتا تو ام ولد نہیں بنتی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد آدمی کا حمل ٹھہرے تو اس کی وجہ سے ام ولد بنتی ہے، اس لیے کہ اس حالت میں ماں کا جز ہوتا ہے، اور جز کل کے مخالف نہیں ہوتا۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کی جانب سے دلیل عقلی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ آزاد آدمی کا حمل اپنی باندی میں ٹھہرے تو بچہ آزاد ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے ماں بھی ام ولد بن کر آزاد ہوتی ہے، یہاں ایک غلام کا حمل دوسری کی باندی میں ٹھہر رہا ہے اس لیے نہ بچہ آزاد ہوگا اور نہ اس کی وجہ سے ماں ام ولد بنے گی۔ ایسے کہ جز یعنی بچہ کل سے یعنی ماں سے الگ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ باندی کے آزاد ہونے کا سبب وہ جزئیت ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا اور یہ بچے کے سبب سے ثابت ہوتا ہے، کہ ایک ہی بچہ دونوں کی طرف منسوب ہوتا ہے اور نسب ثابت ہو گیا تو اس واسطے سے جزئیت بھی ثابت ہو جائے گا، بخلاف زنا کے اس لیے کہ بچے کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ بچہ یہ جز ہے ماں کا بھی اور باپ کا بھی اور یہاں جزئیت کی وجہ سے ہی آزاد ہوتا ہے، اور بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا تو باپ کبھی بھی ماں کا مالک بنے گا تو ماں ام ولد بن جائے گی، اس کے برخلاف زانی سے تو نسب ہی ثابت نہیں ہوتا اس لیے زنا سے اگر بچہ ہے اور اس کی ماں کا مالک بنا تو وہاں اس کی ماں ام ولد نہیں بنے گی

ترجمہ: ۶؎ اور بچہ زانی پر آزاد ہوتا ہے اس لیے کہ بغیر واسطے کے حقیقت میں زانی کا جز ہے۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ زید نے کسی عورت سے زنا کیا، اس سے بچہ پیدا ہوا اور زید اس بچے کا مالک بن گیا تو یہ بچہ آزاد ہو جاتا ہے، حالانکہ اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہوگا، تو یہاں بغیر نسب ثابت ہوئے بھی بچہ کیسے آزاد ہوا؟ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، یہاں نسب کے واسطے سے بچہ آزاد نہیں ہو رہا ہے، بلکہ بچہ حقیقت میں زانی کا جز ہے اس لیے آزاد ہو رہا ہے۔

ترجمہ: ۷؎ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی نے اپنے زنا والے بھائی کو خریدا تو وہ اس پر آزاد نہیں ہوگا اس لیے کہ باپ کی طرف نسب

(۲۲۹۹) وَإِذَا وَطِئَ جَارِيَةَ ابْنِهِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ وَعَلَيْهِ قِيمَتُهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ عُقْرُهَا وَلَا قِيمَةُ وَلَدِهَا ١ وَقَدْ ذَكَرْنَا الْمَسْأَلَةَ بِدَلَائِلِهَا فِي كِتَابِ النِّكَاحِ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ، ٢ وَإِنَّمَا لَا يَضْمَنُ قِيمَةَ الْوَلَدِ؛ لِأَنَّهُ انْعَلَقَ حُرَّ الْأَصْلِ لِاسْتِنَادِ الْمِلْكِ إِلَى مَا قَبْلَ الِاسْتِيلَادِ.

کے واسطے سے منسوب ہوگا اور نسب ثابت نہیں ہے۔

تشریح: زید نے ایک عورت سے زنا کیا اس سے عمر پیدا ہوا، عمر کے بھائی خالد نے عمر کو خرید لیا تو خالد کے اوپر عمر آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ یہاں عمر کا نسب زید سے ثابت نہیں ہے، کیوں کہ زنا سے پیدا شدہ ہے، اور بھائی جو بنتا ہے وہ نسب کے واسطے سے بنتا ہے اور یہاں نسب ثابت نہیں ہے اس لیے عمر خالد پر آزاد نہیں ہوگا۔، لیکن زید عمر کا مالک بنے گا تو عمر زید پر آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ عمر زید کا براہ راست جز ہے۔

ترجمہ: (۲۲۹۹) اگر باپ نے بیٹے کی باندی سے صحبت کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ پس باپ نے اس کا دعوی کیا تو اس کا نسب اس سے ثابت کیا جائے گا اور وہ اس کی ام ولد بنے گی۔ اور باپ پر اس کی قیمت ہوگی۔ اور اس پر مہر نہیں ہوگا اور نہ اس کے بچے کی قیمت ہوگی۔

ترجمہ: ١ اس مسئلے کو دلائل کے ساتھ اس کتاب کے کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔

اصول: وطی سے پہلے باندی کو باپ کی ملکیت میں شمار کر لیا جائے تو باپ پر نہ وطی کی قیمت لازم ہوگی اور نہ بچے کی قیمت لازم ہوگی، کیوں کہ اپنی ملکیت میں وطی کی ہے۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ بیٹے کا مال ضرورت کے موقع پر باپ کا مال قرار دیا جائے گا۔

تشریح: باپ نے بیٹے کی باندی سے صحبت کر لی جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہوا۔ باپ نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس بچے کا نسب باپ سے ثابت کیا جائے گا اور باپ پر باندی کی قیمت لازم ہوگی جو باندی والے بیٹے کو ادا کرے گا۔ البتہ باندی کا مہر اور بچے کی قیمت باپ پر لازم نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیٹے کا مال ضرورت کے وقت باپ کا مال ہے۔ حدیث میں ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال ان ابی اجتاح مالی فقال انت و مالک لابیک و قال رسول اللہ ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من اموالکم۔** (ابن ماجہ شریف، باب ما للرجل من مال ولدہ ص ۳۲۸ نمبر ۲۲۹۲) [۱] جب باندی باپ کی بن گئی تو اس کے مہر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ اپنی ملکیت میں وطی کی ہے۔ [۲] اور جو بچہ پیدا ہوا وہ بھی اپنی باندی سے پیدا ہوا اس لیے بچہ آزاد ہوگا اور باندی اس کی ام ولد ہوگی۔ [۳] البتہ چونکہ باندی حقیقت میں بیٹے کی ہے اس لیے بیٹے کو اس کی قیمت دلوا دی جائے گی تاکہ بے انصافی نہ ہو۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ صحبت سے پہلے ہی باپ نے باندی خرید لی۔ اور بعد میں صحبت کی۔ ورنہ لازم آئے گا کہ غیر کی باندی سے صحبت کی ہے جو زنا کے درجے میں ہوگا۔

لغت: عقر: مہر، وطی کرنے کی قیمت۔

ترجمہ: ٢ اور باپ پر بچے کی قیمت اس لیے لازم نہیں ہوگی شروع ہی سے آزاد ہونے کی حالت میں حمل ٹھہرا تھا، کیوں کہ بچہ پیدا

(۲۳۰۰) وَإِنْ وَطِئَ أَبُو الْأَبِ مَعَ بَقَاءِ الْأَبِ لَمْ يَثْبُتُ النَّسَبُ؛ ۱ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لِلْجَدِّ حَالَ قِيَامِ الْأَبِ (۲۳۰۱) وَلَوْ كَانَ الْأَبُ مَيِّتًا ثَبَتَ مِنَ الْجَدِّ كَمَا يَثْبُتُ مِنَ الْأَبِ؛ ۱ لِظُهُورِ وِلَايَتِهِ عِنْدَ فَقْدِ الْأَبِ، وَكُفْرُ الْأَبِ وَرِقُّهُ بِمَنْزِلَةِ مَوْتِهِ؛ لِأَنَّهُ قَاطِعٌ لِلْوِلَايَةِ (۲۳۰۲) وَإِذَا كَانَتِ الْجَارِيَةُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ أَحَدُهُمَا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ؛

ہونے سے پہلے ہی باندی پر باپ کی مالکیت ثابت کر دی گئی تھی۔

تشریح: باپ پر بچے کی قیمت اس لیے لازم نہیں ہوئی کہ بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی باندی باپ کی ہوگئی ہے، اور بچہ گویا کہ اپنی باندی سے پیدا ہوا ہے اس لیے بچے کی قیمت باپ پر لازم نہیں ہوگی۔

لغت: انعلق حر الاصل: جب بچے کا حمل ٹھہرا تو گویا کہ وہ آزاد تھا، کیوں کہ اپنی باندی کے پیٹ میں حمل ٹھہرا تھا۔

ترجمہ: (۲۳۰۰) اور اگر وطی کی دادا نے باپ کے موجود ہوتے ہوئے تو اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ باپ کے باقی رہتے ہوئے دادے کا حق نہیں ہے۔

تشریح: باپ زندہ تھا ایسی حالت میں دادا نے پوتے کی باندی سے صحبت کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب دادا سے ثابت نہیں ہوگا اور نہ وہ باندی اس کی ام ولد بنے گی۔

وجہ: باپ زندہ رہتے ہوئے دادا کا حق نہیں ہے اس لیے صحبت سے پہلے بھی باندی کی ملکیت میں نہیں دی جائے گی۔ اس لیے اس نے جو صحبت کی وہ اپنی ملکیت میں صحبت نہیں کی اس لیے اس بچے کا نسب دادا سے ثابت نہیں کیا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا کا حق نہیں ہے اور باپ موجود نہ ہو تو دادا کا حق پوتے کے مال میں ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۰۱) اور اگر باپ کا انتقال ہو گیا ہو تو دادا سے بچے کا نسب ثابت ہوگا، جیسے باپ سے نسب ثابت ہوتا ہے۔

ترجمہ: اس لیے کہ باپ کے نہ ہوتے وقت دادے کی ولایت ظاہر ہوتی ہے۔

تشریح: اور باپ کا انتقال ہو چکا ہو تو دادا کا حق پوتے کے مال میں ہوتا ہے۔ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ صحبت سے پہلے باندی دادا کی ملکیت ہوئی۔ اور اس نے اپنی ملکیت میں صحبت کی۔ اس لیے بچے کا نسب ثابت ہوگا اور باندی ام ولد بنے گی۔ البتہ باندی کی قیمت دادا پر لازم ہوگی تا کہ پوتے کا مال مفت دادا کے ہاتھ میں نہ جائے۔

ترجمہ: ۲ باپ کافر ہو یا غلام ہو تو گویا کہ وہ مر گیا اس لیے کہ اس سے باپ کی ولایت ختم ہو جاتی ہے۔

تشریح: باپ کافر ہے، یا وہ غلام ہے تو گویا کہ وہ مر گیا، اس لیے اب اگر دادا نے پوتے کی باندی سے وطی کی اور بچہ پیدا ہوا تو بچے کا نسب دادے سے ثابت کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۰۲) اگر باندی دو شریکوں کے درمیان ہو۔ پس بچہ دے اور ان میں سے ایک نے اس کا دعوی کیا تو اس کا نسب اس سے ثابت کیا جائے گا۔

تشریح: مثلا باندی دو شریکوں خالد اور زید کے درمیان تھی۔ باندی کو بچہ پیدا ہوا تو ایک شریک خالد نے دعوی کیا کہ یہ بچہ میرے نطفہ

۱؎ لِأَنَّهُ لَمَّا ثَبَتَ النَّسَبُ فِي نِصْفِهِ ذٰلِكَ لِمُصَادَفَتِهِ مِلْكَهُ ثَبَتَ فِي الْبَاقِي ضَرُورَةَ أَنَّهُ لَا يَتَجَزَّىٰ لِمَا أَنَّ سَبَبَهُ لَا يَتَجَزَّأُ وَهُوَ الْعُلُوقُ إِذْ الْوَلَدُ الْوَاحِدُ لَا يَنْعَلِقُ مِنْ مَاءَيْنِ.(۲۳۰۳)وَصَارَتْ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ؛ ۱؎ لِأَنَّ الِاسْتِيلَادَ لَا يَتَجَزَّأُ عِنْدَهُمَا ۲؎ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يَصِيرُ نَصِيبُهُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ ثُمَّ يَتَمَلَّكُ نَصِيبَ صَاحِبِهُ إِذْ هُوَ قَابِلٌ لِلْمِلْكِ ۳؎ وَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهَا؛ لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصِيبَ صَاحِبِهِ لَمَّا اسْتَكْمَلَ الِاسْتِيلَادَ وَيَضْمَنُ نِصْفَ عُقْرِهَا؛ لِأَنَّهُ وَطِئَ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً، إِذْ الْمِلْكُ يَثْبُتُ حُكْمًا لِلِاسْتِيلَادِ فَيَتَعَقَّبُهُ الْمِلْكُ فِي نَصِيبِ صَاحِبِهِ ۴؎ بِخِلَافِ الْأَبِ إِذَا اسْتَوْلَدَ جَارِيَةَ ابْنِهِ؛ لِأَنَّ الْمِلْكَ هُنَالِكَ يَثْبُتُ شَرْطًا لِلِاسْتِيلَادِ فَيَتَقَدَّمُهُ

سے ہے اور میرا بیٹا ہے۔ تو بچے کا نسب خالد سے ثابت کر دیا جائے گا۔ اور باندی اس کی ام ولد بن جائے گی۔ اور اس پر شریک کی آدھی قیمت لازم ہوگی۔ اور آدھا مہر بھی لازم ہوگا۔ البتہ اس پر بچے کی کوئی قیمت لازم نہیں ہوگی۔

وجه: باندی کی آدھی قیمت اس لیے لازم ہوگی کہ آدھی اس کی ہے اور آدھی باندی شریک کی ہے۔ اور آدھا مہر بھی اس لیے لازم ہوگا کہ آدھی باندی دوسرے کی ہے۔ البتہ آدھی قیمت ادا کرنے کے بعد پوری باندی خالد کی ہوگئی اس لیے وہ ام ولد بن گئی اور یوں سمجھا جائے گا کہ بچہ بھی اس کی ملکیت میں پیدا ہوا۔ اس لیے بچے کی کوئی قیمت خالد پر لازم نہیں ہوگی۔

ترجمه: ۱؎ اس لیے کہ آدھے میں ملکیت ہونے کی وجہ سے جب نسب ثابت ہو گیا تو باقی میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا، اس لیے کہ نسب میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لیے کہ نسب کا سبب جو حمل ٹھہرنا ہے اس میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لیے کہ ایک بچہ دو پانی سے نہیں ہوتا۔

تشریح: آدھے میں نسب اس لیے ثابت ہوگا کہ آدھے میں اس کی ملکیت ہے، اور جب آدھے میں نسب ثابت ہو گیا تو پورے میں ثابت ہو جائے گا، کیوں کہ نسب میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لیے پورے میں نسب ثابت ہو جائے گا، کیوں کہ ایک بچہ دو پانی سے پیدا نہیں ہوتا۔

ترجمه: (۲۳۰۳) اور باندی دعوی کرنے والے کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمه: ۱؎ اس لیے کہ صاحبینؒ کے یہاں ام ولد کا ٹکڑا نہیں ہوتا۔

تشریح: آدھی باندی تو اس کی تھی ہی اس لیے آدھی باندی ام ولد بن گئی، لیکن صاحبینؒ کے یہاں ام ولد کا ٹکڑا نہیں ہوتا اس لیے پوری باندی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمه: ۲؎ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں مدعی کا اپنا حصہ پہلے ام ولد بنے گی پھر ساتھی کے حصے کا مالک بنے گا اس لیے کہ وہ ملک کے قابل ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ ہوگا کہ پہلے اپنا حصہ ام ولد بنے گی، اس کے بعد ساتھی کے حصے کی قیمت دیگا اور اس حصے کا بھی مالک بن جائیگا۔

ترجمه: ۳؎ اور باندی کے آدھے مہر کا ضامن بنے گا، اس لیے کہ مشترک باندی سے وطی کی ہے، اس لیے کہ ام ولد بنانے کی وجہ سے ملک ثابت کیا جا رہا ہے اس لیے ساتھی کے حصے میں بعد میں ملکیت آئے گی۔

تشریح: باندی کا جو مہر ہے باپ پر اس کا دینا ہوگا۔

وجه: کیوں کہ وطی آدھا اپنی ملکیت میں ہوئی ہے اور آدھا دوسرے کی ملکیت میں ہوئی ہے اس لیے باندی کا آدھا مہر دینا ہوگا۔

ترجمه: ۴؎ بخلاف باپ کے جب کہ اپنے بیٹے کی باندی کو اس نے ام ولد بنایا اس لیے کہ ملک وہاں ام ولد بنانے کے لیے شرط ہے

فَصَارَ وَاطِئًا مِلْكَ نَفْسِهِ (۲۳۰۴)وَلَا يَغْرَمُ قِيمَةَ وَلَدِهَا؛ لِأَنَّ النَّسَبَ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا إِلَى وَقْتِ الْعُلُوقِ فَلَمْ يَتَعَلَّقْ شَيْءٌ مِنْهُ عَلَى مِلْكِ الشَّرِيكِ. (۲۳۰۵) وَإِنْ ادَّعَيَاهُ مَعًا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُمَا ۱؎ مَعْنَاهُ إِذَا حَمَلَتْ عَلَى مِلْكِهِمَا. ۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: يُرْجَعُ إِلَى قَوْلِ الْقَافَةِ؛ لِأَنَّ إِثْبَاتَ النَّسَبِ مِنْ شَخْصَيْنِ مَعَ عِلْمِنَا أَنَّ الْوَلَدَ لَا يَتَخَلَّقُ مِنْ مَاءَيْنِ مُتَعَذِّرٌ فَعَمِلْنَا بِالشَّبَهِ، وَقَدْ سُرَّ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – بِقَوْلِ الْقَائِفِ فِي أُسَامَةَ – رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ –.

[یعنی ام ولد بننے سے پہلے ہی ملکیت ہے] اس لیے وطی اپنی ملکیت میں ہوئی ہے [اس لیے عقر لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: باپ کی صورت میں یوں قرار دیا جائے گا کہ وطی سے بھی پہلے باندی باپ کی ملکیت میں چلی گئی، اس لیے باپ پر عقر لازم نہیں ہوگا۔ اور یہاں وطی کے بعد ام ولد بنانے کے لیے ملکیت ثابت کی جا رہی ہے، اس لیے آدھی وطی دوسرے کے ملک میں ہوئی ہے اس لیے آدھا عقر دینا ہوگا۔ دونوں کے درمیان یہ فرق ہے۔

ترجمہ: (۲۳۰۴) اور بچے کی قیمت کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ نسب حمل ٹھہرنے کی طرف منسوب ہوگا اس لیے شریک کی ملکیت میں حمل نہیں ٹھہرا ہے۔

تشریح: وطی کے بعد اور حمل ٹھہرنے سے پہلے پہلے پوری باندی دعوی کرنے والے کی ملکیت میں آ گئی ہے، اس لیے بچہ اپنی ملکیت میں پیدا ہوا ہے اس لیے بچے کی قیمت دعوی کرنے والے پر لازم نہیں ہوگی۔

لغت: ینعلق: علوق سے مشتق ہے، حمل ٹھہرنا۔

ترجمہ: (۲۳۰۵) اگر دونوں شریک دعوی کرے ایک ساتھ تو دونوں سے نسب ثابت کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ دونوں شریکوں کی ملکیت رہتے ہوئے حامل ہوئی ہو۔

تشریح: ایک باندی دو شریکوں کے درمیان تھی اس سے بچہ پیدا ہوا۔ اب دونوں نے بیک وقت دعوی کیا کہ یہ بچہ میرا ہے۔ تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو دونوں کا بچہ شمار کیا جائے گا۔ اور یہ باندی دونوں کی ام ولد بنے گی۔ اور دونوں پر آدھا آدھا مہر لازم ہوگا۔ مثلا زید خالد کو دے گا اور خالد زید شریک کو آدھا مہر دے گا۔ لیکن دینے کی ضرورت نہیں ہے مقاصہ ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) چونکہ دونوں کے دعوی برابر درجے کے ہیں اور کسی ایک جانب راجح نہیں ہے اس لیے بچہ دونوں کا شمار کر دیا جائے گا اور باندی دونوں کی ام ولد بن جائے گی۔ حضرت عمر اور حضرت علی کی دلیل آگے آ رہی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قیافہ کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا، اس لیے کہ ہم کو معلوم ہے کہ دو پانی سے ایک آدمی پیدا نہیں ہو سکتا اس لیے دو شخص سے نسب ثابت کرنا متعذر رہے، اس لیے شبہ سے ہم کو علم ہوگا، اور حضور ﷺ اسامہؓ کے بارے میں قیافہ کے قول سے خوش ہوئے تھے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک بچے کا چہرہ وغیرہ دیکھا جائے گا اور قافہ وغیرہ کو بلا کر مشورہ کیا جائے گا۔ بچہ جس کے مشابہ ہوگا اس کا بیٹا قرار دیا جائے گا۔

۳ وَلَنَا كِتَابُ عُمَرَ – رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ – إلَى شُرَيْحٍ فِي هٰذِهِ الْحَادِثَةِ: لَبَّسَا فَلُبِّسَ عَلَيْهِمَا، وَلَوْ بَيَّنَا لَبُيِّنَ لَهُمَا، هُوَ ابْنُهُمَا يَرِثُهُمَا وَيَرِثَانِهِ وَهُوَ لِلْبَاقِي مِنْهُمَا، وَكَانَ ذٰلِكَ بِمَحْضَرٍ مِنْ الصَّحَابَةِ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ – أَجْمَعِينَ، وَعَنْ عَلِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – مِثْلُ ذٰلِكَ .

وجه: (۱) حضور ﷺ قیافہ کی بات سن کر خوش ہوتے تھے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عائشة انها قالت ان رسول الله ﷺ دخل علی مسرورا تبرق اساریر وجهه فقال الم تری ان مجززا نظر انفا الی زید بن حارثة و اسامة بن زید فقال ان بعض هذه الاقدام لمن بعض۔** (مسلم شریف، باب العمل بالحاق القائف و الولد، ص ۶۲۱، نمبر ۱۴۵۹/۳۶۱۷/ابوداؤد شریف، باب فی القافة، ص ۳۲۸، نمبر ۲۲۶۷) اس سے اشارہ ملتا ہے کہ قیافہ کا اعتبار ہے (۲) حضرت ہلال بن امیہ نے بیوی کو زنا کی تہمت لگائی اس میں حضور ﷺ نے چہرہ وغیرہ علامات دیکھنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن ابن عباس ان هلال بن امیة قذف امرأته عند النبی بشریک بن سحماء.... فقال النبی ﷺ ابصروها فان جاء ت به اکحل العینین سابع الالیتین خدلج الساقین فهو لشریک بن سحماء فجائت به کذالک فقال النبی ﷺ لو لا ما مضی من کتاب الله لکان لی و لها شان۔** (ابوداؤد شریف، باب فی اللعان، ص ۳۲۶، نمبر ۲۲۵۴) اس حدیث میں آپ ﷺ نے علامات اور چہرے مہرے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لیے امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ قیافہ اور علامت کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

اور اگر قیافہ سے بھی کام نہ چلے تو پھر قرعہ ڈال کر فیصلہ کیا جائے گا، اس کے لیے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ نے یمن میں قرعہ سے فیصلہ فرمایا تھا جس پر حضور ﷺ خوش ہوئے تھے جس کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن زید بن ارقم قال اتی علی بثلاثة و هو بالیمن و قعوا علی امرأة فی طهر واحد فسأل اثنین اتقران لهذا بالولد؟ قالا لا! حتی سألهم جمیعا فجعل کلما سأل اثنین قالا لا! فاقرع بینهم فالحق الولد بالذی صارت علیه القرعة و جعل علیه ثلثی الدیة قال فذکر ذلک للنبی ﷺ فضحک حتی بدت نواجذه** (ابوداؤد شریف، باب من قال بالقرعة اذا تنازعوا فی الولد، ص ۳۲۹، نمبر ۲۲۷۰) اس حدیث میں حضرت علیؓ نے قرعہ ڈال کر فیصلہ فرمایا اس لیے قرعہ ڈالا جائے گا۔

ترجمه: ۳ ہماری دلیل، اس حادثہ میں حضرت عمرؓ نے حضرت شریح کو خط لکھا، کہ تم دونوں نے تلبیس کی تو معاملہ تلبیس میں رہا اور اگر واضح کرتے تو واضح رہتا، یہ دونوں کا بیٹا ہے، لڑکا دونوں کا وارث ہوگا اور دونوں اس لڑکے کے وارث ہوں گے، اور جو دونوں سے باقی بچے گا وہ بچے کا ہوگا، اور یہ بات سب صحابہ کے سامنے کیا، اور حضرت علیؓ سے بھی اسی قسم مروی ہے۔

تشریح: حضرت عمر کا فیصلہ یہ ہے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے ایسے دو آدمی آئے جس نے بیٹا ہونے کا دعوی کیا تو انہوں نے دونوں کو باپ قرار دیا۔ لمبے اثر کا ٹکڑا یہ ہے۔ **اخبرنا ابو عبد الله الحافظ... ثم قال اسر ام اعلن فقال بل اعلن فقال لقد اخذ الشبه منهما جمیعا فما ادری لایهما هو فقال عمر انا نقوف الآثار ثلاثا یقولها و کان عمر قائفا فجعله لهما یرثانه و یرثهما۔** (سنن للبیهقی، باب القافة و دعوی الولد، ج عاشر، ص ۴۴۵، کتاب الدعوی، نمبر ۲۱۲۶۵) حضرت علی کا فیصلہ یہ ہے۔ **عن علی قال اتاه رجلان وقعا علی امرأة فی طهر فقال الولد بینکما و هو للباقی منکما** (سنن للبیهقی، باب من قال یقرع بینهما اذا لم یکن قافة ج

٤ وَلِأَنَّهُمَا اسْتَوَيَا فِي سَبَبِ الِاسْتِحْقَاقِ فَيَسْتَوِيَانِ فِيهِ، ٥ وَالنَّسَبُ وَإِنْ كَانَ لَا يَتَجَزَّأُ وَلَكِنْ تَتَعَلَّقُ بِهِ أَحْكَامٌ مُتَجَزِّئَةٌ،فَمَا يَقْبَلُ التَّجْزِئَةَ يَثْبُتُ فِي حَقِّهِمَا عَلَى التَّجْزِئَةِ، وَمَا لَا يَقْبَلُهَا يَثْبُتُ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمُلًا كَأَنْ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُهُ ٦ إِلَّا إِذَا كَانَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ أَبًا لِلْآخَرِ، أَوْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُسْلِمًا وَالْآخَرُ ذِمِّيًّا لِوُجُودِ الْمُرَجِّحِ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ وَهُوَ الْإِسْلَامُ وَفِي حَقِّ الْأَبِ وَهُوَ مَا لَهُ مِنْ الْحَقِّ فِي نَصِيبِ الِابْنِ، ٧ وَسُرُورُ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – فِيمَا رُوِيَ؛ لِأَنَّ الْكُفَّارَ كَانُوا يَطْعُنُونَ فِي نَسَبِ أُسَامَةَ – رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ –، وَكَانَ قَوْلُ الْقَائِفِ مُقْطِعًا لِطَعْنِهِمْ فَسُرَّ بِهِ(٢٣٠٦) وَكَانَتْ الْأَمَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُمَا؛ ١ لِصِحَّةِ دَعْوَةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِهِ فِي الْوَلَدِ فَيَصِيرُ نَصِيبُهُ مِنْهَا أُمَّ وَلَدٍ لَهُ تَبَعًا لِوَالِدِهَا

عاشر، ص ٤٥٢، نمبر ٢١٢٨٧ کتاب الدعوی و البینات) ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ بچہ دونوں کا بیٹا ہوگا۔

ترجمہ: ٤ اور اس لیے کہ استحقاق [دعوی] کے سبب میں دونوں برابر ہیں اس لیے کہ بیٹے کے حق میں بھی دونوں برابر ہوں گے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، دونوں کا دعوی برابر ہے اس لیے دونوں کا بیٹا ثابت کر دیا جائے گا۔

ترجمہ: ٥ نسب کا ٹکڑا تو نہیں ہوتا لیکن اس کے ساتھ ٹکڑے والے احکام متعلق ہیں، پس جس میں ٹکڑا ہوسکتا ہے تو دونوں کے حق میں ٹکڑے کے ساتھ ثابت ہوگا، اور جو احکام ٹکڑا قبول نہ کرتا ہو وہ پورا پورا ثابت ہوگا، گویا کہ اس کے ساتھ دوسرا ہے ہی نہیں۔

تشریح: نسب میں ٹکڑا تو نہیں ہوسکتا ہے، لیکن اس کے ساتھ جو احکام ہیں اس میں ٹکڑا ہوسکتا ہے، تو جن احکام میں ٹکڑا قبول کرتا ہو جیسے وراثت تو اس میں ٹکڑا ہو جائے گا، اور جس میں ٹکڑا نہیں ہوسکتا ہو جیسے نسب، اور نکاح کی ولایت تو وہ پورا پورا ثابت ہوگا۔

ترجمہ: ٦ اگر دو شریک میں سے ایک دوسرے شریک کا باپ ہے، یا دونوں میں سے ایک مسلمان ہے اور دوسرا ذمی ہے [تو اس کو ترجیح ہو جائے گی] کیوں کہ مسلمان کو ترجیح ہے، اور باپ کے حق میں بھی ترجیح ہے کہ باپ کو بیٹے کا مال لینے کا حق ہے۔

تشریح: دو شریک میں سے ایک مسلمان ہے اور دوسرا کافر ہے اور دونوں بیٹا ہونے کا دعوی کر رہا ہے تو مسلمان کا بیٹا بنے گا، کیوں کہ مسلمان زیادہ حقدار ہے۔ اسی طرح ایک شریک باپ ہے اور دوسرا شریک بیٹا ہے اور دونوں بیٹا ہونے کا دعوی کر رہا ہے تو جو باپ ہے اس کا بیٹا بنے گا، کیوں کہ باپ کو یہ حق ہے کہ ضرورت کے موقع پر بیٹے کا مال لے لے، اس ترجیح کی بنا پر باپ کا بیٹا بنے گا۔

ترجمہ: ٧ اور حضور ﷺ جو قیافہ سے خوش ہوئے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار حضرت اسامہ بن زید کے نسب میں طعنہ دیتے تھے تو قیافہ کی بات سے اس کا طعنہ ختم ہو گیا اس لیے خوش ہوئے، نسب ثابت کرنے کے لیے خوش نہیں ہوئے۔

تشریح: حضرت امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ حضور قیافہ کی بات سے اس لیے خوش نہیں ہوئے کہ اس سے حضرت اسامہ بن زید کا نسب ثابت کرنا تھا، وہ تو پہلے ہی سے نسب ثابت تھا، بلکہ بات یہ تھی کہ کفار حضرت اسامہ بن زید کے نسب میں طعنہ دیتے تھے تو قیافہ کی بات سے ان کا طعنہ ختم ہو گیا اس لیے خوش ہوئے۔ تاہم ہمارے یہاں قیافہ سے نسب ثابت نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: (٢٣٠٦) باندی دونوں کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ: ١ کیوں کہ اپنے اپنے حصے میں دونوں کا دعوی صحیح ہے اس لیے دونوں اپنے اپنے حصے میں ام ولد بنے گی بچے کے تابع کر کے۔

(۲۳۰۷) وَ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الْعُقْرِ قِصَاصًا بِمَا لَهُ عَلَى الْآخَرِ، وَيَرِثُ الِابْنُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِيرَاثَ ابْنٍ كَامِلٍ؛ ۱ لِأَنَّهُ أَقَرَّ لَهُ بِمِيرَاثِهِ كُلِّهِ وَهُوَ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ (۲۳۰۸) وَيَرِثَانِ مِنْهُ مِيرَاثَ أَبٍ وَاحِدٍ لِاسْتِوَائِهِمَا فِي النَّسَبِ كَمَا إذَا أَقَامَا الْبَيِّنَةَ.(۲۳۰۹) وَإِذَا وَطِئَ الْمَوْلَى جَارِيَةَ مُكَاتَبِهِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَادَّعَاهُ فَإِنْ صَدَّقَهُ الْمُكَاتَبُ ثَبَتَ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْهُ ۱ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى – أَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ تَصْدِيقُهُ اعْتِبَارًا بِالْأَبِ يَدَّعِي وَلَدَ جَارِيَةِ ابْنِهِ.

تشریح: دونوں کا دعوی صحیح ہے اس لیے بچے کے تابع ہو کر باندی دونوں کی ام ولد بن جائے گی۔

ترجمہ: (۲۳۰۷) دونوں پر آدھا آدھا عقر لازم ہوگا لیکن ایک دوسرے کے مال سے قصاص ہو جائے گا۔ اور دونوں کے ایک ایک بیٹے کا وارث بنے گا۔

ترجمہ: ۱ کیوں کہ دونوں نے پورے پورے بیٹے کا اقرار کیا ہے، اور یہ اقرار اس کی ذات کے حق میں حجت ہے۔

تشریح: یہاں دو باتیں عرض کر رہے ہیں [۱] ایک بات تو یہ ہے کہ دونوں شریکوں پر آدھا آدھا عقر لازم ہوگا کہ ایک دوسرے کو دے، لیکن چونکہ دونوں کو دینا ہے اس لیے مقاصہ ہو جائے گا، اور کسی کو کچھ دینا نہیں پڑے گا۔ [۲] دوسری بات یہ ہے کہ بیٹا دونوں باپ کا پورے ایک ایک بیٹے کا وارث بنے گا، کیوں کہ باپ نے خود اس کا اقرار کیا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۰۸) اور دونوں باپ مل کر ایک باپ کا وارث بنے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ دونوں کا سبب برابر ہے، جیسا کہ دونوں گواہی پیش کرتا تو ایک باپ کا حق ملتا۔

تشریح: دونوں باپ کو ملا کر ایک باپ کی وراثت بیٹے سے ملے گی۔ کیوں کہ دونوں کا دعوی برابر درجے کا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۰۹) اگر آقا نے اپنے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوا۔ پس آقا نے اس کا دعوی کیا۔ پس اگر مکاتب نے اس کی تصدیق کی تو بچے کا نسب اس سے ثابت کر دیا جائے گا۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مکاتب جب تک مکاتب ہے اس کا مال آقا کا مال نہیں ہے۔ اس لیے آقا نے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوا تو اگر مکاتب نے تصدیق کی کہ آقا ہی کا بیٹا ہے تو اس سے نسب ثابت ہوگا۔ اور تصدیق نہیں کی تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اور بچے کی قیمت بھی لازم ہوگی کیوں کہ یہ بچہ حقیقت میں مکاتب کا مملوک ہے اس لیے اس کی قیمت دے گا تو آقا کی ملکیت ہوگی۔ اور چونکہ دوسرے کی باندی سے وطی کی اس لیے وہ ام ولد نہیں بنے گی۔

ترجمہ: ۱ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ مکاتب کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے وہ باپ پر قیاس کرتے ہیں جب کہ اپنے بیٹے کی باندی کے بچے کا دعوی کیا ہو۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے کہ مکاتب کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے بغیر تصدیق کئے بھی آقا سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، جیسے باپ بیٹے کی باندی سے بچہ پیدا ہوا ہو اور وہ دعوی کرے کہ میرا بچہ ہے تو بیٹے کی تصدیق کے بغیر بھی یہ بچہ باپ کا ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی مکاتب کے تصدیق کئے بغیر بھی بچہ آقا کا ہو جائے گا۔

۲ وَوَجْهُ الظَّاهِرِوَهُوَالْفَرْقُ أَنَّ الْمَوْلَى لَا يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِي أَكْسَابِ مُكَاتَبِهِ حَتَّى لَا يَتَمَلَّكَهُ وَالْأَبُ يَمْلِكُ تَمَلُّكَهُ فَلَا مُعْتَبَرَ بِتَصْدِيقِ الِابْنِ.(۲۳۱۰) وَعَلَيْهِ عُقْرُهَا؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَقَدَّمُهُ الْمِلْكُ؛ لِأَنَّ مَا لَهُ مِنْ الْحَقِّ كَافٍ لِصِحَّةِ الِاسْتِيلَادِلِمَا نَذْكُرُهُ. (۲۳۱۱)وَقِيمَةُ وَلَدِهَا؛ ا لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْمَغْرُورِ حَيْثُ إِنَّهُ اعْتَمَدَ دَلِيلًا وَهُوَ أَنَّهُ كَسْبُ كَسْبِهِ فَلَمْ يَرْضَ بِرِقِّهِ فَيَكُونُ حُرًّا بِالْقِيمَةِ ثَابِتَ النَّسَبِ مِنْهُ (۲۳۱۲)وَلَا تَصِيرُ الْجَارِيَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ؛ ا لِأَنَّهُ لَا مِلْكَ لَهُ فِيهَا حَقِيقَةً كَمَا فِي وَلَدِ الْمَغْرُورِ (۲۳۱۳)وَإِنْ كَذَّبَهُ الْمُكَاتَبُ فِي النَّسَبِ لَمْ يَثْبُتْ؛

اصول: امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ ضرورت کے وقت آقا مکاتب کے مال کا مالک بن سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ اور وہی فرق ہے آقا تصرف کرنے میں مکاتب کی کمائی کا مالک نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا اسکے مال کا مالک نہیں بن سکتا ہے، اور باپ بیٹے کے مال کا مالک بن سکتا ہے اس لیے بیٹے کے تصدیق کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: بیٹے اور مکاتب میں فرق یہ ہے کہ باپ بیٹے کے مال کا مالک بن سکتا ہے اس لیے اس کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے، اور آقا مکاتب کے مال کا مالک نہیں بن سکتا اس لیے بیٹے کے دعوی میں مکاتب کی تصدیق کی ضرورت ہے۔

ترجمہ: (۲۳۱۰) آقا پر باندی کی وطی کی قیمت لازم ہے۔

ترجمہ: ا اس لیے کہ وطی سے پہلے آقا باندی کا مالک نہیں بنا ہے اس لیے کہ آقا کو ام ولد بنانے کا حق نہیں ہے جو ام ولد کے صحیح کے لیے کافی ہو، جس کو ہم بعد میں ذکر کریں گے۔

تشریح: وطی سے پہلے آقا باندی کا مالک نہیں بنا ہے اس لیے اس پر وطی کی قیمت لازم ہے۔

ترجمہ: (۲۳۱۱) اور بچے کی قیمت بھی لازم ہوگی

ترجمہ: ا اس لیے کہ یہ معاملہ مغرور کے معنی میں ہے جو دلیل پر اعتماد کیا کہ یہ اس کی کمائی کی کمائی ہے، آقا بچے کے غلام ہونے پر راضی نہیں ہے، اس لیے قیمت ادا کرنے کے بعد بچہ آزاد ہوگا اور آقا سے نسب بھی ثابت ہوگا۔

تشریح: دوسرے کی باندی سے وطی کی یہ سمجھ کر کہ یہ میری باندی ہے تو اس کو مغرور کی باندی کہتے ہیں، اس کو باندی سے وطی کی قیمت دینی پڑتی ہے، اور بچے کی قیمت بھی ادا کرنی پڑتی ہے، یہاں بھی آقا مغرور کے درجے میں ہے کہ مکاتب کی باندی کو اپنی باندی سمجھا، اس لیے اس کو بچے کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ بچے کی قیمت ادا کرنے کے بعد بچہ آزاد ہوجائے گا، اور آقا سے بچے کا نسب ثابت ہوجائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۱۲) باندی اس کی ام ولد نہیں بنے گی۔

ترجمہ: ا اس لیے کہ آقا کی باندی میں ملکیت نہیں ہے، جیسے کہ ولد مغرور میں ہوتا ہے۔

تشریح: چونکہ مکاتب کی باندی میں آقا کی ملکیت نہیں ہے اس لیے یہ باندی اس کی ام ولد نہیں بنے گی، جیسے ولد مغرور کی صورت میں باندی ام ولد نہیں بنتی ہے۔

ترجمہ: (۲۳۱۳) اور اگر مکاتب نے اس کو نسب کے بارے میں تکذیب کردی تو بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا۔

ا؎ لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ تَصْدِيقِهِ (۲۳۱۴)فَلَوْ مَلَكَهُ يَوْمًا ثَبَتَ نَسَبُهُ مِنْهُ؛ لِقِيَامِ الْمُوجِبِ وَزَوَالِ حَقِّ الْمُكَاتَبِ إِذْ هُوَ الْمَانِعُ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ: ا؎ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا، اس لیے کہ مکاتب کی ضرورت ہے۔

تشریح: آقا نے مکاتب کی باندی سے صحبت کی اور بچہ پیدا ہوا اور نسب کا دعوی کیا لیکن مکاتب نے نسب کا انکار کر دیا تو بچے کا نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) یہ باندی مکاتب کی تھی اور مکاتب نے انکار کر دیا تو انکار ہو جائے گا اور نسب ثابت نہیں ہوگا (۲) مکاتب کے انکار کرنے کی وجہ سے باندی آقا کا فراش نہیں رہی اس لیے بھی نسب ثابت نہیں ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابی هریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال الولد للفراش وللعاهر الحجر**۔ (مسلم شریف، باب الولد للفراش وتوفی الشبہات، ص ۶۲۰، نمبر ۱۴۵۸/۳۶۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت فراش نہ ہو تو اس سے بچے کا نسب ثابت نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۱۴) اگر آقا کسی دن اس بچے کا مالک ہو گیا تو بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا۔

ترجمہ: ا؎ کیوں کہ سبب پایا گیا اور مکاتب کا حق زائل ہو گیا، کیوں کہ وہی مانع تھا۔

تشریح: مکاتب کے انکار کرنے کی وجہ سے بچے کا نسب ثابت نہیں ہو رہا تھا، لیکن اگر آقا اس بچے کا مالک بن جائے تو اس کا نسب ثابت ہو جائے گا، کیوں کہ اب کوئی ممانعت نہیں رہی۔



كِتَابُ الْأَيْمَانِ

قَالَ: (۲۳۱۵) الْأَيْمَانُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَضْرُبٍ الْيَمِينُ الْغَمُوسُ وَيَمِينٌ مُنْعَقِدَةٌ، وَيَمِينٌ لَغْوٌ فَالْغَمُوسُ هُوَ الْحَلِفُ عَلَى أَمْرٍ مَاضٍ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ فِيهِ، فَهٰذِهِ الْيَمِينُ يَأْثَمُ فِيهَا صَاحِبُهَا لِقَوْلِهِ ﷺ مَنْ حَلَفَ كَاذِبًا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ

کتاب الایمان

ضروري نوٹ: ایمان یمین کی جمع ہے قسم کھانا، قسم کی تین قسمیں ہیں (۱) یمین غموس (۲) یمین منعقدہ (۳) اور یمین لغو۔ تینوں کی تفصیل آ رہی ہے۔

وجه: (۱) ثبوت اس آیت میں ہے۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ (آیت ۸۹، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت سے یمین لغو اور یمین منعقدہ کا پتا چلا اور یہ بھی پتا چلا کہ یمین منعقدہ کا کفارہ تین طرح کے ہیں۔ (۲) اور یمین غموس کی آیت یہ ہے۔ وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (آیت ۹۴، سورۃ النحل ۱۶) (۳) دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (آیت ۷۷، سورۃ آل عمران ۳) اس آیت میں بھی یمین غموس کا تذکرہ ہے۔

نوٹ: اس باب میں بہت سے مسئلے عادت، محاورات اور اصول پر متفرع ہیں۔ اس لیے وہاں احادیث اور آثار نہیں مل سکے۔ اس لیے عادت، محاورات اور اصول بیان کرنے پر اکتفاء کیا۔

ترجمه: (۲۳۱۵) قسم تین قسم کی ہیں۔ یمین غموس اور یمین منعقدہ اور یمین لغو۔ پس یمین غموس گزشتہ زمانے میں کئے ہوئے کام پر جان کر جھوٹ قسم کھانا، اس قسم میں قسم والا گناہ گار ہوگا۔

ترجمه: ۱ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے جو جھوٹ قسم کھائے اللہ اس کو آگ میں داخل کریں گے۔

تشريح: غموس کے معنی ہیں ڈوب جانا۔ چونکہ جھوٹ قسم کھانے والا گناہوں میں ڈوب جاتا ہے اس لیے اس کو یمین غموس کہتے ہیں۔

وجه: (۱) اور یمین غموس کی آیت یہ ہے۔ وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (آیت ۹۴، سورۃ النحل ۱۶) (۲) دوسری آیت میں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (آیت ۷۷، سورۃ آل عمران ۳) اس آیت میں بھی یمین غموس کا تذکرہ ہے۔ (۳)۔ عن عبد اللہ بن عمر عن النبی ﷺ قال الکبائر الاشراک باللہ و عقوق الوالدین و قتل النفس و الیمین الغموس۔ (بخاری شریف، باب الیمین الغموس، ص ۱۱۵۲، نمبر ۶۶۷۵) (۴) دوسری حدیث میں ہے۔ عن عبد اللہ عن النبی ﷺ قال من حلف علی یمین صبر یقتطع بها مال امرأ مسلم لقی اللہ و ھو علیہ غضبان فانزل اللہ تصدیقہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (آیت ۷۷، سورہ آل عمران ۳/ بخاری شریف باب قول اللہ ان الذین یشترون بعہد اللہ و ایمانہم، ص ۱۱۵۲، نمبر ۶۶۷۶) اس آیت اور حدیث میں یمین غموس کا

(٢٣١٦)وَلَا كَفَّارَةَ فِيهَا إِلَّا التَّوْبَةَ وَالِاسْتِغْفَارَ ۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ: فِيهَا الْكَفَّارَةُ لِأَنَّهَا شُرِعَتْ لِرَفْعِ ذَنْبٍ هَتَكَ حُرْمَةَ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى، وَقَدْ تَحَقَّقَ بِالِاسْتِشْهَادِ بِاللَّهِ كَاذِبًا فَأَشْبَهَ الْمَعْقُودَةَ. ۲ وَلَنَا أَنَّهَا كَبِيرَةٌ مَحْضَةٌ، وَالْكَفَّارَةُ عِبَادَةٌ تَتَأَدَّى بِالصَّوْمِ، وَيُشْتَرَطُ فِيهَا النِّيَّةُ فَلَا تُنَاطُ بِهَا،

تذکرہ ہے۔ (۵) صاحب ہدایہ کی حدیث تقریبا یہ ہے۔ عن عمران بن حصین قال قال النبی ﷺ من حلف علی یمین مصبورة کاذبا فلیتبوا ابو جهه مقعده من النار۔ (ابوداود شریف، باب التغلیظ فی الیمین الفاجرة، ص ۴۷۲، نمبر ۳۲۴۲) اس حدیث میں ہے کہ جھوٹ قسم کھائے گا تو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ (۶) اس قول تابعی میں یمین غموس کی تفسیر ہے۔ قال ثم الیمین الغموس قال فقلت لعامر ماالیمین الغموس؟ قال الذی یقتطع مال امرئ مسلم بیمینه وهو فیها کاذب (سنن للبیهقی، باب ماجاء فی الیمین الغموس ج عاشر ص ۶۲ نمبر ۱۹۸۶۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بول کر کسی کے مال کو لے لینا اس کو یمین غموس کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۳۱۶) اور اس میں کفارہ نہیں ہے سوائے توبہ اور استغفار کے۔

تشریح: یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے صرف توبہ اور استغفار ہے۔

وجہ: (۱) اس قول تابعی میں ہے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے۔ عن ابراهیم... والله لقد فعلت لیس فی شیء منه کفارة ان کان تعمد شیئا فهو کذب (سنن للبیهقی، نمبر ۱۹۸۸۲) (۲) اس قول صحابی میں ہے۔ قال ابن مسعود کنا نعد من الذنب الذی لا کفارة له الیمین الغموس فقیل ماالیمین الغموس؟ قال اقتطاع الرجل مال اخیه بالیمین الکاذبة (سنن للبیهقی، باب ماجاء فی الیمین الغموس ج عاشر ص ۶۷ نمبر ۱۹۸۸۳ / مستدرک حاکم، کتاب الایمان والنذور ۴/ ۳۲۹ نمبر ۷۸۰۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یمین غموس میں کفارہ ہے، اس لیے کہ اللہ کے نام کی حرمت کو توڑا ہے اس کو دور کرنے کے لیے کفارہ مشروع ہوتا ہے اور یہاں اللہ کا نام لے کر جھوٹ ثابت کیا ہے اس لیے یہ یمین منعقدہ کی طرح ہو گیا۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں یمین غموس میں بھی کفارہ ہے۔

وجہ: (۱) ان کی دلیل عقلی یہ ہے کہ، اللہ کے نام کو جھوٹ استعمال کرے اور اس کی عزت کو پامال کرے اس گناہ کو دور کرنے کے لیے کفارہ ہے، اور یمین غموس میں یہ پایا گیا ہے اس لیے کفارہ لازم ہوگا، جس طرح یمین منعقدہ میں اللہ کے نام کی عزت کو پامال کرتے ہیں تو اس گناہ کو دور کرنے کے لیے کفارہ لازم ہوتا ہے۔ (۲) اس حدیث کا اشارہ میں بھی کفارہ کا ذکر ہے۔ عن ابی بردة عن ابیه... وانی والله ان شاء الله لا احلف علی یمین فاری غیرها خیرا منها الا کفرت عن یمینی واتیت الذی هو خیر (بخاری شریف، باب قول الله تعالی لا یواخذکم الله باللغو، ص ۱۱۴۵، نمبر ۶۶۲۳ / مسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرأی غیرها خیرا منها، ص ۷۲۳، نمبر ۱۶۴۹ / ۴۲۶۳) اس حدیث میں ہے کہ کسی چیز پر قسم کھاؤں اور دیکھوں کہ وہ چیز اچھی نہیں ہے تو کفارہ دے کر اس کے خلاف کر دوں اور جھوٹ اچھی نہیں ہے اس لیے اس کے خلاف کر کے کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ یمین غموس محض کبیرہ گناہ ہے، اور کفارہ روزے سے ادا ہوتا ہے اور اس میں نیت کی بھی شرط ہے، اس

۳؎ بِخِلَافِ الْمَعْقُودَةِ لِأَنَّهَا مُبَاحَةٌ،وَلَوْكَانَ فِيهَاذَنْبٌ فَهُوَمُتَأَخِّرٌمُتَعَلِّقٌ بِاخْتِيَارٍ مُبْتَدَإٍ، وَمَا فِي الْغَمُوسِ مُلَازِمٌ فَيَمْتَنِعُ الْإِلْحَاقُ.(۲۳۱۷)وَالْمُنْعَقِدَةُ مَا يَحْلِفُ عَلَى أَمْرٍ فِي الْمُسْتَقْبَلِ أَنْ يَفْعَلَهُ أَوْ لَا يَفْعَلَهُ وَإِذَاحَنِثَ فِي ذَلِكَ لَزِمَتْهُ الْكَفَّارَةُ ۱؎ لِقَوْلِهِ تَعَالَى{لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ

لیے کبیرہ گناہ سے جوڑ نہیں بیٹھتا۔

تشریح: کفارہ روزے سے ادا ہوتا ہے جو عبادت ہے، اور جھوٹ بولنا یہ کبیرہ گناہ ہے اس لیے عبادت کے ساتھ اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے اس لیے جھوٹی قسم کا کفارہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ بخلاف یمین منعقدہ کے اس لیے کہ یمین منعقدہ اصل میں مباح ہے اور گناہ آتا بھی ہے تو بہت بعد میں اپنے اختیار سے آتا ہے، اور جھوٹی قسم میں تو اسی وقت گناہ ہوتا ہے۔ اس لیے جھوٹی قسم کو منعقدہ کے ساتھ نہیں ملا سکتے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ یمین منعقدہ اصل میں مباح ہے اور اس وقت اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، بعد میں جب وہ کام نہیں کرتا ہے تو اپنے اختیار سے گناہ ڈالتا ہے، اور جھوٹی قسم میں تو قسم کھاتے وقت ہی گناہ ہوتا ہے اس لیے جھوٹی قسم کو منعقدہ کے ساتھ نہیں ملا سکتے۔ اور نہ اس میں کفارہ لازم کر سکتے۔

ترجمہ: (۲۳۱۷) اور منعقدہ قسم یہ ہے کہ مستقبل کے بارے میں یہ قسم کھائے کہ اس کو کرے گا یا نہیں کرے گا، پھر اس کا کام کو نہ کر سکے تو اس کو کفارہ لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اللہ تعالی کا قول، تم کو اللہ لغو قسم میں نہیں پکڑے گا، لیکن جس قسم کو تم نے موکد کیا اس میں پکڑے گا، اور اس سے مراد مقسم منعقدہ ہے۔

تشریح: یمین منعقدہ کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کے بارے میں قسم کھائے کہ میں ایسا کروں گا تو اس سے قسم کھا کر ایک بات کو منعقد کیا۔ اگر وہ کام نہ کر سکے تو اس پر کفارہ لازم ہے۔ یا غلام آزاد کرے یا دس مسکین کو کھانا کھلائے یا دس مسکین کو اوسط درجے کا کپڑا پہنائے یا پھر تین روزے رکھے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ (آیت ۸۹ سورۃ المائدۃ ۵) (۲) اس حدیث میں ہے۔ عن ابی بردۃ عن ابیہ قال اتیت النبی ﷺ فی رھط من الاشعریین... وانی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا کفرت عن یمینی و اتیت الذی ھو خیر او اتیت الذی ھو خیر و کفرت عن یمینی (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم، ص ۹۸۰ نمبر ۶۶۲۳ رمسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرأی غیرھا خیرا منھا، ص ۷۲۳، نمبر ۱۶۴۹ / ۴۲۶۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یمین منعقدہ ہو تو اس کو توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا۔ (۳) سواری کے لیے اونٹ دینے کے بارے میں آپ ﷺ نے قسم کھائی۔ عن ابی بردۃ قال اتیت النبی ﷺ فی رھط من الاشعریین استحملہ فقال واللہ لا احملکم و ما عندی ما احملکم علیہ (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی لا یؤاخذکم اللہ باللغو: ص ۹۸۰ نمبر ۶۶۲۳ رمسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا ص ۷۲۳، نمبر ۱۶۴۹ / ۴۲۶۳)

الأَيْمَانَ﴾ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا (۲۳۱۸) وَالْيَمِينُ اللَّغْوُ أَنْ يَحْلِفَ عَلَى أَمْرٍ مَاضٍ وَهُوَ يَظُنُّ أَنَّهُ كَمَا قَالَ وَالْأَمْرُ بِخِلَافِهِ فَهٰذِهِ الْيَمِينُ نَرْجُو أَنْ لَايُؤَاخِذَ اللَّهُ بِهِ صَاحِبَهَا ل وَمِنْ اللَّغْوِ أَنْ يَقُولَ: وَاللَّهِ إِنَّهُ لَزَيْدٌ وَهُوَ يَظُنُّهُ زَيْدًا وَإِنَّمَا هُوَ عَمْرٌو، وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْله تَعَالَى ﴿لا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ﴾ الْآيَةَ، إلَّا أَنَّهُ عَلَّقَهُ بِالرَّجَاءِ لِلِاخْتِلَافِ فِي تَفْسِيرِهِ. قَالَ: (۲۳۱۹) وَالْقَاصِدُ فِي الْيَمِينِ وَالْمُكْرَهُ وَالنَّاسِي سَوَاءٌ ل حَتَّى تَجِبُ الْكَفَّارَةُ لِقَوْلِهِ - ﷺ - ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالْيَمِينُ

اس حدیث میں حضور ﷺ نے اونٹ پر سوار نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ چونکہ آئندہ کے بارے میں ایک کام نہ کرنے کی قسم کھائی ہے اس لیے اس کو یمین منعقدہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۳۱۸) یمین لغو یہ ہے کہ کسی گزری ہوئی چیز پر قسم کھائے یہ گمان کرتے ہوئے کہ جیسا کہا ویسا ہی ہے، لیکن معاملہ اس کے خلاف تھا، یہ ایسی قسم ہے جس پر امید کرتے ہیں کہ اللہ موخذہ نہیں کرے گا۔

ترجمہ: ل لغو کی صورت یہ ہے کہ، کہے اللہ کی قسم یہ زید ہے اور اس کا گمان بھی ہے کہ یہ زید ہے، لیکن وہ عمر تھا، اور اس قسم کی اصل اللہ تعالی کا قول ہے۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ (آیت ۸۹، سورۃ المائدۃ ۵) مگر امید ہے کہ گرفت نہیں کرے گا، کیوں کہ لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

تشریح: یمین لغو یہ ہے کہ کسی گذشتہ کام پر قسم کھائے کہ ایسا ہو چکا ہے اور اس کا یقین ہو کہ ایسا ہی ہوا ہے لیکن ایسا ہوا نہیں تھا تو اس کو یمین لغو کہتے ہیں اس پر کفارہ نہیں ہے۔ یا بغیر کسی قصد کے لا واللہ، بلی واللہ، کہہ دے تو یہ یمین لغو ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے اس لیے امید ہے کہ اللہ تعالی لغو قسم کھانے پر گرفت نہیں کریں گے۔

وجہ: (۱) اس آیت میں یمین لغو کا تذکرہ ہے۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ (آیت ۸۹، سورۃ المائدۃ ۵) (۲) قول تابعی میں ہے۔ سمعت الشعبی یقول البر و الاثم ما حلف علی علمه و هو یری انه کذلک لیس فیه اثم و لیس علیه کفارة (مصنف عبد الرزاق، باب اللغو و ما هو؟، جلد ثامن: ص ر ۳۱۳، نمبر ۱۶۲۳۷)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ یمین لغو میں کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۳۱۹) قسم جان کر کھائے، زبردستی کرنے سے کھائے اور بھول کر کھائے برابر ہے۔

ترجمہ: ل یہاں تک کہ تینوں صورتوں میں کفارہ لازم ہوگا، حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے تین چیزوں میں حقیقت بھی حقیقت بھی ہیں اور مذاق بھی حقیقت ہیں نکاح، طلاق، اور قسم۔

تشریح: اپنے اختیار سے جان کر قسم کھائی اس کے توڑنے پر بھی کفارہ لازم ہوگا۔ اور کسی نے زبردستی قسم کھلوائی تو اس کے توڑنے پر بھی کفارہ لازم ہے۔ اور بھول کر قسم کھالی تب بھی اس کے توڑنے پر کفارہ لازم ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ عن عمر قال اربع جائزة فی کل حال العتق و الطلاق و النکاح و النذر۔ (۲) اور دوسری روایت میں ہے۔ عن الضحاک قال سمعته یقول ثلاث لا یلعب بهن الطلاق و النکاح و النذر (مصنف ابن ابی شیبة

۲؎ وَالشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يُخَالِفُنَا فِي ذٰلِكَ ، وَسَنُبَيِّنُ فِي الْإِكْرَاهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (۲۳۲۰)وَمَنْ فَعَلَ الْمَحْلُوفَ عَلَيْهِ مُكْرَهًا أَوْ نَاسِيًا فَهُوَ سَوَاءٌ؛

۱۰۲ من قال لیس فی الطلاق و العتاق لعب و قال هو له لازم: ۴/۱۱۹ نمبر ۱۸۳۹۷/ ۱۸۳۹۸) ان دونوں اثروں سے معلوم ہوا کہ نذر یعنی قسم وغیرہ میں مذاق بھی حقیقت ہے اس لیے بھول کر اور زبردستی بھی قسم کھالی تو قسم لازم ہوجائے گی (۳) طلاق، نکاح اور رجعت کے بارے میں تو باضابطہ حدیث ہے۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ثلاث جدھن جد و ھزلھن جد النکاح و الطلاق و الرجعۃ۔ (ابوداؤد شریف، باب فی الطلاق علی الھزل، ص ۳۱۷، نمبر ۲۱۹۴/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجد و الھزل فی الطلاق، ص ۲۸۸، نمبر ۱۱۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح، طلاق اور رجعت میں مذاق کرے تب بھی حقیقت ہے اسی طرح قسم بھی مذاق سے یا بھول سے کھائے تب بھی قسم واقع ہوجائے گی۔

اور زبردستی قسم کھلائی ہو تو واقع ہوگی اس کی دلیل قول تابعی ہے۔ عن ابراھیم قال ھو جائز انما ھو شیء افتدی به نفسه (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸ من کان طلاق المکرہ جائزا، ۴/۸۵، نمبر ۱۸۰۳۵/ مصنف عبد الرزاق، باب طلاق المکرہ، ۶/۴۱۰، نمبر ۱۱۴۱۹/ ۱۱۴۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زبردستی قسم کھلوالے تو واقع ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ اس بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اس بحث کو باب الاکراہ میں بیان کریں گے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک زبردستی قسم کھلوالے تو واقع نہیں ہوگی۔ اسی طرح بھول سے قسم کھالیا یو بھول سے حانث ہوگیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن ابی ذر الغفاری قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تجاوز لی عن امتی الخطاء و النسیان و ما استکرھوا علیه۔ (۲) دوسری روایت میں ہے۔ حدثنی عائشة ان رسول اللہ ﷺ قال لا طلاق و لا عتاق فی اغلاق (ابن ماجه شریف، باب طلاق المکرہ و الناسی ص ۲۹۳ نمبر ۲۰۴۳/ ۲۰۴۶/ سنن للبیهقی، باب ماجاء فی طلاق المکرہ جلد سابع: ص/ ۵۸۵ نمبر ۱۵۰۹۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زبردستی قسم کھلوائی ہو یا طلاق دلوائی ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور نہ واقع ہوگی۔ پہلی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بھول میں طلاق دی ہو تو واقع نہیں ہوگی اسی پر قیاس کرتے ہوئے بھول کر قسم کھالی تو اس کا اعتبار نہیں ہے (۳) آیت بھی ہے۔ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ (آیت ۵، سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت سے بھی پتا چلا کہ بھول میں قسم کھالے تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ (۴) مر علی علی بن طالب رضی اللہ عنہ بمعنی عثمان قال اما تذکر ان رسول اللہ ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق، و عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم۔ (ابوداود شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا، ص ۶۱۹، نمبر ۴۴۰۱) اس حدیث میں ہے کہ مجنون پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

البتہ کون سی قسم بھول کر کھائی اور کون سی قسم جان کر کھائی اس کا تمیز کرنا بہت مشکل ہے۔

ترجمہ: (۲۳۲۰) کسی نے محلوف علیہ زبردستی میں کرلیا یا بھول کر لیا تو برابر ہیں۔

تشریح: جس بات کے نہ کرنے کی قسم کھائی اس کام کے کرنے پر زبردستی کی جس سے مجبور ہوکر کرلیا تو بھی قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ اسی

ا لِأَنَّ الْفِعْلَ الْحَقِيقِيَّ لَا يَنْعَدِمُ بِالْإِكْرَاهِ وَهُوَ الشَّرْطُ، وَكَذَا إِذَا فَعَلَهُ وَهُوَ مَغْمِيٌّ عَلَيْهِ أَوْ مَجْنُونٌ لِتَحَقُّقِ الشَّرْطِ حَقِيقَةً، ٢ وَلَوْ كَانَتْ الْحِكْمَةُ رَفْعَ الذَّنْبِ فَالْحُكْمُ يُدَارُ عَلَى دَلِيلِهِ وَهُوَ الْحِنْثُ لَا عَلَى حَقِيقَةِ الذَّنْبِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

بَابُ مَا يَكُونُ يَمِينًا وَمَا لَا يَكُونُ يَمِينًا

قَالَ: (۲۳۲۱) وَالْيَمِينُ بِاللَّهِ تَعَالَى أَوْ بِاسْمٍ آخَرَ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى كَالرَّحْمَنِ وَالرَّحِيمِ أَوْ بِصِفَةٍ مِنْ صِفَاتِهِ الَّتِي يُحْلَفُ بِهَا عُرْفًا كَعِزَّةِ اللَّهِ وَجَلَالِهِ وَكِبْرِيَائِهِ ١ لِأَنَّ الْحَلِفَ بِهَا مُتَعَارَفٌ،

طرح بھول کر وہ کام کر لیا جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو کفارہ لازم ہوگا۔

وجه: مسئلہ نمبر ۲۳۱۹ میں گزر گیا کہ بھول کر یا زبردستی قسم کھائی ہے تو اس کا اعتبار ہے اسی پر قیاس کر کے بھول کر یا زبردستی محلوف علیہ کام کو کر لیا تو کفارہ لازم ہوگا۔

فائده: یہاں بھی امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ بھول میں یا زبردستی کرا کر کام کروالیا تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجه: اوپر والی حدیث اور اثر ان کی دلیل ہے۔

لغت: محلوف علیہ: جس بات پر قسم کھالی ہو اس کو محلوف علیہ کہتے ہیں۔

ترجمه: ١ اس لیے کہ زبردستی کرنے سے کام تو آخر ہو ہی گیا، اور کفارہ لازم ہونے کے لیے کام ہونا ہی شرط ہے، ایسے ہی کام کیا اس حال میں کہ وہ بیہوش تھا، اور مجنون تھا اس لیے کہ حقیقت میں شرط پائی گئی۔

تشریح: حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ زبردستی کرنے کی وجہ سے وہ کام کیا، لیکن کام تو ہوا ہے اور کفارہ کا مدار کام ہونے پر ہے اس لیے کفارہ لازم ہو جائے گا، اسی طرح بیہوشی کے عالم میں وہ کام کیا، یا جنون کی حالت میں وہ کام کیا جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو کفارہ لازم ہوگا، یہ اور بات ہے کہ جنون کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا

ترجمه: ٢ اور اگر کفارہ کی حکمت گناہ کو دور کرنا ہے، لیکن کفارے کا دارمدار اس کی دلیل پر ہے اور وہ ہے حانث ہونا، نہ کہ حقیقت گناہ۔

تشریح: ہم نے مانا کہ کفارہ گناہ دور کرتا ہے، لیکن کفارہ لازم ہونے کا اصل سبب قسم میں حانث ہونا ہے، اس لیے جب قسم میں حانث ہوا تو کفارہ لازم ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ بھول سے قسم توڑی، یا زبردستی کرنے کی وجہ سے قسم توڑی، یا بیہوشی میں قسم توڑی تو قسم توڑنے والے پر گناہ نہیں ہوگا، لیکن قسم توڑنے کی وجہ سے کفارہ لازم ہو جائے گا۔

نوٹ: یہاں امام شافعیؒ کی دلیل مضبوط ہے۔

باب ما یکون یمینا و ما لا یکون یمینا

ترجمه: (۲۳۲۱) قسم لفظ اللہ سے یا اس کے ناموں میں سے کسی نام سے ہوتی ہے جیسے رحمن، رحیم۔ یا اس کی کسی ذاتی صفت کے ساتھ ہوتی ہے۔ جیسے اللہ کی عزت، اس کے جلال یا کبریا کی قسم۔

ترجمه: ١ اس لیے کہ ان الفاظ سے قسم کھانا متعارف ہے۔

۲؎ وَمَعْنَى الْيَمِينِ وَهُوَ الْقُوَّةُ حَاصِلٌ؛ لِأَنَّهُ يَعْتَقِدُ تَعْظِيمَ اللَّهِ وَصِفَاتِهِ فَصَلُحَ ذِكْرُهُ حَامِلًا وَمَانِعًا. قَالَ (۲۳۲۲) إِلَّا قَوْلَهُ وَعِلْمِ اللَّهِ فَإِنَّهُ لَا يَكُونُ يَمِينًا ۱؎ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ.

تشریح: قسم کھائی ہوتو لفظ اللہ سے کھائے یا اس کے ننانوے نام ہیں ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ کھائے۔ یا اللہ کی ذاتی صفت کے ذریعہ سے کھائے مثلا کہے اللہ کی عزت کی قسم، اس کے جلال کی قسم یا اس کے کبریا کی قسم تو اس طرح قسم منعقد ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن عائشة عن النبی ﷺ انه قال یا امة محمد و الله لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا و لضحکتم قلیلا (بخاری شریف، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، ص ۹۸۰، نمبر ۶۶۳۱/مسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرها خیرا منها، ص ۷۶۶، نمبر ۱۶۴۹/ ۴۲۶۳) اس حدیث میں بھی و الله لو تعلمون ما اعلکم عبارت ہے جس میں اللہ کی ذات کے ساتھ قسم کھائی۔

(۲) اللہ کی صفت کے ساتھ قسم کھانے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال کانت یمین النبی ﷺ لا و مقلب القلوب (بخاری شریف، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، ص ۹۸۰، نمبر ۶۶۲۸/ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی یمین النبی ﷺ، ج ثانی ص ۱۰۸، نمبر ۳۲۶۳) اس حدیث میں اللہ کی صفت مقلب القلوب ہے اس کے ذریعہ سے قسم کھائی ہے (۳) حضرت ایوبؑ نے اللہ کی قسم اس کی عزت کے ساتھ کھائی ہے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ... فناداہ ربه یا ایوب الم اکن اغنیتک عما تری؟ قال بلی و عزتک و لکن لا غنی بی عن برکتک (بخاری شریف، باب من اغتسل عریانا وحدہ فی خلوة، ص ۴۲، نمبر ۲۷۹، کتاب الغسل) اس حدیث میں وعزتک میں اللہ کی عزت کے ذریعہ قسم کھائی ہے۔ (۴) اللہ کے دوسرے نام سے قسم کھائی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی ذر قال انتهیت الیه یقول فی ظل الکعبة هم الآخرون و رب الکعبة (بخاری شریف، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ ص ۹۸۰ نمبر ۶۶۳۸) اس حدیث میں و رب الکعبة اللہ کا صفاتی نام ہے جس کے ذریعہ قسم کھائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے صفاتی نام سے بھی قسم کھا سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ یمین کا معنی قوت حاصل کرنا ہے، اور ان ناموں کی تعظیم سے قوت حاصل ہوتی ہے اس لیے ان ناموں کے ذکر سے کرنے کی قسم بھی کھائی جا سکتی ہے اور رکنے کی قسم بھی کھائی جا سکتی ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ قسم کھانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے کرنے کی یا نہ کرنے کی قوت حاصل کی جائے، اور ان ناموں کی عزت سے قوت حاصل ہوتی ہے اس لیے ان ناموں کے ذریعہ قسم کھائی جا سکتی ہے۔

لغت: حاملا: کام کرنے کے لیے قسم کھائے، مانعا: کام نہ کرنے کے لیے قسم کھائے۔

ترجمہ: (۲۳۲۲) مگر کسی کا قول علم اللہ سے قسم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ علم اللہ کے ذریعہ قسم کھانے کا رواج نہیں ہے۔

تشریح: کوئی اللہ کے علم سے قسم کھائے تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) یہاں علم بول کر معلوم مراد لیتے ہیں اور معلوم شئی اللہ کی صفت ذاتی نہیں ہے اس لیے علم اللہ سے قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

۲؎ وَلِأَنَّهُ يُذْكَرُ وَيُرَادُ بِهِ الْمَعْلُومُ، يُقَالُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ عِلْمَك فِينَا: أَيْ مَعْلُومَك (۲۳۲۳) وَلَوْ قَالَ وَغَضْبُ اللَّهِ وَسُخِطِهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا ۱؎ وَكَذَا وَرَحْمَةِ اللَّهِ؛ لِأَنَّ الْحَلِفَ بِهَا غَيْرُ مُتَعَارَفٍ؛ ۲؎ وَلِأَنَّ الرَّحْمَةَ قَدْ يُرَادُ بِهَا أَثَرُهُ، وَهُوَ الْمَطَرُ أَوْ الْجَنَّةُ وَالْغَضَبُ وَالسَّخَطُ يُرَادُ بِهِمَا الْعُقُوبَةُ (۲۳۲۴) وَمَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ لِقَوْلِهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – مَنْ كَانَ مِنْكُمْ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاَللَّهِ أَوْ لِيَذَرُ

(۲) علم اللہ کے ذریعہ سے قسم کھانے کا رواج نہیں ہے اس لیے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی (۲) اور حدیث میں ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ قسم کھائے یا صفت ذاتی کے ساتھ قسم کھائے تو قسم منعقد ہوگی۔ حدیث میں ہے۔ **عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ ادرک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وھو یسیر فی رکب یحلف بابیہ فقال الا ان اللہ ینھا کم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت** (بخاری شریف، باب لا تحلفوا بآبائکم، ص ۹۸۳ نمبر ۶۶۴۶ مسلم شریف، باب النھی عن الحلف بغیر اللہ تعالی، ج ثانی ص ۴۶ نمبر ۱۶۴۶/ ۴۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ کیوں کہ دوسری چیز کے ساتھ قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لیے کہ علم اللہ ذکر کرتے ہیں اور اس سے اللہ کی معلومات مراد لیتے ہیں، کہتے ہیں **اللھم اغفر علمک فینا**، اور اس سے اللہ کی معلومات مراد لیتے ہیں۔

تشریح: اللہ کے علم سے مراد اس کی معلومات ہے اور یہ اللہ کی صفت نہیں ہے اس لیے اس سے قسم کھانے سے قسم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۳۲۳) اگر کہا اللہ کا غضب، یا اللہ کا سخط کی قسم تو یہ قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ ایسے ہی اللہ کی رحمت، سے بھی قسم نہیں ہوگی اس لیے کہ ان الفاظ سے قسم کھانا متعارف نہیں ہے۔

اصول: اللہ کی ذاتی صفت نہ ہو تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

تشریح: وہ صفات جو اللہ کی ذاتی نہیں ہیں بلکہ فعلی اور وقتی ہیں ان کے واسطے سے قسم کھائے تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔ جیسے اللہ کا غضب یا سخط اللہ مثلا کوئی کہے بغضب اللہ، بسخط اللہ افعل کذا تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) اوپر حدیث گزری، (۲) ان الفاظ کے ساتھ قسم کھانا متعارف نہیں ہے اس لیے اس سے قم منعقد نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لیے کہ رحمت سے مراد اس کا اثر ہوتا ہے، جیسے بارش ہونا، یا جنت دینا، اور غضب اور سخط سے مراد اس کا اثر ہوتا ہے جیسے سزا دینا [اس لیے ان الفاظ سے قسم منعقد نہیں ہوگی]

تشریح: رحمت سے مراد اس کا اثر یعنی بارش، یا جنت ہوسکتی ہے، اسی طرح غضب اور سخط سے مراد اس کا اثر یعنی سزا ہوسکتی ہے اس لیے یہ اللہ کی ذاتی صفت نہیں ہوئی اس لیے ان الفاظ سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۳۲۴) کسی نے قسم کھائی اللہ کے علاوہ کے ساتھ جیسے نبی اور کعبہ کی قسم تو اس سے قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

تشریح: اللہ کے بجائے کوئی کہے نبی ﷺ کی قسم، قرآن کی قسم یا کعبہ کی قسم تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔۔ یذر: چھوڑ دے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ ادرک عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وھو یسیر فی رکب یحلف بابیہ فقال الا ان اللہ ینھا کم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت** (بخاری شریف، باب

(۲۳۲۵)وَكَذَا إِذَا حَلَفَ بِالْقُرْآنِ ۱ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ، ۲ قَالَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - مَعْنَاهُ أَنْ يَقُولَ وَالنَّبِيِّ وَالْقُرْآنِ، أَمَّا لَوْ قَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِنْهُمَا يَكُونُ يَمِينًا؛ لِأَنَّ التَّبَرِّي مِنْهُمَا كُفْرٌ. قَالَ (۲۳۲۶)وَالْحَلِفُ بِحُرُوفِ الْقَسَمِ، وَحُرُوفُ الْقَسَمِ الْوَاوُ كَقَوْلِهِ وَاللَّهِ وَالْبَاءُ كَقَوْلِهِ بِاللَّهِ وَالتَّاءُ كَقَوْلِهِ تَاللَّهِ ۱ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مَعْهُودٌ فِي الْأَيْمَانِ وَمَذْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ

لا تحلفوا بآبائکم، ص ۹۸۳ نمبر ۶۶۴۶ رمسلم شریف، باب النھی عن الحلف بغیر اللہ تعالی، ج ثانی، ص ۴۶ نمبر ۱۶۴۶ / ۴۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ کیوں کہ دوسری چیز کے ساتھ قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ (۲) کعبہ کی قسم نہ کھائے اس کے بارے میں باضابطہ حدیث ہے۔ **سمع ابن عمر رجلا یحلف لا و الکعبۃ فقال لہ ابن عمر انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من حلف بغیر اللہ فقد اشرک** (ابوداؤد شریف، باب کراھیۃ الحلف بالآباء، ص ۱۰۷، نمبر ۳۲۵۱ رترمذی شریف، باب ماجاء فی ان من حلف بغیر اللہ فقد اشرک، ص ۲۷۹، نمبر ۱۵۳۵) اس حدیث میں ہے کہ ایک صحابی کعبہ کی قسم کھا رہا تھا تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کی قسم مت کھاؤ۔ اگر اللہ کے علاوہ کی قسم کھائی تو اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

ترجمہ: (۲۳۲۵) ایسے ہی اگر قرآن کے ساتھ قسم کھائی [تو قسم منعقد نہیں ہوگی]

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ یہ متعارف نہیں ہے۔

تشریح: اور قرآن کی قسم بھی کھائے تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ یہ متعارف نہیں ہے۔

وجہ: قول تابعی میں ہے۔ **اخبرنا معمر عن قتادۃ قال یکرہ ان یحلف انسان بعتق او طلاق و ان یحلف الا باللہ و کرہ ان یحلف بالمصحف**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الایمان و لا یحلف الا باللہ، ج ثامن، ص ۴۰۸، نمبر ۱۶۲۱۲) اس قول تابعی میں ہے کہ قرآن کریم کی قسم کھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ترجمہ: ۲ مصنف نے فرمایا کہ حلف بالقرآن و النبی، کا معنی یہ ہے کہ والقرآن، والنبی، کہے، لیکن اگر کہا کہ میں نبی اور قرآن سے بری ہوں تو قسم ہو جائے گی، اس لیے کہ ان دونوں سے بری ہونا کفر ہے۔

تشریح: قرآن اور نبی سے قسم کھانے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ نبی کی یا قرآن کی قسم کھائے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی، اور دوسری صورت یہ ہے کہ کہے کہ میں قرآن اور نبی سے بری ہوں تو اس سے قسم منعقد ہو جائے گی، کیوں کہ ان دونوں سے بری ہونا کفر ہے۔

وجہ: اس قول تابعی میں ہے۔ **عن ابراھیم قال اقسم.... و ھو بری من الاسلام، کل ھذا یمین یکفرھا اذا حنث قال محمد و بھذا کلہ نأخذ**۔ (کتاب الآثار لامام محمد، ص ۱۵۷، نمبر ۷۰۹ رمصنف عبد الرزاق، باب من حلف علی ملۃ غیر الاسلام، جلد ثامن: ص ر ۴۱۷، نمبر ۱۶۲۵۳) اس میں ہے کہ اسلام سے بری ہونے کی قسم کھائے تو اس سے قسم ہو جاتی ہے۔

ترجمہ: (۲۳۲۶) قسم حروف قسم سے ہوتی ہے اور حروف قسم تین ہیں واو جیسے واللہ، اور با سے جیسے باللہ، اور تا سے جیسے تاللہ۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ یہ تینوں حروف قسم میں متعین ہیں اور قرآن میں مذکور ہیں۔

تشریح: قسم باللہ کے بجائے، عربی میں اللہ کے پہلے واو یا با یا تا لے آئے تب بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

(۲۳۲۷) وَقَدْ يُضْمِرُ الْحَرْفَ فَيَكُونُ حَالِفًا كَقَوْلِهِ اللَّهِ لَا أَفْعَلُ كَذَا ۱؎ لِأَنَّ حَذْفَ الْحَرْفِ مِنْ عَادَةِ الْعَرَبِ إِيجَازًا، ثُمَّ قِيلَ يُنْصَبُ لِانْتِزَاعِ الْحَرْفِ الْخَافِضِ، ۲؎ وَقِيلَ يُخْفَضُ فَتَكُونُ الْكَسْرَةُ دَالَّةً عَلَى الْمَحْذُوفِ، ۳؎ وَكَذَا إِذَا قَالَ لِلَّهِ فِي الْمُخْتَارِ لِأَنَّ الْبَاءَ تُبَدَّلُ بِهَا، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {آمَنْتُمْ لَهُ} أَيْ آمَنْتُمْ بِهِ.

وجه: (۱) کیوں کہ عربی میں قسم کے لیے یہ تینوں حروف متعین ہیں اور قرآن میں بھی اس سے قسم کھائی گئی ہے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **قال ابو بکر** رضی اللہ عنہ **عند النبی** ﷺ **لا ھا اللہ اذا یقال و اللہ، و باللہ، و تاللہ** (بخاری شریف، کیف کان یمین النبی ﷺ ص ۹۸۰ نمبر ۶۶۲۸) اس اثر میں واللہ، باللہ اور تاللہ تینوں حرفوں کا ثبوت ہے (۳) **عن عائشة... یا امة محمد و اللہ لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا و لضحکتم قلیلا۔** (بخاری شریف، کیف کان یمین النبی ﷺ ص ۹۸۰، نمبر ۶۶۳۱) اس حدیث میں واو کا ثبوت ہے۔ (۴) اور تا کے ساتھ قسم کھانے کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (آیت ۵۷، سورۃ الانبیاء ۲۱) اس آیت میں تا کے ساتھ قسم کھائی ہے۔

ترجمہ: (۲۳۲۷) کبھی حروف قسم پوشیدہ ہوتے ہیں تو بھی قسم کھانے والا ہوگا جیسے **اللہ لا افعل کذا** [خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا]

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ عرب کی عادت ہے کہ اختصار کے لیے قسم کا حرف حذف کر دیتے ہیں۔

تشریح: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حروف قسم کلام میں ظاہر نہیں کرتے ہیں بلکہ پوشیدہ ہوتا ہے لیکن وہ ظاہر کا معنی دیتا ہے اور قسم منعقد ہوجاتی ہے۔ عرب کی یہ عادت ہے، جیسے **اللہ لا افعل کذا** میں اللہ سے پہلے واو محذوف ہے اور اصل میں **و اللہ لا افعل کذا** عبارت ہے۔ اور اس سے قسم منعقد ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ پھر کہا گیا کہ اللہ پر نصب ہوگا، کیوں کہ حرف قسم کو حذف کر دیا گیا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسرہ ہوگا جو محذوف حرف پر دلالت کرے گا۔

تشریح: اللہ سے پہلے جب قسم کے حرف کو حذف کر دیا تو اب اللہ پر اعراب دینے کی دو صورت ہے، [۱] ایک یہ کہ حرف قسم کے حذف ہونے کی وجہ سے اللہ کو نصب دے دیا جائے، [۲] اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ پر کسرہ دے دیا جائے جو حرف جر کے حذف ہونے پر دلالت کرے۔

ترجمہ: ۳؎ ایسے ہی اگر کہا للہ تو مختار مذہب میں یہ ہے کہ اس سے قسم ہوجائے گی، اس لیے کہ عرب میں ,با، کو لام سے بدلتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا **أمنتم له**، اور مراد **أمنتم به** ہے۔

تشریح: اللہ سے پہلے لام حرف جر لایا تو اس سے بھی قسم ہوجائے گی، کیوں کہ عرب میں با کو لام سے بدلتے ہیں، چناں چہ بولتے ہیں **امنتم له**، اور مراد لیتے ہیں **أمنتم به**۔

وجه: اس آیت میں **امنتم لہ**، کہا گیا ہے، قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ (آیت ۷۱، سورۃ طہ ۲۰) اس آیت میں **أمنتم له**، **أمنتم به** کے معنی میں ہے۔

۴؎ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: إذَا قَالَ وَحَقِّ اللَّهِ فَلَيْسَ بِحَالِفٍ، وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى – وَإِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى –. ۵؎ وَعَنْهُ رِوَايَةٌ أُخْرَى أَنَّهُ يَكُونُ يَمِينًا لِأَنَّ الْحَقَّ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ حَقِيَّتُهُ فَصَارَ كَأَنَّهُ قَالَ وَاَللَّهِ الْحَقِّ وَالْحَلِفُ بِهِ مُتَعَارَفٌ. ۶؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ يُرَادُ بِهِ طَاعَةُ اللَّهِ تَعَالَى، إذْ الطَّاعَاتُ حُقُوقُهُ فَيَكُونُ حَلِفًا بِغَيْرِ اللَّهِ، ۷؎ قَالُوا: وَلَوْ قَالَ وَالْحَقِّ يَكُونُ يَمِينًا، وَلَوْ قَالَ حَقًّا لَا يَكُونُ يَمِينًا؛ لِأَنَّ الْحَقَّ مِنْ أَسْمَاءِ اللَّهِ تَعَالَى، وَالْمُنَكَّرُ يُرَادُ بِهِ تَحْقِيقُ الْوَعْدِ.

(۲۳۲۸) وَلَوْ قَالَ أُقْسِمُ أَوْ أُقْسِمُ بِاَللَّهِ أَوْ أَحْلِفُ أَوْ أَحْلِفُ بِاَللَّهِ أَوْ أَشْهَدُ أَوْ أَشْهَدُ بِاَللَّهِ فَهُوَ حَالِفٌ؛ ۱؎ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَاظَ مُسْتَعْمَلَةٌ فِي الْحَلِفِ وَهَذِهِ الصِّيغَةُ لِلْحَالِ حَقِيقَةً وَتُسْتَعْمَلُ لِلِاسْتِقْبَالِ بِقَرِينَةٍ فَجُعِلَ

ترجمہ: ۴؎ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ,وحق اللہ، کہے تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔ یہی قول امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۵؎ امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ حق اللہ، کہنے سے قسم ہوجائے گی، اس لیے کہ حق اللہ تعالی کی صفت ہے، اور وہ اللہ کا حق ہونا ہے، تو گویا کہ ,واللہ الحق، کہا اور اس لفظ سے قسم کھانا متعارف ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ ,حق اللہ، کہنے سے قسم منعقد ہوجائے گی۔

وجہ: حق، یہ اللہ کی صفت ہے تو گویا کہ واللہ الحق، کہا، اور اس سے عام طور پر قسم کھاتے ہیں اس لیے وحق اللہ سے قسم ہوجائے گی۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حق سے مراد اللہ کی اطاعت ہے، اور اللہ کی اطاعت اللہ کے حقوق ہیں اس لیے اللہ کے علاوہ سے قسم کھانا ہوا [اس لیے اس سے مقسم منعقد نہیں ہوگی]

تشریح: طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حقوق سے مراد اللہ کی اطاعت ہے، اس لیے حق اللہ، کہا تو اللہ کی اطاعت کی قسم ہوئی اس لیے قسم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۷؎ اگر ,والحق، کہے تو اس سے قسم ہوگی۔ اور اگر ,حقا، کہا تو اس سے قسم نہیں ہوگی اس لیے کہ الحق، اللہ کا نام ہے اور حقا، کہا تو اس سے وعدہ کو پورا کرنا مراد ہوگا، اس لیے قسم نہیں ہوگی۔

تشریح: حق کو الف لام کے ساتھ ,والحق، ذکر کرے تو یہ اللہ کا نام ہے اس سے قسم منعقد ہوجائے گی، اور اگر بغیر الف لام کے نکرہ ,حقا، بولا تو اس سے مراد اللہ کا وعدہ پورا کرنا ہے اس لیے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۳۲۸) اگر کہا میں، قسم کھاتا ہوں، یا اللہ کی قسم کھاتا ہوں، یا حلف اٹھاتا ہوں، یا اللہ کا حلف اٹھاتا ہوں، یا گواہ کرتا ہوں، یا اللہ کو گواہ کرتا ہوں تو وہ قسم کھانے والا ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ الفاظ قسم میں استعمال ہوتے ہیں، اور یہ صیغے حقیقت میں حال کے لیے ہیں، لیکن قرینہ ہو تو استقبال کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں، اس لیے حال پر محمول کرتے ہوئے فی الحال قسم کھانے والا قرار دیا جائے گا۔

تشریح: یہاں قسم کھانے کے تین الفاظ ہیں۔ اقسم، احلف، اور اشہد۔ ان تینوں الفاظ کے ساتھ اللہ نہ لگائیں صرف اقسم، یا

حَالِفًا فِي الْحَالِ، ٢ وَالشَّهَادَةُ يَمِينٌ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ} ثُمَّ قَالَ {اتَّخَذُوا

احلف، یا اشھد کہیں پھر بھی قسم منعقد ہو جائے گی۔ اور ان الفاظ کے ساتھ اللہ کو بھی لگا لیں مثلا اقسم باللہ، یا احلف باللہ، یا اشھد باللہ تب تو بدرجہ اولی قسم منعقد ہو جائے گی۔ کیوں کہ صراحت کے ساتھ قسم ہو گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ سب مضارع کا صیغے ہیں، مستقبل کا قرینہ ہو تو مستقبل کے لیے استعمال ہوتے ہیں، اور مستقبل کا قرینہ نہ ہو تو یہ حال کے لیے ہی استعمال ہوتے ہیں، چناں چہ یہاں مستقبل کا قرینہ نہیں ہے اس لیے حال ہی کے لیے استعمال ہوں گے، اور قسم منعقد ہو جائے گی۔

وجه: (۱) صرف اقسم سے قسم منعقد ہو گی اس کی دلیل حدیث میں ہے۔ **کان ابو ھریرۃ یحدث ان رجلا اتی رسول اللہ ﷺ فقال انی اری اللیلۃ فذکر رؤیا فعبرھا ابو بکر فقال النبی ﷺ اصبت بعضا و اخطأت بعضا فقال اقسمت علیک یا رسول اللہ !بابی انت لتحدثنی ما الذی اخطأت فقال لہ النبی ﷺ لا تقسم** (ابو داؤد شریف، باب فی القسم ھل یکون یمینا، ص ۱۰۹، نمبر ۳۲۶۸/ ابن ماجہ شریف، باب تعبیر الرؤیا، ص ۵۶۱، نمبر ۳۹۱۸) اس حدیث میں **اقسمت علیک بغیر اللہ** کو ملائے ہوئے کہا ہے جس سے قسم ثابت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا قسم مت کھاؤ۔ (۲) اور حلف قسم کے معنی میں ہے یہ تو عام ہے۔ حدیث میں بھی ہے۔ **عن عبد اللہ بن عمر ؓ ان رسول اللہ ﷺ ادرک عمر بن الخطاب ؓ و ھو یسیر فی رکب یحلف بابیہ فقال الا ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت** (بخاری شریف، باب لا تحلفوا بآبائکم، ص ۹۸۳، نمبر ۶۶۴۶) اس حدیث میں بار بار لفظ حلف قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لیے کوئی بغیر لفظ اللہ ملائے ہوئے احلف کہے گا تو قسم منعقد ہو جائے گی۔ (۳) قول تابعی میں ہے۔ **قال ابراھیم و کان اصحابنا ینھونا و نحن غلمان ان نحلف بالشھادۃ و العھد** (بخاری شریف، باب اذا قال اشھد باللہ او شھدت باللہ، ص ۹۸۵، نمبر ۶۶۵۸) اس اثر میں ہے کہ شہادت اور عہد قسم کے الفاظ ہیں اس لیے اس کے ذریعہ سے قسم کھانے سے روکا کرتے تھے۔ (۴) یہ قول تابعی ہے جس میں ان تمام اقوال کا حل ہے۔ **عن ابراھیم قال اقسم، و اقسم باللہ، و اشھد، و اشھد باللہ، و احلف، و احلف باللہ، و علی عھد اللہ، و علی ذمۃ اللہ، و علی نذر، و علی نذر اللہ، و ھو یھودی، و ھو نصرانی، و ھو مجوسی، و ھو بری من الاسلام، کل ھذا یمین یکفرھا اذا حنث قال محمد و بھذا کلہ نأخذ۔** (کتاب الآثار لامام محمدؒ ص ۱۵۷، نمبر ۷۰۹/ مصنف عبد الرزاق، باب من حلف علی ملۃ غیر الاسلام، جلد ثامن: ص ۴۷۱/، نمبر ۱۶۲۵۳)

ترجمه: ٢ اور اشہد، کا لفظ قسم کے معنی میں ہے، چناں چہ اللہ تعالی نے کہا **نشھد انک لرسول اللہ**، پھر اللہ نے فرمایا کہ **ایمانھم جنۃ** یہ اپنی قسم کو ڈھال بناتے ہیں۔

تشریح: آیت میں منافقین نے نشھد انک لرسول اللہ، کہا، یہاں نشھد قسم کے معنی میں ہے اسی لیے اللہ نے آگے فرمایا کہ یہ اپنی قسم کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ نشھد قسم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

وجه: (۱) اور اشہد یمین کے معنی میں ہے اس کا ثبوت اس آیت میں ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (آیت ۱ و ۲، سورۃ المنافقون ۶۳) اس آیت میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو نشھد کے ذریعہ قسم کھائی اور اس کے ساتھ اللہ

أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً؛ ٣ وَالْحَلِفُ بِاللَّهِ هُوَ الْمَعْهُودُ الْمَشْرُوعُ وَبِغَيْرِهِ مَحْظُورٌ فَصُرِفَ إِلَيْهِ. وَلِهَذَا قِيلَ لَا يَحْتَاجُ إِلَى النِّيَّةِ. وَقِيلَ لَا بُدَّ مِنْهَا لِاحْتِمَالِ الْعِدَّةِ وَالْيَمِينِ بِغَيْرِ اللَّهِ.(۲۳۲۹) وَلَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ سوكند ميخورم بخداي يَكُونُ يَمِينًا؛ ١ لِأَنَّهُ لِلْحَالِ. ٢ وَلَوْ قَالَ سوكند خورم قِيلَ لَا يَكُونُ يَمِينًا ٣ وَلَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ سوكند خورم بِطَلَاقِ زنم لَا يَكُونُ يَمِينًا؛ لِعَدَمِ التَّعَارُفِ. قَالَ: ٤ وَكَذَا قَوْلُهُ لَعَمْرُ اللَّهِ وَأَيْمُ اللَّهِ لِأَنَّ عَمْرَ اللَّهِ بَقَاءُ اللَّهِ، وَأَيْمُ اللَّهِ مَعْنَاهُ أَيْمَنُ اللَّهِ وَهُوَ جَمْعُ يَمِينٍ،

نہیں ملایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کو ملائے بغیر نشہد سے قسم منعقد ہوگی۔ اور نشھد سے شہادت مراد نہیں ہے بلکہ قسم مراد ہے اس کا پتا آگے والی آیت اِتَّخَذُوٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً سے پتا چلا کہ نشھد سے قسم مراد ہے۔ تب ہی تو اللہ نے اس کے جملے کو ایمانھم فرمایا۔

ترجمہ: ٣ اللہ کے ساتھ قسم کھانا یہ متعین ہے اور مشروع ہے، اور دوسرے کے ساتھ قسم کھانا ممنوع ہے اس لیے جب احلف، کہا تو اللہ ہی کے ساتھ قسم کھانے کی طرف پھیرا جائے گا، اسی لیے بعض حضرات نے فرمایا کہ اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نیت ضروری ہے، کیوں کہ اس میں وعدہ کا احتمال ہے، اور غیر اللہ کے ساتھ بھی قسم ہوتی ہے، اس لیے قسم کی نیت ضروری ہے۔

تشریح: صرف احلف، بولا تو اس میں دو احتمال ہے، ایک تو اللہ کے علاوہ کے ساتھ قسم کھانا، اور دوسرا اللہ کے علاوہ کے ساتھ قسم کھانا، لیکن اللہ کے ساتھ قسم کھانا متعین ہے اور مشروع بھی ہے اس لیے اللہ کے ساتھ قسم ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ احلف، مضارع کا صیغہ ہے اس لیے اس کا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں قسم کھانے کا وعدہ کرے، اس لیے بعض حضرات نے فرمایا کہ ابھی قسم کھانے کی نیت ہو تب ہی قسم ہوگی، اور بعض دوسرے حضرات نے فمایا کہ فی الحال قسم کھانا متعین ہے اس لیے نیت کی ضرورت نہیں ہوگی، بغیر نیت کے بھی قسم منعقد ہو جائے گی۔

لغت: معہود: جو ذہنی طور پر متعین ہو۔ محظور: جو ممنوع ہو، مشروع نہ ہو۔

ترجمہ: (۲۳۲۹) اگر فارسی میں سوگندمی خورم بخدائے، کہا [خدا کی قسم کھاتا ہوں، تو اس سے قسم ہو جائے گی۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ می خورم حال کے لیے ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

اصول: عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں قسم کھائی تو اس سے بھی قسم ہو جائے گی۔

ترجمہ: ٢ اور اگر سوگند خورم، کہا تو یہ قسم نہیں ہوگی، کیوں کہ خورم استقبال کے لیے آتا ہے۔

تشریح: اگر سوگند خورم، کہا تو چونکہ خورم استقبال کے لیے آتا ہے تو یہ قسم کا وعدہ ہوا قسم نہیں ہوئی۔

ترجمہ: ٣ اگر فارسی میں کہا سوگند خورم بطلاق زنم [طلاق کی قسم کھاتا ہوں] تو اس سے قسم نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ متعارف نہیں ہے۔

ترجمہ: ٤ ایسے ہی اگر کہا لعمر اللہ، اور ایم اللہ، تو قسم نہیں ہوگی، اس لیے کہ عمر اللہ کا ترجمہ ہے بقاء اللہ اور ایم اللہ کا ترجمہ ہے ایمن اللہ، اور ایمن یمین کی جمع ہے، اس لیے اس سے قسم نہیں ہوگی۔

تشریح: لعمر اللہ کے جملے سے قسم واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ بقاء اللہ کے معنی میں ہے، جو اللہ کی صفت نہیں ہے۔ اور ایم اللہ ایمن

۵ وَقِيلَ مَعْنَاهُ وَاللَّهُ وَأَيْمُ صِلَةٌ كَالْوَاوِ، وَالْحَلِفُ بِاللَّفْظَيْنِ مُتَعَارَفٌ. (۲۳۳۰)وَكَذَا قَوْلُهُ وَعَهْدُ اللَّهِ وَمِيثَاقُهُ ١ لِأَنَّ الْعَهْدَ يَمِينٌ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰہِ} وَالْمِيثَاقُ عِبَارَةٌ عَنْ الْعَهْدِ (۲۳۳۱) وَكَذَا إذَا قَالَ عَلَيَّ نَذْرٌ أَوْ نَذْرُ اللَّهِ ١ لِقَوْلِهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – «مَنْ نَذَرَ نَذْرًا وَلَمْ يُسَمِّ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ يَمِينٍ»

اللہ کے معنی میں ہے اس لیے اس سے بھی قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۵ بعض حضرات نے فرمایا وہ ایم اللہ، واللہ، کے معنی میں ہے، اور ایم واو کی طرح صلہ ہے، اور ان دونوں لفظوں سے قسم کھانا متعارف ہے اس لیے قسم ہو جائے گی۔

تشریح: بعض دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ ایم اللہ، واللہ، کے معنی میں ہے، اس لیے قسم وجائے گی، اسی طرح عمر اللہ سے بھی قسم کھانا متعارف ہے اس لیے قسم ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۳۳۰) ایسے ہی یہ کہنا عہد اللہ، میثاق اللہ، مجھ پر نذر ہے یا اللہ کی نذر تو اس سے قسم ہوگی۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ عہد، یمین، کو کہتے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا **اوفوا بعهد الله**، اور میثاق کا ترجمہ بھی عہد کا ہے۔

تشریح: یوں کہے کہ اللہ کا عہد کر کے کہتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تو اس سے قسم منعقد ہو جائے گی۔ یا اللہ کی میثاق کر کے کہتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تو اس سے بھی قسم منعقد ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) عہد قسم کے معنی میں ہے اس کا اشارہ اس آیت میں ہے۔ **وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا** (آیت ۹۱، سورۃ النحل ۱۶) اس آیت میں ہے کہ اللہ کے عہد کو پورا کرو جس طرح قسم کو پورا کرتے ہیں اس لیے عہد سے قسم منعقد ہوگی۔ اسی آیت میں اللہ کے عہد کو **وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ** کہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ عہد قسم کے معنی میں ہے تب ہی تو عہد کو ایمان یعنی قسم کہا ہے۔ (۲) اور دوسری آیت میں عہد کو میثاق کے معنی میں کہا ہے اور میثاق کے لیے بھی وہی تاکید کی ہے جو عہد کے پورا کرنے کے لیے کی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ عہد اور میثاق ایک ہی چیز ہے اس لیے اگر کہا کہ اللہ کی میثاق کے ساتھ کہتا ہوں کہ فلاں کام کروں گا تو اس سے بھی قسم منعقد ہو جائے گی۔ آیت یہ ہے۔ **الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝۲۰** (آیت ۲۰، سورۃ الرعد ۱۳) اس آیت میں عہد اور میثاق کو ایک معنی میں استعمال کیا ہے (۳) قول تابعی میں ہے۔ **عن ابن طاؤس عن ابيه في الرجل يقول على عهد الله و ميثاقه او على عهد الله قال يمين يكفرها**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب من حلف على ملة غير الاسلام، جلد ثامن: ص ۴۱۹، نمبر ۱۵۹۷۹) اس اثر میں ہے کہ عہد اور میثاق یمین کے معنی میں ہیں۔

ترجمہ: (۲۳۳۱) اگر یوں کہا کہ اس کام کے کرنے کی مجھ پر نذر ہے یا اس کام کے کرنے کی اللہ کی نذر ہے تو یہ بھی قسم ہو جائے گی۔

ترجمہ: ١ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ کسی نے نذر مانی اور وہ کام نہیں کر سکا تو اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے کہ نذر مانی اور پوری نہ کر سکا تو اس کا کفارہ بھی کفارہ یمین ہی دینا ہوگا۔ **عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال من نذر نذرا لم يسمه فكفارته كفارة يمين و من نذر نذرا في معصية فكفارته كفارة يمين و من نذر نذرا لا يطيقه فكفارته كفارة يمين و من نذر نذرا اطاقه فليف به** (ابو داؤد شریف، باب من نذر نذرا لا یطیقه ص ۱۱۶ نمبر ۳۳۲۲/ ابن ماجہ شریف، باب

(۲۳۳۲) وَإِنْ قَالَ إِنْ فَعَلْت كَذَا فَهُوَ يَهُودِيٌّ أَوْ نَصْرَانِيٌّ أَوْ كَافِرٌ تَكُونُ يَمِينًا؛ ل لِأَنَّهُ لَمَّا جَعَلَ الشَّرْطَ عَلَمًا عَلَى الْكُفْرِ فَقَدْ اعْتَقَدَهُ وَاجِبَ الِامْتِنَاعِ، وَقَدْ أَمْكَنَ الْقَوْلُ بِوُجُوبِهِ لِغَيْرِهِ بِجَعْلِهِ يَمِينًا كَمَا تَقُولُ فِي

من نذر نذرا لم یسمه ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نذر پوری نہ کر سکے تو اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے اس لیے نذر بھی قسم کے معنی میں ہے۔ (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ **عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله ﷺ کفارة النذر کفارة الیمین۔** (ابوداؤد شریف، باب من نذر نذرا لم یسمه، ص ۱۱۴، نمبر ۳۳۲۳ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی کفارة النذر اذا لم یسم، ص ۲۷۹، نمبر ۱۵۲۸) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نذر کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے اس لیے علی نذر سے بھی قسم واقع ہوگی (۳) ایک اثر ہے جس میں ان تمام اقوال کا حل ہے۔ **عن ابراهیم قال اقسم، واقسم بالله، واشهد، واشهد بالله، واحلف، واحلف بالله، وعلی عهد الله، وعلی ذمة الله، وعلی نذر، وعلی نذر الله، وهو یهودی، وهو نصرانی، وهو مجوسی، وهو بری من الاسلام، کل هذا یمین یکفرها اذا حنث قال محمد وبهذا کله نأخذ۔** (کتاب الآثار لامام محمدؒ ص ۱۵۷، نمبر ۷۰۹ر مصنف عبد الرزاق، باب من حلف علی ملة غیر الاسلام، جلد ثامن: ص ۴۱۷ر، نمبر ۱۶۲۵۳)

ترجمہ: (۲۳۳۲) اگر کہا کہ میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا مجوسی ہوں یا کافر ہوں تو ان سے قسم ہوگی۔

تشریح: اگر یوں کہا کہ میں نے ایسا کیا تو میں یہودی ہوں تو اس قسم کے جملے سے قسم واقع ہوجائے گی۔ اگر ایسا کرلیا تو کفارہ لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) اوپر کے قول تابعی میں گزر چکا ہے۔ **وهو یهودی وهو نصرانی** (کتاب الآثار لامام محمدؒ ص ۱۵۷، نمبر ۷۰۹) کہا تو کفارہ لازم ہوگا (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ثابت بن الضحاک قال قال النبی ﷺ من حلف بملة غیر ملة الاسلام کاذبا فهو کما قال۔** (ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی الحلف بالبرائة وبملة غیر الاسلام، ص ۱۰۸ نمبر ۳۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے مذاہب کی قسم کھائی تو اگر ایسا کرلیا تو ویسے ہی ہوجائے گا جیسا کہا ہے اس لیے یہ قسم کے معنی میں ہے (۳) حدیث میں ہے۔ **عن خارجة بن زید بن ثابت عن ابیه قال سئل رسول الله ﷺ عن الرجل یقول هو یهودی او نصرانی او بری من الاسلام فی الیمین یحلف علیه فیحنث قال کفارة یمین** (سنن للبیهقی، باب من حلف بغیر الله ثم حنث او حلف بالبراءة من الاسلام الخ ج عاشر ص ۵۴ نمبر ۱۹۸۳۸) اس حدیث میں ہے کہ یہودی ہونے کی قسم کھائی تو قسم منعقد ہوجائے گی۔ اسی پر مشرک اور کافر کو قیاس کرلیں کہ اگر یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں کام نہیں کیا تو میں مشرک ہوں یا کافر ہوں تو قسم منعقد ہوجائے گی اور وہ کام نہ کرنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا، لیکن وہ واقعی یہودی یا نصرانی یا مشرک یا کافر نہیں ہوگا۔ کیوں کہ یہ تو اسلام سے انکار کرنے کے بعد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ل اس لیے کہ جب شرط کو کفر کی علامت بنائی تو اس سے بچنے کو واجب قرار دیا اور قسم بنا کر وجوب لغیرہ کہنا ممکن ہوا، جیسے کہ ہم حلال کو حرام کرلیتے ہیں۔

تشریح: یہ دلیل عقلی تھوڑی پیچیدہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کام کرنے کو کفر کی علامت بنائی اور اس کو نہ کرنے کو واجب قرار دیا، اس کام کو چھوڑنا حقیقت میں واجب نہیں تھا، لیکن اس کو واجب قرار دیا، جو وجوب لغیرہ ہے، جیسے ایک چیز حلال ہے لیکن اس کو حرام کرلے تو یہ وجوب لغیرہ ہے، اس لیے یہ قسم کے معنی میں ہوجائے گا۔

تَحْرِيمِ الْحَلَالِ. ۲ وَلَوْ قَالَ ذٰلِكَ لِشَيْءٍ عَقَدَ فِعْلَهُ فَهُوَ الْغَمُوسُ، وَلَا يَكْفُرُ اعْتِبَارًا بِالْمُسْتَقْبَلِ. وَقِيلَ يَكْفُرُ؛ لِأَنَّهُ تَنْجِيزُ مَعْنًى فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ هُوَ يَهُودِيٌّ. ۳ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَكْفُرُ فِيهِمَا إِنْ كَانَ يَعْلَمُ أَنَّهُ يَمِينٌ، وَإِنْ كَانَ عِنْدَهُ أَنَّهُ يَكْفُرُ بِالْحَلِفِ يَكْفُرُ فِيهِمَا؛ لِأَنَّهُ رَضِيَ بِالْكُفْرِ حَيْثُ أَقْدَمَ عَلَى الْفِعْلِ (۲۳۳۳) وَلَوْ قَالَ إِنْ فَعَلْتُ كَذَا فَعَلَيَّ غَضَبُ اللّٰهِ أَوْ سَخَطُ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِحَلِفٍ ۱ لِأَنَّهُ دُعَاءٌ عَلٰى نَفْسِهِ، وَلَا يَتَعَلَّقُ ذٰلِكَ بِالشَّرْطِ؛ وَلِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ

ترجمہ: ۲ اگر یہی بات کہی ایسے کام پر جو کر چکا ہے تو یمین غموس ہوگا لیکن مستقبل کا اعتبار کرتے ہوئے کافر نہیں بنے گا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کافر بن جائے گا اس لیے کہ معنی کے اعتبار سے فی الحال ہے، جیسے کہے کہ یہ کام نہیں کیا تو وہ یہودی ہے۔

تشریح: زید نے چوری کی تھی، پھر کہتا ہے کہ اگر میں نے چوری کی تو میں کافر ہوجاؤں، تو یہ جھوٹ ہے اس لیے یہ یمین غموس ہے، لیکن چونکہ اس میں استقبال کا معنی بھی ہے اس لیے کہنے والے کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔، لین بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ اس جملے میں حال کا معنی ہے اس لیے کہنے والا کافر ہوجائے گا، جیسے، زید نے چوری کی تھی اور کہتا ہے کہ اگر میں نے چوری کی ہوتو میں یہودی ہوجاؤں، تو زید یہودی بن جائے گا۔

ترجمہ: ۳ صحیح بات یہ ہے کہ اگر وہ جانتا ہے کہ یہ جملہ قسم کا ہے وکافر نہیں ہوگا، اور اس کو یقین ہے کہ اس جملہ کے کہنے سے کافر ہوجاتا ہے، پھر بھی کہا تو کافر ہوجائے گا، اس لیے اس فعل پر اقدام کر کے کفر پر راضی ہوگیا۔

تشریح: زید نے کہا کہ اگر میں کھانا نہ کھلاوں تو کافر ہوں پھر اس نے کھانا نہیں کھلایا، تو اگر اس کو یہ معلوم تھا یہ جملہ قسم کا ہے تو اس جملے سے کافر نہیں ہوگا، اور اگر اس کا اعتقاد تھا کہ اس جملہ سے کافر ہوجاتا ہے تو اب کافر ہوجائے گا، کیوں کہ کھانا نہ کھلا کر کفر پر اقدام کیا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۳۳) اگر کہا اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر اللہ کا غضب یا اس کا غصہ ہے تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ اپنے اوپر بد دعا کی ہے اور شرط پر معلق نہیں کیا ہے، اور اس لیے کہ اس طرح قسم کھانا متعارف نہیں ہے

تشریح: یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں کام نہیں کیا تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو، یا اللہ کا غصہ ہو تو اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) اللہ کا غضب صفت فعلی ہے صفت ذاتی نہیں ہے اس لیے اس کے ذریعہ قسم منعقد نہیں ہوگی (۲) یہ جملہ اپنے اوپر ایک قسم کی بددعا ہے۔ اللہ کی ذات یا صفت ذاتی کے ساتھ قسم کھانا نہیں ہے اس لیے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی (۳) اوپر حدیث گزری کہ اللہ کے ساتھ قسم کھائے یا چپ رہے۔ حدیث میں ہے۔ **من كان حالفا فليحلف بالله او ليصمت** (بخاری شریف، باب لا تحلفوا بآبائکم، ص ۹۸۳ نمبر ۶۶۴۶ رمسلم شریف، باب النهی عن الحلف بغیر اللہ تعالی، ج ثانی ص ۴۶ نمبر ۱۶۴۶ ر ۴۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔ کیوں کہ دوسری چیز کے ساتھ قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ (۴) قول تابعی میں ہے۔ **عطاء و طاؤس و مجاهد فی الرجل یقول علی غضب اللہ قالوا لیس علیه کفارة هو اشد من ذلک** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۵ من قال علی غضب اللہ، ج ثالث، ص ۱۱۴ نمبر ۱۲۶۱۵ رمصنف عبدالرزاق، باب من حلف علی ملة غیر الاسلام، ج ثامن، ص ۴۱۷، نمبر ۱۶۲۵۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ علی غضب اللہ سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

(۲۳۳۴)وَكَذَا إذَا قَالَ إنْ فَعَلْت كَذَا فَأَنَا زَانٍ أَوْ سَارِقٌ أَوْ شَارِبُ خَمْرٍ أَوْ آكِلُ رِبًا؛لِأَنَّ حُرْمَةَ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ تَحْتَمِلُ النَّسْخَ وَالتَّبْدِيلَ فَلَمْ تَكُنْ فِي مَعْنَى حُرْمَةِ الِاسْمِ وَلِأَنَّهُ لَيْسَ بِمُتَعَارَفٍ.

فَصْلٌ فِي الْكَفَّارَةِ

(۲۳۳۵) قَالَ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ عِتْقُ رَقَبَةٍ يُجْزِي فِيهَا مَا يُجْزِي فِي الظِّهَارِ وَإِنْ شَاءَ كَسَا عَشَرَةَ مَسَاكِينَ كُلَّ وَاحِدٍ ثَوْبًا فَمَا زَادَ، وَأَدْنَاهُ مَا يَجُوزُ فِيهِ الصَّلَاةُ وَإِنْ شَاءَ أَطْعَمَ عَشَرَةَ مَسَاكِينَ كَالْإِطْعَامِ فِي كَفَّارَةِ الظِّهَارِ ا وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْله تَعَالَى {فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ} الْآيَةَ، وَكَلِمَةُ أَوْ لِلتَّخَيُّرِ فَكَانَ الْوَاجِبُ أَحَدَ

ترجمہ: (۲۳۳۴) ایسے ہی اگر کہا کہ اگر میں ایسا کروں تو میں زنا کار ہوں یا شراب پینے والا ہوں یا سود کھانے والا ہوں تو قسم کھانے والا نہیں ہوگا۔

وجہ: اللہ کی ذات کی قسم کھائے، یا اس کی ذاتی صفات کے ساتھ قسم کھائے تو قسم منعقد ہوتی ہے، اور ان جملوں میں اللہ کی ذات، یا اس کی صفات کے ساتھ قسم کھانا نہیں ہے اس لیے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

اصول: اصول یہ ہے کہ اللہ کی ذات کے ساتھ قسم ہو یا اس کی ذاتی صفت کے ساتھ قسم ہو یا ایسا جملہ پر معلق ہو جس سے کفر کا صدور ہو جیسے یہودی، نصرانی ہونا تو ان سے قسم منعقد ہوگی۔ اور یہ نہ ہوں تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ا اس لیے کہ ان چیزوں کی حرمت منسوخ ہونے کا احتمال رکھتی ہے اور بدلنے کا احتمال بھی ہے اس لیے اللہ کے نام جیسی عظمت نہیں ہوئی اس لیے قسم منعقد نہیں ہوگی، اور اس لیے کہ اس جملے کے ساتھ قسم کھانا متعارف نہیں ہے۔

تشریح: زنا، چوری، شراب پینا یہ احکامات ہیں ان میں اللہ کی جانب سے تبدیلی بھی ہو سکتی ہے اس لیے اللہ کی ذات کے درجے میں عظمت نہیں ہوئی اس لیے ان سے قسم کھانے سے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

فصل فی الکفارة

کفارہ کا بیان

ترجمہ: (۲۳۳۵) قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اس میں وہی غلام کافی ہے جو ظہار میں چاہئے۔ اور چاہے تو دس مسکینوں کو کپڑا پہنا دے، ہر ایک کو ایک کپڑا یا اس سے زیادہ، اور ادنی کپڑا یہ ہے جس سے نماز جائز ہو، اگر چاہے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے کفارہ ظہار کے کھانا کھلانے کی طرح۔

ترجمہ: ا اس کے ثبوت کے لیے اللہ تعالی کا قول، فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین، والی آیت ہے اور او اختیار کے لیے ہے، اس لیے تینوں میں سے ایک چیز واجب ہے۔

تشریح: قسم کی وجہ سے جو کام کرنا تھا وہ نہیں کیا، اور قسم میں حانث ہو گیا تو اس پر کفارہ دینا لازم ہے، کفارہ میں دس مسکین کو کھانا کھلائے، یا دس مسکین کو کپڑا پہنائے، یا ایک غلام آزاد کرے، ان تینوں کا اختیار ہے، اور ان تینوں میں سے کوئی نہ کر سکے تو پھر تین روز مسلسل روزہ رکھے۔

الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ.قَالَ (۲۳۳٦)فَإِنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى أَحَدِ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ ۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: يُخَيَّرُ لِإِطْلَاقِ النَّصِّ.۲ وَلَنَا قِرَاءَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ –رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ– فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ وَهِيَ كَالْخَبَرِالْمَشْهُور ۳ ثُمَّ الْمَذْكُورُ فِي الْكِتَابِ فِي بَيَانِ أَدْنَى الْكِسْوَةِ مَرْوِيٌّ عَنْ مُحَمَّدٍ. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَااللَّهُ أَنَّ أَدْنَاهُ مَايَسْتُرُعَامَّةَ بَدَنِهِ حَتَّى لَا يَجُوزَ السَّرَاوِيلَ، وَهُوَ

وجه: صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ (آیت ۸۹ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں غلام آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا اور وہ نہ ہو سکے تو تین روزے رکھنے کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: (۲۳۳٦) اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر قدرت نہیں ہے تو تین روز مسلسل روزے رکھے۔

تشریح: واضح ہے اس کی دلیل آگے آ رہی ہے۔

ترجمہ: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ روزہ رکھنے میں آدمی کو اختیار ہے۔ چاہے پے در پے رکھے چاہے چھوڑ چھوڑ کر رکھے، کیوں کہ آیت میں مطلق ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ چاہے وایک ساتھ تین روزے رکھے اور چاہے تو چھوڑ چھوڑ کر روزے رکھے، کیوں کہ اوپر کی آیت میں ایک ساتھ رکھنے کی قید نہیں ہے۔

وجہ: (۱) قول تابعی میں ہے۔ عن الحسن انه كان لا يرى بأسا ان يفرق بين الثلاثة الايام فى كفارة اليمين (سنن للبيهقى، باب التخيير بين الاطعام والكسوة والعتق فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام، ج عاشر، ص ۱۰۳، نمبر ۲۰۰۰۷) اس تابعی سے معلوم ہوا کہ تفریق کے ساتھ بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت ہے جس میں فصیام ثلاثة ايام متتابعات، ہے اور وہ خبر مشہور کی طرح ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں متتابعات کی قید ہے اور وہ حدیث مشہور کی طرح ہے اس لئے، اس لیے پیدر پے روزہ رکھنا ہوگا۔

وجہ: (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث یہ ہے۔ ان ابن مسعود كان يقرأ فصيام ثلاثة ايام متتابعات (سنن للبيهقى، باب التتابع فى صوم الكفارة، ج عاشر، ص ۱۰۴ نمبر ۲۰۰۱۲ مصنف عبدالرزاق، باب صيام ثلاثة ايام وتقديم التكفير، جلد ثامن: ص ۵۱۳ نمبر ۱۶۱۰۲) (۲) دوسرے قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عباس فى آية كفارة اليمين قالا هو بالخيار فى هؤلاء الثلاث الاول فان لم يجد شيئا من ذلك فصيام ثلاثة ايام متتابعات (سنن للبيهقى، باب التخيير بين الاطعام والكسوة والعتق فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام، ج عاشر ص ۱۰۲ نمبر ۲۰۰۰۶) اس اثر سے بھی معلوم ہوا کہ پے در پے روزہ رکھے۔

ترجمہ: ۳ پھر متن میں ادنی کپڑا کا ذکر ہے اور امام محمدؒ سے یہی مروی ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ ادنی اتنا کپڑا ہو جو عام بدن کو ڈھانک دے، یہی وجہ ہے کہ صرف پائے جامہ دینا جائز نہیں ہے، صحیح بات یہی ہے اس لیے کہ صرف

الصَّحِيحُ لِأَنَّ لَابِسَهُ يُسَمَّى عُرْيَانًا فِي الْعُرْفِ، ٤ لَكِنَّ مَا لَا يُجْزِيهِ عَنْ الْكِسْوَةِ يُجْزِيه عَنْ الطَّعَامِ بِاعْتِبَارِ الْقِيمَةِ. (۲۳۳۷)وَإِنْ قَدَّمَ الْكَفَّارَةَ عَلَى الْحِنْثِ لَمْ يُجْزِهِ ١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُجْزِيهِ بِالْمَالِ لِأَنَّهُ أَدَّاهَا بَعْدَ

پائے جامہ کا پہننے والاعرف میں ننگا شمار کیا جاتا ہے،

تشریح: متن میں فرمایا کہ ادنی کپڑا اتنا ہو کہ ستر ڈھانک دے جیسے صرف پائے جامہ دے دے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ عرف میں اس کو ننگا کہتے ہیں، بلکہ اتنا کپڑا ہو کہ عام بدن کو ڈھانک دے اتنا کپڑا دینا ضروری ہے۔

وجہ: وجہ: اس قول صحابی میں ہے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک ڈھانک دے اتنا کپڑا بھی دے دینا کافی ہے۔ اعن ابی موسی الاشعری انہ حلف فاعطی عشرۃ مساکین عشرۃ اثواب لکل مسکین ثوبا من مقعد ھجر (سنن للبیھقی، باب ماتجزی من الکسوۃ فی الکفارۃ ج عاشر ص ۹۷ نمبر ۱۹۹۸۱ رمصنف عبد الرزاق، باب اطعام عشرۃ مساکین او کسوتھم جلد ثامن: ص ر ۵۱۰ نمبر ۱۶۰۸۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک کپڑا دینا بھی کافی ہے۔

ترجمہ: ٤ لیکن جو رقم کپڑے کے لیے کافی نہ ہو وہ قیمت کے اعتبار سے کھانے کے بدلے میں کافی ہو جائے گی۔

تشریح: مثلا زید نے کپڑے کے لیے غریب کو دس درہم دئے، اس دس درہم سے دس آدمی کا کپڑا نہیں آ سکتا تھا، لیکن دس آدمیوں کو کھانا کھلایا جا سکتا تھا، تو یوں سمجھا جائے گا کہ دس آدمیوں کو کھانا کھلایا، اس لیے قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۳۷) پس اگر کفارہ کو حانث ہونے پر مقدم کیا تو جائز نہیں ہے۔

تشریح: پہلے قسم کے خلاف کر کے حانث ہو پھر کفارہ ادا کرے تو کفارہ ادا ہوگا۔ اور اگر پہلے کفارہ ادا کیا پھر وہ کام کیا اور حانث ہوا تو وہ کفارہ کافی نہیں ہے کفارہ دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔

وجہ: (۱) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفارہ کا سبب حانث ہونا ہے۔ قسم کھانا کفارہ کا سبب نہیں ہے اس لیے جب تک حانث نہ ہو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اس لیے حانث ہونے سے پہلے کفارہ ادا کر دیا تو وہ صدقہ ہو گیا کفارہ ہوا ہی نہیں۔ اس لیے حانث ہونے کے بعد دوبارہ کفارہ ادا کرنا ہوگا (۲) حدیث میں ہے کہ حانث پہلے ہوا ہو اور کفارہ بعد میں ادا کرے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر و لیکفر عن یمینہ۔ (مسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منھا ان یاتی الذی ھو خیر ویکفر عن یمینہ ص ۴۶ نمبر ۱۶۵۰ / ۴۲۷۳ ر بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ص ۹۸۰ نمبر ۶۶۲۱ رترمذی شریف، باب ماجا فیمن حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا ص ۲۷۹ نمبر ۱۵۲۹) اس حدیث میں حانث پہلے ہوا ہے اور کفارہ بعد میں ادا کرنے کا حکم ہے۔ اس لیے حانث پہلے ہو اور کفارہ بعد میں ادا کرے۔

ترجمہ: ١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مال سے کفارہ دے تو حانث ہونے سے پہلے بھی کافی ہے، اس لیے کہ سبب، یعنی قسم کے بعد ادا کیا، تو جیسے شکار کو زخمی کرنے کے بعد کفارہ دے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قسم کھانے کے بعد مال سے کفارہ ادا کر دیا پھر حانث ہوا تب بھی یہ کفارہ اس قسم کے لیے کافی ہو جائے گا۔ دوبارہ کفارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی مثال دیتے ہیں کہ آدمی کو زخمی کرنے کے بعد ابھی مرا نہیں اور اس کا

السَّبَبِ وَهُوَ الْيَمِينُ فَأَشْبَهَ التَّكْفِيرَ بَعْدَ الْجَرْحِ. ۲ وَلَنَا أَنَّ الْكَفَّارَةَ لِسَتْرِ الْجِنَايَةِ وَلَا جِنَايَةَ هَاهُنَا، وَلَيْسَتْ بِسَبَبٍ لِأَنَّهُ مَانِعٌ غَيْرُ مُفْضٍ، ۳ بِخِلَافِ الْجَرْحِ لِأَنَّهُ مُفْضٍ. ۴ ثُمَّ لَا يَسْتَرِدُّ مِنْ الْمِسْكِينِ لِوُقُوعِهِ صَدَقَةً. نقَالَ (۲۳۳۸)وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى مَعْصِيَةٍ مِثْلَ أَنْ لَا يُصَلِّيَ أَوْ لَا يُكَلِّمَ أَبَاهُ أَوْ لَيَقْتُلَنَّ فُلَانًا يَنْبَغِي أَنْ يُحْنِثَ نَفْسَهُ وَيُكَفِّرَ عَنْ يَمِينِهِ ۱ لِقَوْلِهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ وَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لِيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ»

کفارہ غلام آزاد کر دیا تو قتل خطاء میں وہ کفارہ کافی ہوجاتا ہے، کیوں کہ کفارہ کا سبب زخم کرنا پایا گیا، اسی طرح یہاں قسم کفارہ کا سبب ہے وہ پایا گیا تو کفارہ ادا کرنا کافی ہوجائے گا۔

وجه: (۱) وہ فرماتے ہیں کفارہ کا اصل سبب قسم ہے۔ حانث ہونا تو شرط پائے جانے کے لیے ہے اس لیے قسم کھانے کے بعد کفارہ ادا کر دیا تو کفارہ ادا ہوجائے گا (۲) حدیث میں اس کا بھی ثبوت ہے۔ **عن ابی موسی الاشعری قال اتیت النبی ﷺ فی رهط من الشعریین نستحمله... و اللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین ثم اری خیرا منها الا کفرت عن یمینی و اتیت الذی هو خیر۔** (مسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرها خیرا منها، ص ۷۲۶ نمبر ۱۶۴۹/ ۴۲۶۳/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکفارة قبل الحنث، ص ۲۷۹، نمبر ۱۵۳۰) اس حدیث میں ہے کہ کفارہ پہلے ادا کیا اور قسم کھایا ہوا کام بعد میں کیا جس سے معلوم ہوا کہ حانث ہونے سے پہلے کفارہ دے دیا تو ادا ہوجائے گا۔

ترجمه: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارہ جرم کو چھپانے کے لیے ہے اور یہاں ابھی تک جرم نہیں ہوا ہے، اور قسم کفارے کا سبب نہیں ہے اس لیے کہ قسم تو اس لیے کھاتے ہیں کہ اس کام کو کرنے سے رکا جائے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارہ جرم کو چھپانے کے لیے ہے، اور جرم ہوا ہی نہیں ہے تو کفارہ کیوں لازم ہو، دوسری دلیل یہ ہے کہ قسم تو اس لیے کھاتے ہیں کہ اس کام سے رکا جائے، اس لیے قسم کام تک پہنچانے کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس سے روکنے کے لیے اس لیے قسم کفارہ کا سبب نہیں ہے۔

ترجمه: ۳ بخلاف زخم کے اس لیے کہ زخم موت تک پہنچانے والا ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ زخم تو موت تک پہنچانے والا ہے اس لیے زخم کفارہ کا سبب ہے اس لیے زخم کے بعد کفارہ دے دیا تو ادا ہوجائے گا۔

ترجمه: ۴ پھر دیا ہوا کفارہ مسکین سے واپس نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ وہ صدقہ ہوگیا۔ **تشریح:** واضح ہے۔

ترجمه: (۲۳۳۸) کسی نے گناہ پر قسم کھائی مثلا یہ کہ نماز نہیں پڑھے گا یا والد سے بات نہیں کرے گا یا فلاں کو ضرور قتل کرے گا تو چاہئے کہ خود ہی حانث ہوجائے اور قسم کا کفارہ دے دے۔

ترجمه: ۱ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ، کسی نے قسم کھائی اور اس کے خلاف اچھا ہے تو جو اچھا ہے اس کو کرلے پھر قسم کا کفارہ دے۔

تشریح: کسی نے گناہ کی بات پر قسم کھائی تو بہتر یہ ہے کہ وہ نہ کرے اور حانث ہوکر کفارہ ادا کردے۔

۲؎ وَلِأَنَّ فِيمَا قُلْنَاهُ تَفْوِيتُ الْبِرِّ إِلَى جَابِرٍ وَهُوَ الْكَفَّارَةُ وَلَا جَابِرَ لِلْمَعْصِيَةِ فِي ضِدِّهِ.(۲۳۳۹)وَإِذَا حَلَفَ الْكَافِرُ ثُمَّ حَنِثَ فِي حَالِ كُفْرِهِ أَوْ بَعْدَ إِسْلَامِهِ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ ۱؎ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلْيَمِينِ لِأَنَّهَا تُعْقَدُ لِتَعْظِيمِ اللَّهِ تَعَالَى، وَمَعَ الْكُفْرِ لَا يَكُونُ مُعَظِّمًا وَلَا هُوَ أَهْلُ الْكَفَّارَةِ لِأَنَّهَا عِبَادَةٌ.(۲۳۴۰) وَمَنْ حَرَّمَ عَلَى نَفْسِهِ شَيْئًا مِمَّا يَمْلِكُهُ لَمْ يَصِرْ مُحَرَّمًا وَعَلَيْهِ إِنْ اسْتَبَاحَهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ

وجه: حدیث میں اسی کی تعلیم ہے جس کو صاحب ہدایہ نے بیان کیا ہے۔ **عن ابی بردة عن ابیه قال اتیت النبی ﷺ فی رهط... و انی و الله ان شاء الله لا احلف علی یمین فاری غیرها خیرا منها الا کفرت عن یمینی و اتیت الذی هو خیر او اتیت الذی هو خیر و کفرت عن یمینی** (بخاری شریف، باب قول الله تعالی لا یواخذکم الله باللغو فی ایمانکم، ص ۹۸۰، نمبر ۶۶۲۳ رمسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرها خیرا منها ان یأتی الذی هو خیر ویکفر عن یمینه، ص ۷۴۶، نمبر ۱۶۴۹ / ۴۲۶۳) اس حدیث میں ہے کہ اگر قسم کھائی ہوئی بات کے خلاف کو خیر اور اچھی سمجھتا ہوں تو میں اس کو کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کرتا ہوں (۲) یوں بھی گناہ کا کام نہیں کرنا چاہئے، اس کو چھوڑ کر کفارہ ادا کرنا بہتر ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لیے کہ جو ہم نے کہا اس میں فوت شدہ نیکی کی کفارہ سے کچھ تلافی ہے، اور اس کے خلاف کرنے سے گناہ کی کوئی تلافی نہیں ہے۔

تشریح: جس کام پر قسم کھائی اگر وہ نیکی ہے اور نہ کر سکا تو کفارہ دیکر اس کی تلافی ہو جائے گی، لیکن گناہ کا کام کر لیا تو اس کی تلافی کچھ بھی نہیں ہے اس لیے کام کر کے کفارہ ادا کر دے۔

ترجمہ: (۲۳۳۹) اگر کافر نے قسم کھائی پھر کفر کی حالت میں حانث ہو گیا یا اسلام کے بعد حانث ہوا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ کافر قسم کا اہل نہیں ہے، کیوں کہ قسم میں تو اللہ کی تعظیم کا اعتقاد ہوتا ہے، اور کفر کے ساتھ اللہ کی تعظیم نہیں ہو سکتی، اور دوسری بات یہ ہے کہ کافر کفارے کا اہل نہیں ہے، کیوں کہ کفارہ عبادت ہے۔

تشریح: کافر قسم کھالے، پھر کفر کی حالت میں حانث ہو جائے، یا اسلام لانے کے بعد حانث ہو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

وجہ: (۱) کافر کی قسم کا ہی اعتبار نہیں ہے کیوں کہ قسم منعقد ہوتی ہے اللہ کے نام سے یا اس کی صفات ذاتی سے اور کافر نہ اللہ کو مانتا ہے اور نہ اس کی صفات ذاتی کو مانتا ہے۔ اور نہ اس کی تعظیم کرتا ہے اس لیے اللہ کا نام لے بھی تو قسم منعقد نہیں ہوگی۔ اور جب قسم منعقد نہیں ہوگی تو چاہے کفر کی حالت میں حانث ہو یا اسلام کی حالت میں حانث ہو کفارہ لازم نہیں ہوگا (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ... من کان حالفا فلیحلف بالله او لیصمت** (بخاری شریف، باب لا تحلفوا بآبائکم ص ۹۸۳ نمبر ۶۶۴۶ رمسلم شریف، باب النهی عن الحلف بغیر الله تعالی، ص ۷۴۶، نمبر ۱۶۴۶ / ۴۲۵۷) اس حدیث میں ہے کہ اللہ کے ساتھ قسم کھائے یا چپ رہے اور کافر اللہ پر یقین نہیں رکھتا اس لیے اس سے قسم منعقد نہیں ہوگی (۳) کفارہ تو عبادت ہے اس لیے کافر پر عبادت کیسے لازم کریں اس لیے کافر پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۴۰) کسی نے اپنے اوپر اپنی مملوکہ چیز حرام کر لی تو وہ حقیقتا حرام نہیں ہوگی۔ اور اگر اپنے اوپر مباح قرار دیا تو کفارہ لازم ہوگا۔

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ: لَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لِأَنَّ تَحْرِيمَ الْحَلَالِ قَلْبُ الْمَشْرُوعِ فَلَا يَنْعَقِدُ بِهِ تَصَرُّفٌ مَشْرُوعٌ وَهُوَ الْيَمِينُ. ۲؎ وَلَنَا أَنَّ اللَّفْظَ يُنْبِئُ عَنْ إِثْبَاتِ الْحُرْمَةِ، وَقَدْ أَمْكَنَ إِعْمَالُهُ بِثُبُوتِ الْحُرْمَةِ لِغَيْرِهِ بِإِثْبَاتِ مُوجِبِ الْيَمِينِ فَيُصَارُ إِلَيْهِ،

تشریح: جو چیزیں انسان کے لیے حلال ہیں اور خود اس کی ملکیت میں ہیں ان چیزوں کو اپنے او پر حرام کر لے تو وہ چیزیں حقیقت میں تو حرام نہیں ہوں گی البتہ اگر ان کو استعمال کیا تو کفارہ قسم لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) حضور ﷺ نے اپنی بیوی کے طعنہ پر شہد حرام فرمایا تھا تو اللہ نے تنبیہ فرمائی اور اس کو قسم قرار دیا اور اس پر کفارہ بھی لازم ہوا۔ آیت یہ ہے۔ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② (آیت ۱/۲ سورۃ التحریم ۶۶) اس آیت میں حلال چیز کو حرام کیا تو اس کو اللہ تعالی نے قسم قرار دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلال چیز کو حرام قرار دینا قسم ہے۔ اور اس کو استعمال کرنے پر کفارہ لازم ہوگا (۲) حدیث میں اس کا تذکرہ ہے۔ **ان ابن عباس قال فی الحرام یکفر و قال ابن عباس لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** (بخاری شریف، باب یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک ص ۷۲۹ نمبر ۴۹۱۱، کتاب التفسیر، سورۃ التحریم / مسلم شریف، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ و لم ینو الطلاق ص ۴۷۸ نمبر ۱۴۷۳) اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حلال چیز کو حرام کرے تو وہ قسم ہے اس کا کفارہ لازم ہوگا۔

اور وہ چیز حقیقت میں حرام نہیں ہوگی اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **ان ابا بکر و عمر و ابن مسعود قالوا من قال لامرأتہ ھی علی حرام فلیست علیہ بحرام و علیہ کفارۃ یمین** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۹ من قال الحرام یمین و لیست بطلاق ۴/۱۰۰ نمبر ۱۸۱۹۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ وہ چیز حقیقت میں حرام نہیں ہوگی البتہ استعمال کرے گا تو قسم کا کفارہ ادا کرے گا۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس پر کفارہ نہیں ہے، اس لیے کہ حلال چیز کو حرام کرنا مشروع کا الٹا ہے، قسم جو مشروع ہے وہ منعقد نہیں ہوگی۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو قسم ہی منعقد نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) حلال چیز مشروع ہے اور اس نے اس کا الٹا کر دیا اس لیے قسم ہی منعقد نہیں ہوگی۔ **عن الشعبی قال ان قال انت علی حرام فھی اھون علی من نعلی۔** (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ج سادس، ص ۳۱۲، نمبر ۱۱۴۲۲ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۹ من قال الحرام یمین و لیست بطلاق ۴/۱۰۰ نمبر ۱۸۱۹۵) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ قسم منعقد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ لفظ یمین کا مطلب ہے حرمت ثابت کرنا، اور حرمت لغیرہ ثابت کر کے اس کا عمل دینا ممکن ہے اس لیے اسی کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشریح: یہ لفظی دلیل ہے، کہ یمین کا ترجمہ ہے حرمت ثابت کرنا اس لیے اس چیز کو حرام کر کے گویا کہ یمین پر عمل کیا اس لیے قسم منعقد ہو جائے گی۔

۳؎ ثُمَّ إذَا فَعَلَ مِمَّا حَرَّمَهُ قَلِيلًا أَوْ كَثِيرًا حَنِثَ وَوَجَبَتْ الْكَفَّارَةُ وَهُوَ الْمَعْنَى مِنْ الِاسْتِبَاحَةِ الْمَذْكُورَةِ لِأَنَّ التَّحْرِيمَ إذَا ثَبَتَ تَنَاوَلَ كُلَّ جُزْءٍ مِنْهُ. (۲۳۴۱)وَلَوْ قَالَ كُلُّ حِلٍّ عَلَيَّ حَرَامٌ فَهُوَ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ إلَّا أَنْ يَنْوِيَ غَيْرَ ذٰلِكَ ۱؎ وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْنَثَ كَمَا فَرَغَ لِأَنَّهُ بَاشَرَ فِعْلًا مُبَاحًا وَهُوَ التَّنَفُّسُ وَنَحْوُهُ، هَذَا قَوْلُ زُفَرَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى –. ۲؎ وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْمَقْصُودَ وَهُوَ الْبِرُّ لَا يَتَحَصَّلُ مَعَ اعْتِبَارِ الْعُمُومِ،

ترجمہ: ۳؎ پھر حرام کی ہوئی چیز کو تھوڑا یا زیادہ استعمال کیا تو حانث ہوجائے گا اور کفارہ واجب ہوگا، متن میں استباحۃ، کا معنی یہی ہے،اس لیے کہ جب حرمت ثابت ہوئی تو ہر چیز میں حرمت آئے گی۔

تشریح: جس حلال چیز کو قسم کے ذریعہ حرام کیا تھا اس میں سے تھوڑا بھی استعمال کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم ہوگا، کیوں کہ ہر ہر جز میں حرمت آگئی ہے۔ متن میں ان استباحہ، کفارۃ، کا مطلب یہی ہے۔

ترجمہ: (۲۳۴۱) اگر کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ کھانے اور پینے کی چیزوں پر محمول ہوگا مگر یہ کہ اس کے علاوہ کی نیت کرے۔

تشریح: اس جملے سے تو ہونا یہ چاہئے تھا کہ بیوی وغیرہ بھی حرام ہوجائیں لیکن متبادر اور عام محاورے میں کھانے پینے کی چیزیں مراد لیتے ہیں اس لیے بیوی حرام نہیں ہوگی بلکہ کھانے پینے کی چیز استعمال کرنے سے کفارہ لازم ہوگا حرام تو وہ بھی نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) قول تابعی میں ہے۔ **سألت الشعبی عن رجل قال کل حل علی حرام قال لا یوجب طلاقا و لا یحرم حلالا یکفر یمینہ** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۷۰ ماقالوا فیہ اذا قال کل حل ھل علی حرام، ۴/ ۱۰۰، نمبر ۱۸۱۹۹/ مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ۶/ ۳۱۰، نمبر ۱۱۴۰۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی اس لیے **کل حل علی حرام** سے بیوی مراد نہیں ہوگی بلکہ کھانے پینے کی چیز استعمال کرنے سے کفارہ لازم ہوگا۔ (۲) **عن الثوری قال یقول فی الحرام فلی ثلاثۃ وجوہ: ان نوی طلاقا فھو علی ما نوی، و ان نوی ثلاثا فثلاث، و ان نوی واحدۃ فواحدۃ بائنۃ و ان نوی یمینا فھی یمین و ان لم ینو شیئا فھی کذبۃ فلیس فیہ کفارۃ**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ۶/ ۳۱۳، نمبر ۱۱۴۳۴) اس قول تابعی س معلوم ہوا کہ حرام کرنے کی تین صورتیں ہیں اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوگی اور اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر قسم کی نیت کی تو قسم ہوگی، اور کچھ نیت نہیں کی تو یہ جملہ بیکار جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ جیسے ہی قسم کھا کر فارغ ہوا تو حانث ہوجائے، اس لیے کہ مباح چیز کو استعمال کیا، اور وہ سانس لینا ہے، اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے۔

تشریح: ہر حلال چیز کو حرام کردیا تو حلال چیز میں سانس لینا بھی ہے اور اس نے قسم کھانے کے بعد سانس لیا اس لیے قسم کھانے بعد ہی حانث ہوجانا چاہئے، اور قسم کا کفارہ لازم ہونا چاہئے، چناں چہ امام زفرؒ کی رائے یہی ہے۔

ترجمہ: ۲؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ مقصود بری ہونا، اور یہ عموم کے اعتبار سے حاصل نہیں ہوگا، اور جب عموم کا اعتبار ساقط ہوگیا تو عرف کی وجہ سے کھانے پینے کی طرف پھیرا جائے گا، کیوں کہ جو عادۃ استعمال کرتے ہیں اس کو شامل ہوگا۔

تشریح: متن میں استحسان پر عمل کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم کھانے کا مقصد بری ہونا ہے، اور قسم کو اتنا عام کردے کہ سانس بھی

وَإِذَا سَقَطَ اعْتِبَارُهُ يَنْصَرِفُ إِلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ لِلْعُرْفِ فَإِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ فِيمَا يَتَنَاوَلُ عَادَةً. ۳ وَلَا يَتَنَاوَلُ الْمَرْأَةَ إِلَّا بِالنِّيَّةِ لِإِسْقَاطِ اعْتِبَارِ الْعُمُومِ. وَإِذَا نَوَاهَا كَانَ إِيلَاءً وَلَا تُصْرَفُ الْيَمِينُ عَنْ الْمَأْكُولِ وَالْمَشْرُوبِ، وَهَذَا كُلُّهُ جَوَابُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ. ۴ وَمَشَايِخُنَا قَالُوا يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ عَنْ غَيْرِ نِيَّةٍ لِغَلَبَةِ الِاسْتِعْمَالِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى، ۵ وَكَذَا يَنْبَغِي فِي قَوْلِهِ حَلَالٌ يُرْوَى حَرَامٌ لِلْعُرْفِ.

نہ لے سکے صحیح نہیں ہے، اور جب کل حل میں عموم نہیں رہا تو عادت میں عام طور پر جو چیز استعمال کرتے ہیں وہی مراد ہوگا، یعنی کھانے، پینے کی چیز، اس لیے کھانے اور پینے سے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۳ اس قسم میں بیوی شامل نہیں ہوگی مگر نیت سے اس لیے کہ عموم ساقط ہو گیا، تو بیوی بھی شامل نہیں ہوگی، اور اگر بیوی کی نیت کی تو ایلاء ہوگا پھر بھی کھانے اور پینے کی چیز ختم نہیں ہوگی، اور یہ ظاہر روایت کے اعتبار سے ہے۔

تشریح: کل حلال میں بیوی شامل نہیں ہوگی، ہاں بیوی کی بھی نیت کرے گا تو بیوی شامل ہوگی، اور بیوی کی نیت کرے گا تو اس سے ایلاء ہوگا، ظاہر روایت یہی ہے۔

وجہ: (۱) ان کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **عن علی فی الرجل یقول لامرأته کل حل علی فهو حرام قال تحرم علیه امرأته و لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره و یکفر یمینه من ماله** (مصنف ابن ابی شیبة ۷۰ ماقالوا فیه اذا قال کل حل علی حرام ۴/ ۱۰۱ نمبر ۱۸۲۰۳/ مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ۶/ ۳۱۲، نمبر ۱۱۴۲۳) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ بیوی کو بھی طلاق واقع ہوگی۔ (۲) **عن الثوری قال یقول فی الحرام فلی ثلاثة وجوه: ان نوی طلاقا فهو علی ما نوی، و ان نوی ثلاثا فثلاث، و ان نوی واحدة فواحدة بائنة و ان نوی یمینا فهی یمین و ان لم ینوی شیئا فهی کذبة فلیس فیه کفارة۔** (مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ۶/ ۳۱۳، نمبر ۱۱۴۳۴) اس قول تابعی س معلوم ہوا کہ حرام کرنے کی تین صورتیں ہیں اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوگی اور اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی، اور اگر قسم کی نیت کی تو قسم ہوگی، اور کچھ نیت نہیں کی تو یہ جملہ بیکار جائے گا۔

ترجمہ: ۴ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ بغیر نیت کے بھی طلاق ہو جائے گی کیوں کہ غالب استعمال بیوی ہی ہے، اور اسی پر فتوی۔

تشریح: ہمارے مشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ کل حلال میں بیوی داخل ہے اور بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ عام استعمال میں کل حلال سے بیوی مراد لیتے ہیں، اور اسی پر فتوی ہے۔ (۲) ان کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **عن علی فی الرجل یقول لامرأته کل حل علی فهو حرام قال تحرم علیه امرأته و لا تحل له حتی تنکح زوجا غیره و یکفر یمینه من ماله** (مصنف ابن ابی شیبة ۷۰ ماقالوا فیه اذا قال کل حل علی حرام ۴/ ۱۰۱ نمبر ۱۸۲۰۳/ مصنف عبد الرزاق، باب الحرام، ۶/ ۳۱۲، نمبر ۱۱۴۲۳) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ بیوی کو طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۵ آدمی کا قول، حلال بروی حرام، عرف کی وجہ سے اس فارسی جملے سے طلاق واقع ہوگی۔

تشریح: حلال بروی حرام، یہ فارسی کا جملہ ہے، [جو حلال ہے وہ اس پر حرام ہے، عرف میں اس جملے کو بیوی کو طلاق کے لیے استعمال کرتے ہیں اس لیے اس جملہ سے طلاق واقع ہوگی۔

۶ وَاخْتَلَفُوا فِي قَوْلِهِ هرجه بردست رَاسَتْ كيرم بِرِوَيْ وَخِيَارْ أَنَّهُ هَلْ تُشْتَرَطُ النِّيَّةُ وَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ يُجْعَلُ طَلَاقًا مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ لِلْعُرْفِ. (۲۳۴۲) وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا مُطْلَقًا فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ ۱ لِقَوْلِهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – «مَنْ نَذَرَ وَسَمَّى فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِمَا سَمَّى» .(۲۳۴۳) وَإِنْ عَلَّقَ النَّذْرَ بِشَرْطٍ فَوُجِدَ الشَّرْطُ فَعَلَيْهِ الْوَفَاءُ بِنَفْسِ النَّذْرِ ۱ لِإِطْلَاقِ الْحَدِيثِ، ۲ وَلِأَنَّ الْمُعَلَّقَ بِالشَّرْطِ كَالْمُنَجَّزِ عِنْدَهُ

ترجمہ: ۶ ہر چہ بردست راست گیرم بروی حرام، کے جملے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے، کیا اس میں طلاق کی نیت کی شرط ہے، ظاہر بات یہ ہے کہ عرف کی وجہ سے بغیر نیت کے طلاق ہوگی۔

تشریح: یہ جملہ بھی فارسی کا ہے اس کا ترجمہ ہے، جو کچھ وہ دائیں ہاتھ میں پکڑے گا وہ حرام ہے، اس جملے میں مشائخ کا اختلاف، ظاہر روایت یہی ہے کہ عرف میں اس سے طلاق واقع کرتے ہیں اس لیے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۳۴۲) کسی نے مطلق نذر مانی تو اس پر پورا کرنا ہے۔

ترجمہ: ۱ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے جس نے نظر مانی اور بیان کیا تو اس پر اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

تشریح: نذر ماننے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک مطلق نذر مثلا میں حج کرنے کی نذر مانتا ہوں تو اس نذر کو پوری کرنا چاہئے۔ اور نذر پوری نہیں کی تو کفارہ یمین لازم ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کیا مثلا اگر امتحان میں کامیاب ہو گیا تو حج کروں گا اور وہ شرط پائی گئی مثلا وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اس کو حج کرنا چاہئے۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے کہ نذر پوری کیا کرو۔ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (آیت ۲۹ سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ نذر پوری کرو (۲) حدیث میں ہے۔ **عن عائشة عن النبی ﷺ قال من نذر ان یطیع اللہ فلیطعه و من نذر ان یعصیه فلا یعصه** (بخاری شریف، باب النذر فی الطاعة، ص ۹۹۰، نمبر ۶۶۹۶) (۳) ایک اور آیت میں ہے۔ وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ (آیت ۲۷۰ سورۃ البقرۃ ۲) اس حدیث اور آیت میں بھی ہے کہ نذر پوری کیا کرو۔ (۴) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال من نذر نذرا لم یسمه فکفارته کفارة یمین و من نذر نذرا فی معصیة فکفارته کفارة یمین و من نذر نذرا لا یطیقه فکفارته کفارة یمین و من نذر نذرا اطاقه فلیف به** (ابوداؤد شریف، باب من نذر نذرا لا یطیقه ص ۱۱۶ نمبر ۳۳۲۲ / ابن ماجہ شریف، باب من نذر نذرا لم یسمه ص ۳۰۵ نمبر ۲۱۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نذر پوری نہ کر سکے تو اس کا کفارہ کفارہ یمین ہے اس لیے نذر بھی قسم کے معنی میں ہے۔

ترجمہ: (۲۳۴۳) اگر کسی نے نذر کو شرط پر معلق کیا، اور شرط پائی گئی تو نذر کی وجہ سے شرط پوری کرنی ضروری ہے۔

ترجمہ: ۱ کیوں کہ اوپر کی حدیث میں ہے کہ نذر پوری کرو۔

تشریح: اگر نذر کو کسی شرط پر معلق کیا مثلا اگر امتحان میں کامیاب ہو گیا تو حج کروں گا اور وہ شرط پائی گئی مثلا وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اس کو حج کرنا چاہئے۔

ترجمہ: ۲ اور اس لیے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شرط پر معلق کرنا گویا کہ ابھی واقع ہوا۔

۳ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّهُ رَجَعَ عَنْهُ وَقَالَ: إذَا قَالَ إنْ فَعَلْت كَذَا فَعَلَيَّ حَجَّةٌ أَوْ صَوْمُ سَنَةٍ أَوْ صَدَقَةُ مَا أَمْلِكُهُ أَجْزَأَهُ مِنْ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ يَمِينٍ. وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ وَيَخْرُجُ عَنْ الْعُهْدَةِ بِالْوَفَاءِ بِمَا سَمَّى أَيْضًا. وَهَذَا إذَا كَانَ شَرْطًا لَا يُرِيدُ كَوْنَهُ لِأَنَّ فِيهِ مَعْنَى الْيَمِينِ وَهُوَ الْمَنْعُ وَهُوَ بِظَاهِرِهِ نَذْرٌ فَيَتَخَيَّرُ وَيَمِيلُ إلَى أَيِّ الْجِهَتَيْنِ شَاءَ. ۴ بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ شَرْطًا يُرِيدُ كَوْنَهُ كَقَوْلِهِ إنْ شَفَى اللَّهُ مَرِيضِي لِانْعِدَامِ مَعْنَى الْيَمِينِ فِيهِ وَهَذَا التَّفْصِيلُ هُوَ الصَّحِيحُ. قَالَ (۲۳۴۴) وَمَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ وَقَالَ إنْ شَاءَ اللَّهُ مُتَّصِلًا بِيَمِينِهِ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ ۱ لِقَوْلِهِ – ﷺ – «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ وَقَالَ إنْ شَاءَ اللَّهُ فَقَدْ بَرَّ فِي يَمِينِهِ» إلَّا أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ الِاتِّصَالِ لِأَنَّهُ بَعْدَ الْفَرَاغِ رُجُوعٌ وَلَا رُجُوعَ فِي الْيَمِينِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر شرط پائی گئی تو ایسا ہے کہ وہ کام ابھی ہوا۔

ترجمہ: ۳ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا، اور یوں فرمایا کہ اگر کہا کہ میں ایسا کروں تو مجھ پر حج ہے، یا ایک سال کا روزہ ہے، یا مال کا صدقہ ہے جس کا میں مالک بنوں، تو ان سب میں قسم کا کفارہ دینا کافی ہے، اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے، جس چیز کی نذر مانی اس کو پورا کرنے سے بھی عہدہ سے بری ہو جائے گا، اور یہ اس شرط میں ہے کہ اس کو نہیں کرنا چاہتا ہو، اس لیے کہ اس میں قسم کا معنی ہے، اور وہ ہے رکنا، اگر چہ ظاہری اعتبار سے نذر ہے، اس لیے اختیار دیا جائے گا اور جدھر مائل ہو اس کا اختیار ہوگا۔

تشریح: ایسا کام جس کو کرنا نہیں چاہتا ہو جیسے شراب پینا، اس کے بارے میں اگر نذر مانی تو یہ نذر بھی ہے اور قسم بھی ہے، اس لیے قسم کا اعتبار کرتے ہوئے، کفارہ دے سکتا ہے، اور نذر کے اعتبار کرتے ہوئے اس نذر کو پوری بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۴ بخلاف اگر ایسی شرط ہو جس کو کرنا چاہتا ہو، جیسے اللہ اس مرض سے شفاء دے [تو حج کروں گا] تو اس میں قسم کا معنی نہیں ہے اور وہ ہے رکنا، اور یہ تفصیل صحیح ہے۔

تشریح: اگر ایسی شرط پر نذر کو معلق کیا جو کرنا چاہتا ہے، جیسے میرے مرض سے شفاء دے دے، تو اس میں قسم کا معنی نہیں ہے، صرف نذر کا معنی ہے، اس لیے دو اختیار نہیں ہوں گے بلکہ اس کو پورا کرنا ہی ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۴۴) کسی نے قسم کھائی اور قسم کے ساتھ متصلا ان شاء اللہ کہا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ جس نے قسم کھائی اور ان شاء اللہ کہا تو وہ اپنی قسم میں بری ہو گیا، لیکن یہ ضروری ہے کہ متصلا انشاء اللہ کہے، اس لیے کہ کلام سے فارغ ہونے کے بعد ان شاء اللہ کہے گا تو اس بات سے رجوع کرنا ہوا، اور قسم میں رجوع کرنا نہیں ہے۔

تشریح: قسم کھانے کے ساتھ متصلا ان شاء اللہ کہا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اللہ چاہے تو یہ کام کروں گا اور اللہ کا چاہنا معلوم نہیں اس لیے وہ قسم بھی منعقد نہیں ہوگی۔ اور جب قسم منعقد نہیں ہوئی تو اس کام کو کرے یا نہ کرے کفارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عمر یبلغ به النبی ﷺ قال من حلف علی یمین فقال ان شاء اللہ فقد استثنی۔ (۲) اور دوسری روایت میں ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من حلف فاستثنی فان شاء رجع و ان شاء ترک غیر حنث۔ (ابوداؤد شریف، باب الاستثناء فی الیمین ص ۱۰۸ نمبر ۳۲۶۱ / ۳۲۶۲ / ترمذی شریف، نباب ماجاء فی الاستثناء فی الیمین ص ۲۸۰ نمبر

بَابُ الْيَمِينِ فِي الدُّخُولِ وَالسُّكْنٰى

(۲۳۴۵) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ بَيْتًا فَدَخَلَ الْكَعْبَةَ أَوْ الْمَسْجِدَ أَوْ الْبِيعَةَ أَوْ الْكَنِيسَةَ لَمْ يَحْنَثْ لِ لِأَنَّ الْبَيْتَ مَا أُعِدَّ لِلْبَيْتُوتَةِ وَهٰذِهِ الْبِقَاعُ مَا بُنِيَتْ لَهَا (۲۳۴۶)وَكَذَا إِذَا دَخَلَ دِهْلِيزًا أَوْ ظُلَّةَ بَابِ الدَّارِ لِ لِمَا ذَكَرْنَا، وَالظُّلَّةُ مَا تَكُونُ عَلٰى السِّكَّةِ، وَقِيلَ إِذَا كَانَ الدِّهْلِيزُ بِحَيْثُ لَوْ أُغْلِقَ الْبَابُ يَبْقَى دَاخِلًا وَهُوَ

۱۵۳۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قسم کے ساتھ متصلا ان شاء اللہ کہے تو حانث نہیں ہوگا یعنی وہ کام نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ:(۱) اگر کچھ دیر کے بعد ان شاء اللہ کہے تو قسم پہلے منعقد ہو جائے گی اور بعد میں ان شاء اللہ کہہ کر گویا کہ منعقد شدہ قسم کو توڑنا چاہتا ہے اس لیے منفصل ان شاء اللہ کا اعتبار نہیں ہے، قسم منعقد ہو جائے گی (۲) قول صحابی میں ہے۔ **عن عبد اللہ بن عمر قال کل استثناء موصول فلا حنث علی صاحبہ وان کان غیر موصول فھو حانث۔** (سنن للبیھقی، باب صلۃ الاستثناء بالیمین، ج عاشر، ص ۸۱، نمبر ۱۹۹۲۶)اس قول صحابی میں ہے کہ متصل ہو تو حانث نہیں اور منفصل ہو تو قسم منعقد ہو جائے گی۔

باب الیمین فی الدخول والسکنی

ترجمہ:(۲۳۴۵) کسی نے قسم کھائی کہ کمرے میں داخل نہیں ہوگا پھر داخل ہوا کعبہ میں یا مسجد میں یا کلیسا میں یا گرجا میں تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:لے اس لیے کہ بیت وہ ہے جو رات گزارنے کے لیے تیار کیا گیا ہو، اور یہ مکانات رات گزارنے کے لیے نہیں بنائے گئے، بلکہ عبادت کے لیے بنائے گئے ہیں۔

وجہ: بیت کہتے ہیں اس کمرے کو جس میں رات گزاری جائے۔ اور مسجد، کعبہ، عیسائیوں کی عبادت گاہ کلیسا اور یہودیوں کی عبادت گاہ گرجا رات گزارنے کے لیے نہیں ہیں بلکہ عبادت کرنے کے لیے ہیں اس لیے جس چیز کی قسم کھائی وہ نہیں پائی گئی اس لیے حانث نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کمرے میں اعتکاف کرے گا تو نہیں ہوگا اور مسجد میں ہو جائے گا کیوں کہ کمرہ اور مسجد الگ الگ چیزیں ہیں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی وہ نہیں پائی گئی تو حانث نہیں ہوگا۔

لغت: البیعۃ: عیسائیوں کی عبادت گاہ، کلیسا۔ الکنیسۃ: یہودیوں کی عبادت گاہ، گرجا۔

ترجمہ:(۲۳۴۶) ایسے ہی اگر ڈیوڑھی میں داخل ہوا، یا سائبان میں داخل ہوا [تو حانث نہیں ہوگا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا۔ ظلہ جو گلی پر سائبان ہوتا ہے۔

تشریح: قسم کھائی کہ بیت میں داخل نہیں ہوں گا اور وہ دہلیز میں داخل ہو گیا، یا سائبان میں داخل ہو گیا تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ بیت کا معنی ہے سونا اور یہ دونوں جگہ سونے کے لیے نہیں ہوتے اس لیے ان میں داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔

لغت: دھلیز: لمبا تنگ راستہ، ڈیوڑھی۔ سکۃ: اس کی جمع سکک، سیدھا راستہ۔ ظلۃ: ظل سے مشتق ہے، سایہ دار چیز، سائبان، گلی پر جو چھجا دے دیتے ہیں یہاں وہ ظلہ مراد ہے۔ مسقف: سقف سے مشتق ہے، چھت۔ صفۃ: چبوترہ۔

ترجمہ:لے بعض حضرات نے فرمایا کہ دہلیز اگر ایسی ہو کہ اگر اس کا دروازہ بند کر دیا جائے تو داخل ہونے والا اندر باقی رہے گا [تو حانث

مُسْقَفٌ يَحْنَثْ لِأَنَّهُ يُبَاتُ فِيهِ عَادَةً (۲۳۴۷) وَإِنْ دَخَلَ صُفَّةً حَنِثَ ١ لِأَنَّه تُبْنَى لِلْبَيْتُوتَةِ فِيهَافِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ فَصَارَكَالشَّتْوِيِّ وَالصَّيْفِيِّ. ٢ وَقِيلَ هَذَاإِذَا كَانَتْ الصُّفَّةُ ذَاتَ حَوَائِطَ أَرْبَعَةٍ، وَهَكَذَا كَانَتْ صِفَافُهُمْ. وَقِيلَ الْجَوَابُ مُجْرًى عَلٰى إِطْلَاقِهِ وَهُوَ الصَّحِيحُ. (۲۳۴۸) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ دَارًا فَدَخَلَ دَارًا خَرِبَةً لَمْ يَحْنَثْ، (۲۳۴۹) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَدَخَلَهَا بَعْدَمَا انْهَدَمَتْ وَصَارَتْ صَحْرَاءَ حَنِثَ

ہوجائے گا] کیوں کہ یہ چھت دی ہوئی ہے اور عادت میں اس میں سوتے ہیں۔

تشریح: دہلیز اس طرح کی ہو کہ اس کو بند کر دیا جائے تو کمرے کی طرح ہوجائے تو چونکہ اس میں دیہات کے لوگ سوتے ہیں، تو اس قسم کی دہلیز میں داخل ہونے سے حانث ہوجائے گا، کیوں کہ گویا کہ بیت میں داخل ہوا۔

ترجمہ: (۲۳۴۷) اگر چبوترے میں داخل ہوا تو حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ بعض اوقات رات گزارنے کے لیے بنایا جاتا ہے، جیسے سردی کو چبوترہ اور گرمی کا چبوترہ۔

تشریح: دیہات میں چبوترہ رات گزارنے کے لیے بنایا جاتا ہے اس لیے اس میں داخل ہوا تو گویا کہ بیت میں داخل ہوا اس لیے حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: ٢ بعض حضرات نے فرمایا کہ چبوترہ کے چاروں طرف دیوار ہو تو حانث ہوگا، کیوں کہ اہل کوفہ کا چبوترہ اسی طرح کا ہوا کرتا تھا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اہل کوفہ کی عادت کے مطابق بیان کر رہے ہیں، صحیح بات یہی ہے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ اہل کوفہ کا چبوترہ چاروں طرف دیوار والا ہوا کرتا تھا اس لیے اس میں داخل ہوا تو حانث ہوجائے گا، کیوں کہ وہ بیت کی طرح ہوگیا

ترجمہ: (۲۳۴۸) کسی نے قسم کھائی کہ گھر میں داخل نہیں ہوگا پھر داخل ہوا ایسے گھر میں جو ویران ہو چکا ہے تو حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: دار کہتے ہیں جس میں چہار دیواری ہو اور چھت ہو اور کم از کم رہنے کے قابل ہو لیکن چہار دیواری گر گئی اور ویران ہوگیا اب وہ چھت نہ ہونے کی وجہ سے رہنے کے قابل نہیں رہا تو اب وہ دار نہیں رہا اس لیے اب اس میں داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔

اصول: یہ سب مسئلے اس اصول پر ہیں کہ جس لفظ پر قسم کھائی اس لفظ کے علاوہ کیا تو حانث نہیں ہوگا کیوں کہ پچھلی حدیث ابراء المقسم کی وجہ سے حتی الامکان قسم کھانے والے کو حانث نہ ہونے دیا جائے۔

لغت: خربة: ویران جگہ۔

ترجمہ: (۲۳۴۹) کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ پس اس میں منہدم ہونے اور صحرا بننے کے بعد داخل ہوا تو حانث ہوجائے گا۔

وجہ: اشارہ کر کے کہا اس گھر میں تو اس سے اب گھر مراد نہیں رہی بلکہ گھر کی زمین مراد ہوگئی۔ اور گھر گرنے اور چہار دیواری ختم ہونے کے بعد بھی زمین تو وہی ہے اس لیے اس زمین میں بھی داخل ہوگا تو حانث ہوجائے گا۔

لغت: انهدمت: منہدم ہوگیا، ویران ہوگیا۔ صحراء ویران۔

لہ لِأَنَّ الدَّارَ اسْمٌ لِلْعَرْصَةِ عِنْدَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ، يُقَالُ دَارٌ عَامِرَةٌ، وَدَارٌ غَامِرَةٌ وَقَدْ شَهِدَتْ أَشْعَارُ الْعَرَبِ بِذَلِكَ وَالْبِنَاءُ وَصْفٌ فِيهَا غَيْرَ أَنَّ الْوَصْفَ فِي الْحَاضِرِ لَغْوٌ وَفِي الْغَائِبِ مُعْتَبَرٌ. (۲۳۵۰) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَخَرِبَتْ ثُمَّ بُنِيَتْ أُخْرَى فَدَخَلَهَا يَحْنَثُ لہ لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الِاسْمَ بَاقٍ بَعْدَ الِانْهِدَامِ، (۲۳۵۱) وَإِنْ جُعِلَتْ مَسْجِدًا أَوْ حَمَّامًا أَوْ بُسْتَانًا أَوْ بَيْتًا فَدَخَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ لہ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ دَارًا لِاعْتِرَاضِ اسْمٍ آخَرَ عَلَيْهِ، وَكَذَا إِذَا دَخَلَهُ بَعْدَ انْهِدَامِ الْحَمَّامِ وَأَشْبَاهِهِ لِأَنَّهُ لَا يَعُودُ اسْمَ الدَّارِيَةِ. (۲۳۵۲) وَإِنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هَذَا الْبَيْتَ فَدَخَلَهُ بَعْدَمَا انْهَدَمَ وَصَارَ صَحْرَاءَ لَمْ يَحْنَثْ لہ لِزَوَالِ اسْمِ الْبَيْتِ لِأَنَّهُ لَا

ترجمہ: لہ اس لیے کہ عرب اور عجم کے نزدیک دار اس میدان کو بھی کہتے ہیں جس میں گھر بنتا ہے، عرب بولتے ہیں دار عامرۃ [آباد گھر] دار غامرہ [ویران گھر] اور عرب کے اشعار میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے اس لیے عمارت ہونا اس مین ایک صفت ہے، یہ اور بات ہے کہ حاضر ہو تو صفت کی ضرورت نہیں ہے اور غائب ہو تو صفت کی ضرورت ہے۔

تشریح: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ دار اس میدان کو بھی کہتے ہیں جس میں گھر بنایا جاتا ہے، اور بنے ہوئے گھر کو بھی کہتے ہیں، چناں چہ عرب میں دار عامرۃ، اور دار غامرہ، کہتے ہیں، اس لیے جب ہذہ الدار کہا تو وہاں میدان مراد ہوگا، اور جب ہذہ الدار، نہیں کہا بلکہ ,دارا، نکرہ کہا تو وہاں، بنا ہوا گھر مراد ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۵۰) اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، پھر وہ گھر ٹوٹ گیا، اور دوسرا گھر بنایا پھر اس میں داخل ہوا تب بھی حانث ہو جائے گا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا۔

ترجمہ: لہ اس لیے کہ ٹوٹنے کے بعد بھی وہ زمین باقی ہے۔

تشریح: یہاں ہذہ الدار، کہا ہے جس سے وہ میدان مراد ہے اس لیے اس میدان میں جو گھر بھی بنے گا اس میں داخل ہونے سے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۵۱) اور اگر اس میدان پر مسجد، غسل خانہ، باغ، یا کمرہ بنا دیا گیا پھر اس میں داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لہ اس لیے کہ اس پر دوسرا نام آنے کی وجہ سے دار کا میدان باقی نہیں رہا، ایسے ہی غسل خانہ اور اس کے مثل کے ٹوٹنے کے بعد داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ دار کا نام دوبارہ نہیں لوٹا ہے۔

تشریح: ہذہ الدار کہا تھا، اب اس کو توڑ کر دوسرا نام دے دیا، مثلا وہاں غسل خانہ بنا دیا اور اس میں داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ غسلخانہ بننے کے بعد اب وہ دار کا میدان باقی نہیں رہا، پھر غسل خانہ بھی ٹوٹ گیا اور داخل ہوا تب بھی حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ ایک مرتبہ دار کا نام ختم ہونے کے بعد اب دوبارہ لوگ اس کو دار نہیں کہیں گے۔

ترجمہ: (۲۳۵۲) اگر قسم کھائی اس بیت میں داخل نہیں ہوگا پھر منہدم ہونے کے بعد داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لہ بیت کا نام زائل ہونے کی وجہ سے، اس لیے کہ اس میں اب رات نہیں گزاری جا سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر دیوار باقی رہے اور چھت گر جائے تو حانث ہو جائے گا اس لیے کہ اس میں رات گزار سکتا ہے، اور چھت تو ایک صفت ہے۔

يُبَاتُ فِيهِ، حَتَّى لَوْ بَقِيَتْ الْحِيطَانُ وَسَقَطَ السَّقْفُ يَحْنَثُ لِأَنَّهُ يُبَاتُ فِيهِ وَالسَّقْفُ وَصْفٌ فِيهِ (۲۳۵۳) وَكَذَا إِذَا بَنَى بَيْتًا آخَرَ فَدَخَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ ۱ لِأَنَّ الِاسْمَ لَمْ يَبْقَ بَعْدَ الِانْهِدَامِ. قَالَ (۲۳۵۴) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ فَوَقَفَ عَلٰى سَطْحِهَا حَنِثَ لِأَنَّ السَّطْحَ مِنْ الدَّارِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الْمُعْتَكِفَ لَا يَفْسُدُ اعْتِكَافُهُ بِالْخُرُوجِ إِلَى سَطْحِ الْمَسْجِدِ. وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا لَا يَحْنَثُ. قَالَ (۲۳۵۵) وَكَذَا إِذَا دَخَلَ دِهْلِيزَهَا يحنث ۱ وَيَجِبُ أَنْ تَكُونَ عَلَى التَّفْصِيلِ الَّذِي تَقَدَّمَ (۲۳۵۶) وَإِنْ وَقَفَ فِي طَاقِ الْبَابِ بِحَيْثُ إِذَا أُغْلِقَ الْبَابُ كَانَ خَارِجًا لَمْ يَحْنَثْ ۱ لِأَنَّ الْبَابَ لِإِحْرَازِ الدَّارِ وَمَا فِيهَا فَلَمْ يَكُنْ الْخَارِجُ مِنْ الدَّارِ.

تشریح: کہا اس بیت میں داخل نہیں ہوں گا، اور بیت ٹوٹ جانے کے بعد داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا، اور اگر دیوار باقی ہے اور چھت ٹوٹ چکی ہے تو حانث ہو جائے گا، کیوں کہ اس میں رات گزاری جا سکتی ہے۔

وجہ: بیت کہتے ہیں اس کمرے کو جس میں رات گزاری جا سکے اور منہدم ہونے کے بعد اس میں رات نہیں گزاری جا سکے گی اس لیے قسم کے مطابق اب وہ بیت نہیں رہا۔ اس لیے اس میں داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۵۳) ایسے ہی دوسرا بیت بنا دیا اور اس میں داخل ہوا تو حانث نہیں ہوگا کیوں کہ منہدم ہونے کے بعد بیت باقی نہیں رہا۔

تشریح: پہلے ہی کمرے کو ٹھیک کر دیا تب تو حانث ہو جائے گا، یہاں صورت یہ ہے کہ پہلا بیت منہدم ہو گیا اور وہ بیت باقی نہیں رہا، اب بعد میں دوسرا بیت بنایا اور اس میں داخل ہوا تو اب حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ پہلا بیت نہیں ہے، جسکی طرف ہذا، کہہ کر اشارہ کیا تھا۔

ترجمہ: (۲۳۵۴) کسی نے قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہیں ہوگا، پھر اس کی چھت پر کھڑا رہا تو حانث نہیں ہوگا ا

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ چھت دار کا حصہ ہے، کیوں آپ نہیں دیکھتے کہ معتکف کا اعتکاف مسجد کی چھت پر جانے سے نہیں ٹوٹتا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہمارے عرف میں چھت پر جانے سے حانث ہو جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ چھت دار کا حصہ ہے اس لیے چھت پر جانے سے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۵۵) ایسے ہی گھر کے ڈیوڑھی میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا، اور ضروری ہے کہ اسی تفصیل پر ہو جو پہلے گزر چکی۔

تشریح: گھر کی ڈیوڑھی دار کا حصہ ہے اس لیے قسم کھائی کہ دار میں داخل نہیں ہوگا اور اس کی ڈیوڑھی میں داخل ہوا تو حانث ہو جائے گا۔ پہلے یہ تفصیل گزری کہ ڈیوڑھی اس طرح ہو کہ دروازہ بند کرے تو ڈیوڑھی دار کے اندر ہو جائے تو اس ڈیوڑھی میں داخل ہونے سے حانث ہوگا، اور اگر اندر نہ ہو تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۵۶) اگر دروازے کے محراب میں کھڑا ہوا اس طرح کہ اگر دروازہ بند کرے تو محراب باہر رہ جائے تو حانث نہیں ن ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ دروازہ گھر کی حفاظت کے لیے ہے، اور جو گھر میں ہے اس کی حفاظت کے لیے ہے، پس جو دروازے سے باہر رہ جائے وہ دار میں سے نہیں ہے۔

تشریح: دروازے کا محراب اس طرح تھا کہ دروازہ بند کرے تو محراب دروازے سے باہر رہ جائے تو اس محراب میں کھڑا ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس طرح کا محراب دار میں سے نہیں ہوا۔ اس لیے گویا کہ وہ دار میں کھڑا نہیں ہوا۔

قَالَ (۲۳۵۷) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ هٰذِهِ الدَّارَ وَهُوَ فِيهَا لَمْ يَحْنَثْ بِالْقُعُودِ حَتَّى يَخْرُجَ ثُمَّ يَدْخُلَ لـ اسْتِحْسَانًا. وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْنَثَ لِأَنَّ الدَّوَامَ لَهُ حُكْمُ الِابْتِدَاءِ. وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الدُّخُولَ لَا دَوَامَ لَهُ لِأَنَّهُ انْفِصَالٌ مِنْ الْخَارِجِ إِلَى الدَّاخِلِ. (۲۳۵۸) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَلْبَسُ هَذَا الثَّوْبَ وَهُوَ لَابِسُهُ فَنَزَعَهُ فِي الْحَالِ لَمْ يَحْنَثْ وَكَذَا إِذَا حَلَفَ لَا يَرْكَبُ هٰذِهِ الدَّابَّةَ وَهُوَ رَاكِبُهَا فَنَزَلَ مِنْ سَاعَتِهِ لَمْ يَحْنَثْ، وَكَذَا لَوْ حَلَفَ لَا

ترجمہ: (۲۳۵۷) کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہیں ہوگا اور وہ اسی میں تھا تو بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا یہاں تک کہ نکلے پھر داخل ہو۔

وجہ: اس قسم میں لفظ داخل ہونا استعمال کیا ہے اور داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باہر سے اندر داخل ہو۔ یہاں باہر سے اندر داخل نہیں ہوا بلکہ اندر ہی بیٹھا رہا اس لیے قسم کے خلاف نہیں کیا اس لیے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لـ یہ استحسان کا تقاضہ ہے، اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ حانث ہوجائے اس لیے کہ اس میں ٹھہرے رہنا گویا کہ داخل ہونا ہے، لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ دخول کو دوام نہیں ہے، اس لیے کہ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باہر سے اندر آجائے۔

تشریح: کہا کہ داخل نہیں ہوں گا، لیکن اندر رہنا بھی تو داخل ہونا ہے۔ اس لیے قیاس کا تقاضہ یہ ہے حانث ہوجائے، لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ حانث نہ ہو، کیوں کہ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ باہر سے اندر جائے اور یہ نہیں ہوا اس لیے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۵۸) کسی نے قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا حالانکہ وہ پہنے ہوئے تھا۔ پس اس کو اسی وقت کھول دیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہیں ہوگا حالانکہ وہ اسی پر سوار تھا پس وہ اتر گیا تو حانث نہیں ہوگا۔ قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں ٹھہرے گا، اور وہ وہاں ٹھہرا ہوا تھا، پھر اسی وقت وہاں سے منتقل ہونا شروع کر دیا [حانث نہیں ہوگا]

تشریح: قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا لیکن وہ اس وقت وہی کپڑا پہنے ہوئے تھا۔ پس اگر اسی وقت کپڑا اتار دیا تو حانث نہیں ہوگا، اور اگر تھوڑی دیر تک اپنے جسم پر رکھا پھر اتارا تو حانث ہوجائے گا۔ اسی طرح قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہیں ہوگا حالانکہ اس وقت اسی سواری پر سوار تھا تو اگر اسی وقت اتر گیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر کچھ دیر سوار رہا پھر اترا تو حانث ہوجائے گا۔ یا کہا کہ گھر میں نہیں ٹھہروں گا پھر اسی وقت وہاں سے منتقل ہونا شروع ہو گیا تو حانث نہیں ہوگا، اور اگر تھوڑی دیر رکا رہا تو اب حانث ہوجائے گا۔

وجہ: (۱) یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قسم برقرار رکھنے کے لیے اتنی دیر تک مہلت دی جائے گی جس میں وہ قسم کے مطابق کام کر سکے اور حانث ہونے سے بچ جائے۔ یوں بھی محاورے میں یہ ہے کہ غصے میں قسم کھا لیتا ہے اور فوراً ہی اس کے مطابق عمل شروع کر دیتا ہے تو اس کو قسم کے خلاف کرنا نہیں کہتے۔ ہاں! کچھ دیر ٹھہر جائے تو سمجھتے ہیں کہ اس نے قسم کے مطابق عمل نہیں کیا جس سے حانث ہوجائے گا (۲) حدیث میں حکم ہے کہ قسم کھانے والے کو بری ہونے کا موقع دیا جائے۔ **عن البراء قال امرنا النبی ﷺ بابراء المقسم**۔ (بخاری شریف، **باب قول اللہ تعالی و اقسموا باللہ جهد ایمانهم**، ص ۹۸۴، نمبر ۶۶۵۴ / مسلم شریف، **باب تحریم استعمال اناء الذهب و الفضة علی الرجال و النساء الخ**، ص ۸۷۱، نمبر ۲۰۶۶ / ۵۳۸۸) اس حدیث میں ہے کہ قسم کھانے والے کو حتی الامکان بری ہونے کا موقع دو اس لیے فوراً اترنے اور کپڑے اتارنے کی مہلت دی جائے گی اور اتنے میں حانث نہیں ہوگا۔

يَسْكُنُ هٰذِهِ الدَّارَ وَهُوَ سَاكِنُهَا فَأَخَذَ فِي النَّقْلَةِ مِنْ سَاعَتِهِ. لـ وَقَالَ زُفَرُ: يَحْنَثُ لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَإِنْ قَلَّ. ٢ـ وَلَنَا أَنَّ الْيَمِينَ تُعْقَدُ لِلْبِرِّ فَيُسْتَثْنَى مِنْهُ زَمَانُ تَحْقِيقِهِ (٢٣٥٩) فَإِنْ لَبِثَ عَلٰى حَالِهِ سَاعَةً حَنِثَ لـ لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَفَاعِيلَ لَهَا دَوَامٌ بِحُدُوثِ أَمْثَالِهَا؛ أَلَا يُرَى أَنَّهُ يُضْرَبُ لَهَا مُدَّةٌ يُقَالُ رَكِبْت يَوْمًا وَلَبِسْت يَوْمًا بِخِلَافِ الدُّخُولِ لِأَنَّهُ لَا يُقَالُ دَخَلْت يَوْمًا بِمَعْنَى الْمُدَّةِ وَالتَّوْقِيتِ ٢ـ وَلَوْ نَوَى الِابْتِدَاءَ الْخَالِصَ يُصَدَّقُ لِأَنَّهُ مُحْتَمَلُ كَلَامِهِ. قَالَ (٢٣٦٠) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَسْكُنُ هٰذِهِ الدَّارَ فَخَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَتَاعِهِ وَأَهْلِهِ فِيهَا وَلَمْ

ترجمہ: لـ امام زفرؒ نے فرمایا کہ وہ حانث ہوجائے گا، اس لیے کہ شرط پائی گئی ہے، کیوں کہ کپڑا تو پہنا ہے۔

تشریح: کہا کہ کپڑا نہیں پہنوں گا، اور وہ پہنا ہوا ہے تو شرط پائی گئی اس لیے حانث ہوجائے گا۔

اصول: امام زفرؒ کا اصول یہ ہے کہ وہ تھوڑی مہلت بھی نہیں دینا چاہتے ہیں۔

ترجمہ: ٢ـ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم بری ہونے کے لیے منعقد کی جاتی ہے اس لیے بری ہونے کا زمانہ مستثنی ہوگا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم اس لیے کھاتے ہیں تا کہ اس میں بری ہوجائے، اس لیے اتنا زمانہ ضرور دیا جائے گا جس میں وہ بری ہوسکے اور وہ اتنا زمانہ ہے جس میں کپڑا اتار سکے۔

ترجمہ: (۲۳۵۹) اگر تھوڑی دیر ٹھہر رہا تو حانث ہوجائے گا۔

تشریح: کہا کہ کپڑا نہیں پہنوں گا، اور کپڑا پہنا ہوا تھا، اور ابھی نکال بھی نہیں رہا ہے، اس حال میں تھاڑی دیر ٹھہر رہا تو چونکہ کپڑا پہننے کی شرط پائی گئی اس لیے حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: لـ اس لیے کہ ان کاموں کو دوام ہے اس کی مثل کے پیدا ہونے کے ساتھ، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اس کے لیے مدت متعین کی جاتی ہے، کہتے ہیں میں ایک دن تک سوار رہا، یا ایک دن تک کپڑا پہنا رہا، بخلاف دخول کے، چناں چہ نہیں بولتے ہیں کہ ایک دن تک داخل ہوا، مدت اور وقت متعین کرنے کے معنی میں۔

تشریح:: حدوث امثالھا: منطقی لوگ یہ مانتے ہیں ہر وقت الگ الگ وقت آتا ہے، اور وہ مل کر مدت بنتی ہی، اسی کو حدوث بامثالھا، کہتے ہیں۔ یہاں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اوپر جو کام گزرے، اس کی ایک مدت ہوتی ہے، اس کے برخلاف جو دخول ہوتا ہے وہ ایک سکنڈ میں پورا ہوجاتا ہے، اس کی لمبی مدت نہیں ہوتی، اس لیے دخول میں یہ ہوگا کہ شروع سے داخل ہوگا تب حانث ہوگا، اندر بیٹھے رہنے سے حانث نہیں ہوگا اور کپڑا پہننے میں یہ ہے کہ اس کو تھوڑی دیر تو مہلت ملے گی لیکن اس کے بعد پہنے رہے گا تو حانث ہوجائے گا۔

لغت: افاعیل: فعل کی جمع ہے، اس سے مراد کپڑا پہننا، سوار ہونا، گھر میں قیام کرنا، مراد ہے۔

ترجمہ: ٢ـ اگر شروع سے کپڑا پہننا مراد لے تو تصدیق کر لی جائے گی، کیوں کہ کلام کا یہ بھی محتمل ہے۔

تشریح: کہا میں کپڑا نہیں پہنوں گا، اور وہ کپڑا پہنے ہوا تھا، اور اس سے مراد یہ لیا کہ شروع سے نہیں پہنوں گا، تو اس کی تصدیق کی جائے گی، کیوں کہ اس کے کلام کا یہ بھی احتمال ہے، اس صورت میں کپڑا کھول کر کے پھر پہنے گا تو حانث ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۶۰) کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں سکونت اختیار نہیں کرے گا، پس اس سے خود نکل گیا اور اس میں اپنے اہل اور

يُرِدْ الرُّجُوعَ إلَيْهَا حَنِثَ ١ لِأَنَّهُ يُعَدُّ سَاكِنَهَا بِبَقَاءِ أَهْلِهِ وَمَتَاعِهِ فِيهَا عُرْفًا، فَإِنَّ السُّوقِيَّ عَامَّةَ نَهَارِهِ فِي السُّوقِ وَيَقُولُ أَسْكُنُ سِكَّةَ كَذَا، وَالْبَيْتُ وَالْمَحَلَّةُ بِمَنْزِلَةِ الدَّارِ. ٢ وَلَوْ كَانَ الْيَمِينُ عَلَى الْمِصْرِ لَا يَتَوَقَّفُ الْبِرُّ عَلَى نَقْلِ الْمَتَاعِ وَالْأَهْلِ فِيمَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ سَاكِنًا فِي الَّذِي انْتَقَلَ عَنْهُ عُرْفًا. بِخِلَافِ الْأَوَّلِ وَالْقَرْيَةُ بِمَنْزِلَةِ الْمِصْرِ فِي الصَّحِيحِ مِنْ الْجَوَابِ. ٣ ثُمَّ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: لَا بُدَّ مِنْ نَقْلِ كُلِّ الْمَتَاعِ، حَتَّى لَوْ بَقِيَ وَتَدٌ يَحْنَثُ لِأَنَّ السُّكْنَى قَدْ ثَبَتَ بِالْكُلِّ

سامان کو چھوڑ دیا اور واپس لوٹنے کا ارادہ نہیں تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ بیوی بچے اور سامان باقی ہو تو عرفا یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ وہیں سکونت اختیار کئے ہوا ہے، چناں چہ بازاری لوگ دن بھر بازار میں ہوتے ہیں اور پوچھنے پر یوں کہتے ہیں کہ میں فلاں گلی میں رہتا ہوں، اور بیت اور محلہ بھی دار کی طرح ہے۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گھر میں سامان رہنا اور گھر والوں کا رہنا بھی خود کا سکونت اختیار کرنا ہے۔ کیوں کہ آدمی تنہا گھر میں نہیں رہتا بلکہ اس میں سامان اور اہل اور اولاد کو بھی رکھتا ہے۔ بلکہ خود تو عموما بازار اور کھیت میں رہتا ہے۔ اس لیے گھر میں مال اولاد کو باقی رکھنا یا سامان کا باقی رکھنا گویا کہ خود گھر میں رہنا ہے۔ اس لیے جب خود گھر میں رہا تو حانث ہو جائے گا۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ بازار کے لوگ خود دن بھر گھر میں نہیں رہتے، لیکن اس کا سامان اور بیوی بچے گھر میں ہوتے ہیں تو پوچھنے پر یہی کہتے ہیں کہ میں فلاں گھر میں یا فلاں میں رہتا ہوں۔ جو حکم دار کا ہے وہی حکم بیت اور محلے کا ہے، یعنی کہا کہ فلاں بیت میں یا فلاں محلے میں نہیں رہوں گا اور خود نکل گیا، لیکن اس کا سامان موجود ہے تو حانث ہو جائے گا۔

لغت: سكة: گلی۔

ترجمہ: ٢ اور اگر قسم کھائی کہ شہر میں نہیں رہوں گا سامان اور اہل کے منتقل کرنے پر بری ہونا موقوف نہیں ہوگا، جیسا کہ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے اس لیے کہ عرفا وہاں سے منتقل ہو جائے تو وہاں ٹھہرا ہوا شمار نہیں کیا جاتا ہے، بخلاف پہلے [یعنی دار کے]

تشریح: شہر اور گاوں کا معاملہ دار سے مختلف ہے، لوگ کہتے ہیں کہ میں اس شہر میں مقیم نہیں ہوں گا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں نہیں رہتا ہے، چاہے اس کا سامان اور بیوی بچے شہر میں ہی ہو، اس لیے اگر قسم کھائی کہ اس شہر میں نہیں رہے گا، اور اس کا سامان اور بیوی بچے اس شہر میں ہے تب بھی حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ خود وہاں نہیں ہے۔ اسی طرح قسم کھائی کہ وہ اس گاوں میں نہیں رہے گا، اور وہ گاوں سے باہر نکل گیا لیکن اس کا سامان اور بیوی بچے وہاں ہیں تو وہ حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ خود وہاں نہیں ہے۔

ترجمہ: ٣ پھر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ پورا سامان منتقل کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ اگر کوئی کیل بھی باقی رہ گئی تو حانث ہو جائے گا، اس لیے کہ رہائش کل سے ثابت ہوتی ہے اس لیے کچھ باقی رہ گیا تو رہائش باقی سمجھی جائے گی۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی رائے کہ گھر سے تمام سامان نکالنا ہوگا تب بری ہوگا یہاں تک کہ ایک کیل بھی باقی رہ گئی تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ تمام سامان کے ساتھ رہائش شمار ہوتی ہے، اس لیے ایک چیز بھی باقی رہی تو رہائش باقی سمجھی جائے گی اس لیے بری ہونے کے لیے تمام سامان نکالنا ہوگا۔

فَيَبْقَى مَا بَقِيَ شَيْءٌ مِنْهُ. ۴ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى – عَلَيْهِ. يُعْتَبَرُ نَقْلُ الْأَكْثَرِ لِأَنَّ نَقْلَ الْكُلِّ قَدْ يَتَعَذَّرُ. ۵ وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ: يُعْتَبَرُ نَقْلُ مَا يَقُومُ بِهِ كَدْخُدَائِيَّتِهِ لِأَنَّ مَا وَرَاء ذٰلِكَ لَيْسَ مِنْ السُّكْنَى. قَالُوا: هَذَا أَحْسَنُ وَأَرْفَقُ بِالنَّاسِ ۶ وَيَنْبَغِي أَنْ يَنْتَقِلَ إِلَى مَنْزِلٍ آخَرَ بِلَا تَأْخِيرٍ حَتَّى يَبَرَّ، فَإِنْ انْتَقَلَ إِلَى السِّكَّةِ أَوْ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالُوا لَا يَبَرُّ، دَلِيلُهُ فِي الزِّيَادَاتِ أَنَّ مَنْ خَرَجَ بِعِيَالِهِ مِنْ مِصْرِهِ فَمَا لَمْ يَتَّخِذْ وَطَنًا آخَرَ يَبْقَى وَطَنُهُ الْأَوَّلُ فِي حَقِّ الصَّلَاةِ كَذَا هَذَا. وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْخُرُوجِ وَالْإِتْيَانِ وَالرُّكُوبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ

قَالَ (۲۳۶۱) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَخْرُجُ مِنْ الْمَسْجِدِ فَأَمَرَ إِنْسَانًا فَحَمَلَهُ فَأَخْرَجَهُ حَنِثَ ۱ لِأَنَّ فِعْلَ الْمَأْمُورِ

لغت: وتد: کیل۔

ترجمہ: ۴ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اکثر سامان کے منتقل کرنے کا اعتبار ہے، اس لیے کہ کل سامان کو منتقل کرنا کبھی مشکل ہوتا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۵ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اتنا سامان منتقل کر لے جو امور خانہ داری کے لیے کافی ہے، اس لیے کہ جو اس کے علاوہ ہے وہ رہائش میں سے نہیں ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ احسن بھی ہے اور لوگوں کے لیے آسان بھی۔

تشریح: امام محمد فرماتے ہیں کہ قسم کھانے والا گھر سے اتنا سامان منتقل کر لے جس سے گھر چل سکے تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ اس سے جو زائد سامان ہے وہ رہائش کے لیے ضروری نہیں ہے، مشائخ فرماتے ہیں کہ اس قول میں آسانی ہے۔

لغت: کدخدائیته: خانہ داری کے سامان، جتنے سامان میں گھر چل سکے۔

ترجمہ: ۶ مناسب یہ ہے کہ بغیر کسی تاخیر کے دوسرے گھر میں منتقل ہو جائے تا کہ قسم میں بری ہو جائے،، پس اگر گلی میں منتقل ہوا یا مسجد میں منتقل ہوا تو بری نہیں ہوگا، اس کی دلیل زیادات میں ہے کوئی آدمی اپنے اہل وعیال کے ساتھ شہر سے باہر نکلا تو جب تک کہ دوسرا وطن نہ بنا لے نماز کے حق میں پہلا وطن باقی رہتا ہے، ایسے ہی یہاں بھی ہوگا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہیں رہوں گا، تو اس کو وہاں سے سامان بھی نکالنا چاہئے، اور دوسرے گھر میں رکھنا چاہئے۔ گلی میں یا مسجد میں سامان رکھنا کافی نہیں ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی مسافر دوسرے شہر میں جائے تو جب تک وہاں وطن نہ بنا لے نماز کے حق میں پہلا وطن باقی رہتا ہے کہ اس کو قصر ہی کرتے رہنا پڑے گا، اسی طرح یہاں جب تک کہ دوسرے گھر میں رہائش پذیر نہ ہو جائے پہلے گھر میں رہائش سمجھی جائے گی، اس لیے قسم سے بری ہونے کے لیے دوسرے گھر میں رہائش پذیر ہونا ضروری ہے۔

باب الیمین فی الخروج والاتیان والرکوب وغیر ذالک

ترجمہ: (۲۳۶۱) کسی نے قسم کھائی کہ مسجد سے نہیں نکلے گا، پھر کسی کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر نکال دے تو وہ حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ مامور کا آمر کی طرف منسوب ہوگا، جیسے گھوڑے پر سوار ہوا اور نکل گیا۔

مُضَافٌ إِلَى الْآمِرِ فَصَارَ كَمَا إِذَا رَكِبَ دَابَّةً فَخَرَجَتْ (۲۳۶۲)وَلَوْ أَخْرَجَهُ مُكْرَهًا لَمْ يَحْنَثْ لِ لِأَنَّ الْفِعْلَ لَمْ يَنْتَقِلْ إِلَيْهِ لِعَدَمِ الْأَمْرِ (۲۳۶۳)وَلَوْ حَمَلَهُ بِرِضَاهُ لَا بِأَمْرِهِ لَا يَحْنَثُ لِ فِي الصَّحِيحِ، لِأَنَّ الِانْتِقَالَ بِالْأَمْرِ لَا بِمُجَرَّدِ الرِّضَا. قَالَ (۲۳۶۴)وَلَوْ حَلَفَ لَا يَخْرُجُ مِنْ دَارِهِ إِلَّا إِلَى جِنَازَةٍ فَخَرَجَ إِلَيْهَا ثُمَّ أَتَى حَاجَةً أُخْرَى لَمْ يَحْنَثْ لِ لِأَنَّ الْمَوْجُودَ خُرُوجٌ مُسْتَثْنًى، وَالْمُضِيَّ بَعْدَ ذٰلِكَ لَيْسَ بِخُرُوجٍ.(۲۳۶۵) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَخْرُجُ إِلَى مَكَّةَ فَخَرَجَ يُرِيدُهَا ثُمَّ رَجَعَ حَنِثَ لِ لِوُجُودِ الْخُرُوجِ عَلٰى قَصْدِ مَكَّةَ وَهُوَ الشَّرْطُ، إِذْ الْخُرُوجُ هُوَ الِانْفِصَالُ مِنَ الدَّاخِلِ إِلَى الْخَارِجِ

اصول: مامور کا کام حکم دینے والے کا کام شمار کیا جاتا ہے۔

تشریح: زید نے قسم کھائی کہ وہ مسجد سے نہیں نکلے گا، پھر عمر کا حکم دیا کہ اس کو نکال دے اور عمر نے مسجد سے نکال دیا تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: عمر کا نکالنا زید کے حکم سے ہے تو گویا کہ زید خود نکلا، اس لیے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۶۲) اور اگر اس کو زبردستی کر کے نکالا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ نکالنا قسم کھانے والے کی طرف منتقل نہیں ہوا، کیوں کہ اس نے حکم نہیں دیا۔

اصول: زبردستی کرنے والے کا کام قسم کھانے والے کا کام شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۶۳) اور اگر اس کے حکم سے تو نہیں لیکن اس کی رضامندی سے باہر نکالا تو حانث نہیں ہوگا صحیح روایت یہی ہے۔

ترجمہ: لِ کیوں کہ حکم دینے سے منتقل ہونا شمار کیا جاتا ہے، محض رضامندی سے نہیں۔

تشریح: حکم نہیں دیا لیکن اس بات پر راضی تھا کہ مسجد سے نکالے تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ رضامندی سے قسم کھانے والے کا کام شمار نہیں کیا جاتا ہے، جب تک کہ حکم نہ دے۔

ترجمہ: (۲۳۶۴) اور اگر قسم کھائی کہ گھر سے نہیں نکلے گا مگر جنازے کے لیے، اب وہ جنازے کے لیے نکلا پھر دوسری ضرورت کے لیے چلا گیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ وہ جنازے کے لیے ہی نکلا تھا، اور بعد میں دوسری ضرورت کے لیے گیا تو اس کے لیے گھر سے نکلا نہیں ہے۔

تشریح: یہاں گھر سے نکلنا ایک نکتہ ہے [اس کو بار بار یاد رکھیں]، وہ صرف جنازے کے لیے نکلا ہے، اور دوسری ضرورت کے لیے گھر سے نکلا نہیں ہے بلکہ نکلنے کے بعد اس کے لیے گیا ہے، تو چونکہ جنازے کے علاوہ کے لیے گھر سے نکلنا نہیں پایا گیا اس لیے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۶۵) اگر قسم کھائی کہ مکہ کے لیے نہیں نکلے گا، اور مکہ کے ارادے سے نکل پڑا پھر واپس لوٹ آیا تو حانث ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ مکہ کے ارادے سے نکلنا پایا گیا، اور وہی شرط تھی، اس لیے کہ نکلنے کا معنی یہ ہے کہ اندر سے باہر کی طرف منتقل ہونا پایا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مکہ کے ارادے سے نکلنا پایا گیا، چاہے وہاں تک نہیں پہنچا۔

تشریح: واضح ہے۔

(۲۳٦٦)وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْتِيهَا لَمْ يَحْنَثْ حَتَّى يَدْخُلَهَا ۱؎ لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الْوُصُولِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَآ﴾ ۲؎ وَلَوْ حَلَفَ لَا يَذْهَبُ إِلَيْهَا قِيلَ هُوَ كَالْإِتْيَانِ، وَقِيلَ هُوَ كَالْخُرُوجِ وَهُوَ الْأَصَحُّ لِأَنَّهُ عِبَارَةٌ عَنِ الزَّوَالِ.(۲۳٦۷) وَإِنْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّ الْبَصْرَةَ فَلَمْ يَأْتِهَا حَتَّى مَاتَ حَنِثَ فِي آخِرِ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَاءِ حَيَاتِهِ ۱؎ لِأَنَّ الْبِرَّ قَبْلَ ذٰلِكَ مَرْجُوٌّ. (۲۳٦۸) وَلَوْ حَلَفَ لَيَأْتِيَنَّهُ غَدًا إِنْ اسْتَطَاعَ فَهَذَا عَلَى اسْتِطَاعَةِ الصِّحَّةِ دُونَ الْقُدْرَةِ، وَفَسَّرَهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ وَقَالَ: إِذَا لَمْ يَمْرَضْ وَلَمْ يَمْنَعْهُ السُّلْطَانُ وَلَمْ يَجِئْ أَمْرٌ لَا يَقْدِرُ عَلَى إِتْيَانِهِ فَلَمْ يَأْتِهِ حَنِثَ، وَإِنْ عَنَى اسْتِطَاعَةَ الْقَضَاءِ دُيِّنَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى

ترجمہ: (۲۳٦٦) اور اگر قسم کھائی کہ مکہ اندر نہیں آئے گا تو جب تک مکے کے اندر داخل نہیں ہوگا حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ آنے کا مطلب ہے کہ اندر پہنچ جائے، اللہ تعالی نے فرمایا، فرعون کے پاس جاؤ اور اس کو کہو۔

تشریح: یأتی کا مطلب ہے اندر آنا، اس لیے قسم کھائی کہ مکہ کے اندر نہیں جائے گا تو صرف نکلنے سے حانث نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے اندر داخل نہ ہوجائے، چناں چہ اللہ نے آیت میں حضرت موسی اور حضرات ہارون سے فرمایا کہ فرعون کے پاس آؤ۔ آیت یہ ہے۔

فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱٦﴾ (آیت ۱٦۔ سورۃ شعراء ۲٦)

ترجمہ: ۲؎ اور اگر قسم کھائی کہ مکہ نہیں جائے گا تو بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ اتیان کی طرح [یعنی اندر آنا] اور بعض حضرات نے کہا کہ وہ نکلنے کی طرح ہے اور یہی صحیح ہے کیوں کہ ذہب کا ترجمہ ہے منتقل ہونا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ وہ مکہ نہیں جائے گا، تو اس بارے میں دو رائیں ہیں [۱] ایک یہ کہ یہ اَتی کی طرح ہے یعنی مکہ کے اندر نہیں جائے گا، اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہ خروج کی طرح ہے، یعنی گھر سے مکہ کے ارادے سے نہیں نکلے گا اور یہی صحیح ہے، کیوں کہ ذہب کا ترجمہ ہے گھر سے نکلنا، اس صورت میں مکہ کی نیت سے گھر سے نکلنے سے حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: (۲۳٦۷) اگر قسم کھائی کہ بصرہ ضرور آئے گا اور وہ موت تک نہیں آیا تو اپنی زندگی کے آخری جز میں حانث ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ اس کے پہلے ممکن تھا کہ وہ آجائے۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جب تک کام کرنے کی امید ہے وہ حانث نہیں ہوگا، اور جب موت کے وقت میں امید ختم ہوگئی تو اب حانث ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳٦۸) اگر قسم کھائی کہ اگر قدرت ہوگی تو کل ضرور آؤں گا، تو اس سے مراد استطاعت صحت ہے استطاعت قدرت مراد نہیں ہے، جامع صغیر میں اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ، اگر بیمار نہ ہو، بادشاہ نہ روکے، اور کوئی ایسا معاملہ پیش نہ آئے جو کام کرنے کی قدرت نہ ہو، پھر بھی وہ نہ کر سکا تو حانث ہوجائے گا، اور اگر استطاعت قضا مراد لے لے تب بھی فیما بینہ وبین اللہ مان لیا جائے گا

لغت: استطاعت: کی دو قسمیں ہیں۔ [۱] ایک استطاعت قدرت، اسی کو استطاعت قضا بھی کہتے ہیں، کام سے پہلے تمام اسباب موجود ہوں اور اللہ کا فیصلہ بھی ہوجائے کہ یہ کام ہونا ہے اس کو استطاعت قضا، اور استطاعت قدرت، کہتے ہیں۔ [۲] کام کرنے کے لیے صحت وغیرہ درست ہو اور موانع نہ ہو اس کو استطاعت صحت، کہتے ہیں، عرف میں استطاعت سے یہی استطاعت مراد لیتے ہیں۔

۱؎ وَهَذَا لِأَنَّ حَقِيقَةَ الِاسْتِطَاعَةِ فِيمَا يُقَارِنُ الْفِعْلَ ۲؎ وَيُطْلَقُ الِاسْمُ عَلَى سَلَامَةِ الْآلَاتِ وَصِحَّةِ الْأَسْبَابِ فِي الْمُتَعَارَفِ. فَعِنْدَ الْإِطْلَاقِ يَنْصَرِفُ إِلَيْهِ وَتَصِحُّ نِيَّةُ الْأَوَّلِ دِيَانَةً لِأَنَّهُ نَوَى حَقِيقَةَ كَلَامِهِ ۳؎ ثُمَّ قِيلَ وَيَصِحُّ قَضَاءً أَيْضًا لِمَا بَيَّنَّا، وَقِيلَ لَا تَصِحُّ لِأَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ. (۲۳۶۹) وَمَنْ حَلَفَ لَا تَخْرُجُ امْرَأَتُهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَأَذِنَ لَهَا مَرَّةً فَخَرَجَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ مَرَّةً أُخْرَىٰ بِغَيْرِ إِذْنِهِ حَنِثَ وَلَا بُدَّ مِنَ الْإِذْنِ فِي كُلِّ خُرُوجٍ ۱؎ لِأَنَّ الْمُسْتَثْنَى خُرُوجٌ مَقْرُونٌ بِالْإِذْنِ، وَمَا وَرَاءَهُ دَاخِلٌ فِي الْحَظْرِ الْعَامِّ.

تشریح: اگر استطاعت ہوئی تو بصرہ ضرور آؤں گا، تو اس استطاعت سے مراد کام کرنے کی قدرت ہوگی، یعنی صحت وغیرہ ٹھیک ہوگی، چناں چہ صحت ٹھیک ہو اور نہ آیا تو حانث ہو جائے گا، لیکن اگر اس سے، استطاعت قضا، مراد لے لے تب بھی درست ہے کیوں کہ حقیقت میں استطاعت قضا ہی اصل ہے۔ ہم لوگ اپنے محاورے میں کہتے ہیں، اگر اللہ چاہے گا تو کروں گا۔

ترجمہ: ۱؎ اور استطاعت قضا اس لیے مراد لے سکتا ہے کہ وہ فعل کے ساتھ ہوتا ہے۔

تشریح: یہ جملہ قدرت قضا لینے کی دلیل ہے فعل کے پہلے پہلے اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے کہ وہ کام کرلے، اس لیے یہ استطاعت بھی مراد لے سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ کام کرنے کے آلات سالم ہوں اور اسباب صحیح ہوں عرف میں اس پر استطاعت بولا جاتا ہے، اس لیے مطلق ہوتے وقت عرف کی طرف پھیرا جائے گا، لیکن دیانت میں پہلی استطاعت [استطاعت قضا] کی بھی نیت درست ہوگی، اس لیے کہ حقیقت کلام کی نیت کی ہے۔

تشریح: عرف میں استطاعت بولتے ہیں تو استطاعت صحت مراد لیتے ہیں اس لیے مطلق بولے تو استطاعت صحت مراد ہوگی، لیکن حقیقت میں استطاعت قضا ہے اس لیے اس کی نیت بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ پھر کہا گیا ہے کہ قضاء کے فیصلے میں بھی استطاعت قدرت مراد لی جاسکتی ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ استطاعت قضا مراد لینا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ یہ خلاف ظاہر ہے۔

تشریح: قاضی اپنے فیصلے میں استطاعت قضا کی رعایت کرے اس بارے میں دو رائیں ہیں [۱] یہ کلام کی حقیقت ہے اس لیے اس کی نیت کر سکتا ہے، [۲] عرف میں استطاعت قضا مراد نہیں لیتے اس لیے کہ اس کی نیت قضاء درست نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۳۶۹) کسی نے قسم کھائی کہ اس کی بیوی نہیں نکلے گی مگر اس کی اجازت سے پس اس کو ایک مرتبہ اجازت دی پس وہ نکلی اور واپس آئی، پھر دوسری مرتبہ بغیر اس کی اجازت کے نکلی تو حانث ہو جائے گی۔ اور ضروری ہے اجازت ہر مرتبہ نکلنے میں۔

تشریح: قسم کھانے والے نے یہ کہا ہے کہ نہیں نکلے گی مگر اجازت سے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر بار نکلنے کے لیے اجازت چاہئے۔ اور یہاں پہلی مرتبہ اجازت لی ہے اس لیے اس مرتبہ تو حانث نہیں ہوئی لیکن دوسری مرتبہ نکلنے کے لیے اجازت نہیں لی اس لیے دوسری مرتبہ حانث ہو جائے گی۔

اصول: لا تخرج امرأته الا باذنه میں نفی کے بعد استثناء ہے اس لیے ہر بار نکلنے کے لیے اجازت چاہئے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ مستثنیٰ وہ نکلنا ہے جو اجازت کے ساتھ ہو اور جو روایت کیا وہ عام ممنوعات میں داخل ہے۔

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے۔ نفی کے بعد استثناء لایا ہے اس لیے ہر بار اجازت کی ضرورت ہوگی، یہ مطلب ہے خروج مقرون

٢ وَلَوْ نَوَى الْإِذْنَ مَرَّةً يُصَدَّقُ دِيَانَةً لَا قَضَاءً لِأَنَّهُ مُحْتَمَلُ كَلَامِهِ لَكِنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ (٢٣٧٠)وَلَوْ قَالَ إِلَّا أَنْ آذَنَ لَك فَأَذِنَ لَهَا مَرَّةً وَاحِدَةً فَخَرَجَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ بَعْدَهَا بِغَيْرِ إِذْنِهِ لَمْ يَحْنَثْ ١ لِأَنَّ هٰذِهِ كَلِمَةُ غَايَةٍ فَيَنْتَهِي الْيَمِينُ بِهِ كَمَا إذَا قَالَ حَتَّى آذَنَ لَك. (٢٣٧١)وَلَوْ أَرَادَتْ الْمَرْأَةُ الْخُرُوجَ فَقَالَ إنْ خَرَجْت فَأَنْتِ طَالِقٌ فَجَلَسَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ لَمْ يَحْنَثْ وَ كَذٰلِكَ إذَا أَرَادَ رَجُلٌ ضَرْبَ عَبْدِهِ فَقَالَ لَهُ آخَرُ إنْ ضَرَبْته فَعَبْدِي حُرٌّ فَتَرَكَهُ ثُمَّ ضَرَبَهُ ١ وَهٰذِهِ تُسَمَّى يَمِينَ فَوْرٍ. وَتَفَرَّدَ أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – بِإِظْهَارِهِ. وَوَجْهُهُ أَنَّ مُرَادَ الْمُتَكَلِّمِ الرَّدُّ عَنْ تِلْكَ الضَّرْبَةِ وَالْخُرْجَةِ عُرْفًا، وَمَبْنَى الْأَيْمَانِ عَلَيْهِ.

بالاذن کے۔

ترجمہ: ٢ اور اگر ایک مرتبہ اجازت کی نیت کی تو دیانتا تصدیق کر لی جائے گی، قضاء نہیں اس لیے کہ اس کے کلام میں اس کا احتمال ہے، لیکن ظاہر کے خلاف ہے۔

تشریح: اگر یہ نیت کی کہ اس سے ایک مرتبہ اجازت مراد ہے تو دیانتا اس کی تصدیق کر لی جائے گی قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، کیوں کہ بات میں اس کا احتمال ہے، البتہ یہ ظاہر کے خلاف ہے۔

ترجمہ: (٢٣٧٠) اور اگر کہا مگر یہ کہ میں تمہیں اجازت دوں، پس اجازت دی اس کو ایک مرتبہ پس نکلی پھر نکلی اس کے بعد بغیر اس کی اجازت کے تو حانث نہیں ہوگی۔

وجہ: اس صورت میں مگر یہ کہ اجازت دوں کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اجازت دوں تو ہر بار نکل سکتی ہو یعنی صرف پہلی مرتبہ اجازت کی ضرورت ہے اور وہ ہو گئی اس لیے دوسری مرتبہ بغیر اجازت کے نکلی تو حانث نہیں ہوگی اور نہ عورت پر طلاق واقع ہوگی۔

اصول: الا ان آذن لک کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اجازت دوں اتنی ہی کافی ہے۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ، الا ان، ایسا کلمہ ہے جس سے قسم ختم ہو جائے گی، اس لیے یہ، حتی ان آذن لک۔ کی طرح ہو گیا۔

تشریح: الا ان آذن لک، کا ترجمہ ہے یہاں تک کہ میں تم کو اجازت دے دوں، یعنی ایک مرتبہ اجازت دے دوں اتنا ہی سے قسم ختم ہو جائے گی۔ بار بار اجازت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: (٢٣٧١) بیوی گھر سے نکلنا چاہتی تھی، پس شوہر نے کہا اگر تم گھر سے نکلی تو تم کو طلاق ہے، وہ بیٹھ گئی، اس کے تھوڑی دیر بعد نکلی تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اسی طرح ایک آدمی اپنے غلام کو مارنا چاہتا تھا تو اس سے دوسرے نے کہا کہ اگر آپ نے اس کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے اس نے چھوڑ دیا پھر تھوڑی دیر بعد میں مارا [تو غلام آزاد نہیں ہوگا]۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے ابھی نکلو گی تو طلاق واقع ہوگی، یا ابھی مارو گے تو غلام آزاد ہوگا، چناں چہ بعد میں نکلی، یا بعد میں غلام کو مارا تو غلام آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس وقت نہیں نکلا ہے، اس قسم کا نام ہے، یمین فور۔

ترجمہ: ١ اس قسم کا نام یمین فور ہے۔ اکیلے امام ابو حنیفہؒ نے اس کا اظہار کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ متکلم کی مراد یہ ہے کہ اس مار کو روکنا ہے، یا اس نکلنے کو روکنا ہے عرف کے اعتبار سے، اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔

(۲۳۷۲) وَلَوْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ اجْلِسْ فَتَغَدَّ عِنْدِي قَالَ إِنْ تَغَدَّيْت فَعَبْدِي حُرٌّ فَخَرَجَ فَرَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ وَتَغَدَّى لَمْ يَحْنَثْ ۱؎ لِأَنَّ كَلَامَهُ خَرَجَ مَخْرَجَ الْجَوَابِ فَيَنْطَبِقُ عَلَى السُّؤَالِ فَيَنْصَرِفُ إِلَى الْغَدَاءِ الْمَدْعُوِّ إِلَيْهِ، ۲؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِنْ تَغَدَّيْت الْيَوْمَ لِأَنَّهُ زَادَ عَلَى حَرْفِ الْجَوَابِ فَيُجْعَلُ مُبْتَدَأً. (۲۳۷۳) وَمَنْ حَلَفَ لَايَرْكَبُ دَابَّةَ فُلَانٍ فَرَكِبَ دَابَّةَ عَبْدٍ مَأْذُونٍ لَهُ مَدْيُونٍ أَوْ غَيْرِ مَدْيُونٍ لَمْ يَحْنَثْ ۱؎ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَؒ

تشریح: اس قسم کی قسم کو یمین فور، کہتے ہیں اس کا ذکر صرف امام ابوحنیفہؒ نے کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کی قسم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ابھی جو کام ہو رہا ہے اس کو روک دیں، اس کے تھوڑی دیر بعد وہی کام ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، کیوں کہ عرف میں یہی مراد لیتے ہیں اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۷۲) اگر آدمی نے کسی سے کہا کہ بیٹھ اور میرے ساتھ کھانا کھالے، اس نے کہا کہ اگر میں نے یہ کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے، پھر وہ اپنا گھر چلا گیا اور وہاں کھانا کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ اس کا کلام جواب پر ہے اس لیے سوال کے مطابق ہوگا، اس لیے وہ کھانا مراد ہوگا جس کی طرف بلایا گیا ہے۔

تشریح: زید نے کہا کہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالو، عمر نے کہا کہ یہ کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے، تو یہاں وہ کھانا مراد ہے جسکی طرف بلایا گیا ہے، وہ کھانا کھائے گا تو غلام آزاد ہوگا، گھر میں جا کر دوسرا کھانا کھائے تو آزاد نہیں ہوگا۔ یہ بھی یمین فور ہے۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف اگر جواب دیا کہ آج کھانا کھایا [تو میرا غلام آزاد] اس لیے کہ جواب پر زیادہ کیا ہے اس لیے یہ الگ بات ہو جائے گی۔

تشریح: زید نے کہا کہ میرے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالو، عمر نے جواب میں کہا کہ آج کھانا کھایا تو میرا غلام آزاد ہے، تو چونکہ یہاں آج کا لفظ ہے اس لیے بلائے ہوئے کھانا مراد نہیں ہے، بلکہ گھر میں بھی آج کھانا کھائے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ وہ آج کا کھانا ہے۔

ترجمہ: (۲۳۷۳) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا، جس غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی اس کے گھوڑے پر سوار ہو گیا، چاہے وہ مقروض تھا یا مقروض نہیں تھا۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں حانث نہیں ہوگا۔ لیکن اگر غلام قرض سے گھرا ہوا ہے تو اس کی نیت کرنے کے باوجود بھی حانث نہیں ہوگا، اس لیے کہ اب یہ گھوڑا آقا کی ملکیت میں نہیں ہے۔

اصول: یہاں تین اصول ہیں [۱] عرف میں یہ گھوڑا غلام کا شمار کیا جاتا ہے، اس لیے اس پر سوار ہونے سے حانث نہیں ہونا چاہئے۔

[۲] شرعی اعتبار سے ماذون التجارت غلام کا گھوڑا آقا کی ملکیت ہے اس لیے اس پر سوار ہونے سے حانث ہو جائے گا۔

[۳] غلام قرض میں گھرا ہوا ہے تو یہ غلام مقروض کے قرض میں بیچا جائے گا، اس لیے یہ گھوڑا حقیقت میں بھی آقا کا نہیں رہا، اس لیے اس پر سوار ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔ ان تین اصولوں پر یہ مسئلے متفرع ہیں۔

تشریح: زید نے قسم کھائی کہ عمر کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوں گا، اب عمر کا غلام ہے خالد جس کو تجارت کرنے کی اجازت دی ہے، اس کا گھوڑا ہے، اس گھوڑے پر زید سوار ہوگا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زید حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: کیوں کہ عرف میں اس کو آقا کا گھوڑا نہیں کہتے، بلکہ غلام کا گھوڑا کہتے ہیں اس لیے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے حانث نہیں ہوگا،

۲؎ إِلَّا أَنَّهُ إِذَا كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُسْتَغْرِقٌ وَلَا يَحْنَثُ وَإِنَّ نَوَى لِأَنَّهُ لَا مِلْكَ لِلْمَوْلَى فِيهِ عِنْدَهُ، ۳؎ وَإِنْ كَانَ الدَّيْنُ غَيْرَمُسْتَغْرِقٍ أَوْ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ لَايَحْنَثُ مَالَمْ يَنْوِهِ لِأَنَّ الْمِلْكَ فِيهِ لِلْمَوْلَى لَكِنَّهُ يُضَافُ إِلَى الْعَبْدِ عُرْفًا، وَكَذَا شَرْعًا قَالَ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَهُوَ لِلْبَائِعِ» الْحَدِيثَ فَتَخْتَلُّ الْإِضَافَةُ إِلَى الْمَوْلَى فَلَابُدَّمِنْ النِّيَّةِ. ۴؎ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ:فِي الْوُجُوهِ كُلِّهَا:يَحْنَثُ إِذَا نَوَاهُ لِاخْتِلَالِ الْإِضَافَةِ. ۵؎ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يَحْنَثُ وَإِنْ لَمْ يَنْوِهِ لِاعْتِبَارِ حَقِيقَةِ الْمِلْكِ إِذْ الدَّيْنُ لَا يَمْنَعُ وُقُوعَهُ لِلسَّيِّدِ عِنْدَهُمَا.

کیوں کہ وہ عمر کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوا۔

ترجمہ: ۲؎ مگر یہ کہ غلام پر قرض گھیر چکا ہو تو اس کے گھوڑے پر سوار ہونے سے حانث نہیں ہوگا، چاہے اس کے گھوڑے کی نیت کی ہو، اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس گھوڑے پر آقا کی ملکیت نہیں ہے

تشریح: یہ مسئلہ تیسرے اصول پر متفرع ہے۔ غلام پر اتنا قرض ہے کہ اس غلام کو بیچ کر بھی ادا کرے تو ادا نہیں ہوگا، اس صورت میں غلام کا گھوڑا آقا کا نہیں ہے، اس لیے زید قسم کھاتے وقت یوں نیت کی کہ اس کے غلام کے گھوڑے پر بھی سوار نہیں ہوں گا تب بھی حانث نہیں ہوں گا۔

وجہ: کیوں کہ غلام پر دین مستغرق ہونے کی وجہ سے یہ حقیقت میں بھی یہ گھوڑا عمر کا نہیں رہا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر قرض غلام کو گھیرے ہوا نہیں تھا، یا بالکل قرض تھا ہی نہیں تو جب تک کہ غلام کے گھوڑے کی نیت نہیں کرے گا حانث نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہاں حقیقت میں یہ گھوڑا آقا کا ہے، لیکن عرف میں غلام کا شمار کیا جاتا ہے، لیکن شریعت میں آقا کا ہے چناں چہ حضور علیہ السلام کا قول ہے، جس نے غلام بیچا اور غلام کے پاس مال ہے تو یہ مال آقا کا ہے، اس لیے آقا کی طرف نسبت میں خلل انداز ہوگیا، اس لیے نیت کی ضرورت۔

تشریح: غلام پر یا تو قرض ہی نہیں ہے، یا تھوڑا سا قرض ہے، تو اس صورت میں حقیقت میں یہ گھوڑا آقا کا ہے، اور عرف میں یہ گھوڑا غلام کا ہے، اس لیے گھوڑے کی دو حیثیت ہوگئی، حقیقت کا اور عرف کا، اس لیے زید قسم کھاتے وقت نیت کرے گا کہ عمر کے غلام کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوگا، اور پھر سوار ہوگیا تو حانث ہوگا، اور نیت نہیں کی تو سوار ہونے سے حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: غلام کا مال حقیقت میں آقا کا ہے اس کے لیے یہ حدیث ہے۔ **عن سالم عن ابیہ عن النبی ﷺ قال من باع عبدا و لہ مال فمالہ للبائع الا ان یشترط المبتاع۔** (ابوداود شریف، باب العبد یباع و لہ مال، ص ۴۹۷، نمبر ۳۴۳۳ / ابن ماجہ شریف، باب ما جاء فیمن باع نخلا مو برا او عبدا لہ مال، ص ۳۱۷، نمبر ۲۲۱۱) اس حدیث میں ہے کہ غلام کا مال آقا کا مال ہے۔

ترجمہ: ۴؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر غلام کے گھوڑے کی نیت کرے گا تمام صورتوں میں حانث ہوجائے گا [چاہے غلام پر دین مستغرق ہو یا نہ ہو] اس لیے کہ غلام کی طرف گھوڑے کی نسبت میں خلل ہے [کیوں کہ گھوڑا تو حقیقت میں مالک کا ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ غلام پر گھیرا ہوا قرض ہو یا نہ ہو ہر حال میں یہ گھوڑا مالک کا ہے، کیوں کہ حدیث میں یہی ہے کہ غلام کی چیز مالک کی ہے، اس لیے غلام کے گھوڑے پر سوار ہونے کی نیت کی ہو تو وہ حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۵؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ زید نے غلام کے گھوڑے کی نیت نہ کی ہو تب بھی حانث ہوجائے گا، کیوں کہ حقیقت میں ملکیت آقا کی

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ

قَالَ (۲۳۷۴)وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَهُوَ عَلَى ثَمَرِهَا ۱؎ لِأَنَّهُ أَضَافَ الْيَمِينَ إِلَى مَا لَا يُؤْكَلُ فَيَنْصَرِفُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهُ وَهُوَ الثَّمَرُ لِأَنَّهُ سَبَبٌ لَهُ فَيَصْلُحُ مَجَازًا عَنْهُ، ۲؎ لٰكِنَّ الشَّرْطَ أَنْ لَا يَتَغَيَّرَ بِصُنْعِهِ جَدِيدَةً حَتَّى لَا يَحْنَثَ بِالنَّبِيذِ وَالْخَلِّ وَالدِّبْسِ الْمَطْبُوخِ.(۲۳۷۵) وَإِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذَا الْبُسْرِ فَصَارَ رُطَبًا فَأَكَلَهُ لَمْ يَحْنَثْ. وَكَذَا إِذَا حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذَا الرُّطَبِ أَوْ مِنْ هَذَا اللَّبَنِ فَصَارَ تَمْرًا أَوْ صَارَ اللَّبَنُ شِيرَازًا لَمْ يَحْنَثْ ۱؎ لِأَنَّ صِفَةَ الْبُسُورَةِ وَالرُّطُوبَةِ دَاعِيَةٌ إِلَى الْيَمِينِ، وَكَذَا كَوْنُهُ لَبَنًا فَيَتَقَيَّدُ

ہے، کیوں کہ صاحبینؒ کے نزدیک قرض ہونا آقا کی ملکیت سے نہیں روکتا۔

تشریح: امام محمدؒ کے یہاں غلام پر قرض مستغرق ہوتب بھی وہ گھوڑا آقا کا ہی اس لیے غلام کے گھوڑے پر سوار ہونے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو ہر حال میں اس گھوڑے پر سوار ہونے سے حانث ہوجائے گا، کیوں کہ یہ گھوڑا ہر حال میں آقا کا ہی ہے، انکے یہاں عرف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

باب الیمین فی الاکل والشرب

ترجمہ: (۲۳۷۴) اگر قسم کھائی کہ اس درخت سے نہیں کھائے گا تو قسم اس کے پھل پر ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ قسم کی نسبت ایسی چیز کی طرف ہوگی جو کھائی جاتی ہو، اس لیے درخت سے جو نکلتا ہے اس کی طرف پھیرا جائے گا وہ پھل ہے، اس لیے کہ درخت پھل کا سبب ہے اس لیے سبب بول کر مجاز امسبب مراد لیا۔

تشریح: یعنی اس درخت کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ البتہ اس درخت کے پھل کھانے سے حانث ہوگا۔

وجہ: (۱) عموما درخت بول کر اس کا پھل مراد لیتے ہیں۔ کیوں کہ درخت نہیں کھاتے ہیں اس کا پھل ہی کھاتے ہیں اس لیے درخت بول کر پھل مراد ہوگا۔ اس لیے پھل کھانے سے حانث ہوگا۔ (۲) یہاں درخت پھل کا سبب ہے، اور پھل مسبب ہے اس لیے سبب بول کر مجاز امسبب مراد لیا، اور محاورے میں ایسا کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: ۲؎ لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی نئی ترکیب کر کے اس کا نام نہ بدلا ہو، یہاں تک کہ نبیذ سے حانث نہیں ہوگا، یا سرکے سے حانث نہیں ہوگا، یا پکی ہوئی تاڑی سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: کھجور کی نبیذ بنادی، یا اس کا سرکہ بنادیا، یا اس کی تاڑی بنادی تو اب اس کا نام ہی بدل گیا اور پھل نہیں رہا اس لیے اس کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

اصول: نام اور حقیقت بدل جائے تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۷۵) اگر قسم کھائی کہ یہ گدر کھجور نہیں کھائے گا، پس وہ پک گئی پھر اس کو کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔ ایسے ہی قسم کھائی کہ یہ تر کھجور نہیں کھائے گا،، یا یہ دودھ نہیں کھائے گا، پس وہ خشک کھجور ہوگئی، یا دودھ شیرازہ بن گیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ گدر کھجور ہونا اور تر کھجور ہونا قسم کی طرف بلانے والی ہے، ایسے ہی دودھ میں بھی ہے اس لیے اس قید کا اعتبار ہوگا، اور اس لیے بھی کہ دودھ کھایا جاتا ہے تو دودھ سے جو چیز بنائی جاتی ہے اس پر قسم کا اعتبار نہیں ہوگا۔

بِهِ، وَلِأَنَّ اللَّبَنَ مَأْكُولٌ فَلَا يَنْصَرِفُ الْيَمِينُ إِلَى مَا يُتَّخَذُ مِنْهُ، ٢ـ بِخِلَافِ مَا إِذَا حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ هَذَا الصَّبِيَّ أَوْ هَذَا الشَّابَّ فَكَلَّمَهُ بَعْدَمَا شَاخَ لِأَنَّ هِجْرَانَ الْمُسْلِمِ بِمَنْعِ الْكَلَامِ مَنْهِيٌّ عَنْهُ فَلَمْ يُعْتَبَرْ الدَّاعِي دَاعِيًا فِي الشَّرْعِ. (٢٣٧٦)وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ لَحْمَ هَذَا الْحَمَلِ فَأَكَلَ بَعْدَمَا صَارَ كَبْشًا حَنِثَ ١ـ لِأَنَّ صِفَةَ الصِّغَرِ فِي هَذَا لَيْسَتْ بِدَاعِيَةٍ إِلَى الْيَمِينِ فَإِنَّ الْمُمْتَنِعَ عَنْهُ أَكْثَرُ امْتِنَاعًا عَنْ لَحْمِ الْكَبْشِ.

تشریح: یہاں تین مثالیں ہیں اور تینوں میں یہ اصول ہے کہ صفت بدل جائے پھر اس کو استعمال کرے تو حانث نہیں ہوگا۔ [۱] قسم کھائی کہ بسر، آدھ پکا کھجور نہیں کھائے گا، اور اس کے پکنے کے بعد کھایا تو حانث نہیں ہوگا، [۲] اسی طرح قسم کھائی کہ رطب، یعنی تر کھجور نہیں کھائے گا، اور اس کے خشک ہونے کے بعد کھایا تو حانث نہیں ہوگا [۳] قسم کھائی کہ دودھ نہیں کھائے گا، اور دودھ کا شیراز ہ بنا دیا اور اس کو کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: یہاں کھجور کی ذات پر قسم نہیں ہے بلکہ اس کی گدر پن صفت پر قسم ہے۔ کیوں کہ بعض آدمی کو گدر کھجور اچھی نہیں لگتی اس لیے ادھ پکی کھجور کھانے سے حانث ہوگا۔ پک جانے کے بعد کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ اسی طرح رطب کی صفت پر قسم ہے، اس لیے خشک ہونے کے بعد کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں کی طرح کی چیز کھائی جاتی ہے اس لیے ایک طرح پر قسم کھائی تو دوسری طرح کی چیز سے حانث نہیں ہوگا۔

لغت: البسر: کچی کھجور، گدر کھجور۔ رطب: پکی کھجور۔ شیراز: دودھ سکھا کر کچھ بناتے ہیں اس کو شیراز، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲ـ بخلاف اگر قسم کھائی کہ اس بچے سے بات نہیں کرے گا، یا اس جوان سے بات نہیں کرے گا، اور بوڑھا ہونے کے بعد بات کی [تو حانث ہو جائے گا] اس لیے کہ بات نہ کر کے مسلمان کو چھوڑنا ممنوع ہے، اس لیے شریعت میں بلانے والی چیز کا اعتبار نہیں ہوگا۔

تشریح: قسم کھائی کہ اس جوان سے بات نہیں کروں گا اور بوڑھا ہونے کے بعد اس سے بات کی تب بھی حانث ہوگا۔

وجہ: (۱) یہاں جوان کی ذات مراد ہے جوانی صفت مراد نہیں ہے، اس لیے جوانی ختم ہونے کے بعد بھی بات کرنے سے حانث ہو جائے گا۔ (۲) مسلمان سے بات کرنا چھوڑ دینا حدیث میں اس کو منع کیا ہے، اس لیے بات نہ کرنے کا تعلق جوانی کی صفت سے نہیں ہوگا، بلکہ اس کی ذات سے ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۷۶) اگر قسم کھائی کہ اس حمل کا گوشت نہیں کھائے گا، پس وہ مینڈھا ہو گیا پھر اس کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: یہاں بھی اس حمل سے مراد حمل کی صفت نہیں ہے بلکہ حمل کی ذات ہے اس لیے مینڈھا ہونے کے بعد بھی اس کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا۔ کیوں کہ ذات تو وہی ہے۔

اصول: یہ دیکھا جائے گا کہ قسم کھانے والے نے کہاں ذات مراد لی ہے اور کہاں صفت مراد لی ہے۔ جہاں ذات مراد لی ہے وہاں اس صفت کے زائل ہونے کے بعد بھی ذات سے بات کرے گا تو حانث ہوگا۔ اور جہاں صفت مراد لی ہے وہاں اس صفت کے موجود رہنے تک بات کرے گا تو حانث ہوگا۔ اور صفت زائل ہونے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ـ اس لیے کہ بچپنے کی صفت قسم کی طرف بلانے والی نہیں ہے، اس لیے کہ مینڈھے کے گوشت سے کھانے سے لوگ بچتے ہیں

قَالَ (۲۳۷۷) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ بُسْرًا فَأَكَلَ رُطَبًا لَمْ يَحْنَثْ ل لِأَنَّهُ لَيْسَ بِبُسْرٍ. (۲۳۷۸) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ رُطَبًا أَوْ بُسْرًا أَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ رُطَبًا وَلَا بُسْرًا فَأَكَلَ مُذَنِّبًا حَنِثَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا لَا يَحْنَثُ فِي الرُّطَبِ ل يَعْنِي بِالْبُسْرِ الْمُذَنِّبِ وَلَا فِي الْبُسْرِ بِالرُّطَبِ الْمُذَنِّبِ لِأَنَّ الرُّطَبَ الْمُذَنِّبَ يُسَمَّى رُطَبًا وَالْبُسْرَ الْمُذَنِّبَ يُسَمَّى بُسْرًا فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ الْيَمِينُ عَلَى الشِّرَاءِ.

تشریح: حمل کا گوشت کھائے اور مینڈھے کا گوشت نہ کھائے ایسی کوئی بلانے والی چیز نہیں ہے، بلکہ مینڈھے کا گوشت بڑا ہونے کی وجہ سے بدمزا ہوتا ہے اس لیے اس کے کھانے سے لوگ رکتے ہیں، اس لیے یہاں حمل کی ذات مراد ہے اس لیے وہ حمل مینڈھا ہو جائے پھر کھائے تب بھی حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۷۷) قسم کھائی کہ آدھ پکا کھجور نہیں کھائے گا پھر اس نے تر کھجور کھا لیا تو حانث نہیں ہوگا اس لیے کہ یہ تر کھجور نہیں ہے۔

وجہ: یہاں مدار کھجور کی صفت ہے ذات نہیں اس لیے صفت بدل جانے کے بعد کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۷۸) کسی نے قسم کھائی کہ تر کھجور نہیں کھائے گا، یا گدر کھجور نہیں کھائے گا، یا قسم کھائی کہ ترا اور گدر کھجور نہیں کھائے گا، پھر مذنب کھجور کھایا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تر کھجور کھانے میں حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل یعنی رطب کے نہ کھانے کی قسم کھائی اور بسر مذنب کھا لیا، یا بسر کے نہ کھانے کی قسم کھائی اور رطب مذنب کھا لیا تو حانث نہیں ہوگا اس لیے کہ رطب مذنب کو رطب، کہتے ہیں اور بسر مذنب کو بسر، کہتے ہیں، تو ایسا ہو گیا جیسے خریدنے پر قسم کھائے۔

لغت: کچے کھجور کی دم میں ہلکی سی لالی آ گئی ہو اس کو بسر مذنب، کہتے ہیں۔ اور پکی ہوئی کھجور کی دم میں ہلکی سی کچی رہ جائے اس کو رطب مذنب، کہتے ہیں۔

تشریح: مصنف نے پانچ مسئلوں کو ایک ساتھ ملا دیا ہے۔ [۱] قسم کھائی کہ رطب [تر کھجور] نہیں کھائے گا اور مذنب کھا لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا، کیوں کہ رطب مذنب اس کو کہتے ہیں جو رطب ہی ہے لیکن اس کی دم میں ہلکا سا کچا پن ہے، اس لیے اس نے رطب ہی کھایا اس لیے حانث ہو جائے گا۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ۔ قسم کھائی کہ بسر [کچا کھجور] نہیں کھائے گا، مذنب کھا لیا تو حانث ہو جائے گا، اس لیے کہ بسر ہی ہے لیکن اس کی دم میں ہلکی سی لالی آ گئی ہے، تو چونکہ اس نے بسر کھایا ہے اس لیے حانث ہو جائے گا۔ [۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ نہ رطب کھائے گا اور نہ بسر کھائے گا، پھر اس نے مذنب کھا لیا، پس اگر رطب کا مذنب کھایا تو گویا کہ رطب کھایا، اور بسر کا مذنب کھایا تو بسر کھا لیا اس لیے حانث ہو جائے گا۔

[۴] چوتھا مسئلہ صاحبین والا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ قسم کھائی کہ رطب نہیں کھائے گا اور بسر مذنب کھا لیا تو حانث نہیں ہو گیا، کیوں کہ بسر مذنب رطب نہیں ہے۔ [۵] قسم کھائی کہ بسر نہیں کھائے گا اور رطب مذنب کھا لیا تو چونکہ اس نے بسر نہیں کھایا اس لیے حانث نہیں ہوگا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ قسم کھائی کہ رطب نہیں خریدے گا اور ایک ایسا گچھہ خریدا جس میں جس میں زیادہ تر بسر تھے، لیکن تھوڑا سا رطب بھی تھا تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ یہاں رطب مغلوب ہے، اسی طرح یہاں تھوڑی سی لالی ہے تو اس سے حانث نہیں ہوگا، کیونہ وہ مغلوب ہے۔

۲؎ وَلَهُ أَنَّ الرُّطَبَ الْمُذَنِّبَ مَا يَكُونُ فِي ذَنَبِهِ قَلِيلُ بُسْرٍ، وَالْبُسْرَ الْمُذَنِّبَ عَلٰى عَكْسِهِ فَيَكُونُ آكِلُهُ آكِلَ الْبُسْرِ وَالرُّطَبِ، وَكُلُّ وَاحِدٍ مَقْصُودٌ فِي الْأَكْلِ ۳؎ بِخِلَافِ الشِّرَاءِ لِأَنَّهُ يُصَادِفُ الْجُمْلَةَ فَيَتْبَعُ الْقَلِيلُ فِيهِ الْكَثِيرَ. (۲۳۷۹) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَشْتَرِي رُطَبًا فَاشْتَرَى كِبَاسَةَ بُسْرٍ فِيهَا رُطَبٌ لَا يَحْنَثُ ۱؎ لِأَنَّ الشِّرَاءَ يُصَادِفُ الْجُمْلَةَ وَالْمَغْلُوبَ تَابِعٌ ۲؎ وَلَوْ كَانَتْ الْيَمِينُ عَلٰى الْأَكْلِ يَحْنَثُ لِأَنَّ الْأَكْلَ يُصَادِفُهُ شَيْئًا فَشَيْئًا فَكَانَ كُلٌّ مِنْهُمَا مَقْصُودًا ۳؎ وَصَارَ كَمَا إذَا حَلَفَ لَا يَشْتَرِي شَعِيرًا أَوْ لَا يَأْكُلُهُ فَاشْتَرَى حِنْطَةً فِيهَا حَبَّاتُ شَعِيرٍ وَأَكَلَهَا يَحْنَثُ فِي الْأَكْلِ دُونَ الشِّرَاءِ لِمَا قُلْنَا.

ترجمہ: ۲؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مذنب رطب اس کو کہتے ہیں کہ جو رطب ہوتا ہے لیکن اس کی دم میں تھوڑا سا کچا پن ہوتا ہے، اور مذنب بسر اس کا الٹا ہوتا ہے [یعنی کھجور کچی ہوتی ہے، لیکن اس کی دم میں تھوڑی سی لالی ہوتی ہے] اس لیے مذنب بسر کا کھانے والا، بسر کھایا ہے، اور مذنب رطب کا کھانے والا رطب کھایا ہے، اور ہر ایک کے کھانے کا مقصد الگ الگ ہے۔

تشریح: واضح ہے، اور اس کی کچھ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ بخلاف خریدنے کے اس لیے کہ وہاں مجموعہ خریدتے ہیں اور تھوڑا زیادہ کا تابع ہوتا ہے۔

تشریح: یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، کہ خریدنے میں مجموعہ کو دیکھا جاتا ہے، اور اس میں جو تھوڑا ہوتا ہے وہ زیادہ کے تابع ہوتا ہے، اس لیے اگر زیادہ رطب ہے اور تھوڑا سا بسر ہے تو اور قسم کھائی تھی کہ بسر نہیں خریدوں گا تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ زیادہ کا اعتبار رہے۔

ترجمہ: (۲۳۷۹) اگر قسم کھائی تھی کہ رطب نہیں خریدوں گا، پھر اس نے بسر کا ایک گچھا خریدا، جس میں تھوڑا سا رطب بھی تھا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ خریدنا مجموعے کا ہوتا ہے اور جو مغلوب ہوتا ہے وہ غالب کا تابع ہوتا ہے۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ خریدنے میں مجموعے میں جو زیادہ ہو اس کا اعتبار ہے، اور جو مغلوب ہو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ یہاں رطب کم ہے اور بسر [آدھ پکا کھجور] زیادہ ہے اس لیے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر قسم کھانے کی چیز پر ہوتی تو رطب کھانے سے حانث ہو جاتا، اس لیے کہ کھانا ایک ایک لقمہ کر کے ہوتا ہے تو رطب اور بسر دونوں ہی مقصود ہیں۔

تشریح: قسم کھائی کہ رطب نہیں کھاوں گا پھر اس نے بسر زیادہ کھایا، اور ایک دو رطب بھی کھا لیا تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: کیوں کہ کھانے میں مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ ایک ایک لقمہ کر کے کھاتا ہے اور ایک ایک لقمہ مقصود ہوتا ہے، اس لیے جیسے ہی رطب کا لقمہ کھایا وہ حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اور ایسا ہو گیا، قسم کھائی کہ جو نہیں خریدے گا اور نہ اس کو کھائے گا، پھر گیہوں خریدا جس میں کچھ دانے جو کے بھی تھے، اور اس دانے کو کھا لیا تو کھانے میں حانث ہوگا، خریدنے میں حانث نہیں ہوگا، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: اس مسئلے میں دونوں مثالیں ایک ساتھ پیش کی ہیں۔ قسم کھائی کہ جو نہیں خریدوں گا، اور نہ اس کو کھاوں گا، اب گیہوں خریدا جس

قالَ (۲۳۸۰)وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ لَحْمًا فَأَكَلَ لَحْمَ السَّمَكِ لَا يَحْنَثُ ۱؎ وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْنَثَ لِأَنَّهُ يُسَمَّى لَحْمًا فِي الْقُرْآنِ. وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ التَّسْمِيَةَ مَجَازِيَّةٌ لِأَنَّ اللَّحْمَ مُنْشَأُهُ مِنْ الدَّمِ وَلَا دَمَ فِيهِ لِسُكُونِهِ فِي الْمَاءِ (۲۳۸۱) وَإِنْ أَكَلَ لَحْمَ خِنْزِيرٍ أَوْ لَحْمَ إنْسَانٍ يَحْنَثُ ۱؎ لِأَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقِيٌّ إلَّا أَنَّهُ حَرَامٌ. وَالْيَمِينُ قَدْ تُعْقَدُ لِلْمَنْعِ مِنْ الْحَرَامِ(۲۳۸۲) وَكَذَا إذَا أَكَلَ كَبِدًا أَوْ كَرِشًا ۱؎ لِأَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقَةً فَإِنَّ نُمُوَّهُ مِنْ الدَّمِ وَيُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ اللَّحْمِ. ۲؎ وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا لَا يَحْنَثُ لِأَنَّهُ لَا يُعَدُّ لَحْمًا.(۲۳۸۳) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ أَوْ لَا يَشْتَرِي شَحْمًا لَمْ يَحْنَثْ إلَّا فِي شَحْمِ الْبَطْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَا: يَحْنَثُ فِي شَحْمِ الظَّهْرِ أَيْضًا

میں کچھ دانے جو کے بھی تھے، تو خریدنے میں حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ غالب گیہوں ہے اور جو مغلوب ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں ہے۔ لیکن اگر جو کے دانے کو کھالیا تو حانث ہو جائے گا، کیوں کہ کھانا ایک ایک دانہ کر کے ہوگا جو مقصود ہے۔

ترجمہ:(۲۳۸۰) کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا پس مچھلی کا گوشت کھایا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: مچھلی گوشت سے بالکل الگ چیز ہے۔ اس لیے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا۔ پس مچھلی کھائی تو حانث نہیں ہوگا (۲) یہی وجہ ہے کہ گوشت کو بغیر ذبح کئے ہوئے کھانا حلال نہیں ہے اور مچھلی بغیر ذبح کئے ہوئے کھانا حلال ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مچھلی اور چیز ہے اور گوشت اور چیز ہے۔

ترجمہ:۱؎ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ مچھلی کا گوشت کھانے سے حانث ہو جائے اس لیے کہ قرآن میں اس کو لحم کہا ہے، لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں اس کو مجازا گوشت کہا ہے، اس لیے کہ گوشت خون سے پیدا ہوتا ہے، اور مچھلی میں خون نہیں ہوتا کیوں کہ وہ پانی میں رہتا ہے۔

تشریح: قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ حانث ہو جائے کیوں کہ قرآن کریم میں مچھلی کو لحم طری کہا ہے۔ وَ مِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا (آیت ۱۲، سورہ فاطر ۳۵) اس آیت میں مچھلی کو لحم طری کہا ہے، لیکن اوپر قسم کا مدار عام محاورے پر ہے۔

ترجمہ:(۲۳۸۱) اور اگر سور کا گوشت کھایا یا انسان کا گوشت کھایا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ وہ گوشت ہے اگرچہ حرام ہے، کیوں کہ قسم کبھی حرام سے رکنے کے لیے کھائی جاتی ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ:(۲۳۸۲) ایسے ہی اگر کلیجی کھائی یا اوجھڑی کھائی تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ کیوں کہ حقیقت میں وہ گوشت ہیں، اس لیے کہ اس کی پیدائش خون سے ہے اور گوشت کی طرح استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۲؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ ہمارے عراق کے عرف میں حانث نہیں ہوگا اس لیے کہ ہمارے عرف میں اس کو گوشت شمار نہیں کرتے۔

تشریح: صاحب ہدایہ کے عرف میں کلیجی اور اوجھڑی کو گوشت نہیں کہتے اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے اس لیے ان کے عرف میں اس کو کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۲۳۸۳) اگر قسم کھائی کہ چربی نہیں خریدے گا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پیٹ کی چربی میں حانث ہوگا، اور صاحبینؒ نے

۱؎ وَهُوَ اللَّحْمُ السَّمِينُ لِوُجُودِ خَاصِّيَّةِ الشَّحْمِ فِيهِ وَهُوَ الذَّوْبُ بِالنَّارِ. ۲؎ وَلَهُ أَنَّهُ لَحْمٌ حَقِيقَةً؛ أَلَا تَرَاهُ أَنَّهُ يَنْشَأُ مِنْ الدَّمِ وَيُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَهُ وَتَحْصُلُ بِهِ قُوَّتُهُ وَلِهَذَا يَحْنَثُ بِأَكْلِهِ فِي الْيَمِينِ عَلَى أَكْلِ اللَّحْمِ، وَلَا يَحْنَثُ بِبَيْعِهِ فِي الْيَمِينِ عَلَى بَيْعِ الشَّحْمِ، ۳؎ وَقِيلَ هٰذَا بِالْعَرَبِيَّةِ، فَأَمَّا اسْمُ بِيه بِالْفَارِسِيَّةِ لَا يَقَعُ عَلَى شَحْمِ الظَّهْرِ بِحَالٍ. (۲۳۸۴) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَشْتَرِي أَوْ لَا يَأْكُلُ لَحْمًا أَوْ شَحْمًا فَاشْتَرَى أَلْيَةً أَوْ أَكَلَهَا لَمْ يَحْنَثْ ۱؎ لِأَنَّهُ نَوْعٌ ثَالِثٌ حَتَّى لَا يُسْتَعْمَلَ اسْتِعْمَالَ اللُّحُومِ وَالشُّحُومِ. (۲۳۸۵) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هٰذِهِ الْحِنْطَةِ لَمْ يَحْنَثْ حَتَّى يَقْضِمَهَا، وَلَوْ أَكَلَ مِنْ خُبْزِهَا لَمْ يَحْنَثْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَا: إنْ أَكَلَ مِنْ

فرمایا کہ پیٹھ کی چربی میں بھی حانث ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ وہ موٹا گوشت ہے جس میں چربی کی خاصیت ہے کہ وہ آگ میں پگھل جاتی ہے۔

تشریح:امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چربی حقیقت میں گوشت ہے، کیوں کہ وہ خون سے پیدا ہوتی ہے اور گوشت کی طرح کھائی جاتی ہے، اس لیے جو خالص چربی ہے جو پیٹ کے آنتوں میں ہوتی ہے اسی چربی کے کھانے سے حانث ہوگا، اور پیٹھ کی چربی جو گوشت کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے اس کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ وہ گوشت کے حکم میں ہے۔ اور صاحبین کے یہاں پیٹ کی چربی اور پیٹھ کی چربی کھانے سے بھی حانث ہوگا، کیوں کہ اس میں چربی کی خاصیت ہے، یعنی آگ میں پگھل جانا۔

ترجمہ:۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پیٹھ کی چربی حقیقت میں گوشت ہے، وہ خون سے پیدا ہوتی ہے اور گوشت کی طرح استعمال کی جاتی ہے، اور اس سے گوشت کی غذا حاصل کی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھاوں گا تو پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث ہوجائے گا، اور قسم کھائی کہ چربی نہیں بیچے گا تو پیٹھ کی چربی بیچنے سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح:امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ پیٹھ کی چربی چربی نہیں ہے بلکہ یہ گوشت ہے، اس کی تین دلیل دی [۱] وہ خون سے پیدا ہوتی ہے اور گوشت کی استعمال کی جاتی ہے [۲] قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا اور پیٹھ کی چربی کھالی تو حانث ہوجائے گا [۳] قسم کھائی کہ چربی نہیں بیچے گا اور پیٹھ کی چربی بیچی تو حانث نہیں ہوگا، اس سے ثابت ہوا کہ پیٹھ کی چربی نہیں ہے اس لیے اس کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ تفصیل عربی میں ہے، فارسی میں اگر پیہ، کہا تو کسی حال میں پیٹھ کی چربی کو شامل نہیں ہوگا۔

تشریح:فارسی میں پیہ خالص چربی کو کہتے ہیں، اور پیٹھ کی چربی خالص چربی نہیں ہوتی اس لیے پیہ کہنے سے پیٹھ کی چربی کو شامل نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۲۳۸۴) اگر قسم کھائی کہ گوشت یا چربی نہ خریدے گا اور نہ کھائے، اس نے دنبہ کی چکتی خریدی یا کھائی تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ یہ تیسری قسم ہے یہی وجہ ہے کہ یہ چکتی گوشت اور چربی کی جگہ استعمال نہیں ہوتی۔

تشریح:دنبہ کی چکتی نہ گوشت ہے اور نہ چربی ہے وہ کوئی تیسری قسم ہے اس لیے کسی نے قسم کھائی کہ گوشت، اور چربی نہیں کھاوں گا اور اس نے چکتی کھالی یا خرید لیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۲۳۸۵) قسم کھائی کہ اس گیہوں سے نہیں کھائے گا، تو جب تک اس کو چبا کر نہ کھائے حانث نہیں ہوگا، اگر اس کی روٹی کھائی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کی روٹی کھائی تب بھی حانث ہوجائے گا۔

خُبْزِهَا حَنِثَ أَيْضًا ۱ـ لِأَنَّهُ مَفْهُومٌ مِنْهُ عُرْفًا. وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ لَهُ حَقِيقَةً مُسْتَعْمَلَةً فَإِنَّهَا وَتُغْلَى تُقْلَى وَتُؤْكَلُ قَضْمًا وَهِيَ قَاضِيَةٌ عَلَى الْمَجَازِ الْمُتَعَارَفِ عَلَى مَا هُوَ الْأَصْلُ عِنْدَهُ. ۲ـ وَلَوْ قَضَمَهَا حَنِثَ عِنْدَهُمَا هُوَ الصَّحِيحُ لِعُمُومِ الْمَجَازِ، كَمَا إِذَا حَلَفَ لَا يَضَعُ قَدَمَهُ فِي دَارِ فُلَانٍ. وَإِلَيْهِ الْإِشَارَةُ بِقَوْلِهِ فِي الْخُبْزِ حَنِثَ أَيْضًا.(۲۳۸۶)وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ مِنْ هَذَا الدَّقِيقِ فَأَكَلَ مِنْ خُبْزِهِ حَنِثَ لِأَنَّ عَيْنَهُ غَيْرُ مَأْكُولٍ فَانْصَرَفَ إِلَى مَا يُتَّخَذُ مِنْهُ وَلَوْ اسْتَفَّهُ كَمَا هُوَ لَا يَحْنَثُ ۱ـ هُوَ الصَّحِيحُ لِتَعَيُّنِ الْمَجَازِ مُرَادًا.

ترجمہ: ۱ـ اس لیے کہ عرف میں گیہوں سے روٹی ہی مراد ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ گیہوں حقیقت ہے اور اس کو استعمال بھی کرتے ہیں، چناں چہ گیہوں کو ابالتے ہیں، اس کو بھونتے ہیں اور چبا کر کھاتے ہیں، اور وہ مجاز متعارف پر فیصلہ کرنے والا ہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قاعدہ ہے۔

تشریح: یہاں منطقی محاورہ استعمال ہوا ہے۔ ایک حقیقت ہو اور اس کو کبھی کبھی استعمال بھی کرتے ہوں اس کو حقیقت مستعملہ کہتے ہیں، جیسے گیہوں کی روٹی کھاتے ہیں، لیکن اس کو چبا کر بھی کھاتے ہیں، تو گیہوں بول کر اسکو چبا کر کھانا مراد لے تو یہ حقیقت مستعملہ ہوا، اور روٹی کھانا مراد لے تو یہ مجاز متعارف ہے، یعنی گیہوں کا مجازی معنی ہے لیکن عرف میں یہی استعمال ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا اصول یہ ہے مجاز متعارف سے حقیقت مستعملہ مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔ کسی نے قسم کھائی کہ گیہوں نہیں کھاوں گا گیہوں ہی چبا کر کھائے تو حانث ہوگا، کیوں کہ گیہوں کو بھون کر کھاتے ہیں اور اس کی روٹی کھائی تو حانث نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک روٹی کھانے سے بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ: انکے یہاں مجاز متعارف لینا زیادہ بہتر ہے، اور روٹی کھانا مجاز متعارف ہے اس لیے اس کے کھانے سے بھی حانث ہوگا۔

لغت: تغلی: غلی سے مشتق ہے، ابالنا۔ تقلی: قلی سے مشتق ہے، بھوننا۔ قضما: قضم سے مشتق ہے، چبا کر کھانا۔ قاضیة: قضا سے مشتق ہے، بھاری ہے، فیصلہ کن ہے۔

ترجمہ: ۲ـ اور اگر گیہوں کا چبا کر کھایا تب بھی صاحبینؒ کے یہاں حانث ہو جائے گا مجاز کے عموم ہونے کی وجہ سے، جیسے کوئی قسم کھائے کہ فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھے گا تو ننگا قدم اور سوار ہو کر قدم رکھے گا تب بھی حانث ہو جائے گا، اسی عموم مجاز کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ، روٹی کھانے میں بھی حانث ہوگا۔

تشریح: اگر گیہوں چبا کر کھایا تب بھی صاحبینؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا، کیوں کہ عموم مجاز میں گیہوں چبا کر کھانا بھی آتا ہے اور اس کی روٹی کھانا بھی شامل ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، کسی نے کہا کہ میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو ننگا پیر سے قدم رکھے گا تب بھی حانث ہوگا، جوتا پہن کر قدم رکھے گا تب بھی حانث ہوگا، اور سوار ہو کر گھر میں داخل ہوگا تب بھی حانث ہو جائے گا، کیوں کہ یہاں عموم مجاز میں سب شامل ہیں۔

ترجمہ: (۲۳۸۶) اگر قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہیں کھائے گا۔ پس اس کی روٹی کھائی تو حانث ہو جائے گا۔ [اس لیے کہ عین آٹے کو نہیں کھاتے ہیں، تو آٹے سے جو روٹی بنائی جاتی ہے اس کی طرف پھیرا جائے گا] اور اگر آٹا ہی پھانک لیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ـ صحیح یہی ہے اس لیے کہ یہاں مجاز متعین ہے۔

(۲۳۸۷) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ خُبْزًا فَيَمِينُهُ عَلَى مَا يُعْتَادُ أَهْلُ الْمِصْرِ أَكْلَهُ خُبْزًا وَذَلِكَ خُبْزُ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمُعْتَادُ فِي غَالِبِ الْبُلْدَانِ (۲۳۸۸)وَلَوْ أَكَلَ مِنْ خُبْزِ الْقَطَائِفِ لَا يَحْنَثُ لِ لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى خُبْزًا مُطْلَقًا إِلَّا إِذَا نَوَاهُ لِأَنَّهُ مُحْتَمَلُ كَلَامِهِ (۲۳۸۹) وَكَذَا لَوْ أَكَلَ خُبْزَ الْأُرْزِ بِالْعِرَاقِ لَمْ يَحْنَثْ لِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُعْتَادٍ عِنْدَهُمْ حَتَّى لَوْ كَانَ بِطَبَرِسْتَانَ أَوْ فِي بَلْدَةٍ طَعَامُهُمْ ذَلِكَ يَحْنَثُ. (۲۳۹۰) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ الشِّوَاءَ فَهُوَ عَلَى اللَّحْمِ دُونَ الْبَاذِنْجَانِ وَالْجَزَرِ لِ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ اللَّحْمُ الْمَشْوِيُّ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ إِلَّا أَنْ

اصول: عرف میں آٹے سے جو روٹی کھائی جاتی ہے وہ مراد ہوگی۔

وجه: عام طور پر لوگ آٹا نہیں پھانکتے بلکہ آٹے کی روٹی بنا کر کھاتے ہیں اس لیے یہاں بالاتفاق آٹے سے اس کی روٹی مراد ہے۔ اس لیے روٹی کھائے تو حانث ہوگا۔ آٹا کھائے گا تو حانث نہیں ہوگا کیوں کہ اس کو پھانکنا عموما مراد نہیں ہوتا۔

لغت: استف: آٹا پھانکنا۔

ترجمه: (۲۳۸۷) اگر قسم کھائی کہ روٹی نہیں کھائے گا تو قسم کا مدار اس چیز کی روٹی پر ہوگا جسکی روٹی وہ شہر والے کھاتے ہیں۔

ترجمه: ل یہ روٹی گیہوں کی یا جو کی ہوگی اس لیے کہ عام شہر میں اسی کی عادت ہے۔

تشریح: اس شہر میں جس چیز کی روٹی کھائی جاتی ہے مطلق روٹی بولنے سے اسی کی روٹی مراد ہوگی اور وہی کھانے سے حانث ہوگا، کسی اور چیز کی روٹی کھائی جو عام طور پر کھائی نہیں جاتی ہے تو اس سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۲۳۸۸) اور اگر چار مغز کی روٹی کھائی تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمه: ل اس لیے کہ اس کو مطلق روٹی نہیں کہتے، ہاں اس کی نیت کر لے تو ہو جائے گا، کیوں کہ اس کے کلام میں اس کا احتمال ہے۔

تشریح: کھیرا، کدو، خربوزہ، اور بادام کی بیجوں کو چار مغز کہتے ہیں اس کی روٹی پکا کر کھائی تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ مطلق روٹی بولتے ہیں تو چار مغز کی روٹی مراد نہیں ہوتی، لیکن کوئی آدمی اسی کی روٹی کی نیت کرے تو کر سکتا ہے، کیوں کہ یہ بھی روٹی ہے۔

ترجمه: (۲۳۸۹) ایسے ہی اگر عراق میں چاول کی روٹی کھائی تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمه: ل اس لیے کہ انکے یہاں چاول کی روٹی کھانے کی عادت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر طبرستان میں یا ایسے شہر میں جس میں اس کا کھانا چاول کی روٹی ہو تو حانث ہو جائے گا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمه: (۲۳۹۰) کسی نے قسم کھائی کہ بھنا ہوا نہیں کھائے گا تو وہ گوشت کے بھننے پر محمول ہوگی نہ کہ بیگن اور گاجر پر۔

ترجمه: ل اس لیے کہ مطلق بولتے وقت بھنا ہوا گوشت مراد ہوتا ہے، مگر یہ نیت کرے جو انڈا وغیرہ بھنا جاتا ہے، کیوں کہ وہ حقیقت ہے۔

تشریح: عرب میں الشواء یعنی بھنا ہوا جب بھی بولتے ہیں تو بھنا ہوا گوشت مراد لیتے ہیں، بھنا ہوا بیگن یا بھنا ہوا گاجر مراد نہیں لیتے۔ اس لیے بھنا ہوا گوشت کھانے سے حانث ہوگا، بھنا ہوا بیگن یا بھنا ہوا گاجر کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ اگر چہ بیگن اور گاجر کا بھنا بھی بھنا ہے لیکن عرب اس کو شواء نہیں کہتے ہیں۔ لیکن کوئی آدمی کسی اور چیز کے بھننے کی نیت کرے تو کر سکتا ہے، کیوں کہ وہ حقیقی معنی ہے۔

يَنْوِيَ مَا يُشْوَى مِنْ بِيضٍ أَوْ غَيْرِهِ لِمَكَانِ الْحَقِيقَةِ. (۲۳۹۱) وَإِنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ الطَّبِيخَ فَهُوَ عَلَى مَا يُطْبَخُ مِنَ اللَّحْمِ ۱ وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ، وَهَذَا لِأَنَّ التَّعْمِيمَ مُتَعَذِّرٌ فَيُصْرَفُ إِلَى خَاصٍّ هُوَ مُتَعَارَفٌ وَهُوَ اللَّحْمُ الْمَطْبُوخُ بِالْمَاءِ إِلَّا إِذَا نَوَى غَيْرَ ذٰلِكَ لِأَنَّ فِيهِ تَشْدِيدًا، ۲ وَإِنْ أَكَلَ مِنْ مَرَقِهِ يَحْنَثُ لِمَا فِيهِ مِنْ أَجْزَاءِ اللَّحْمِ وَلِأَنَّهُ يُسَمَّى طَبِيخًا. (۲۳۹۲) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ الرُّءُوسَ فَيَمِينُهُ عَلَى مَا يُكْبَسُ فِي التَّنَانِيرِ وَيُبَاعُ فِي الْمِصْرِ وَيُقَالُ يُكْنَسُ (۲۳۹۳) وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: لَوْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ رَأْسًا فَهُوَ عَلَى رُءُوسِ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ عَلَى الْغَنَمِ خَاصَّةً ۱ وَهَذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ كَانَ الْعُرْفُ فِي زَمَنِهِ فِيهِمَا وَفِي زَمَنِهِمَا فِي الْغَنَمِ خَاصَّةً وَفِي زَمَانِنَا

لغت:الشواء: بھنا۔ الجزر: گاجر۔

ترجمہ:(۲۳۹۱) اگر قسم کھائی کہ پکا ہوا نہیں کھائے گا تو وہ پکے ہوئے گوشت پر محمول ہوگی۔

ترجمہ:۱ عرف کا اعتبار کرتے ہوئے یہ استحسان کا تقاضہ ہے، اس لیے کہ یہاں عام کرنا متعذر ہے اس لیے خاص کی طرف پھیرا جائے گا جو متعارف ہے اور وہ پانی میں پکایا ہوا گوشت ہے، مگر اس کے علاوہ کی نیت کی تو وہ بھی ہوسکتا ہے اس لیے کہ وہ اپنے او پر سختی کو بڑھا رہا ہے۔

تشریح:طبیخ ہر چیز کی پکی ہوئی چیز کو کہتے ہیں، لیکن عرب میں طبیخ پکے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں اس لیے پکے ہوئے گوشت کے کھانے سے حانث ہوگا، کسی دوسری چیز کے پکے ہوئے سالن سے حانث نہیں ہوگا۔، لیکن اگر دوسری پکی ہوئی چیز کی نیت کی تو کر سکتا ہے، کیوں کہ یہ کلام کی حقیقت ہے۔ البتہ وہ اپنے او پر سختی کر رہا ہے اس لیے قاضی اس کی تصدیق کرے گا۔

لغت:الطبیخ: طبخ سے مشتق ہے پکا ہوا گوشت۔

ترجمہ:۲ اگر گوشت شربہ پی لیا تو حانث ہو جائے گا، اس لیے کہ اس میں گوشت کا ٹکڑا ہے، اور اس کو بھی طبیخ [پکا ہوا] کہتے ہیں۔

تشریح:واضح ہے

ترجمہ:(۲۳۹۲) کسی نے قسم کھائی کہ سر نہیں کھائے گا تو اس کی قسم اس پر ہوگی جو تنور میں پکتا ہوا اور شہر میں بکتا ہو۔

ترجمہ:۱ ایک عبارت میں یکبس، کے بجائے یکنس ہے، اس کا ترجمہ بھی داخل کرنا۔

تشریح: کھائے جانے والے تمام ہی جانور کے سر کو سر کہتے ہیں۔ لیکن یہاں قسم ان سروں پر محمول ہوگی جو تنور میں پکتے ہوں اور شہر میں بکتے ہوں۔ مثلاً گائے، اور بکری کے سر، مرغی کے اور بطخ کے سر مراد نہیں ہوں گے کیوں کہ نہ یہ شہر میں بکتے ہیں اور نہ ان کو تنور میں پکاتے ہیں۔ اس لیے بکری اور گائے کے سر کھانے سے حانث ہوگا۔

اصول:ان قسموں کا مدار محاورات پر ہے۔ محاورے میں دیکھیں کہ اس لفظ سے کیا مراد لیتے ہیں۔ اگر چہ اس کے معنی عام ہوں۔

ترجمہ:(۲۳۹۳) جامع صغیر میں ہے کہ، کسی نے قسم کھائی کہ سری نہیں کھائے گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گائے اور بکری کی سری پر محمول ہوگا، اور صاحبینؒ کے یہاں صرف بکری کی سری پر محمول ہوگا۔

ترجمہ:۱ یہ یہ زمانے کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں گائے اور بکری دونوں مستعمل تھی، اور صاحبین کے زمانے میں خاص

يُفْتَى عَلٰى حَسَبِ الْعَادَةِ كَمَا هُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْمُخْتَصَرِ. (۲۳۹۴)وَمَنْ حَلَفَ لَا يَأْكُلُ فَاكِهَةً فَأَكَلَ عِنَبًا أَوْ رُمَّانًا أَوْ رُطَبًا أَوْ قِثَّاءً أَوْ خِيَارًا لَمْ يَحْنَثْ، وَإِنْ أَكَلَ تُفَّاحًا أَوْ بِطِّيخًا أَوْ مِشْمِشًا حَنِثَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: حَنِثَ فِي الْعِنَبِ وَالرُّطَبِ وَالرُّمَّانِ أَيْضًا ۱؎ وَالْأَصْلُ أَنَّ الْفَاكِهَةَ اسْمٌ لِمَا يُتَفَكَّهُ بِهِ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهُ: أَيْ يُتَنَعَّمُ بِهِ زِيَادَةً عَلٰى الْمُعْتَادِ، وَالرُّطَبُ وَالْيَابِسُ فِيهِ سَوَاءٌ بَعْدَأَنْ يَكُونَ التَّفَكُّهُ بِهِ مُعْتَادًاحَتّٰى لَايَحْنَثَ بِيَابِسِ الْبِطِّيخِ، وَهَذَا الْمَعْنَى مَوْجُودٌ فِي التُّفَّاحِ وَأَخَوَاتِهِ فَيَحْنَثُ بِهَا وَغَيْرُ مَوْجُودٍ فِي الْقِثَّاءِ وَالْخِيَارِ لِأَنَّهُمَا مِنْ الْبُقُولِ بَيْعًا وَأَكْلًا فَلَا يَحْنَثُ بِهِمَا. ۲؎ وَأَمَّا الْعِنَبُ وَالرُّطَبُ وَالرُّمَّانُ فَهُمَايَقُولَانِ إنَّ مَعْنَى التَّفَكُّهِ مَوْجُودٌفِيهَافَإِنَّهَاأَعَزُّالْفَوَاكِهِ وَالتَّنَعُّمُ بِهَا يَفُوقُ التَّنَعُّمَ بِغَيْرِهَا، ۳؎ وَأَبُو حَنِيفَةَ يَقُولُ: إنَّ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ مِمَّا يُتَغَذَّى بِهَا وَيُتَدَاوَى بِهَا فَأَوْجَبَ قُصُورًا فِي مَعْنَى التَّفَكُّهِ لِلِاسْتِعْمَالِ فِي حَاجَةِ الْبَقَاءِ وَلِهَذَا كَانَ الْيَابِسُ مِنْهَا مِنْ التَّوَابِلِ أَوْ مِنْ الْأَقْوَاتِ.

طور پر بکری کی سری استعمال کرتے تھے، اور ہمارے زمانے میں عادت پر فتوی دیا جائے گا، قدوری میں یہی مذکور ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۳۹۴) اگر قسم کھائی کہ فاکھۃ نہیں کھائے گا پھر اس نے انگور، انار، تر کھجور، ککڑی، اور کھیرا کھایا تو حانث نہیں ہوگا، اور اگر سیب، خربوزہ، اور کشمش کھایا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حانث ہو جائیگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ انگور، اور تر کھجور، اور انار میں بھی حانث ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اصل قاعدہ یہ ہے کہ فاکھۃ اس کو کہتے ہیں جن سے کھانے سے پہلے، یا اس کے بعد تفکہ حاصل کیا جائے، یعنی عام عادت میں جو کھاتے ہیں اس سے زیادہ کھا کر عیش کیا جائے، اور تر کھجور اور خشک کھجور اس بارے میں برابر ہیں شرط یہ ہے کہ عادۃ تفکہ ہو، یہاں تک کہ خشک خربوزے سے حانث نہیں ہوگا، اور یہ تفکہ کا معنی سیب اور اس کے ہم جنس میں موجود ہے اس لیے اس سے حانث ہوگا اور ککڑی اور کھیرے میں موجود نہیں ہے اس لیے کہ وہ سبزی کے طور بیچے بھی جاتے ہیں اور کھائے بھی جاتے ہیں، اس لیے ان دونوں سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: فاکھہ کا معنی ہے جو چیز کھانے سے پہلے، یا کھانے کے بعد تفکہ کے طور پر کھائی جائے۔ اب انگور، انار، تر کھجور لوگ غذا کے طور پر کھاتے ہیں اس لیے اس کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا، اور ککڑی اور کھیرا لوگ سبزی کے طور پر کھاتے ہیں اس لیے اس کے کھانے سے بھی حانث نہیں ہوگا، اور سیب، خربوزہ، اور کشمش کو لوگ تفکہ کے طور پر کھاتے ہیں اس لیے اس کے کھانے سے حانث ہوگا۔

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ انگور، تر کھجور، اور انار سے لوگ تفکہ حاصل کرتے ہیں اس لیے انکے یہاں انکے کھانے سے حانث ہوگا۔

لغت: عنبا: انگور۔ رمانا: انار۔ رطبا: تر کھجور۔ قثاء: ککڑی۔ خیار: کھیرا۔ تفاح: سیب۔ بطیخا: خربوزہ۔ مشمش: کشمش۔

اصول: جس نے جس کو فاکھہ سمجھا اس سے حانث قرار دیا، اور جس کو فاکھہ نہیں سمجھا اس سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ بہر حال انگور، اور تر کھجور، اور انار تو صاحبین فرماتے ہیں کہ ان میں تفکہ کا معنی موجود ہے اس لیے کہ یہ عظیم فاکھہ ہیں، اور چیز سے زیادہ ان میں عیش ہے، [اس لیے ان کے کھانے سے حانث ہوگا]

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان چیزوں سے غذا حاصل کی جاتی ہے اور دوا بناتے ہیں، اس لیے تفکہ کے معنی میں کمی آ گئی

(۲۳۹۵) وَلَوْ حَلَفَ لَا يَأْتَدِمُ فَكُلُّ شَيْءٍ أُصْطُبِغَ بِهِ فَهُوَ إِدَامٌ وَالشِّوَاءُ لَيْسَ بِإِدَامٍ وَالْمِلْحُ إِدَامٌ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: كُلُّ مَا يُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ غَالِبًا فَهُوَ إِدَامٌ ل وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ لِأَنَّ الْإِدَامَ مِنْ الْمُوَادَمَةِ وَهِيَ الْمُوَافَقَةُ وَكُلُّ مَا يُؤْكَلُ مَعَ الْخُبْزِ مُوَافِقٌ لَهُ كَاللَّحْمِ وَالْبِيضِ وَنَحْوِهِ. ٢ وَلَهُمَا أَنَّ الْإِدَامَ مَا يُؤْكَلُ تَبَعًا، وَالتَّبَعِيَّةُ فِي الِاخْتِلَاطِ حَقِيقَةٌ لِيَكُونَ قَائِمًا بِهِ، وَفِي أَلَّا يُؤْكَلَ عَلَى الِانْفِرَادِ حُكْمًا، وَتَمَامُ الْمُوَافَقَةِ فِي الِامْتِزَاجِ أَيْضًا، ٣ وَالْخَلُّ وَغَيْرُهُ مِنْ الْمَائِعَاتِ لَا يُؤْكَلُ وَحْدَهُ بَلْ يُشْرَبُ، وَالْمِلْحُ لَا يُؤْكَلُ بِانْفِرَادِهِ عَادَةً وَلِأَنَّهُ يَذُوبُ فَيَكُونُ تَبَعًا، بِخِلَافِ اللَّحْمِ وَمَا يُضَاهِيهِ لِأَنَّهُ يُؤْكَلُ

اس لیے کہ زندہ رہنے کی ضرورت میں استعمال ہونے لگا، یہی وجہ ہے کہ اس کا جو خشک ہے وہ مسالہ میں اور غذا میں استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ انگور اور تر کھجور کو غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور انار سے دوا بناتے ہیں اس لیے تفکہ کا معنی اس میں کم ہو گیا، اور انکے خشک ہو جانے کے بعد مسالے کے طور پر اور غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لیے یہ خالص طور پر فاکھہ نہیں رہا اس لیے انکے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔

لغت: توابل: مسالہ۔ اقوات: قوت کی جمع ہے، غذا، غلہ۔

ترجمہ: (۲۳۹۵) اگر قسم کھائی کہ سالن نہیں کھائے گا تو ہر چیز جسکے ساتھ روٹی لگا کر کھائی جاتی ہو وہ ادام ہے،، بھانا ہوا گوشت ادام نہیں ہے، اور نمک ادام ہے امام ابوحنیفہ، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو اکثر روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہو وہ ادام ہے۔

ترجمہ: ل امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک روایت ہے، اس لیے کہ ادام موادمت سے مشتق ہے اور اس کا معنی موافقت کے ہے، اور جو کچھ روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہے گویا کہ وہ اس کے موافق ہے جیسے گوشت انڈا وغیرہ۔

تشریح: ادام کا ترجمہ ہے جو روٹی کے ساتھ ملا کر کھاتا ہو اور روٹی کے تابع ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھنا ہوا گوشت الگ سے بھی کھایا جاتا ہے اس لیے وہ ادام میں داخل نہیں ہے، اور نمک روٹی کے تابع بھی ہے اور اس کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے اس لیے وہ ادام ہے۔ اور امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو روٹی کے ساتھ ملا کر عام طور کھاتے ہیں اس کو ادام کہا جائے گا، اس اعتبار سے گوشت اور انڈا روٹی کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں اس لیے وہ ادام ہے۔

ترجمہ: ٢ امام ابوحنیفہ اور امام یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ ادام اس کو کہتے ہیں جس کو تابع بنا کر کھایا جاتا ہو، اور تابع ہونا حقیقت میں ملا کر ہوتا ہے تا کہ اس کے ساتھ لگا یا جائے۔ اور الگ سے نہیں کھایا جاتا ہو وہ بھی حکما تابع ہے اور تمام موافقت ملانے میں بھی۔

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ ادام کا ترجمہ ہے تابع کر کے کھانا اور جس کو ملا کر کھایا جاتا ہو وہ تابع ہے۔ اور تنہا نہیں کھایا جاتا ہو وہ بھی حکما تابع ہے، اور پوری موافقت اس میں ہے کہ گھلا ملا کر کھایا جاتا ہو۔

ترجمہ: ٣ سرکہ وغیرہ جو بہنے والی چیز ہے وہ تنہا نہیں کھائی جاتی ہے بلکہ پی جاتی ہے، اور نمک تنہا نہیں کھایا جاتا ہے اس لیے کہ وہ پگھلتا ہے اس لیے وہ تابع ہو جاتا ہے، اور گوشت اور جو اس کے شابہ ہے وہ تنہا کھایا جاتا ہے، مگر یہ کہ اس کی نیت کر لے، لیکن اس میں تشدد ہے۔

وَحْدَهُ إلَّا أَنْ يَنْوِيَهُ لِمَا فِيهِ مِنْ التَّشْدِيدِ، ۴ وَالْعِنَبُ وَالْبِطِّيخُ لَيْسَا بِإِدَامٍ هُوَ الصَّحِيحُ. (۲۳۹۶) وَإِذَا حَلَفَ لَا يَتَغَدَّى فَالْغَدَاءُ الْأَكْلُ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ إلَى الظُّهْرِ وَالْعَشَاءُ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ إلَى نِصْفِ اللَّيْلِ ۱ لِأَنَّ مَابَعْدَالزَّوَالِ يُسَمَّى عِشَاءً وَلِهَذَا تُسَمَّى الظُّهْرُ إحْدَى صَلَاتَيْ الْعِشَاءِ فِي الْحَدِيثِ(۲۳۹۷) وَالسُّحُورُ مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ إلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ ۱ لِأَنَّهُ مَأْخُوذٌمِنْ السَّحَرِوَيُطْلَقُ عَلَى مَا يَقْرُبُ مِنْهُ. ۲ ثُمَّ الْغَدَاءُ وَالْعَشَاءُ مَا يُقْصَدُ بِهِ الشِّبَعُ عَادَةً وَتُعْتَبَرُ عَادَةُ أَهْلِ كُلِّ بَلْدَةٍ فِي حَقِّهِمْ، وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ أَكْثَرَ مِنْ نِصْفِ الشِّبَعِ. ۳ وَمَنْ قَالَ إنْ لَبِسْت أَوْ أَكَلْت أَوْ شَرِبْت فَعَبْدِي حُرٌّ، وَقَالَ عَنَيْتُ شَيْئًا دُونَ شَيْءٍ لَمْ يُدَيَّنْ فِي الْقَضَاءِ وَغَيْرِهِ) لِأَنَّ النِّيَّةَ إنَّمَا تَصِحُّ فِي الْمَلْفُوظِ وَالثَّوْبُ وَمَا يُضَاهِيهِ غَيْرُ مَذْكُورٍ تَنْصِيصًا

تشریح: سرکہ ادام ہے، کیوں کہ وہ تنہا نہیں کھایا جاتا، بلکہ پیا جاتا ہے، نمک بھی تنہا نہیں کھایا جاتا بلکہ وہ روٹی کے ساتھ ملانے سے پگھل جاتا ہے اس لیے وہ بھی ادام ہے، گوشت تنہا کھایا جاتا ہے اس لیے وہ ادام نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴ انگور اور خربوزہ ادام نہیں ہے، صحیح بات یہی ہے، [کیوں کہ وہ روٹی کے ساتھ ملا کر نہیں کھاتے]

ترجمہ: (۲۳۹۶) اگر قسم کھائی کہ ناشتہ نہیں کرے گا تو ناشتہ وہ کھانا ہے طلوع فجر سے ظہر تک، اور عشاء نماز ظہر سے آدھی رات تک۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ جو زوال کے بعد ہو اس کو عشاء، کہتے ہیں، اس لیے کہ ظہر کی نماز بھی ایک حدیث میں عشاء کی نماز کہتے ہیں۔

تشریح: اس مسئلے میں لغوی تحقیق ہے کہ کوئی آدمی قسم کھائے کہ ناشتہ نہیں کھاؤں گا تو کس وقت سے کس وقت تک کھانے میں حانث ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ غدا یعنی ناشتہ طلوع فجر سے ظہر کے وقت تک کے کھانے کو کہتے ہیں۔ اور عشاء یعنی رات کا کھانا ظہر سے لے کر آدھی رات تک کے کھانے کو کہتے ہیں۔۔ اس درمیان کھائے گا تو حانث ہوگا۔

ترجمہ: (۲۳۹۷) اور سحری آدھی رات سے طلوع فجر تک۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ سحور سحری سے مشتق ہے اس لیے اس وقت پر بولا جاتا ہے جو سحری سے قریب ہو۔

تشریح: اور سحری آدھی رات سے لے کر طلوع فجر تک کے کھانے کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲ پھر غداء اور عشاء سے مراد یہ ہے کہ جتنے سے عادۃ پیٹ بھر جائے، اور ہر شہر والے کا اس کی عادت کا اعتبار ہوگا، اور شرط یہ ہے کہ آدھے پیٹ سے زیادہ ہو۔

تشریح: یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ کتنا کھانے سے ناشتہ اور رات کے کھانے کا حق ادا ہو جائے گا، فرماتے ہیں کہ جس سے عادۃ پیٹ بھر جائے اس سے ناشتہ اور رات کے کھانے کا حق ادا ہو جائے گا، تاہم آدھے پیٹ سے زیادہ ہونا چاہئے۔ پھر ہر شہر کی الگ الگ عادت ہوتی ہے، اس لیے کھانے میں اس شہر کی عادت کا اعتبار ہوگا۔

ترجمہ: ۳ کسی نے کہا اگر میں نے پہنا، یا اگر میں نے کھایا،، یا اگر میں نے پیا تو میرا غلام آزاد ہے، اور کسی متعین چیز کی نیت کی تو قضا میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اس کے علاوہ دیانۃ بھی اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ اس کے بعد مفعول بولے تو اس میں نیت صحیح ہوتی ہے، اور کپڑا اور جو اس کے مشابہ ہے وہ یہاں مذکور نہیں ہے۔

۴ وَالْمُقْتَضَى لَاعُمُومَ لَهُ فَلَغَتْ نِيَّةَ التَّخْصِيصِ فِيهِ (۲۳۹۸) وَإِنْ قَالَ إِنْ لَبِسْتُ ثَوْبًا أَوْ أَكَلْتُ طَعَامًا أَوْ شَرِبْت شَرَابًا لَمْ يُدَنْ فِي الْقَضَاءِ خَاصَّةً ۱ لِأَنَّهُ نَكِرَةٌ فِي مَحَلِّ الشَّرْطِ فَتَعُمُّ فَعُمِلَتْ نِيَّةُ التَّخْصِيصِ فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ خِلَافُ الظَّاهِرِ فَلَا يَدِينُ فِي الْقَضَاءِ. (۲۳۹۹) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَشْرَبُ مِنْ دِجْلَةَ فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ لَمْ

تشریح: یہاں منطقی انداز اختیار کیا ہے۔ مصنف کہنا یہ چاہتے ہیں کہ، لبستُ کے بعد ثوبا ذکر نہیں کیا، اگر لبستُ کے بعد ثوبا مفعول ذکر کرتا تو کوئی متعین کپڑا امراد لے سکتا تھا، لیکن کسی کپڑے کا ذکر نہیں کیا اس لیے متعین کپڑا امراد نہیں لے سکے گا، کوئی بھی کپڑا پہنے گا تو حانث ہو جائے گا۔ عنیت شیئا دون شیء، کا مطلب یہی ہے کہ کسی خاص کپڑے کی نیت کرے۔ یہی حال کہ اکلتُ کے بعد طعاما کا ذکر نہیں کیا اور شربتُ کے بعد ماء کا ذکر نہیں کیا اس لیے کسی خاص کھانے، اور خاص پینے کی نیت نہیں کر سکتا ہے۔

لغت: وغیرہ: وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ دیانۃ بھی اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہے۔ لان النیۃ انما تصح فی الملفوظ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لبست کے بعد ثوبا، مفعول ذکر کرتا تو خاص کپڑے کی نیت کر سکتا تھا۔ و ما یضاھیہ: اور جو اس کے مشابہ ہو، یہاں مشابہ سے مراد طعاما اور ماء ہے۔ تنصیصا: نص بنا کر، صراحتاً ذکر کر کے۔

ترجمہ: ۴ اور لبستُ کے بعد مفعول کا تقاضہ ہو اس کا عموم نہیں ہوتا، اس لیے تخصیص کی نیت بھی نہیں ہوگی۔

تشریح: یہ ایک اشکال کا جواب ہے، لبستُ کے بعد ثوبا کا ذکر نہیں کیا ہے، لیکن تقاضہ تو ہے کہ یہاں ثوبا محذوف ہے، اس لیے خاص کپڑے کی نیت کر سکتا ہے، تو اس کا جواب دیا کہ جو مقتضی ہے اس میں عموم نہیں ہوتا، اس لیے اس میں خاص کی نیت بھی نہیں کر سکتے۔

ترجمہ: (۲۳۹۸) اگر لبستُ کے بعد ثوبا کہا،، یا اکلتُ کے بعد طعاما، کہا، یا شربتُ کے بعد ماء، کہا اور کسی خاص کپڑے کی نیت کی تو قضاء نہیں مانی جائے گی، دیانۃ مان لی جائے گی۔

تشریح: کسی نے کہا ان لبثتُ ثوبا فعبدی حر، اور لبستُ کے بعد ثوبا کا ذکر کیا تو یہاں مفعول مذکور ہے اس لیے کسی خاص کپڑے کی نیت کی تو قضاء نہیں مانی جائے گی، کیوں کہ کپڑا عام ہے، لیکن دیانۃ مان لی جائے گی، کیوں کہ مفعول مذکور ہے، اسی طرح اکلتُ کے بعد طعاما کا ذکر کیا، اور شربتُ کے بعد شرابا کا ذکر کیا تو چونکہ مفعول مذکور ہے اس لیے خاص کھانے اور خاص پینے کی نیت کرنا دیانۃ جائز ہوگا قضاء بات نہیں مانی جائے گی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ ثوبا نکرہ ہے اور اس کے پہلے شرط لگی ہوئی ہے اس لیے عام ہوگا اس لیے تخصیص کی نیت جائز ہوگی، مگر یہ ظاہر کے خلاف ہے اس لیے قضاء نہیں مانا جائے گا۔

تشریح: یہ دلیل ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ لبستُ سے پہلے ان شرطیہ ہے، اور لبستُ کے بعد طعاما نکرہ ہے جو عموم چاہتا ہے، اس لیے کسی بھی کپڑے کو پہنے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا، اور چونکہ اس میں عموم آ گیا اس لیے اس میں خاص کپڑے کی نیت کر سکتا ہے، لیکن یہ ظاہر کے خلاف ہے اس لیے دیانۃ تو مانا جائے گا، قضاء نہیں مانا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۳۹۹) اگر قسم کھائی کہ دجلہ سے نہیں پیئے گا پھر اس سے پیا برتن کے ذریعہ تو حانث نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس میں منہ ڈال کر پیئے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

يَحْنَثْ حَتَّى يَكْرَعَ مِنْهَا كَرْعًا ۱؎ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: إذَا شَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ يَحْنَثُ لِأَنَّهُ مُتَعَارَفُ الْمَفْهُومِ. ۲؎ وَلَهُ أَنَّ كَلِمَةَ مِنْ لِلتَّبْعِيضِ وَحَقِيقَتُهُ فِي الْكَرْعِ وَهِيَ مُسْتَعْمَلَةٌ، وَلِهَذَا يَحْنَثُ بِالْكَرْعِ إجْمَاعًا فَمُنِعَتْ الْمَصِيرَ إلَى الْمَجَازِ وَإِنْ كَانَ مُتَعَارَفًا.(۲۴۰۰)وَإِنْ حَلَفَ لَا يَشْرَبُ مِنْ مَاءِ دِجْلَةَ فَشَرِبَ مِنْهَا بِإِنَاءٍ حَنِثَ ۱؎ لِأَنَّهُ بَعْدَ الِاغْتِرَافِ بَقِيَ مَنْسُوبًا إلَيْهِ وَهُوَ الشَّرْطُ فَصَارَ كَمَا إذَا شَرِبَ مِنْ مَاءِ نَهْرٍ يَأْخُذُ مِنْ دِجْلَةَ.(۲۴۰۱) مَنْ قَالَ إنْ لَمْ أَشْرَبْ الْمَاءَ الَّذِي فِي هَذَا الْكُوزِ الْيَوْمَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَلَيْسَ فِي الْكُوزِ مَاءٌ

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ دجلہ نہر سے نہیں پیئے گا تو اس کا یہ طریقہ ہے کہ نہر میں منہ لگا کر پیئے اور یہی حقیقی اور اصلی معنی ہے۔ دیہات کے چرواہے نہر میں منہ لگا کر پانی پیتے ہیں، ان کے پاس برتن کہاں ہوتا ہے۔ اس لیے منہ لگا کر پینا ہی مراد ہوگا اور اسی سے حانث ہوگا۔ اور برتن سے پانی لیا اور اس سے پیا تو حانث نہیں ہوگا۔

اصول: امام ابوحنیفہؒ کا اصول یہ ہے کہ حقیقی معنی مراد لینا ممکن ہو تو مجازی معنی پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اصول: صاحبین کا اصول یہ ہے کہ مجازی معنی جو متعارف ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اور صاحبین نے فرمایا کہ برتن سے لے کر بھی پیا تب بھی حانث ہو جائے گا، اس لیے کہ متعارف یہی ہے اور یہی سمجھا جاتا ہے۔

تشریح: صاحبینؒ کے نزدیک دجلہ کا پانی برتن میں لیا اور اس سے پیا تب بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ: وہ فرماتے ہیں کہ شہری لوگ اور گاؤں کے بڑے لوگ نہر میں منہ لگا کر نہیں پیتے بلکہ برتن سے پیتے ہیں۔ اس لیے یہی مراد ہوگی۔ اس لیے برتن سے پیا تو حانث ہو جائے گا اس لیے یہاں مجازی معنی مراد ہوگا، جو عوام کے درمیان متعارف ہے۔

لغت: کرع: منہ لگا کر پانی پینا۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کلمہ من بعض کے لیے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ دجلہ میں منہ لگا کر پیئے، اور ایسا استعمال بھی ہوتا ہے، اسی لیے بالاجماع منہ لگا کر پینے سے حانث ہو جائے گا اس لیے مجاز کی طرف پھیرنے سے منع کیا گیا اگرچہ وہ متعارف ہو۔

تشریح: یہاں من دجلہ کہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ دجلہ سے منہ لگا کر پیئے، پھر دوسری بات یہ ہے کہ دیہات کے لوگ منہ لگا پیتے ہیں اس لیے یہ حقیقی معنی ہے اور ایسا استعمال بھی ہوتا ہے اس لیے اسی حقیقت پر عمل ہوگا، اور مجاز کی طرف نہیں پھیرا جائے گا چاہے وہ متعارف ہو۔

ترجمہ: (۲۴۰۰) اگر قسم کھائی کہ دجلہ کا پانی نہیں پیئے گا پس اس سے برتن کے ذریعہ پیا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ چلو میں لینے کے بعد بھی دجلہ ہی کا پانی ہے اور یہی شرط تھی، تو ایسا ہو گیا کہ دجلہ سے کوئی نہر نکلتی ہو اس کا پانی پی لیا تو اس سے بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ: جب کہا کہ دجلہ کا پانی نہیں پیئے گا تو منہ لگا کر پانی پیئے تب بھی دجلہ کا پانی ہے اور دجلہ سے برتن میں پانی لے اور پیئے تب بھی دجلہ ہی کا پانی ہے اس لیے حانث ہو جائے گا۔ یا دجلہ سے نہر نکالی گئی ہو اس نہر کا پانی پیا تو اس سے بھی حانث ہو جائے گا، کیوں کہ وہ پانی بھی دجلہ ہی کا ہے۔

لغت: دجلہ عراق میں ایک مشہور ندی کا نام ہے۔ اغتراف: غرفۃ سے مشتق ہے، چلو بھرنا۔ پانی لینا۔

ترجمہ: (۲۴۰۱) کسی نے کہا کہ اس پیالہ میں جو پانی ہے اگر اس کو آج نہ پیوں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے، اور پیالے میں پانی ہی

لَمْ يَحْنَثْ، فَإِنْ كَانَ فِيهِ مَاءٌ فَأُهْرِيقَ قَبْلَ اللَّيْلِ لَمْ يَحْنَثْ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَحْنَثُ فِي ذٰلِكَ كُلِّهِ ۱؎ يَعْنِي إِذَا مَضَى الْيَوْمُ، وَ عَلٰى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا كَانَ الْيَمِينُ بِاللَّهِ تَعَالَى. ۲؎ وَأَصْلُهُ أَنَّ مِنْ شَرْطِ انْعِقَادِ الْيَمِينِ وَبَقَائِهِ تُصَوَّرُ الْبِرِّ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ لِأَنَّ الْيَمِينَ إِنَّمَا تُعْقَدُ لِلْبِرِّ فَلَا بُدَّ مِنْ تَصَوُّرِ الْبِرِّ لِيُمْكِنَ إِيجَابُهُ. ۳؎ وَلَهُ أَنَّهُ أَمْكَنَ الْقَوْلُ بِانْعِقَادِهِ مُوجِبًا لِلْبِرِّ عَلٰى وَجْهٍ يَظْهَرُ فِي حَقِّ الْخُلْفِ وَهُوَالْكَفَّارَةُ. ۴؎ قُلْنَا: لَابُدَّ مِنْ تَصَوُّرِ الْأَصْلِ لِيَنْعَقِدَ فِي حَقِّ الْخُلْفِ وَلِهَذَا لَايَنْعَقِدُ الْغَمُوسُ

نہیں تھا تو حانث نہیں ہوگا، یا اس میں پانی تھا لیکن رات آنے سے پہلے اس کو بہا دیا گیا تب بھی حانث نہیں ہوگا، یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مسلک ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ یعنی جب دن گزر جائے گا تو حانث ہو جائے گا، اسی اختلاف پر ہے جب اللہ کی قسم کھائی ہو۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ قسم کھانے کے ساتھ اس قسم کو پوری کرنے کے اسباب بھی موجود ہوں تب قسم کھانے والا حانث ہوگا، مثلاً قسم کھانے کے ساتھ پیالے میں پانی بھی ہو تب نہ پینے سے حانث ہوگا، لیکن پیالے میں پانی ہی نہ ہو یا پانی ہو لیکن اس کو بہا دیا گیا تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ اب پینے کی قدرت ہی نہیں ہے۔

اصول: امام ابو یوسفؒ کے یہاں قسم پوری کرنے کے لیے اس کے اسباب کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے، اس لیے پیالے میں پانی نہیں ہے، یا پانی تھا اور اس کو بہا دیا گیا تب بھی حانث ہو جائے گا، کیوں کہ اس نے اس کوزے سے پانی نہیں پیا۔

لغت: اذا کان یمین باللہ: اوپر متن میں یہ تھا کہ پیالے سے پانی نہیں پیئے گا تو اس کی بیوی کو طلاق ہے، اور یہاں یہ ہے کہ اللہ کی قسم کھائی کہ اس پیالے پانی پیوں گا۔

ترجمہ: ۲؎ اصل قاعدہ یہ ہے کہ قسم کے منعقد ہونے اور اس کے باقی رکھنے کے لیے اس کے ہونے کا تصور بھی ضروری ہے [یعنی قسم باقی رہنے کے اسباب موجود ہوں] امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک، خلاف امام ابو یوسفؒ کے [انکے اسباب کا ہونا ضروری نہیں ہے] اس لیے کہ قسم بری ہونے کے لیے منعقد کرتے ہیں، اس لیے بری ہونے کا تصور بھی ضروری ہے تاکہ اس کو کر سکے۔

تشریح: اس کی تصریح اوپر کر چکا ہوں کہ طرفین کے یہاں قسم میں بری ہونے کے اسباب بھی موجود ہوں، اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں اسباب موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ قسم میں بری ہونے کے لیے یہ بھی ممکن ہے کہ خلیفہ میں ظاہر ہو اور وہ کفارہ ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ قسم پوری کرنے کے لیے اس کا اسباب نہ ہوں تو اس کا خلیفہ، یعنی کفارہ لازم ہو جائے گا، اس لیے قسم منعقد کرنے کے لیے اس کے اسباب کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ ہمارا جواب یہ ہے کہ اصل قسم کا تصور ہونا ضروری ہے تب ہی اس کا خلیفہ [کفارہ] ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جھوٹی قسم کفارہ کا سبب نہیں ہے کیوں کہ بالکل جھوٹ ہونے کی وجہ سے اصل قسم کا تصور نہیں ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اصل قسم منعقد ہو سکتی ہو تب ہی اس کا خلیفہ، یعنی کفارہ لازم کیا جائے گا، لیکن اسباب

مُوجِبًا لِلْكَفَّارَةِ (۲۴۰۲) وَلَوْ كَانَتْ الْيَمِينُ مُطْلَقَةً؛ فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ لَا يَحْنَثُ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَحْنَثُ فِي الْحَالِ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي يَحْنَثُ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا ۱؎ فَأَبُو يُوسُفَ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُطْلَقِ وَالْمُوَقَّتِ. وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ التَّوْقِيتَ لِلتَّوْسِعَةِ فَلَا يَجِبُ الْفِعْلُ إلَّا فِي آخِرِ الْوَقْتِ فَلَا يَحْنَثُ قَبْلَهُ، وَفِي الْمُطْلَقِ يَجِبُ الْبِرُّ كَمَا فُرِغَ وَقَدْ عَجَزَ فَيَحْنَثُ فِي الْحَالِ ۲؎ وَهُمَا فَرَّقَا بَيْنَهُمَا. وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ فِي الْمُطْلَقِ يَجِبُ الْبِرُّ كَمَا فُرِغَ، فَإِذَا فَاتَ الْبِرُّ بِفَوَاتِ مَا عُقِدَ عَلَيْهِ الْيَمِينُ يَحْنَثُ فِي يَمِينِهِ كَمَا إذَا مَاتَ الْحَالِفُ

نہ ہونے کی وجہ سے اصل قسم ہی منعقد نہ ہوتی ہو تو اس کفارہ کیسے لازم کریں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جھوٹی قسم بالکل جھوٹ ہے اس لیے وہاں قسم کا ہی تصور نہیں ہے تو اس کا خلیفہ کفارہ بھی لازم نہیں ہوتا۔

ترجمہ: (۲۴۰۲) اگر قسم مطلق ہے، یعنی دن کا ذکر نہیں ہے تو پہلی صورت میں یعنی پیالے میں پانی نہ ہو تو طرفین کے نزدیک حانث نہیں ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فی الحال حانث ہوگا، اور دوسری صورت میں جب کہ پانی تھا لیکن بہا دیا گیا تو سب کے نزدیک حانث ہوگا۔

تشریح: یہاں دن کا ذکر نہیں ہے اس لیے پانی پینے کے لیے شام تک انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ قسم کے الفاظ سے فارغ ہونے کے بعد فوراً اس کو پانی پینا چاہئے، لیکن پانی ہی نہیں ہے اس لیے پانی پینے پر قادر نہیں ہے اس لیے امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک حانث بھی نہیں ہوگا، اور اگر پانی تھا اور گرا دیا تو چند لمحے کا موقع ایسا ملا کہ پانی پی سکتا تھا، لیکن نہیں پیا اس لیے انکے نزدیک بھی حانث ہوجائے گا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صورت یہ بنے گی۔ جس صورت میں پانی ہی نہیں تھا تو قسم کے الفاظ سے فارغ ہونے کے بعد حانث ہوجائے گا، کیوں کہ یوم کا ذکر نہیں ہے اس لیے شام تک انتظار نہیں کیا جائے گا، اور انکے نزدیک پانی ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اس لیے حانث ہوجائے گا۔ اور جس صورت میں پانی تھا اور بہا دیا گیا تو قسم کے بعد اتنا موقع ضرور ملا تھا کہ پانی پی لیتا اور نہیں پیا اس لیے حانث ہوجائے گا۔ آگے شرح کی عبارت کا یہ خلاصہ ہے اس کو یاد رکھیں۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یوم کا ذکر ہو اور یوم کا ذکر نہ ہو اس میں فرق کیا ہے، اور فرق کی وجہ یہ ہے کہ وقت کا ذکر کرنا شام تک وسیع کرنا ہے اس لیے آخری وقت میں پینا واجب ہوگا اس لیے اس سے پہلے حانث نہیں ہوگا، اور وقت کا ذکر نہ ہو تو قسم کھانے سے فارغ ہونے کے فوراً بری ہونا چاہئے اور فوراً بری ہو نہ سکا تو اسی وقت حانث ہوجائے گا۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کے یہاں چاروں صورتوں میں حانث ہوگا، فرق صرف اتنا ہے کہ یوم کا ذکر کیا ہو تو شام کے وقت حانث ہوگا، اور یوم کا ذکر نہ کیا ہو تو قسم کھانے سے فارغ ہونے کے فوراً بعد حانث ہوگا۔ کیوں کہ یوم کا ذکر کیا تو شام کے وقت پتہ چلے گا کہ پانی نہیں پیا، اور یوم کا ذکر نہیں کیا تو قسم سے فارغ ہونے کے بعد ہی پینا چاہئے اور نہیں پیا تو اب حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے دونوں کے درمیان فرق کیا، اور فرق کی وجہ یہ ہے کہ جب یوم کا ذکر نہیں کیا تو قسم سے فارغ ہونے بعد ہی بری ہونا چاہئے [یعنی فوراً پانی پینا چاہئے] لیکن جس پر قسم منعقد کی ہے، یعنی پانی اس کے فوت ہونے کی وجہ سے بری ہونا بھی فوت ہو گیا اس لیے قسم میں حانث ہوجائے گا، جیسے قسم کھانے والا مر جائے اور پانی باقی ہو۔

وَالْمَاءُ بَاقٍ؛ ۳؎ أَمَّا فِي الْمُؤَقَّتِ فَيَجِبُ الْبِرُّ فِي الْجُزْءِ الْأَخِيرِ مِنْ الْوَقْتِ وَعِنْدَ ذٰلِكَ لَمْ تَبْقَ مَحَلِّيَّةُ الْبِرِّ لِعَدَمِ التَّصَوُّرِ فَلَا يَجِبُ الْبِرُّ فِيهِ فَتَبْطُلُ الْيَمِينُ كَمَا إذَا عَقَدَهُ ابْتِدَاءً فِي هٰذِهِ الْحَالَةِ. قَالَ (۲۴۰۳) وَمَنْ حَلَفَ لَيَصْعَدَن السَّمَاءَ أَوْ لَيُقَلِّبَنَّ هٰذَا الْحَجَرَ ذَهَبًا انْعَقَدَتْ يَمِينُهُ وَحَنِثَ عَقِيبَهَا ۱؎وَقَالَ زُفَرُ: لَا تَنْعَقِدُ لِأَنَّهُ مُسْتَحِيلٌ عَادَةً فَأَشْبَهَ الْمُسْتَحِيلَ حَقِيقَةً فَلَا يَنْعَقِدُ. ۲؎ وَلَنَا أَنَّ الْبِرَّ مُتَصَوَّرٌ حَقِيقَةً لِأَنَّ الصُّعُودَ إلَى السَّمَاءِ مُمْكِنٌ حَقِيقَةً؛ أَلَا تَرَى أَنَّ الْمَلَائِكَةَ يَصْعَدُونَ السَّمَاءَ وَكَذَا تَحَوُّلُ الْحَجَرِ ذَهَبًا بِتَحْوِيلِ اللَّهِ

تشریح: مصنفؒ کی عبارت پیچیدہ ہے، بات آسان ہے۔ اس عبارت میں چوتھی شکل ہے، یعنی یوم کا ذکر نہیں کیا اور پیالہ میں پانی موجود تھا لیکن اس کو بہا دیا، اب یوم کا ذکر نہ کرنے کی وجہ سے قسم سے فارغ ہونے کے بعد فورا پانی پینا چاہئے اور اس لمحے میں پانی تھا بھی بعد میں بہا یا پھر بھی نہیں پیا اس لیے حانث ہو جائے گا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ قسم کھانے کے بعد پانی موجود تھا اور قسم کھانے والے کی موت ہو گئی تو چونکہ پانی موجود تھا اس لیے مرنے والا حانث ہو جائے گا۔ اسی طرح اس چوتھی صورت میں بھی حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ بہر حال جب وقت کا ذکر کیا ہو، یعنی یوم کا ذکر کیا تو شام کے وقت میں پینا واجب ہوگا، اور اس وقت بری ہونے کا تصور نہیں ہے کیوں کہ پانی ہی موجود نہیں ہے اس لیے قسم باطل ہو جائے گی جیسا کہ جب شروع ہی سے پانی نہیں ہوتا۔

تشریح: اس عبارت میں پہلی اور دوسری صورت کا ذکر ہے۔ کہ یوم کا ذکر کرتا تو شام کے وقت پینا واجب ہوتا اور شام کے وقت پانی نہیں ہے، یا تو شروع ہی سے نہیں ہے، یا تھا لیکن اس کو بہا دیا گیا، دونوں صورتوں میں شام کے وقت پیالے میں پانی نہیں ہے اس لیے پینے پر قدرت نہیں ہے اس لیے قسم باطل ہو جائے گی اور حانث نہیں ہوگا۔

لغت: بر: یہاں کئی جگہ بر کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنی ہے پانی کا پینا۔ موقت: یہاں موقت کا ترجمہ ہے یوم کا ذکر کرنا۔

ترجمہ: (۲۴۰۳) کسی نے قسم کھائی کہ آسمان پر ضرور چڑھے گا یا اس پتھر کو ضرور سونا بنا دے گا تو قسم منعقد ہو جائے گی اور قسم کے بعد حانث ہو جائے گا۔

اصول: کوئی کام کرنا ممکن تو ہو لیکن مشکل ہو تو قسم منعقد ہو جائے گی، لیکن یہ مشکل ہے اس لیے فورا حانث ہو جائے گا۔

تشریح: آسمان پر چڑھنا ممکن تو ہے کیوں کہ فرشتے روزانہ آسمان پر چڑھتے ہیں۔ اور حضور ﷺ آسمان کی سیر کر کے تشریف لائے ہیں۔ اسی طرح کسی کیمکل سے پتھر کو سونا بنانا ممکن ہے لیکن عام حالات میں آسمان پر چڑھنا مشکل ہے، اسی طرح پتھر کو سونا بنانا یا مشکل ہے۔ چونکہ ممکن ہے اس لیے قسم منعقد ہو جائے گی۔ لیکن آسمان پر چڑھنا مشکل ہے اور سونا بنانا مشکل ہے اس لیے قسم کے بعد فورا حانث ہو جائے گا اور کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

لغت: صعد: چڑھنا۔ لیقلبن: قلب سے مشتق ہے بدلنا، پلٹنا۔ عقب: فورا بعد۔

ترجمہ: ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ قسم منعقد ہی نہیں ہوگی، اس لیے کہ عادۃ محال ہے اس لیے حقیقت میں محال کی طرح ہو جائے گی اس لیے قسم منعقد نہیں ہوگی۔ **تشریح:** واضح ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ قسم پوری کرنا حقیقت میں متصور ہے، اس لیے کہ آسمان پر چڑھنا حقیقت میں ممکن ہے، کیا آپ نہیں

تَعَالَى، وَإِذَا كَانَ مُتَصَوَّرًا يَنْعَقِدُ الْيَمِينُ مُوجِبًا لِخُلْفِهِ ثُمَّ يَحْنَثُ بِحُكْمِ الْعَجْزِ الثَّابِتِ عَادَةً. ٣ـ كَمَا إِذَا مَاتَ الْحَالِفُ فَإِنَّهُ يَحْنَثُ مَعَ احْتِمَالِ إِعَادَةِ الْحَيَاةِ بِخِلَافِ مَسْأَلَةِ الْكُوزِ، لِأَنَّ شُرْبَ الْمَاءِ الَّذِي فِي الْكُوزِ وَقْتَ الْحَلِفِ وَلَا مَاءَ فِيهِ لَا يُتَصَوَّرُ فَلَمْ يَنْعَقِدْ.

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْكَلَامِ

قَالَ (٢٤٠٤) وَمَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ فُلَانًا فَكَلَّمَهُ وَهُوَ بِحَيْثُ يَسْمَعُ إِلَّا أَنَّهُ نَائِمٌ حَنِثَ ١ـ لِأَنَّهُ قَدْ كَلَّمَهُ وَوَصَلَ إِلَى سَمْعِهِ لَكِنَّهُ لَمْ يَفْهَمْ لِنَوْمِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا نَادَاهُ وَهُوَ بِحَيْثُ يَسْمَعُ لَكِنَّهُ لَمْ يَفْهَمْ لِتَغَافُلِهِ. ٢ـ وَفِي بَعْضِ رِوَايَاتِ الْمَبْسُوطِ شَرْطٌ أَنْ يُوقِظَهُ، وَعَلَيْهِ عَامَّةُ مَشَايِخِنَا، لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يَتَنَبَّهْ كَانَ كَمَا إِذَا نَادَاهُ

دیکھتے کہ فرشتہ آسمان پر چڑھتے ہیں، ایسے ہی اللہ کے بدلنے سے پتھر سونا میں بدل سکتا ہے، اور جب یہ متصور ہے تو قسم منعقد ہو جائے گی خلیفہ کا سبب بننے کے لیے [یعنی کفارہ لازم ہونے کے لیے] پھر عادۃ عاجز ہونے کی وجہ سے حانث ہو جائے گا۔

تشریح: آسمان پر چڑھنا ممکن ہے، اور پتھر کا سونا ہونا ممکن ہے اس لیے قسم منعقد ہو جائے گی، لیکن ایسا مشکل ہے اس لیے حانث ہو جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ٣ـ جیسے قسم کھانے والا مر جائے تو یہ ممکن ہے کہ زندگی لوٹ آئے اس لیے حانث ہو جائے گا، بخلاف پیالے کے مسئلے کے اس لیے کہ قسم کھاتے وقت پیالے میں پانی ہی نہیں ہے اس لیے اس کا پینا ناممکن ہے اس لیے قسم منعقد نہیں ہوگی۔

تشریح: پیالے میں پانی موجود ہے اور قسم کھانے والا ہی مر گیا، تو یہ ممکن ہے کہ اس کی زندگی لوٹ آئے اس لیے مرنے والا حانث ہوگا، اور اس کے بدلے میں کفارہ دینا ہوگا، اس کے برخلاف پیالے میں پانی ہی نہیں ہے تو اس کا اب پینا ناممکن ہو گیا اس لیے قسم منعقد ہی نہیں ہوگی۔

باب الیمین فی الکلام

ترجمہ: (۲۴۰۴) اگر قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہیں کروں گا پھر اس سے اس طرح بات کی کہ وہ سن لے مگر وہ سویا ہوا تھا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ـ اس لیے کہ بات کی ہے اور اس کے کان تک بات پہنچی ہے لیکن نیند کی وجہ سے اس نے سمجھا نہیں ہے، تو ایسا ہو گیا اس طرح آواز دی کہ وہ سن سکے لیکن غفلت کی وجہ سے نہیں سن سکا۔

تشریح: یہاں بات کا مطلب ہے مخاطب کرنا چاہے سامنے والا سن لے یا نہ سن سکے، یہاں قسم کھانے والے نے کہا تھا کہ فلاں سے بات نہیں کروں گا یعنی اس کو مخاطب نہیں کروں گا اور فلاں کو مخاطب کیا اس انداز میں کہ وہ نیند میں نہیں ہوتا وہ سن لیتا اس لیے وہ حانث ہو جائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ فلاں آدمی سونے کی وجہ سے بات نہ سمجھ سکا۔

اصول: مخاطب کرنے کی وجہ سے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٢ـ مبسوط کے بعض روایات میں ہے کہ حانث ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کو بیدار کرے، اور اسی پر ہمارے مشائخ ہیں، اس لیے کہ جب تک متنبہ نہیں ہوگا تو ایسا ہو گیا کہ دور سے پکارا جہاں سے اس کی آواز سنائی نہیں دیتی ہو۔

مِنْ بَعِيدٍ وَهُوَ بِحَيْثُ لَا يَسْمَعُ صَوْتَهُ. (٢٤٠٥) وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ فَأَذِنَ لَهُ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْإِذْنِ حَتَّى كَلَّمَهُ حَنِثَ ١ لِأَنَّ الْإِذْنَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْأَذَانِ الَّذِي هُوَ الْإِعْلَامُ، أَوْ مِنَ الْوُقُوعِ فِي الْإِذْنِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِالسَّمَاعِ، ٢ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يَحْنَثُ لِأَنَّ الْإِذْنَ هُوَ الْإِطْلَاقُ، وَأَنَّهُ يَتِمُّ بِالْآذِنِ كَالرِّضَا. ٣ قُلْنَا: الرِّضَا مِنْ أَعْمَالِ الْقَلْبِ، وَلَا كَذٰلِكَ الْإِذْنُ عَلٰى مَا مَرَّ. قَالَ (٢٤٠٦) وَإِنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ شَهْرًا فَهُوَ مِنْ حِينِ حَلَفَ ١ لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَذْكُرِ الشَّهْرَ يَتَأَبَّدُ الْيَمِينُ فَذَكَرَ الشَّهْرَ لِإِخْرَاجِ مَا وَرَاءَهُ فَبَقِيَ

تشریح: مبسوط کی روایت میں ہے کہ بیدار کر کے بات کرے گا تب حانث ہوگا، کیوں کہ نیند میں وہ سن نہیں سکے گا، تو ایسا ہو گیا جیسے دور سے پکارنے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (٢٤٠٥) اگر قسم کھائی کہ فلاں سے بات نہیں کرے گا مگر اس کی اجازت سے، پس اس نے اس کو اجازت دی مگر اس کو اجازت کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ اس سے بات کر لی تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ آذان اذن سے مشتق ہے جس کو اطلاع دینا کہتے ہیں، یا کان میں ڈالنے سے مشتق ہے اور یہ دونوں سنے بغیر متحقق نہیں ہوگا۔

تشریح: قسم کھائی کہ فلاں سے بغیر اس کی اجازت کے بات نہیں کروں گا۔ فلاں آدمی نے بات کرنے کی اجازت دے دی مگر قسم کھانے والے کو اس اجازت کی اطلاع نہیں تھی اسی دوران اس سے بات کر لی تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: اذنہ اذن سے مشتق ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کان میں بات پہنچ جائے، اور کان میں بات پہنچی نہیں اور بات کر لی اس لیے حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٢ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حانث نہیں ہوگا اس لیے کہ یہاں اذن کا مطلب ہے اجازت دینا، یعنی راضی ہونا۔

وجہ: وہ فرماتے ہیں کہ اجازت کا مطلب یہ ہے کہ فلاں اجازت دے دے چاہے قسم کھانے والے کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اور چونکہ فلاں نے بات کرنے کی اجازت دے دی ہے اس لیے حانث نہیں ہوگا۔

اصول: اجازت کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ جس کو اجازت دی ہے اس کو بھی اجازت کا علم ہو جائے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف اجازت دینے والے کی اجازت دینا کافی ہے چاہے سامنے والے کو اس کی خبر نہ ہو۔

ترجمہ: ٣ ہم جواب دیتے ہیں کہ رضا مندی دل کا کام ہے اور اذن میں ایسی بات نہیں ہے، جیسے پہلے گزر چکا۔

تشریح: ہم جواب دیتے ہیں کہ رضا میں اور اذان میں فرق ہے، رضا مندی کا مطلب ہے کہ دل سے راضی ہو، چاہے خبر نہ دی ہو، اور اذن کا مطلب ہے کہ کان میں بات ڈالی ہو، اس لیے قسم کھانے والے کا سننا ضروری ہے۔

ترجمہ: (٢٤٠٦) اگر قسم کھائی کہ ایک مہینہ بات نہیں کرے گا تو قسم کے بعد سے مہینہ شروع ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ کیوں کہ شہر کا لفظ نہ بولتا تو ہمیشہ کے لیے قسم ہو جاتی اور مہینہ بول دیا تو مہینہ کے بعد بولنے کی چھٹی ہو گئی دلالت حال سے، بخلاف اگر کہے کہ خدا کی قسم ایک ماہ روزہ رکھوں گا [تو قسم کے بعد مہینہ شروع نہیں ہوگا] اس لیے کہ مہینہ ذکر نہ کرتا تب بھی ہمیشہ کے لیے قسم نہ ہوتی،

الَّذِي يَلِي يَمِينَهُ دَخْلًا عَمَلًا بِدَلَالَةِ حَالِهِ، بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ وَاَللَّهِ لَأَصُومَنَّ شَهْرًا لِأَنَّهُ لَوْ لَمْ يَذْكُرْ الشَّهْرَ لَمْ تَتَأَبَّدَ الْيَمِينُ فَكَانَ ذِكْرُهُ لِتَقْدِيرِ الصَّوْمِ بِهِ وَأَنَّهُ مُنَكَّرٌ فَالتَّعْيِينُ إلَيْهِ (۲۴۰۷) وَإِنْ حَلَفَ لَا يَتَكَلَّمُ فَقَرَأَ الْقُرْآنَ فِي صَلَاتِهِ لَا يَحْنَثُ. وَإِنْ قَرَأَ فِي غَيْرِ صَلَاتِهِ حَنِثَ ۱؎ وَ عَلَى هَذَا التَّسْبِيحُ وَالتَّهْلِيلُ وَالتَّكْبِيرُ، ۲؎ وَفِي الْقِيَاسِ يَحْنَثُ فِيهِمَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِأَنَّهُ كَلَامٌ حَقِيقَةً. ۳؎ وَلَنَا أَنَّهُ فِي الصَّلَاةِ لَيْسَ بِكَلَامٍ عُرْفًا وَلَا شَرْعًا، قَالَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «إنَّ صَلَاتَنَا هَذِهِ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ»

اس لیے مہینہ کا ذکر روزہ متعین کرنے کے لیے ہے اور یہ غیر متعین ہے اس لیے قسم کھانے والا روزے کے لیے مہینے کا انتخاب کرے۔

تشریح: یہاں دو عبارتوں میں فرق بیان کرنا چاہتے ہیں، ایک مہینے تک بات نہیں کروں گا اس کا مطلب یہ ہوا کہ قسم کھانے کے بعد مہینہ شروع ہو جائے گا، اور ایک مہینہ پورا ہونے کے بعد بات کرنے کی گنجائش ہوگی، اور قسم کھائی کہ ایک مہینہ روزہ رکھوں گا تو قسم کے بعد سے روزہ شروع نہیں ہوگا بلکہ قسم کھانے والا روزے کے لیے جس مہینے کو منتخب کرے گا اس مہینے میں روزہ رکھے گا۔

وجہ: لا یکلمه کے بعد شہرا نہیں کہتا تو ہمیشہ کے لیے بات کرنا ممنوع ہوتا، لیکن شہرا کہہ دیا تو مہینے کے بعد بات کرنے کی گنجائش ہوگئی، اس لیے قسم کے بعد ہی سے مہینہ شروع ہو جائے گا۔ اور لا صومن کے بعد شہرا نہیں کہتا تب بھی ہمیشہ روزہ رکھنا لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ عید، بقرعید میں روزہ رکھنا حرام ہے، اس لیے شہرا کا ذکر اس لیے ہے کہ کتنے دنوں تک روزہ رکھے گا، اس لیے قسم کے بعد روزہ شروع نہیں ہوگا، جب چاہے رکھ لے، البتہ ایک مہینے کا رکھے۔

ترجمہ: (۲۴۰۷) کسی نے قسم کھائی کہ بات نہیں کرے گا پھر نماز میں قرآن پڑھا تو حانث نہیں ہوگا، اور اگر نماز کے علاوہ میں پڑھا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اور اسی طرح ہے کہ اگر تسبیح، لا الہ الا اللہ، اور تکبیر کہی۔

تشریح: یہاں کلام کا معنی ہے لوگوں سے بات کرنا، اور نماز میں قرآن پڑھنا اور تسبیح پڑھنا، اور اللہ اکبر کہنا لوگوں سے بات کرنا نہیں ہے اس لیے حانث نہیں ہوگا

ترجمہ: ۲؎ اور قیاس کا تقاضہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حانث ہو جائے، اور امام شافعیؒ کا قول یہی ہے، اس لیے کہ یہ حقیقت میں کلام ہے۔

تشریح: کلام کا یہ ترجمہ لیا جائے کہ زبان سے الفاظ کا نکالنا تو اس ترجمے کے اعتبار سے نماز میں قرآن پڑھنے سے بھی حانث ہو جائے گا، کیوں کہ زبان سے بات تو نکالی، چناں چہ امام شافعیؒ کا مسلک یہی ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنے سے بھی حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنا نہ عرف میں کلام ہے اور نہ شریعت میں کلام ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہماری یہ نماز لوگوں کے کلام کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تشریح: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن معاویة بن حکم السلمی.... ثم قال ان هذه الصلوة لا یحل فیها شیء من کلام الناس هذا انما هو التسبیح و التکبیر و قراة القرآن۔** (ابوداود شریف، باب تشمیت العاطس فی الصلوة، ص ۱۴۲، نمبر ۹۳۰) اس حدیث میں ہے کہ نماز میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

۴ وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا لَا يَحْنَثُ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى مُتَكَلِّمًا بَلْ قَارِئًا وَمُسَبِّحًا (۲۴۰۸) وَلَوْ قَالَ يَوْمَ أُكَلِّمُ فُلَانًا فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَهُوَ عَلَى اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۱ لِأَنَّ اسْمَ الْيَوْمِ إذَا قُرِنَ بِفِعْلٍ لَا يَمْتَدُّ يُرَادُ بِهِ مُطْلَقُ الْوَقْتِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ} وَالْكَلَامُ لَا يَمْتَدُّ (۲۴۰۹) وَإِنْ عَنَى النَّهَارَ خَاصَّةً دِينَ فِي الْقَضَاءِ ۱ لِأَنَّهُ مُسْتَعْمَلٌ فِيهِ أَيْضًا ۲ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَدِينُ فِي الْقَضَاءِ لِأَنَّهُ خِلَافُ الْمُتَعَارَفِ (۲۴۱۰) وَلَوْ قَالَ لَيْلَةَ أُكَلِّمُ فُلَانًا فَهُوَ عَلَى اللَّيْلِ خَاصَّةً ۱ لِأَنَّهُ حَقِيقَةٌ فِي سَوَادِ اللَّيْلِ

ترجمہ: ۴ اور کہا گیا ہے کہ ہمارے عرف میں نماز کے علاوہ میں بھی حانث نہیں ہوگا اس لیے کہ قرآن پڑھنے والے کو بات کرنے والا نہیں کہتے، بلکہ تلاوت کرنے والا اور تسبیح پڑھنے والا کہتے ہیں۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۴۰۸) اگر کہا کہ جس دن فلاں سے بات کروں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے ت دن سے مراد رات دن دونوں ہوں گے۔

تشریح: یہاں یوم بولا ہے جس کا ترجمہ صرف دن ہو سکتا ہے، لیکن یہاں بولنے کا تعلق ہے اس لیے دن رات دونوں مراد ہوں گے، چناں چہ دن میں اس سے بولے گا تب بھی طلاق واقع ہوگی اور رات میں اس سے بولے گا تب بھی اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ یوم کے ساتھ ایسے فعل کو ملایا جائے جو لمبا نہیں ہوتا تو اس سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے چناں چہ اللہ تعالی نے فرمایا، من یولھم یومئذ دبرہ، [یہاں یومیذ سے مطلق وقت مراد ہے، اور کلام بھی لمبا نہیں ہوتا اس لیے یہاں یوم سے مطلق وقت مراد ہوگا۔

تشریح: یہاں منطقی قاعدہ بیان کر رہے ہیں۔ یوم کے ساتھ کسی ایسے فعل کو ملایا جائے جو لمبا نہیں ہوتا تو وہاں یوم سے مراد دن نہیں ہوتا بلکہ دن اور رات میں سے کوئی بھی لمحہ مراد ہوتا ہے، یہاں کلام □ لمبا نہیں ہوتا، اس لیے اس کو یوم کے ساتھ ملایا تو یوم کا مطلب دن اور رات میں سے کوئی لمحہ ہوگا، یعنی دن اور رات میں کبھی بھی بات کرے گا تو عورت کو طلاق واقع ہو جائے گی، صرف دن مراد نہیں ہوگا اس کے لیے آیت پیش کی ہے جس میں کوئی لمحہ مراد ہے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (آیت ۱۶، سورۃ الانفال ۸) اس آیت میں یومئذ سے مراد کوئی بھی وقت ہے، صرف دن مراد نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۴۰۹) اور اگر خاص طور پر دن مراد لے تو قضاء کے طور پر مان لی جائے گی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ دن میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: یوم سے مراد خاص طور پر دن مراد لے لے تو قضاء مان لی جائے گی، کیوں کہ کبھی کبھار دن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ قضاء بھی نہیں مانی جائے گی اس لیے کہ متعارف کے خلاف ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۴۱۰) اگر کہا کہ جس رات میں بات کروں تو خاص طور پر رات مراد ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ لیل حقیقت میں رات پر بولی جاتی ہے، جیسے نہار خاص طور پر دن پر بولا جاتا ہے، اور لیل مطلق وقت کے لیے

كَالنَّهَارِ لِلْبَيَاضِ خَاصَّةً، وَمَا جَاءَ اسْتِعْمَالُهُ فِي مُطْلَقِ الْوَقْتِ (۲۴۱۱)وَلَوْ قَالَ إنْ كَلَّمْت فُلَانًا إلَّا أَنْ يَقْدَمَ فُلَانٌ أَوْ قَالَ حَتَّى يَقْدَمَ فُلَانٌ أَوْ قَالَ إلَّا أَنْ يَأْذَنَ فُلَانٌ أَوْ حَتَّى يَأْذَنَ فُلَانٌ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَكَلَّمَهُ قَبْلَ الْقُدُومِ وَالْإِذْنِ حَنِثَ،وَلَوْ كَلَّمَهُ بَعْدَ الْقُدُومِ وَالْإِذْنِ لَمْ يَحْنَثْ ۱؎ لِأَنَّهُ غَايَةٌ وَالْيَمِينُ بَاقِيَةٌ قَبْلَ الْغَايَةِ وَمُنْتَهِيَةٌ بَعْدَهَافَلَايَحْنَثُ بِالْكَلَامِ بَعْدَانْتِهَاءِ الْيَمِينِ(۲۴۱۲)وَإِنْ مَاتَ فُلَانٌ سَقَطَتْ الْيَمِينُ ۱؎ خِلَافًا لِأَبِي يُوسُفَ ۲؎ لِأَنَّ الْمَمْنُوعَ عَنْهُ كَلَامٌ يَنْتَهِي بِالْإِذْنِ وَالْقُدُومِ وَلَمْ يَبْقَ بَعْدَ الْمَوْتِ مُتَصَوَّرُ الْوُجُودِ فَسَقَطَتْ الْيَمِينُ.

استعمال نہیں ہوتا ہے۔

تشریح: اگر کہا کہ رات میں بات کروں تو میری بیوی کو طلاق، تو یہاں رات ہی مراد ہوگی، کیوں کہ لیل رات ہی کے استعمال ہوتا ہے، جیسے نہار دن کے استعمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۲۴۱۱) اگر کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں سے بات کروں مگر یہ کہ فلاں آجائے، یا یہاں تک کہ فلاں آجائے، یا کہا کہ مگر فلاں اجازت دے، یا یہاں تک کہ اجازت دے تو اس کی بیوی کو طلاق ہے، پس اس کے آنے سے پہلے یا اجازت سے پہلے کلام کیا تو حانث ہوجائے گا [یعنی اس کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی] اور اگر آنے کے بعد، یا اجازت کے بعد کلام کیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: اس لیے کہ آنا اور اجازت غایت ہے اور غایت سے پہلے قسم باقی ہے، اور آنے کے بعد قسم ختم ہوگئی اس لیے کلام سے حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ قسم ختم ہوگئی۔

تشریح: کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں سے بات کروں مگر یہ کہ فلاں اجازت دے تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ اب اس میں اجازت قسم کی انتہاء ہے، اس لیے اجازت سے پہلے بات کرے گا تو بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی، اور اجازت کے بعد بات کرے گا تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ اب قسم ختم ہوگئی۔

لغت: غاية: یہاں اجازت دینا اور فلاں کا آنا، یہ دونوں غایت ہیں، چناں چہ اجازت دینے، اور آنے سے پہلے بات کرے گا تو حانث ہوگا، اور اجازت دینے یا زید کے آنے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا، یعنی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۴۱۲) اگر فلاں مر گیا تو قسم ختم ہوجائے گی۔

تشریح: جس کی اجازت پر قسم کو موقوف کیا تھا وہ مر گیا تو اب اجازت دینے کا تصور باقی نہیں رہا اس لیے قسم ختم ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام ابو یوسفؒ کے۔

تشریح: امام ابو یوسف کے یہاں اب ہمیشہ کے لیے قسم باقی رہے گی اور کبھی بھی بات کرے گا تو عورت کو طلاق واقع ہوگی۔

وجہ: ان کے یہاں اجازت دینے کے تصور ہونا ضروری نہیں ہے اس لیے فلاں کے مرنے کے بعد بھی قسم باقی رہے گی۔

ترجمہ: ۲؎ اس لیے کہ جو کلام ممنوع تھا وہ فلاں کی اجازت دینے یا اس کے آنے سے ختم ہوجائے گا، لیکن اس کی موت کے بعد اس کے ہونے کا تصور باقی نہیں رہا اس لیے قسم ختم ہوجائے گی۔

تشریح: فلاں کی اجازت دینے پر، یا اس کے آنے پر بات کرنا موقوف تھا، لیکن اس کے مرنے کے بعد اب اجازت دینا ممکن نہیں رہا

۳؎ وَعِنْدَهُ التَّصَوُّرُ لَيْسَ بِشَرْطٍ، فَعِنْدَ سُقُوطِ الْغَايَةِ تَتَأَبَّدُ الْيَمِينُ. (۲۴۱۳) وَمَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ عَبْدَ فُلَانٍ وَلَمْ يَنْوِ عَبْدًا بِعَيْنِهِ أَوْ امْرَأَةَ فُلَانٍ أَوْ صَدِيقَ فُلَانٍ فَبَاعَ فُلَانٌ عَبْدَهُ أَوْ بَانَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهُ أَوْ عَادَى صَدِيقَهُ فَكَلَّمَهُمْ لَمْ يَحْنَثْ ۱؎ لِأَنَّهُ عَقَدَ يَمِينَهُ عَلَى فِعْلٍ وَاقِعٍ فِي مَحَلٍّ مُضَافٍ إلَى فُلَانٍ، إمَّا إضَافَةُ مِلْكٍ أَوْ إضَافَةُ نِسْبَةٍ وَلَمْ يُوجَدْ فَلَا يَحْنَثُ، ۲؎ قَالَ هَذَا فِي إضَافَةِ الْمِلْكِ بِالِاتِّفَاقِ. وَفِي إضَافَةِ النِّسْبَةِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ يَحْنَثُ كَالْمَرْأَةِ وَالصِّدِّيقِ. قَالَ فِي الزِّيَادَاتِ: لِأَنَّ هٰذِهِ الْإِضَافَةَ لِلتَّعْرِيفِ لِأَنَّ الْمَرْأَةَ وَالصَّدِيقَ مَقْصُودَانِ بِالْهِجْرَانِ فَلَا يُشْتَرَطُ دَوَامُهَا فَيَتَعَلَّقُ الْحُكْمُ بِعَيْنِهِ كَمَا فِي الْإِشَارَةِ.

اس لیے قسم ختم ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تصور ہونا شرط نہیں ہے اس لیے فلاں کے مرنے کے بعد قسم ہمیشہ رہ جائے گی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۴۱۳) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کے غلام سے بات نہیں کرے گا، اور متعین غلام کی نیت نہیں کی، یا فلاں کی بیوی سے بات نہیں کرے گا، یا فلاں کے دوست سے بات نہیں کرے گا، پھر فلاں نے غلام بیچ دیا، یا فلاں سے بیوی بائنہ ہوگئی، یا دوست سے دشمنی ہوگئی پھر بات کی تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ قسم فلاں کی طرف منسوب میں واقع ہوئی ہے، یا ملک کی اضافت ہے یا نسبت کی اضافت ہے، اور اب یہ پائی نہیں گئی اس لیے حانث بھی نہیں ہوگا۔

تشریح: یہاں یہ سمجھنا ہے کہ جس آدمی سے بات نہ کرنے کی قسم کھا رہا ہے اس کی ذات مراد ہے، یا فلاں کی طرف نسبت مراد ہے، اگر ذات مراد ہے تو بیوی کو طلاق ہونے کے بعد بھی بات کرے گا تو حانث ہوجائے گا، اور اگر فلاں کی طرف نسبت مقصود ہے تو طلاق ہونے کے بعد اس سے بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔ صاحب ہدایہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں فلاں کی طرف نسبت مقصود ہے اس لیے غلام کے بکنے کے بعد، یا فلاں کی بیوی نہ رہنے کے بعد، یا فلاں کا دوست نہ رہنے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا، اس لیے کہ قسم کھانے والے کا مقصد یہ تھا کہ جب تک یہ اس کا غلام ہے، یا جب تک یہ اس کی بیوی ہے، یا جب تک یہ اس کا دوست ہے اس وقت تک بات نہیں کروں گا اور جب یہ اس کا غلام نہیں رہا، یا اس کی بیوی نہیں رہی، یا اس کا دوست باقی نہیں رہا تو بات کرسکتا ہوں اس لیے اب حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ملک کی طرف اضافت میں یہ بالاتفاق ہے، لیکن نسبت کی طرف اضافت میں امام محمدؒ کے یہاں حانث ہوجائے گا جیسے بیوی ہے، دوست ہے، امام محمد نے زیادات کتاب میں یہ دلیل دی کہ یہ اضافت صرف تعریف کے لیے ہے اس لیے کہ عورت اور دوست سے ذاتی طور پر بات چھوڑنا مقصود ہے، اس لیے بیوی رہنا اور دوست رہنا شرط نہیں ہے اس لیے بیوی اور دوست کی ذات سے حکم متعلق ہوگا، جیسا کہ بیوی اور دوست کی طرف اشارہ کرتا تو اس کی ذات کے ساتھ قسم متعلق ہوتا۔

تشریح: زیادات میں امام محمدؒ نے فرمایا کہ بیوی اور دوست میں بیوی اور دوست کی ذات مقصود ہے اور اضافت صرف تعارف کے لیے ہے اس لیے طلاق ہونے کے بعد اور دوستی چھوٹنے کے بعد بھی اس سے بات کرے گا تو حانث ہوجائے گا۔

۳ وَوَجْهُ مَاذُكِرَهَاهُنَاوَهُوَرِوَايَةُالْجَامِعِ الصَّغِيرِأَنَّهُ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ غَرَضُهُ هِجْرَانَهُ لِأَجْلِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ وَلِهَذَا لَمْ يُعَيِّنْهُ فَلَايَحْنَثُ بَعْدَ زَوَالِ الْإِضَافَةِ (۲۴۱۴) بِالشَّكِّ وَإِنْ كَانَتْ يَمِينُهُ عَلَى عَبْدٍبِعَيْنِهِ بِأَنْ قَالَ عَبْدُ فُلَانٍ هَذَا أَوْ امْرَأَةُ فُلَانٍ بِعَيْنِهَا أَوْ صَدِيقُ فُلَانٍ بِعَيْنِهِ لَمْ يَحْنَثْ فِي الْعَبْدِ وَحَنِثَ فِي الْمَرْأَةِ وَالصَّدِيقِ، وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ.وَقَالَ مُحَمَّدٌ:يَحْنَثُ فِي الْعَبْدِأَيْضًا وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ (۲۴۱۵)وَإِنْ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ دَارَ فُلَانٍ هٰذِهِ فَبَاعَهَا ثُمَّ دَخَلَهَا فَهُوَعَلٰى هَذَاالِاخْتِلَافِ ١ وَجْهُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ وَزُفَرَ أَنَّ الْإِضَافَةَ لِلتَّعْرِيفِ وَالْإِشَارَةِ أَبْلَغُ مِنْهَافِيهِ لِكَوْنِهَا قَاطِعَةً لِلشَّرِكَةِ، بِخِلَافِ الْإِضَافَةِ فَاعْتُبِرَتْ الْإِشَارَةُ وَلُغِيَتْ الْإِضَافَةُ

ترجمہ: ۳ اس کی وجہ جو ہم نے یہاں ذکر کیا وہ جامع صغیر کی روایت ہے، اس بات کا احتمال ہے کہ فلاں کی نسبت کی وجہ سے بیوی کو چھوڑ نا ہو اسی لیے اس کی طرف اشارہ نہیں کیا اس لیے نسبت ختم ہونے کے بعد شک کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: متن میں جو ذکر کیا، جامع صغیر میں اس کی دلیل یہ دی ہے کہ ممکن ہے کہ بیوی کی ذات مقصود نہ ہو بلکہ شوہر کی بیوی ہونے کی وجہ سے بات کرنا چھوڑنا چاہتا ہے اس لیے جب اس کی سبت ختم ہوگئی تو اب اس سے بات کرنے سے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۱۴) اور اگر اس کی قسم بعینہ غلام پر ہے، مثلا کہا کہ فلاں کے اس غلام سے بات نہیں کروں گا، یا فلاں کی اس عورت سے بات نہیں کروں گا، یا فلاں کے بعینہ دوست سے بات نہیں کروں گا تو غلام میں اس کی غلامیت زائل ہونے کے بعد حانث نہیں ہوگا، اور بیوی اور دوست میں حانث ہوجائے گا، یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ غلام میں بھی حانث ہوجائے گا،

ترجمہ: ا اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے۔

تشریح: یہاں بیوی اور دوست کی طرف اشارہ کیا ہے اس لیے اس کی ذات مراد ہوگی، اس لیے بیوی، اور دوست نہ رہنے کے باوجود بات کرے گا تو حانث ہوجائے گا۔ البتہ غلام کی طرف اشارہ کرنے کے باوجود اس کی ذات مراد نہیں ہوگی، بلکہ فلاں کی طرف نسبت مراد ہوگی اس لیے غلامیت ختم ہونے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۱۵) اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس گھر میں داخل نہیں ہوگا پھر اس کو بیچ دیا پھر داخل ہوا تو وہ اسی اختلاف پر ہے۔

تشریح: شیخین کے یہاں نسبت مقصود ہے اس لیے بکنے کے بعد داخل ہونے سے حانث نہیں ہوگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک گھر کی ذات مقصود ہوگی اس لیے بکنے کے بعد داخل ہونے سے حانث ہوجائے گا ہوگا۔

ترجمہ: ا امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ، اضافت صرف تعارف کے لیے ہے اور اشارہ یہاں زیادہ بلیغ ہے اس لیے کہ اشارہ شرکت کو ختم کرنے والا ہے، بخلاف اجافت کے کہ وہ شرکت کو ختم نہیں کرتی اس لیے اشارے کا اعتبار ہوگا اور اضافت لغو ہوگی اور گھر بھی دوست اور عورت کی طرح ہوجائے گا۔

تشریح: امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ غلام ہو یا گھر اس کی طرف ہذہ سے اشارہ کیا ہے اس لیے اس کی ذات مقصود ہوجائے گی، اور جو فلاں کی طرف نسبت کی ہے وہ لغو ہوجائے گی، اس لیے غلامیت ختم ہونے کے بعد اور گھر کے بکنے کے بعد بھی داخل ہوگا تو حانث ہوجائے گا۔

وَصَارَ كَالصَّدِيقِ وَالْمَرْأَةِ. ٢ وَلَهُمَا أَنَّ الدَّاعِي إِلَى الْيَمِينِ مَعْنًى فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ لِأَنَّ هٰذِهِ الْأَعْيَانَ لَا تُهْجَرُ وَلَا تُعَادَى لِذَوَاتِهَا، وَكَذَا الْعَبْدُ لِسُقُوطِ مَنْزِلَتِهِ بَلْ لِمَعْنًى فِي مُلَّاكِهَا فَتَتَقَيَّدُ الْيَمِينُ بِحَالِ قِيَامِ الْمِلْكِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتْ الْإِضَافَةُ إِضَافَةَ نِسْبَةٍ كَالصَّدِيقِ وَالْمَرْأَةِ لِأَنَّهُ يُعَادَى لِذَاتِهِ فَكَانَتْ الْإِضَافَةُ لِلتَّعْرِيفِ وَالدَّاعِي الْمَعْنَى فِي الْمُضَافِ إِلَيْهِ غَيْرُ ظَاهِرٍ لِعَدَمِ التَّعْيِينِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ .قَالَ (٢٤١٦) وَإِنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ صَاحِبَ هَذَا الطَّيْلَسَانِ فَبَاعَهُ ثُمَّ كَلَّمَهُ حَنِثَ ١ لِأَنَّ هٰذِهِ الْإِضَافَةَ لَا تَحْتَمِلُ إِلَّا التَّعْرِيفَ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يُعَادَى لِمَعْنًى فِي الطَّيْلَسَانِ فَصَارَ كَمَا إِذَا أَشَارَ إِلَيْهِ (٢٤١٧) وَمَنْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُ هَذَا

ترجمہ: ٢ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ غلام میں اور گھر میں قسم کھانے کا مطلب اس کی ذات سے دشمنی نہیں ہے بلکہ اس کے مالک کی وجہ سے دشمنی ہے اس لیے قسم ملک کے قیام تک مقید رہے گی، بخلاف اضافت نسبت کی ہو جیسے دوست اور عورت تو انکی ذات سے دشمنی کی جا سکتی ہے، اس لیے وہاں اضافت صرف تعارف کے لیے ہے، اور جسکی بیوی ہے اور جسکا دوست ہے اس کی وجہ ظاہر نہیں ہے کیوں کہ وہ متعین نہیں ہے بخلاف پہلے کے [یعنی گھر اور غلام کے اس کے مالک کی دشمنی متعین ہے]

تشریح: اس لمبی عبارت میں کہنا یہ چاہتے ہیں کہ غلام میں اور گھر میں دشمنی کی بنیاد اس کی ذات نہیں ہوتی بلکہ اس کا مالک ہوتا ہے اس لیے جب تک اس کی ملکیت میں رہے گا تو حانث ہوگا، اور اس کی ملکیت ختم ہونے کے بعد بات کرنے سے حانث نہیں ہوگا، اور بیوی میں اور دوست میں دشمنی کی بنیاد خود بیوی اور دوست ہیں اور ہذہ سے اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اس لیے اس کی ذات مقصود ہوگی اور طلاق ہونے کے بعد بھی بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔ اس لمبی بحث کو غور سے دیکھیں۔

لغت: اضافت: یہاں اضافت سے مراد غلام اور گھر ہیں جو ملکیت میں ہیں۔ اور نسبت سے مراد بیوی اور دوست ہیں جو رشتہ دار ہیں، اور تعلق والے ہیں۔

ترجمہ: (۲۴۱۶) اگر قسم کھائی کہ اس چادر والے سے بات نہیں کرونگا، پس اس نے اس چادر کو بیچ دیا پھر اس سے بات کی تو حانث ہو جائیگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ یہ نسبت تعارف کے لیے ہے اس لیے کہ انسان چادر کی وجہ سے دشمنی نہیں کرتا، تو ایسا ہو گیا کہ چادر والے کی طرف اشارہ کیا ہو تو اس سے چادر والے کی ذات مراد ہوتی ہے۔

وجہ: یہاں چادر والے سے مراد اس کی ذات ہے، کیوں کہ چادر کی وجہ سے دشمنی نہیں کرتا اس لیے یہ ایک تعارف کے لیے ہے، اس لیے چادر بیچ دی پھر اس سے بات کی تو اس آدمی کی ذات سے بات کی اس لیے حانث ہو جائے گا۔

اصول: یہ دیکھا جائے گا کہ قسم کھانے والے نے کہاں ذات مراد لی ہے اور کہاں صفت مراد لی ہے۔ جہاں ذات مراد لی ہے وہاں اس صفت کے زائل ہونے کے بعد بھی ذات سے بات کرے گا تو حانث ہوگا۔ اور جہاں صفت مراد لی ہے وہاں اس صفت کے موجود رہنے تک بات کرے گا تو حانث ہوگا۔ اور صفت زائل ہونے کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۱۷) کسی نے قسم کھائی کہ اس جوان سے بات نہیں کروں گا، پھر بوڑھا ہونے کے بعد بات کی تو حانث ہو جائے گا۔

الشَّابَّ فَكَلَّمَهُ وَقَدْ صَارَ شَيْخًا حَنِثَ لِ لِأَنَّ الْحُكْمَ تَعَلَّقَ بِالْمُشَارِ إِلَيْهِ إِذْ الصِّفَةُ فِي الْحَاضِرِ لَغْوٌ، وَهٰذِهِ الصِّفَةُ لَيْسَتْ بِدَاعِيَةٍ إِلَى الْيَمِينِ عَلٰى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ.

فَصْــــلٌ

قَالَ (۲۴۱۸) وَمَنْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُ حِينًا أَوْ زَمَانًا أَوْ الْحِينَ أَوْ الزَّمَانَ فَهُوَ عَلٰى سِتَّةِ أَشْهُرٍ لِ لِأَنَّ الْحِينَ قَدْ يُرَادُ بِهِ الزَّمَانُ الْقَلِيلُ وَقَدْ يُرَادُ بِهِ أَرْبَعُونَ سَنَةً، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى {هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ} وَقَدْ يُرَادُ بِهِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى {تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ} وَهَذَا هُوَ الْوَسَطُ فَيَنْصَرِفُ إِلَيْهِ،

ترجمہ: لِ جس کے طرف اشارہ کیا حکم کا تعلق اس کے ساتھ ہے، اس لیے کہ حاضر میں صفت کا اعتبار نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جوان ہونا قسم کی طرف بلانے والا نہیں ہے۔

تشریح: کہا اس جوان سے بات نہیں کروں، اب وہ بوڑھا ہو گیا اور بات کی تو بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) یہاں جوان والی صفت مراد نہیں ہے بلکہ جسکی طرف اشارہ کیا اس کی ذات مراد ہے (۲) جوانی ہونا دشمنی کی بنیاد نہیں ہے اس لیے جوان کی ذات مقصود ہوگی، اس لیے کا بوڑھا ہونے کے بعد بات کی تو حانث ہو جائے گا۔

فصل مدت کے بارے میں

ترجمہ: (۲۴۱۸) اگر قسم کھائی کہ فلاں سے ایک حین یا زمانے تک بات نہیں کرے گا یا الحین یا الزمان تک بات نہیں کرے گا تو وہ چھ مہینے پر محمول ہوگی۔

تشریح: حین اور زمان نکرہ کے ساتھ یا الحین اور الزمان معرفہ کے ساتھ چاروں کا اطلاق چھ ماہ پر ہوگا۔ چناں چہ کسی نے قسم کھائی کہ زید سے ایک حین تک بات نہیں کرے گا تو چھ مہینے کے اندر اندر بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) قول صحابی میں ہے۔ سمع علیا قال الحین ستة اشھر (سنن للبیھقی، باب ماجاء فیمن حلف لیقضین حقہ الی حین او الی زمان الخ ج عاشر ص ۱۰۵ نمبر ۲۰۰۱۶ / مصنف ابن ابی شیبة ۵۸ الرجل یحلف ان لا یکلم الرجل حینا کم یکون ذلک ج ثالث ص ۱۰۰ نمبر ۱۲۴۶۹) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ حین چھ مہینے کو کہتے ہیں چاہے معرفہ ہو یا نکرہ۔ اور اسی پر قیاس کر کے زمان کا ترجمہ بھی چھ مہینے ہوں گے۔ (۲) اس آیت میں بھی چھ مہینے کا اشارہ ہے۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ (آیت ۲۵ سورۃ ابراہیم ۱۴) اس آیت میں کل حین سے مراد پھول لگنے سے پھل پکنے تک کی مدت ہے جو کھجور کے لیے چھ مہینے ہوتے ہیں۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ حین سے تھوڑا سا زمانہ بھی مراد لیتے ہیں، اور اس سے چالیس سال بھی مراد لیتے ہیں، تھوڑے سے زمانے کے لیے یہ آیت ہے، کیا انسان پر زمانے کا ایک لمحہ نہیں آیا، اور کبھی حین سے چھ ماہ بھی مراد لیتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہر حین میں اس کا درخت پھل دیتا ہے [اس سے مراد چھ ماہ ہے] اور یہ چھ مہینہ اوسط ہے اس لیے اسی کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشریح: حین تین مدتوں پر بولا جاتا ہے۔ [۱] حین کے لیے ایک مدت ہے ایک لمحہ چناں چہ اللہ نے فرمایا۔ هَلْ اَتٰى عَلَى

۲؎ وَهٰذَا لِأَنَّ الْيَسِيرَ لَا يُقْصَدُ بِالْمَنْعِ لِوُجُودِ الِامْتِنَاعِ فِيهِ عَادَةً، وَالْمُؤَبَّدُ لَا يُقْصَدُ غَالِبًا لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْأَبَدِ، وَلَوْ سَكَتَ عَنْهُ يَتَأَبَّدُ فَيَتَعَيَّنُ مَا ذَكَرْنَا. ۳؎ وَكَذَا الزَّمَانُ يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحِينِ، يُقَالُ مَا رَأَيْتُك مُنْذُ حِينٍ وَمُنْذُ زَمَانٍ بِمَعْنًى ۴؎ وَهَذَا إذَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نِيَّةٌ، أَمَّا إذَا نَوَى شَيْئًا فَهُوَ عَلٰى مَا نَوَى لِأَنَّهُ نَوَى حَقِيقَةَ كَلَامِهِ (۲۴۱۹) وَكَذٰلِكَ الدَّهْرُ عِنْدَهُمَا. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: الدَّهْرُ لَا أَدْرِي مَا هُوَ ۱؎ وَهٰذَا الِاخْتِلَافُ فِي الْمُنَكَّرِ وَهُوَ الصَّحِيحُ، أَمَّا الْمُعَرَّفُ بِالْأَلِفِ وَاللَّامِ يُرَادُ بِهِ الْأَبَدُ عُرْفًا. ۲؎ لَهُمَا أَنَّ دَهْرًا يُسْتَعْمَلُ اسْتِعْمَالَ الْحِينِ

الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾ (آیت ۱، سورۃ الدہر ۷۶) اور اس سے ایک لمحہ مراد ہے، [۲] حین کی دوسری مدت ہے، چالیس سال، [۳] اور اس کی تیسری مدت ہے چھ ماہ، اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ (آیت ۲۵ سورۃ ابراہیم ۱۴) اس آیت میں کل حین سے مراد چھ ماہ کا عرصہ ہے، اور چھ ماہ کی مدت یہ درمیانی ہے اس لیے یہی مراد ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ چھ ماہ لینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قسم کھا کر ایک لمحہ رکنے کا ارادہ نہیں کرتے، کیوں کہ اتنی دیر تو عادۃ رکتے ہی ہیں، اور اکثر ہمیشہ کی بھی نیت نہیں کرتے اس لیے کہ پھر حین ابد کے معنی میں ہو جائے گا، اور حین کا لفظ نہ بولتے تو ہمیشہ ہوتا ہی اس لیے ہم نے جو ذکر کیا وہی متعین ہو گیا، یعنی چھ ماہ۔

تشریح: تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ حین کا ترجمہ ایک لمحہ لیں تو قسم کھا کر اتنی سی دیر رکنے کا ارادہ نہیں کرتے، کیوں کہ اتنی دیر تو آدمی بات کے درمیان بھی رک جاتا ہے، اور ہمیشہ کا معنی بھی نہیں لے سکتے کیوں کہ پھر حین ابد کے معنی میں ہو جائے گا، اگر لا اکلم کے بعد حین نہ لاتے تو یوں بھی ہمیشہ کے لیے کلام کرنا حرام ہوتا، اس لیے اب یہی معنی رہ گیا کہ حین کا ترجمہ چھ مہینے لیا جائے۔

ترجمہ: ۳؎ ایسے ہی لفظ زمان حین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں ما رایتک منذ حین منذ زمان کے معنی میں۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۴؎ یہ چھ مہینے کی مدت اس وقت ہے کہ کوئی نیت نہ کی ہو لیکن اگر کسی خاص مدت کی نیت کی ہو تو وہی مراد ہوگی اس لیے کلام کی حقیقت کی نیت کی ہے۔

تشریح: اگر حین بول کر کوئی نیت نہیں کی تو چھ مہینہ مراد ہوگا، اور اگر مثلا چالیس سال کی نیت کی ہو تو چالیس سال مراد ہو جائے گی، کیوں کہ یہ حین کی حقیقی معنی ہے۔

ترجمہ: (۲۴۱۹) ایسے ہی دہر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک، اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ دہر کا معنی مجھے معلوم نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ یہ اختلاف دہر نکرہ ہو تو اس میں ہے، لیکن اگر الف لام کے ساتھ معرفہ ہو تو اس سے عرفا ہمیشہ کے معنی میں ہوتا ہے۔

تشریح: صاحبین کے نزدیک دہر کا ترجمہ چھ ماہ ہے، جیسے حین کا ترجمہ ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے اس بارے میں توقف کیا ہے، اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ دہر نکرہ استعمال کیا گیا ہو، لیکن اگر الدہر معرفہ بولا ہو تو اس کا معنی ابد اور ہمیشہ کے ہے۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ دہر حین اور زمان کی طرح استعمال ہوتا ہے، لوگ کہتے ہیں ما رایتک منذ حین و منذ زمان اور

وَالزَّمَانِ يُقَالُ مَا رَأَيْتُك مُنْذُ حِينٍ وَمُنْذُ دَهْرٍ بِمَعْنًى ٣ وَأَبُو حَنِيفَةَ تَوَقَّفَ فِي تَقْدِيرِهِ لِأَنَّ اللُّغَاتِ لَا تُدْرَكُ قِيَاسًا وَالْعُرْفُ لَمْ يُعْرَفْ اسْتِمْرَارُهُ لِاخْتِلَافٍ فِي الِاسْتِعْمَالِ(٢٤٢٠) وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ أَيَّامًا فَهُوَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ١ لِأَنَّهُ اسْمُ جَمْعٍ ذُكِرَ مُنَكَّرًا فَيُتَنَاوَلُ أَقَلَّ الْجَمْعِ وَهُوَ الثَّلَاثُ. ٢ وَلَوْ حَلَفَ لَايُكَلِّمُهُ الْأَيَّامَ فَهُوَ عَلَى عَشَرَةِ أَيَّامٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: عَلَى أَيَّامِ الْأُسْبُوعِ. ٣ وَلَوْ حَلَفَ لَا يُكَلِّمُهُ الشُّهُورَ فَهُوَ عَلَى عَشَرَةِ أَشْهُرٍعِنْدَهُ. وَعِنْدَهُمَا عَلَى اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا لِأَنَّ اللَّامَ لِلْمَعْهُودِ وَهُوَ مَا ذَكَرْنَا، لِأَنَّهُ يَدُورُ عَلَيْهَا.

دونوں کا ایک ہی معنی ہوتا ہے یعنی چھ ماہ۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۳ امام ابوحنیفہؒ نے دہر کی مدت متعین کرنے میں توقف کیا اس لیے کہ لغت قیاس سے نہیں بنائی جاسکتی اور عرف میں استمرار کے طور پر کوئی ایک معنی نہیں ہے، کیوں کہ الگ الگ معنی میں استعمال ہوتا رہتا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ لغات قیاس سے نہیں بنائی جاسکتی، اور دہر کا لفظ ایک معنی میں استعمال نہیں ہوتا،، اس لیے اس کی مدت متعین کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۲۰) اگر قسم کھائی کہ اس سے بات نہیں کرے گا کچھ دنوں تو وہ تین دن پر ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ ایام کا لفظ جمع کا صیغہ ہے اور نکرہ ذکر کیا ہے اور جمع کی کم سے کم مقدار تین ہے [اس لیے تین دن مراد ہوں گے]

تشریح: ایام یوم کی جمع ہے، اور نکرہ ہے۔ اور عربی میں جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے اس لیے اگر قسم کھائی کہ ایام تک بات نہیں کرے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ تین دن تک بات نہیں کرے گا۔ اس کے بعد بات کی تو حانث نہیں ہوگا۔ یہ تفصیل ایام نکرہ کی صورت میں ہے۔

ترجمہ: ۲ اگر قسم کھائی کہ اس سے الایام بات نہیں کرے گا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ دس دن پر محمول ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ہفتے کے دنوں پر۔

تشریح: الایام معرفہ کے ساتھ ہے اس لیے کوئی خاص دن مراد ہے۔ اب امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ گنتی میں ایام کا جملہ دس تک استعمال کرتے ہیں، لوگ کہتے ہیں ثلثۃ ایام، اربعۃ ایام سے عشرۃ ایام تک بولتے ہیں اور گیارہ کے بعد ایام کے بجائے یوم آجاتا ہے۔ کہتے ہیں احد عشر یوما۔ تو چونکہ دس تک ایام کا استعمال ہوتا ہے اس لیے بغیر عدد الایام بولا تو دس تک مراد لیتے ہیں۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ہفتہ کے سات دن مراد ہوں گے کیوں کہ سات دن تک جمعہ، سنیچر کی گنتی چلتی ہے اور آٹھویں دن دوبارہ جمعہ آجاتا ہے اور لوگوں کا ذہن اسی طرف جاتا ہے اس لیے ہفتے کے سات دن مراد ہوں گے۔

ترجمہ ۳ اگر قسم کھائی کہ اس سے مہینوں بات نہیں کرے گا تو دس مہینے پر محمول ہوگی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔ اور فرمایا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے کہ سال کے بارہ مہینے مراد ہوں گے۔ اس لیے کہ الف لام متعین کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے اور متعین وہی جس کو ہم نے ذکر کیا، اس لیے کہ انہیں مہینوں پر سال گھومتا ہے۔

تشریح: قسم کھائی کہ شہور تک فلاں سے بات نہیں کروں گا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دس مہینے تک بات نہیں

۴؎ وَلَهُ أَنَّهُ جَمْعٌ مُعَرَّفٌ فَيَنْصَرِفُ إِلَى أَقْصَى مَا يُذْكَرُ بِلَفْظِ الْجَمْعِ وَذَلِكَ عَشَرَةٌ (۲۴۲۱)وَكَذَا الْجَوَابُ عِنْدَهُ فِي الْجُمَعِ وَالسِّنِينَ ۱؎ وَعِنْدَهُمَا يَنْصَرِفُ إِلَى الْعُمُرِ لِأَنَّهُ لَا مَعْهُودَ دُونَهُ (۲۴۲۲) وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ إنْ خَدَمْتنِي أَيَّامًا كَثِيرَةً فَأَنْتَ حُرٌّ فَالْأَيَّامُ الْكَثِيرَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ؒ عَشَرَةُ أَيَّامٍ ۱؎ لِأَنَّهُ أَكْثَرُ مَا يَتَنَاوَلُهُ اسْمُ

کرے گا۔ اس سے پہلے بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا اور اس کے بعد بات کرے گا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: پچھلے مسئلے کی طرح شہور جمع کا صیغہ ہے جو گنتی میں دس تک استعمال ہوتا ہے اور گیارہ کے بعد احد عشر شہرا واحد کا لفظ آجاتا ہے اس لیے شہور جو جمع کا صیغہ بولا تو دس مہینے مراد ہوں گے۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک سال کے بارہ مہینے مراد ہوں گے۔

وجہ: لوگ اسی کو شہور کہتے ہیں اور سال کے بعد دوبارہ وہی مہینے محرم، صفر آجاتے ہیں اس لیے شہور سے سال کے بارہ مہینے مراد ہوں گے۔

ترجمہ: ۴؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شہور جمع کا صیغہ ہے اور الف لام کے ساتھ معرفہ ہے اس لیے جمع کے صیغے کے ساتھ جہاں تک عدد گنی جاتی ہے وہاں تک پھیرا جائے گا اور یہ دس کی عدد ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تین سے لے کر دس تک میں جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے، بولتے ہیں عشرۃ شھور، اور اگیارہ میں واحد کا صیغہ آجاتا ہے بولتے ہیں احد عشرۃ شھرا تو چونکہ جمع ک صیغہ دس تک میں استعمال کرتے ہیں اس لیے دس مہینے ہی مراد ہوں گے۔ یہ بحث پہلے بھی گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۲۴۲۱) جمع اور سنین میں بھی یہی جواب ہے۔

تشریح: اگر قسم کھائی کی جمع تک فلاں تک بات نہیں کروں گا، جمع جمع کا صیغہ استعمال کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بات کرنے سے حانث ہوگا اس کے بعد حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر قسم کھائی کہ فلاں سے سنین تک بات نہیں کروں گا تو دس سال ہوں گے، یعنی دس سال تک بات کرنے سے حانث ہوگا، اس کے بعد بات کرنے سے حانث نہیں ہوگا، اور دلیل اوپر ہی کی ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اور صاحبینؒ کے نزدیک پوری عمر میں بات کرنے سے حانث ہو جائے گا۔

وجہ: صاحبین فرماتے ہیں کہ ہفتہ اور مہینے کی طرح جمعہ اور سال کے بارے میں کوئی متعین عرف نہیں ہے اس لیے عمر بھر میں کسی جمعہ کو بھی فلاں سے بات کرے گا تو حانث ہو جائے گا، اسی طرح عمر بھر میں کسی سال بھی فلاں سے بات کرے تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۲۲) کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تم نے میری ایاما کثیرا تک خدمت کی تو تم آزاد ہو تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایاما کثیرا دس دن ہوں گے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ ایام جو زیادہ شامل ہوتا ہے وہ دس دن ہیں

تشریح: غلام سے کہا کہ زیادہ دن خدمت کرو گے تو تم آزاد ہو، تو ایاما کثیرا سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دس دن ہوں گے اور اس کی وجہ اوپر گزر گئی کہ دس کی عدد تک ایام جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔

الْأَيَّامِ، ٢ وَقَالَا: سَبْعَةُ أَيَّامٍ لِأَنَّ مَا زَادَ عَلَيْهَا تَكْرَارٌ. ٣ وَقِيلَ لَوْ كَانَ الْيَمِينُ بِالْفَارِسِيَّةِ يَنْصَرِفُ إِلَى سَبْعَةِ أَيَّامٍ لِأَنَّهُ يُذْكَرُ فِيهَا بِلَفْظِ الْفَرْدِ دُونَ الْجَمْعِ.

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْعِتْقِ وَالطَّلَاقِ

(٢٤٢٣) وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ إِذَا وَلَدْت وَلَدًا فَأَنْتِ طَالِقٌ فَوَلَدَتْ وَلَدًا مَيِّتًا طَلُقَتْ، وَ كَذٰلِكَ إِذَا قَالَ لِأَمَتِهِ إِذَا وَلَدْت وَلَدًا فَأَنْتِ حُرَّةٌ ١ لِأَنَّ الْمَوْجُودَ مَوْلُودٌ فَيَكُونُ وَلَدًا حَقِيقَةً وَيُسَمَّى بِهِ فِي الْعُرْفِ، وَيُعْتَبَرُ وَلَدًا فِي الشَّرْعِ حَتَّى تَنْقَضِيَ بِهِ الْعِدَّةُ، وَالدَّمُ بَعْدَهُ نِفَاسٌ وَأُمُّهُ أُمُّ وَلَدٍ لَهُ فَتَحَقَّقَ الشَّرْطُ وَهُوَ وِلَادَةُ الْوَلَدِ

ترجمہ: ٢ اور صاحبین نے فرمایا کہ سات دن ہوں گے، کیوں کہ سات کے بعد اس پر تکرار ہوتا ہے۔

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ ہفتے کے سات دن ہوتے ہیں اس کے بعد دوبارہ مثلا سنیچر لوٹ آتا ہے اس لیے سات دن ہی کی خدمت میں آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ٣ مشائخ نے فرمایا کہ اگر فارسی میں قسم کھائی تو سات دن ہی کی طرف پھیرا جائے گا، اس لیے کہ فارسی میں روز مفرد لفظ ہی سے استعمال ہوتا ہے، جمع کے لفظ سے استعمال نہیں ہوتا۔

تشریح: فارسی میں اس طرح قسم کھائی کہ، اگر مرا روز بسیار خدمت کردی آزاد شدی، تو اس سے سات دن ہی مراد ہوں گے، کیوں کہ فارسی میں کتنی ہی تعداد بیان کرنی ہو اس میں روز، مفرد ہی استعمال ہوتا ہے، عربی کی طرح جمع کا صیغہ نہیں آتا، اس لیے وہاں بسیار سے ہفتے کے سات دن ہی مراد ہوں گے چناں چہ سات دن خدمت کرے گا تو آزاد ہوجائے گا۔

باب الیمین فی العتق والطلاق

ترجمہ: (٢٤٢٣) کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تم نے بچہ جنا تو تمکو طلاق ہے، پھر عورت نے مردہ بچہ بنا پھر بھی طلاق واقع ہوگی، ایسے ہی اپنی باندی سے کہا اگر تم نے بچہ جنا تو تم آزاد ہو۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ بچہ موجود ہے اس لیے وہ حقیقت میں بچہ ہے، اور عرف میں بھی اس کو بچہ کہتے ہیں، اور شریعت میں بھی اس بچے کا اعتبار کرتے ہیں، چناں چہ اس سے عدت ختم ہوجائے گی، اور اس کے بعد جو خون ہوگا وہ نفاس کا خون ہوگا، اور اس بچے کی وجہ سے باندی ام ولد بن جائے گی اس لیے شرط پائی گئی اور وہ ہے بچہ پیدا ہونا، اس لیے عورت کو طلاق واقع ہوجائے گی۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ عورت نے بچہ جنا ہے، چاہے وہ مردہ کیوں نہ ہو اس لیے اس کو طلاق واقع ہوگی۔ بیوی سے کہا کہ اگر تم بچہ جنو تو تم کو طلاق ہے، پھر اس نے مردہ بچہ جنا تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ اسی طرح باندی سے کہا کہ اگر تم بچہ جنو تو تم آزاد ہو پھر اس نے مردہ بچہ جنا تو وہ آزاد ہوجائے گی۔

وجہ: (١) ابھی جو باہر نکلا ہے وہ بچہ ہی ہے (٢) عرف میں اس کو بچہ کہتے ہیں (٣) شریعت میں بھی اس کو بچہ شمار کرتے ہیں، اگر حمل میں شوہر طلاق دی ہو تو اس بچے سے عدت پوری ہوجائے گی (٤) اس بچے کے بعد جو خون آئے گا اس کو نفاس کا خون کہتے ہیں (٥) اگر یہ بچہ آقا کی وطی سے پیدا ہوا ہے تو باندی اس کی ام ولد بن جائے گی، یہ پانچ دلائل اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بچہ ہے اس لیے شرط پائے جانے کے مطابق عورت کو طلاق واقع ہوجائے گی۔

(۲۴۲۴) وَلَوْ قَالَ إِذَا وَلَدْت وَلَدًا فَهُوَ حُرٌّ فَوَلَدَتْ وَلَدًا مَيِّتًا ثُمَّ آخَرَ حَيًّا عَتَقَ الْحَيُّ وَحْدَهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: لَا يُعْتَقُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا ۱ لِأَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ بِوِلَادَةِ الْمَيِّتِ عَلَى مَا بَيَّنَّا فَتَنْحَلُّ الْيَمِينُ لَا إلَى جَزَاءٍ لِأَنَّ الْمَيِّتَ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لِلْحُرِّيَّةِ وَهِيَ الْجَزَاءُ. ۲ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ مُطْلَقَ اسْمِ الْوَلَدِ مُقَيَّدٌ بِوَصْفِ الْحَيَاةِ لِأَنَّهُ قَصَدَ إثْبَاتَ الْحُرِّيَّةِ جَزَاءً وَهِيَ قُوَّةٌ حُكْمِيَّةٌ تَظْهَرُ فِي دَفْعِ تَسَلُّطِ الْغَيْرِ وَلَا تَثْبُتُ فِي الْمَيِّتِ فَيَتَقَيَّدُ بِوَصْفِ الْحَيَاةِ فَصَارَ كَمَا إذَا قَالَ إذَا وَلَدْتِّ وَلَدًا حَيًّا، بِخِلَافِ جَزَاءِ الطَّلَاقِ وَحُرِّيَّةِ الْأُمِّ لِأَنَّهُ لَا يَصْلُحُ مُقَيِّدًا (۲۴۲۵) وَإِذَا قَالَ أَوَّلُ عَبْدٍ أَشْتَرِيهِ فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَى عَبْدًا عَتَقَ ۱ لِأَنَّ الْأَوَّلَ اسْمٌ لِفَرْدٍ سَابِقٍ

ترجمہ: (۲۴۲۴) اگر کسی نے کہا کہ اگر تم کو بچہ پیدا ہوتو وہ بچہ آزاد ہے، پھر مردہ بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد زندہ پیدا ہوا تو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں زندہ بچہ آزاد ہوجائے گا، اور صاحبین نے فرمایا کہ کوئی بچہ آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جب کہا کہ بچہ آزاد تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ جو بچہ زندہ ہوگا وہ آزاد ہوگا، اور اس پر قسم ختم ہوگی، پس جب مردہ بچہ پیدا ہوا تو ابھی اس کی قسم ختم نہیں ہوئی، اس لیے جب زندہ پیدا ہوگا تو اس پر قسم ختم ہوگی اور وہ آزاد ہوجائے گا۔

اور صاحبین کا اصول یہ ہے کہ کوئی بھی بچہ پیدا ہو زندہ یا مردہ اس پر قسم ختم ہوجائے گی، پس جب مردہ پیدا ہوا تو اس پر قسم ختم ہوگئی اب اس کے بعد زندہ پیدا ہوا تو وہ آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ اس سے پہلے ہی قسم ختم ہوچکی ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ مردہ بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے شرط پائی گئی، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اس لیے آزاد ہوئے قسم ختم ہوجائے گی، کیوں کہ مردہ بچہ آزاد ہونے کا محل نہیں ہے۔

تشریح: یہ صاحبینؒ کی دلیل ہے کہ، شرط یہ تھی کہ کوئی بھی بچہ پیدا ہو زندہ، یا مردہ اس لیے مردہ پیدا ہونے کی وجہ سے شرط ختم ہوگئی اس لیے اس کے بعد جو زندہ پیدا ہوا وہ آزاد نہیں ہوگا، کیوں کہ قسم تو پہلے ہی ختم ہوچکی ہے۔

ترجمہ: ۲ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق ولد سے یہاں زندہ ولد مراد ہے، اس لیے کہ اس میں آزادگی کو ثابت کرنا ہے، آزادگی وہ حکمی قوت ہے جو غیر کے تسلط کو دفع کرتا ہے، اور یہ میت میں ثابت نہیں ہوسکتی اس لیے ولد سے زندہ ولد مراد ہوگا، تو گویا کہ یوں کہا کہ زندہ ولد پیدا ہوگا تو وہ آزاد ہے، بخلاف طلاق اور ماں کی آزادگی کے اس لیے کہ وہاں زندہ والی قید کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مطلق ولد سے یہاں زندہ ولد مراد ہے، کیوں کہ اس میں آزادگی کو ثابت کرنا ہے، تو گویا کہ یوں کہا کہ زندہ بچہ پیدا ہوگا تو وہ آذاد ہوگا، اس لیے قسم زندہ بچے پر پوری ہوگی، اس لیے برخلاف بیوی کو طلاق دینے میں اور ماں کے آزاد ہونے میں بچے کے زندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ تو مردہ بچے سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی۔

لغت: و هي قوة حكميه تظر في دفع تسلط الغير: یہ حریت کی تعریف کی ہے، آقا کا تسلط باقی نہ رہے اس کو حریت کہتے ہیں، اور یہ زندہ بچے میں ثابت کیا جاسکتا ہے مردے میں نہیں اس لیے بچے کا زندہ ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ: (۲۴۲۵) اگر کہا کہ پہلی مرتبہ ایک غلام خریدوں تو وہ آزاد، پس اس نے ایک غلام خریدا تو وہ آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ پہلا غلام ایک بھی ہے اور پہلا بھی ہے۔

(۲۴۲۶)فَإِنْ اشْتَرَىٰ عَبْدَيْنِ مَعًا ثُمَّ آخَرَ لَمْ يُعْتَقْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ لِ لِانْعِدَامِ التَّفَرُّدِ فِي الْأَوَّلَيْنِ وَالسَّبَقِ فِي الثَّالِثِ فَانْعَدَمَتْ الْأَوَّلِيَّةُ (۲۴۲۷)وَإِنْ قَالَ أَوَّلُ عَبْدٍ أَشْتَرِيه وَحْدَهُ فَهُوَ حُرٌّ عَتَقَ الثَّالِثُ لِ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّفَرُّدُ فِي حَالَةِ الشِّرَاءِ لِأَنَّ وَحْدَهُ لِلْحَالِ لُغَةً وَالثَّالِثُ سَابِقٌ فِي هَذَا الْوَصْفِ (۲۴۲۸)وَإِنْ قَالَ آخِرُ عَبْدٍ أَشْتَرِيه فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَى عَبْدًا ثُمَّ مَاتَ لَمْ يُعْتِقْ لِ لِأَنَّ الْآخَرَ اسْمٌ لِفَرْدٍ لَاحِقٍ وَلَا سَابِقَ لَهُ فَلَا يَكُونُ لَاحِقًا (۲۴۲۹)وَلَوْ اشْتَرَى عَبْدًا ثُمَّ عَبْدًا ثُمَّ مَاتَ عَتَقَ الْآخَرُ

تشریح: یہاں دو شرطیں ہیں ایک غلام ہو اور پہلی مرتبہ ہو تو آزاد ہوگا، چناں چہ پہلی مرتبہ ایک غلام خریدا تو شرط کے مطابق آزاد ہوجائے گا۔

لغت: الاول: یہاں اول سے مراد ایک بھی ہو، اور پہلا بھی ہو۔

ترجمہ: (۲۴۲۶) اور اگر دو غلام ایک ساتھ خریدے پھر تیسرا خریدا تو کوئی بھی آزاد نہیں ہوگا

ترجمہ: لے اس لیے کہ پہلے دو میں تفرد نہیں ہے، اور تیسرے میں اولیت نہیں ہے۔

تشریح: دو غلام ایک ساتھ خریدا، پھر تیسرا غلام خرید تو کوئی بھی آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: پہلے دو میں اکیلا پن نہیں ہے، اس لیے وہ آزاد نہیں ہوگا، اور تیسرے میں پہلا پن نہیں ہے وہ تو دوسری مرتبہ میں خریدا ہے اس لیے وہ بھی آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۲۷) اگر کہا کہ جب کبھی اکیلا غلام خریدوں تو وہ آزاد تو تیسرا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ اس لیے کہ خریدنے کے وقت میں اکیلا پن مراد ہے، اس لیے کہ متن میں وحدہ لغت کے اعتبار سے حال ہے اور تیسرا غلام اکیلے پن میں پہلا ہے۔

تشریح: یوں کہا کہ جب کبھی اکیلا غلام خریدوں تو وہ آزاد ہے، اور صورت حال یہ ہے کہ پہلے دو غلام خریدا، پھر ایک غلام خریدا تو چونکہ تیسرا غلام پہلی مرتبہ اکیلا ہے اس لیے وہ آزاد ہوجائے گا۔

وجہ: کیوں کہ وحدہ حال ہے اور خریدنے کی حالت میں اکیلا پن مراد ہے اس لیے تیسرا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۲۸) اگر کہا کہ آخری غلام خریدوں تو وہ آزاد ہے پھر ایک غلام خریدا اور قسم کھانے والا مر گیا تو یہ غلام ازاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ آخری اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پہلے بھی کوئی ہو، اور یہاں اس سے پہلے کوئی نہیں ہے، اس لیے یہ آخری بھی نہیں ہوا [اس لیے یہ غلام آزاد نہیں ہوگا۔

تشریح: آخری اس کو کہتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی کوئی ہو اور اوپر کے مسئلے میں اس خریدے ہوئے غلام سے پہلے کوئی نہیں ہے، اس لیے یہ آخری نہیں ہوا اس لیے یہ آزاد نہیں ہوگا۔

لغت: لاحق: جو بعد میں ہو۔ سابق: جو کسی سے پہلے ہو۔

ترجمہ: (۲۴۲۹) اگر غلام خریدا پھر دوسرا غلام خریدا اور آقا مر گیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا۔

۱؎ لِأَنَّه فَرْدٌ لَاحِقٌ فَاتَّصَفَ بِالْآخِرِيَّةِ ۲؎ وَيُعْتَقُ يَوْمَ اشْتَرَاهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – حَتَّى يُعْتَبَرَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ، ۳؎ وَقَالَا: يُعْتَقُ يَوْمَ مَاتَ حَتَّى يُعْتَبَرَ مِنْ الثُّلُثِ لِأَنَّ الْآخِرِيَّةَ لَا تَثْبُتُ إلَّا بِعَدَمِ شِرَاءِ غَيْرِهِ بَعْدَهُ وَذَلِكَ يَتَحَقَّقُ بِالْمَوْتِ فَكَانَ الشَّرْطُ مُتَحَقِّقًا عِنْدَ الْمَوْتِ فَيُقْتَصَرُ عَلَيْهِ. ۴؎ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْمَوْتَ مُعَرِّفٌ فَأَمَّا اتِّصَافُهُ بِالْآخِرِيَّةِ فَمِنْ وَقْتِ الشِّرَاءِ فَيَثْبُتُ مُسْتَنِدًا، ۵؎ وَعَلَى هٰذَا الْخِلَافِ تَعْلِيقُ الطَّلْقَاتِ الثَّلَاثِ بِهِ، وَفَائِدَتُهُ تَظْهَرُ فِي جَرَيَانِ الْإِرْثِ وَعَدَمِهِ

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ دوسرا غلام بعد میں ہے اس لیے وہ آخری ہوا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جس دن سے خریدا ہے اسی دن سے آزاد ہوگا، یہی وجہ ہے کہ غلام پورے مال سے آزاد ہوگا۔

تشریح: غلام کے آزاد ہونے کا پتہ تو چلے گا آقا کی موت کے وقت، کیوں کہ اسی وقت پتہ چلے گا کہ یہ غلام آخری ہے، لیکن اس کی آزادگی جو شمار کی جائے گی وہ خریدنے کے وقت سے شمار کی جائے گی، اور خریدنے کے وقت آقا تندرست تھا مرض الموت میں نہیں تھا اس لیے غلام پورے مال سے آزاد ہوگا، تہائی مال سے آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: کیوں کہ آزاد ہونے کا سبب خریدنا ہے اس لیے خریدنے کے وقت سے آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ جس دن آقا کی موت ہوئی اس دن آزاد ہوگا، یہی وجہ ہے کہ تہائی مال سے آزاد ہوگا، اس لیے کہ آخری ہونا اس وقت ثابت ہوگا جب کہ اس کے بعد نہ خریدے، اور اس کا پتہ آقا کی موت کے وقت پتہ چلے گا، اس لیے شرط موت کے وقت پائی گئی اس لیے موت کے وقت ہی آزدگی ہوگی۔

تشریح: صاحبین کے نزدیک آقا کی موت کے وقت غلام آزاد ہوگا، اور چونکہ مرض الموت میں آزاد ہوا اس لیے وصیت کے درجے میں ہوئی اس لیے آقا کی تہائی مال میں سے آزاد ہوگا۔

وجہ: موت کے وقت یہ پتہ چلے گا کہ یہ غلام آخری خریدا ہے، اس لیے گویا کہ موت آزدگی کا سبب بنی، اس لیے تہائی مال سے آزاد ہوگا، اور باقی دو تہائی غلام پر قرض رہے گی۔

ترجمہ: ۴؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ موت سے تو یہ پتہ چلا کہ یہ آخری ہے، لیکن آخری کے ساتھ جو متصف ہوا وہ خریدنے کے وقت سے ہی متصف ہوا اس لیے خریدنے کے وقت ہی کی طرف آزدگی منسوب ہوگی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۵؎ اسی اختلاف پر ہے آخری بیوی کو تین طلاق پر معلق کرے، اور اس کا فائدہ ظاہر ہوگا وارث ہونے اور نہ ہونے میں۔

تشریح: زید نے کہا کہ آخری بیوی جس سے میں نکاح کروں اس کو تین طلاق ہے،، زید نے پہلی بیوی کی، پھر دوسری بیوی فاطمہ سے نکاح کیا، فاطمہ کا تین حیض گزرا اس کے بعد زید کا انتقال ہو گیا،

اب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نکاح کے وقت ہی طلاق واقع ہوئی ہے، اور اس کے بعد تین حیض بھی گزرا ہے اس لیے فاطمہ شوہر

(۲۴۳۰)وَمَنْ قَالَ كُلُّ عَبْدٍ بَشَّرَنِي بِوِلَادَةِ فُلَانَةَ فَهُوَ حُرٌّ فَبَشَّرَهُ ثَلَاثَةٌ مُتَفَرِّقِينَ عَتَقَ الْأَوَّلُ ل لِأَنَّ الْبِشَارَةَ اسْمٌ لِخَبَرٍ يُغَيِّرُ بَشَرَةَ الْوَجْهِ، وَيُشْتَرَطُ كَوْنُهُ سَارًّا بِالْعُرْفِ، وَهَذَا إنَّمَا يَتَحَقَّقُ مِنْ الْأَوَّلِ (۲۴۳۱) وَإِنْ بَشَّرُوهُ مَعًا عَتَقُوا ل لِأَنَّهَا تَحَقَّقَتْ مِنْ الْكُلِّ (۲۴۳۲) وَلَوْ قَالَ إنْ اشْتَرَيْت فُلَانًا فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَاهُ يَنْوِي بِهِ كَفَّارَةَ يَمِينِهِ لَمْ يَجْزِ ل لِأَنَّ الشَّرْطَ قِرَانُ النِّيَّةِ بِعِلَّةِ الْعِتْقِ وَهِيَ الْيَمِينُ، فَأَمَّا الشِّرَاءُ فَشَرْطُهُ (۲۴۳۳)وَإِنْ اشْتَرَى أَبَاهُ يَنْوِي عَنْ كَفَّارَةِ يَمِينِهِ أَجْزَأَهُ عِنْدَنَا

سے اجنبیہ ہو گئی اس لیے فاطمہ کو زید کی وراثت نہیں ملے گی۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کے موت کے وقت فاطمہ کو طلاق واقع ہوئی ہے اس لیے فاطمہ زید کا وارث بنے گی، یونکہ وہ موت تک بیوی رہی۔ دونوں کے اصول سے مسئلے کا یہ فرق ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۳۰) کسی نے کہا کہ جو غلام مجھے فلاں کی پیدائش کی خبر دے وہ آزاد ہے، پھر تین متفرق غلاموں نے ولادت کی خبر دی تو پہلا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: لـ اس لیے کہ بشارت نام ہے ایسی خبر کی جس سے چہرے کی رنگت بدل جائے، اور عرف میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ خبر خوشی لائے، اور یہ باتیں پہلے غلام کی خبر میں ہے [اس لیے پہلا غلام آزاد ہوگا]

تشریح: بشارت کے لفظ میں دو باتیں ہیں ایک تو یہ بشرۃ سے مشتق ہے، یعنی چہرے کی رنگت بدل جائے، اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں بشارت اور خوشخبری بھی ہو، جس سے خوشی آجائے اور یہ بات پہلے غلام کی خبر میں ہے اس لیے پہلا غلام آزاد ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۳۱) اور اگر سبھی غلاموں نے ایک ساتھ خوشخبری دی تو سب آزاد ہو جائیں گے۔

ترجمہ: لـ اس لیے کہ کل سے خوشخبری متحقق ہوئی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۴۳۲) اور اگر کہا کہ اگر میں نے فلاں کو خریدا تو وہ آزاد ہے، پھر اس کو کفارے کی نیت سے خریدا تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

تشریح: یہاں دو چیزوں کے لیے آزاد کرنا ہے، [۱] ایک ہے خریدنے کی بنا پر آزاد ہونا [۲] دوسرا ہے قسم کے کفارے کے لیے آزاد ہونا۔ یہاں خریدنے کی بنا پر آزاد ہونا پہلے ہے اور کفارے کے لیے آزاد ہونے کی نیت بہت بعد میں ہے اس لیے قسم کے کفارے میں آزاد نہیں ہوگا، اگر کفارے کی نیت خریدنے کے ساتھ ہوتی تو کفارہ بھی ادا ہو جاتا۔

ترجمہ: لـ اس لیے کہ کفارے کی نیت آزادگی کے ساتھ ہونا ضروری ہے، یہاں خریدنے کی شرط ہے۔

تشریح: یہاں عبارت ناقص ہے۔ عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کفارے کی نیت خریدنے کے ساتھ ہونی چاہئے تب کفارہ ادا ہوگا، یہاں خریدنے کی نیت پہلے ہے اور کفارے کی نیت بہت بعد میں ہے اس لیے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۳۳) اگر باپ کو کفارے کی نیت سے خریدا تو ہمارے نزدیک کفارہ ادا ہو جائے گا۔

تشریح: اپنے باپ کو کفارہ یمین آدا کرنے کے لیے خریدا تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔

۱؎ خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ. لَهُمَا أَنَّ الشِّرَاءَ شَرْطُ الْعِتْقِ، فَأَمَّا الْعِلَّةُ فَهِيَ الْقَرَابَةُ وَهَذَا لِأَنَّ الشِّرَاءَ إثْبَاتُ الْمِلْكِ وَالْإِعْتَاقُ إزَالَتُهُ وَبَيْنَهُمَا مُنَافَاةٌ. ۲؎ وَلَنَا أَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ إعْتَاقٌ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «لَنْ يَجْزِيَ وَلَدٌ وَالِدَهُ إلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيهِ فَيُعْتِقَهُ» جَعَلَ نَفْسَ الشِّرَاءِ إعْتَاقًا لِأَنَّهُ لَا يُشْتَرَطُ غَيْرُهُ وَصَارَ نَظِيرُ قَوْلِهِ سَقَاهُ فَأَرْوَاهُ(۲۴۳۴) وَلَوْ اشْتَرَى أُمَّ وَلَدِهِ لَمْ يُجْزِهْ ۱؎ وَمَعْنَى هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ أَنْ يَقُولَ لِأَمَةٍ قَدْ اسْتَوْلَدَهَا بِالنِّكَاحِ: إنْ اشْتَرَيْتُك فَأَنْتِ حُرَّةٌ عَنْ كَفَّارَةِ يَمِينِي ثُمَّ اشْتَرَاهَا فَإِنَّهَا تُعْتَقُ لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَلَا يَجْزِيه عَنْ الْكَفَّارَةِ لِأَنَّ حُرِّيَّتَهَا مُسْتَحَقَّةٌ بِالِاسْتِيلَادِ فَلَا تَنْضَافُ إلَى الْيَمِينِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ،

یہاں آزاد ہونے کے دو اسباب ہیں[۱] قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے، [۲] اور کفارے کے وجہ سے، اور کفارے کی نیت رشتہ داری کے ساتھ ہے اس لیے کفارہ ادا ہو جائے گا، اگر کفارے کی نیت خریدنے کے بعد کرتا تو کفارہ ادا نہیں ہوتا۔

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام زفر اور امام شافعیؒ کے، ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ خریدنا آزادگی کی شرط ہے اور قرابت اس کی علت ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خریدنے سے ملکیت ثابت ہوتی ہے، اور آزادگی میں ملکیت کو ختم کرنا ہے اور دونوں کے درمیان منافات ہے

تشریح: امام زفر اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ باپ کو خریدنے سے کفارہ یمین ادا نہیں ہوگا۔

وجہ: خریدنا یہ آزادگی کی شرط ہے اور رشتہ دار ہونا آزادگی کی علت ہے، اس لیے علت کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا، کفارہ کی وجہ سے آزادگی نہیں ہوگی۔

لغت: لان الشراء اثبات الملک: علت اور شرط میں فرق کرنا چاہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ خریدنا یہ آزاد ہونے کی شرط ہے، اور قرابت جو ہے وہ آزاد ہونے کی علت ہے۔ اور دونوں کے درمیان منافات ہے اس لیے خریدنا آزادگی کی علت نہیں بن سکتی۔

ترجمہ: ۲؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قریب کے خریدنے سے ہی آزادگی ہو جائے گی، حضور ﷺ نے فرمایا کوئی لڑکا اپنے والد کو اس سے بڑھ کر بدلہ نہیں دے سکتا کہ اس کو مملوک پائے اور اس کو خرید کر آزاد کر دے، اس حدیث میں خریدنے ہی کو آزادگی قرار دیا، کیوں کہ حدیث میں اور شرط نہیں ہے، تو ایسا ہو گیا کہ کہا کہ اس کو پلایا اور سیراب کیا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ خریدنے اور اس سے آزاد ہونے میں منافات نہیں ہے، بلکہ خریدنا ہی آزادگی ہے، اور اس سے کفارے کی نیت کرے گا تو کفارہ بھی ادا ہو جائے گا۔

وجہ: حدیث میں ہے کہ خریدنا ہی آزادگی ہے، حدیث یہ ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یجزی ولد والدا الا ان یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ۔ (مسلم شریف، باب فضل عتق الوالد، ص ۶۵۷، نمبر ۱۵۱۰/۳۷۹۹/ ابوداود شریف، باب فی بر الوالدین، ص ۷۲۲، نمبر ۵۱۳۷) اس حدیث میں ہے کہ خرید کر کے باپ کو آزاد کرے۔

ترجمہ: (۲۴۳۴) اگر ام ولد کو خریدا تو کفارہ یمین کے لیے کافی نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ مسئلے کی صورت یہ ہے کہ کسی باندی سے نکاح کے ذریعہ بچہ پیدا ہوا، اس سے یہ کہا کہ اگر میں تم کو خریدوں اگر تم کو خریدوں تو تم میرے کفارہ یمین میں آزاد ہو، پھر اس باندی کو خرید لیا [جو اس کی بیوی بھی تھی] تو خریدنے کی شرط پائے جانے کے مطابق وہ آزاد

۲؎ بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ لِقِنَّةٍ إنْ اشْتَرَيْتُك فَأَنْتِ حُرَّةٌ عَنْ كَفَّارَةِ يَمِينِي حَيْثُ يَجْزِيه عَنْهَا إذَا اشْتَرَاهَا لِأَنَّ حُرِّيَّتَهَا غَيْرُ مُسْتَحَقَّةٍ بِجِهَةٍ أُخْرَى فَلَمْ تَخْتَلَّ الْإِضَافَةُ إلَى الْيَمِينِ وَقَدْ قَارَنَتْهُ النِّيَّةُ (۲۴۳۵) وَمَنْ قَالَ إنْ تَسَرَّيْت جَارِيَةً فَهِيَ حُرَّةٌ فَتَسَرَّى جَارِيَةً كَانَتْ فِي مِلْكِهِ عَتَقَتْ ۱؎ لِأَنَّ الْيَمِينَ انْعَقَدَتْ فِي حَقِّهَا لِمُصَادَفَتِهَا الْمِلْكَ وَهَذَا لِأَنَّ الْجَارِيَةَ مُنَكَّرَةٌ فِي هَذَا الشَّرْطِ فَتَتَنَاوَلُ كُلَّ جَارِيَةٍ عَلَى الِانْفِرَادِ

ہوجائے گی، لیکن کفارہ یمین سے وہ کافی نہیں ہوگی، اس لیے کہ اس کی آزادگی ام ولد ہونے کی وجہ سے ہے اس لیے پورے طور پر کفارہ یمین سے نہیں ہوئی۔

اصول: ام ولد ہونے کی وجہ سے آزادگی کا شائبہ آچکا ہو تو اس کو کفارہ یمین میں آزاد کرنا کافی نہیں ہے، کیوں کہ اس میں نقص آگیا ہے۔

تشریح: خالدہ عمر کی باندی تھی، زید نے اس سے نکاح کر کے بچہ پیدا کیا، پھر اس سے کہا کہ اگر میں تم کو خریدوں تو کفارہ یمین کے طور پر تو آزاد ہو جائے گی، اب اس کو خریدا تو وہ آزاد ہو جائے گی، کیوں کہ خریدنا پایا گیا، لیکن چونکہ اس کی باندی بھی ہوگئی اور اس سے بچہ پیدا کیا تھا اس لیے یہ اس کی ام ولد بھی بن گئی ہے، اس لیے اس کو کفارہ یمین میں آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔

وجہ: کفارہ یمین میں مکمل باندی آزاد کرنا ہوتا ہے، یہاں ام ولد ہونے کی وجہ سے آزادگی کا شائبہ آچکا ہے اور گویا کہ باندی میں نقص آچکا ہے اس لیے اس کو کفارہ یمین میں آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ برخلاف اگر خالص باندی سے کہا کہ اگر میں تم کو خریدوں تو کفارہ یمین کے بدلے میں تم آزاد ہو جاوگی، پس اگر اس کو خریدا تو کفارہ یمین کے لیے کافی ہو جائے گی، اس لیے کہ اس کی آزادگی کسی اور وجہ سے مستحق نہیں ہے اس لیے کہ کفارہ یمین کی طرف منسوب کرنے میں خلل انداز نہیں ہوا، اور کفارہ میں ادا کرنے کی نیت بھی ہے۔

اصول: مکمل باندی ہو تو وہ کفارہ یمین کے بدلے آزاد ہو سکتی ہے۔

تشریح کسی کی خالص باندی تھی، وہ کسی کی ام ولد نہیں تھی اس کو کہا کہ اگر میں تم کو خریدوں تو میرے کفارہ یمین میں تم آزاد ہوگی، اب اس کو خریدا تو کفارہ یمین میں ادا ہو جائے گی۔

وجہ: (۱) اس باندی میں آزادگی کا نقص نہیں ہے، یہ مکمل باندی ہے (۲) اس میں خریدنے سے پہلے کفارے کی نیت بھی ہے، اس لیے کفارہ یمین کے بدلے آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۴۳۵) کسی نے کہا اگر میں الگ لیجا کر باندی سے صحبت کروں تو وہ باندی آزاد ہے، پس اپنی ملکیت کی باندی سے صحبت کی تو وہ آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ اس کے حق میں قسم منعقد ہوگئی، کیوں کہ باندی میں اس کی ملکیت موجود تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ متن میں جاریۃ نکرہ ہے اس لیے ہر باندی کو شامل ہے [لیکن یہاں مراد اپنی باندی ہے]

تشریح: تسری میں دو باتیں ہیں [۱] کہتے وقت باندی اپنی ملکیت میں ہو [۲] اور الگ سے لیجا کر صحبت کرنا۔ یہاں تسریتُ، کہتے وقت باندی اپنی ملکیت میں تھی اور اس سے صحبت بھی کی اس لیے دونوں باتیں پائے جانے کی وجہ سے باندی آزاد ہو جائے گی۔ اگر

(۲۴۳۶) وَإِنْ اشْتَرَى جَارِيَةً فَتَسَرَّاهَا لَمْ تُعْتَقْ بِهٰذِهِ اليمين ۱؎ خِلَافًا لِزُفَرَ فَإِنَّهُ يَقُولُ:التَّسَرِّي لَايَصِحُّ إِلَّا فِي الْمِلْكِ فَكَانَ ذِكْرُهُ ذِكْرَالْمِلْكِ وَصَارَكَمَاإِذَاقَالَ لِأَجْنَبِيَّةٍ إِنْ طَلَّقْتُك فَعَبْدِي حُرٌّ يَصِيرُ التَّزَوُّجُ مَذْكُورًا. ۲؎ وَلَنَاأَنَّ الْمِلْكَ يَصِيرُمَذْكُورًا ضَرُورَةَ صِحَّةِ التَّسَرِّي وَهُوَ شَرْطٌ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ وَلَا يَظْهَرُفِي حَقِّ صِحَّةِ الْجَزَاءِ وَهُوَ الْحُرِّيَّةُ،۳؎ وَفِي مَسْأَلَةِ الطَّلَاقِ إنَّمَا يَظْهَرُفِي حَقِّ الشَّرْطِ دُونَ الْجَزَاءِ،حَتَّى لَوْقَالَ لَهَا إنْ طَلَّقْتُك فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَهَا وَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً لَا تَطْلُقُ ثَلَاثًا فَهٰذِهِ وِزَانُ مَسْأَلَتِنَا(۲۴۳۷)وَمَنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي حُرٌّ

باندی خرید کر لاتا تو آزاد نہیں ہوتی، کیوں کہ کہتے وقت اس کی ملکیت میں باندی نہیں تھی۔

ترجمہ: (۲۴۳۶) اگر باندی خرید کر لا یا پھر اسکو الگ لیجا کر صحبت کی تو وہ آزاد نہیں ہوگی۔

وجہ: کیوں کہ تسریتُ کہتے وقت باندی اس کی ملکیت میں نہیں تھی، جو تسریتُ کے لیے شرط ہے۔

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام زفرؒ کے وہ کہتے ہیں کہ تسری اپنی ملکیت ہی میں ہوتی ہے تو تسری کا ذکر کرنا گویا کہ یہ بھی کہا کہ میں اس کو خرید کر اپنی ملکیت میں لاوں گا، اور ایسا ہو گیا کہ اجنبیہ سے کہے اگر تم کو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد ہو گا تو یہاں نکاح کرنا محذوف ہوگا۔

تشریح: امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ اوپر کے مسئلے میں باندی خرید کر لا یا اور صحبت کی تب بھی وہ آزاد ہوگی۔

وجہ: جب تسریتُ کہا تو گویا کہ یہ بھی کہا کہ اپنی ملکیت میں لاوں گا، اس لیے باندی کو خرید کر لا یا تب بھی باندی آزاد ہوگی۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ، اجنبیہ عورت سے کہا کہ اگر میں تم کو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد۔ یہ طے ہے کہ اجنبیہ عورت کو طلاق نہیں دے سکتا، اس لیے یہ محذوف ماننا پڑے گا کہ میں نکاح کروں پھر طلاق دوں، اسی طرح تسری، غیر ملک میں نہیں ہوسکتی اس لیے محذوف ہوگا کہ اس کو خریدوں اور صحبت کروں، اس لیے باندی خریدا اور صحبت کی تب بھی وہ آزاد ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ تسری کو صحیح ہونے کے لیے ملک کبھی محذوف ہوتی ہے، لیکن شرط میں محذوف ہوتی ہے، اور ضرورت کی مقدار ہی محذوف ہوگی اس لیے جزا کے لیے محذوف نہیں ہوگی اور وہ حریت ہے۔

تشریح: ہمارے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ضرورت پڑ جائے تو ملک محذوف مانی جائے گی، لیکن شرط میں محذوف مانی جائے گی جزا میں نہیں، اس لیے تسری کے لیے محذوف مانی جائے گی حریت کے لیے نہیں کیوں کہ وہ یہاں جزا ہے اس لیے باندی آزاد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۳؎ طلاق کے مسئلے میں نکاح محذوف ہوگا وہ شرط کے حق میں ظاہر ہوگا جزا کے حق میں نہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر کہا، اگر میں تم کو طلاق دوں تو تین طلاق دوں، پھر اس عورت سے نکاح کیا اور طلاق دی تو تین طلاق واقع نہیں ہوگی، ہمارا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے کہ، طلاق کے مسئلے میں نکاح محذوف ہوگا، لیکن شرط کے لیے محذوف ہوگا، جزا کے لیے محذوف نہیں ہوگا، مثلا اجنبیہ سے یوں کہا کہ اگر میں تم کو طلاق دوں تو تین طلاق ہوگی، اب یہاں نکاح محذوف ہوگا، لیکن یہ شرط کے لیے محذوف ہوگا، یعنی طلاق دینے کے لیے محذوف ہوگا، تین طلاق جو جزاء ہے اس کے لیے محذوف نہیں ہوگا، چناں چہ ایک طلاق تو واقع ہوگی، تین طلاق واقع نہیں ہوگی، کیوں کہ وہ یہاں جزا ہے۔

ترجمہ: (۲۴۳۷) کسی نے کہا میرے جتنے مملوک ہیں وہ سب آزاد ہیں تو ام ولد، مدبر، اور غلام آزاد ہوں گے۔

تُعْتَقُ أُمَّهَاتُ أَوْلَادِهِ وَمُدَبَّرُوهُ وَعَبِيدُهُ ل لِوُجُودِ الْإِضَافَةِ الْمُطْلَقَةِ فِي هَؤُلَاءِ، إِذْ الْمِلْكُ ثَابِتٌ فِيهِمْ رَقَبَةً وَيَدًا (۲۴۳۸) وَلَا يُعْتَقُ مُكَاتَبُوهُ إِلَّا أَنْ يَنْوِيَهُمْ لِأَنَّ الْمِلْكَ غَيْرُ ثَابِتٍ يَدًا وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ أَكْسَابَهُ وَلَا يَحِلُّ لَهُ وَطْءُ الْمُكَاتَبَةِ، بِخِلَافِ أُمِّ الْوَلَدِ وَالْمُدَبَّرَةِ فَاخْتَلَّتْ الْإِضَافَةُ فَلَا بُدَّ مِنْ النِّيَّةِ(۲۴۳۹) وَمَنْ قَالَ لِنِسْوَةٍ لَهُ هٰذِهِ طَالِقٌ أَوْ هٰذِهِ وَهٰذِهِ طَلُقَتْ الْأَخِيرَةُ وَلَهُ الْخِيَارُ فِي الْأَوَّلِيَّيْنِ ل لِأَنَّ كَلِمَةَ أَوْ لِإِثْبَاتِ أَحَدِ الْمَذْكُورَيْنِ وَقَدْأَدْخَلَهَا بَيْنَ الْأَوَّلِيَّيْنِ ثُمَّ عَطَفَ الثَّالِثَةَ عَلَى الْمُطَلَّقَةِ لِأَنَّ الْعَطْفَ لِلْمُشَارَكَةِ فِي الْحُكْمِ فَيَخْتَصُّ بِمَحَلِّهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِحْدَاكُمَا طَالِقٌ وَهٰذِهِ ٢ وَكَذَا إِذَا قَالَ لِعَبِيدِهِ هَذَاحُرٌّ أَوْ هَذَا وَهَذَا عَتَقَ

ترجمہ: لے اس لیے کہ مطلق ملکیت کی اضافت ان مملوک کی طرف ہوتا ہے اس لیے کہ ان لوگوں میں ملکیت بھی ثابت ہے اور قبضہ بھی ثابت ہے۔

تشریح: یہاں مملوک سے مراد ہے کہ اس پر ملکیت بھی ہو اور قبضہ بھی ہو، ام ولد، مدبر، اور خالص غلام پر ملکیت بھی ہے اور قبضہ بھی ہے اس لیے یہ سب آزاد ہو جائیں گے، مکاتب پر ملکیت تو ہے لیکن اس پر قبضہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ تجارت کرنے میں مختار ہے اس لیے مکاتب آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۳۸) اور اس کا مکاتب آزاد نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کی آزادگی کی بھی نیت کرے۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ اس پر آقا کا قبضہ نہیں ہے، اسی لیے اس کی کمائی کا مالک آقا نہیں ہے، اور مکاتبہ سے وطی کرنا حلال نہیں ہے، بخلاف ام ولد اور مدبر کے [اس لیے کہ ان دونوں پر قبضہ ہے] اس لیے مکاتب کی طرف ملکیت کی نسبت کرنے میں خلل ہو گیا اس لیے نیت کرے گا تو مکاتب بھی آزاد ہوگا۔

وجہ: مکاتب کی کمائی آقا کی کمائی نہیں ہے، اور مکاتبہ سے وطی کرنا درست نہیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مکاتب پر آقا کا قبضہ نہیں ہے اس لیے وہ آزاد نہیں ہوگا، ہاں اس کے آزاد کرنے کی نیت کرے تو وہ بھی آزاد ہو جائے فا، کیوں کہ اس پر ملکیت تو ہے۔

ترجمہ: (۲۴۳۹) کسی نے اپنی بیویوں سے کہا اس کو طلاق ہے یا اس کو طلاق ہے اور اس کو طلاق ہے، اس میں آخری بیوی کو تو طلاق واقع ہو جائے گی اور پہلی دو میں انتخاب کرنے کا اختیار ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ کلمہ ,او، دو میں سے ایک کو ثابت کرنے کے لیے آتا ہے، اور او کو پہلے دو میں داخل کیا ہے، [اس لیے دو میں سے ایک کا انتخاب کر سکتا ہے] پھر تیسرے کو مطلقہ پر عطف کیا ہے [اس لیے تیسری کو طلاق واقع ہو جائے گی] اس لیے کہ عطف حکم میں شرکت کے لیے آتا ہے، اس لیے تیسرے کے ساتھ خاص ہوگا، تو ایسا ہو گیا کہ کہا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے اور اس کو طلاق ہے۔

تشریح: پہلے دو بیویوں کے درمیان او داخل کیا اس لیے دونوں میں سے ایک کو طلاق واقع ہوگی، لیکن شوہر کو اس کے انتخاب کرنے کا حق ہوگا۔ اور تیسری کو طلاق پر عطف کیا ہے اس لیے تیسری کو ابھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور ایسا ہو گیا کہ کہا تم میں سے ایک کو طلاق ہے اور تیسری کو طلاق ہے۔

ترجمہ: ٢ اور ایسے ہی اگر اپنے غلاموں سے کہا یہ آزاد ہے یا یہ، اور یہ آزاد ہے تو آخری غلام اب آزاد ہوگا اور پہلے دو میں انتخاب

الْأَخِيرُ وَلَهُ الْخِيَارُ فِي الْأَوَّلَيْنِ لِمَا بَيَّنَّا.

بَابُ الْيَمِينِ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالتَّزَوُّجِ وَغَيْرِ ذَلِكَ

(۲۴۴۰) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَبِيعُ أَوْ لَا يَشْتَرِي أَوْ لَا يُؤَاجِرُ فَوَكَّلَ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ لَمْ يَحْنَثْ ۱؎ لِأَنَّ الْعَقْدَ وُجِدَ لَهُ مِنَ الْعَاقِدِ حَتَّى كَانَتْ الْحُقُوقُ عَلَيْهِ، ۲؎ وَلِهَذَا لَوْ كَانَ الْعَاقِدُ هُوَ الْحَالِفُ يَحْنَثُ فِي يَمِينِهِ فَلَمْ يُوجَدْ مَاهُوَالشَّرْطُ وَهُوَالْعَقْدُمِنْ الْآمِرِ،وَإِنَّمَا الثَّابِتُ لَهُ حُكْمُ الْعَقْدِ (۲۴۴۱)إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ ذٰلِكَ ۱؎ لِأَنَّ فِيهِ تَشْدِيدًا (۲۴۴۲)أَوْ يَكُونَ الْحَالِفُ ذَا سُلْطَانٍ ۱؎ لَا يَتَوَلَّى الْعَقْدَ بِنَفْسِهِ لِأَنَّهُ يَمْنَعُ نَفْسَهُ عَمَّا يَعْتَادُهُ

کرنے کا اختیار ہوگا۔

تشریح: واضح ہے۔

باب الیمین فی البیع والشراء والتزویج وغیر ذالک

ترجمہ: (۲۴۴۰) کسی نے قسم کھائی کہ نہ بیچے گا یا نہ خریدے گا یا نہ اجرت پر دے گا۔ پھر کسی کو وکیل بنایا جو یہ کام کرے تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ عقد وکیل نے کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عقد کے حقوق وکیل پر ہی ہیں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ خرید وفروخت کے سارے معاملات وکیل کی ذمہ داری ہے تو گویا کہ موکل نے یہ کام کیا ہی نہیں

تشریح: بیچنے، خریدنے اور اجرت پر دینے میں پوری ذمہ داری وکیل کی ہوتی ہے، وہی عاقد ہوتا اور لوگ اسی کو بیچنے والا، خریدنے والا اور اجرت پر دینے والا سمجھتے ہیں۔ اس لیے اگر کسی نے قسم کھائی کہ نہ بیچوں گا نہ خریدوں گا اور نہ اجرت پر دوں گا۔ اور یہ کام وکیل کو سپرد کر دیا اور اس نے کر لیا تو قسم کھانے والا حانث نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس نے واقعی نہ بیچا نہ خریدا اور نہ اجرت پر دیا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ یہی وجہ ہے کہ قسم کھانے والے نے خود ہی عقد کر لیا تو وہ حانث ہو جائے گا، اور اوپر کے مسئلے میں یہ نہیں پایا گیا جو شرط ہے، یعنی قسم کھانے والے کی جانب سے عقد، اس کی جانب سے صرف عقد کرنے کا حکم ثابت ہے۔

تشریح: اگر قسم کھانے والے نے خود خرید وفروخت کر لیا تو وہ قسم میں حانث ہو جائے گا، لیکن اوپر کے مسئلے میں خود عقد کرنا نہیں پایا گیا اس لیے وہ حانث نہیں ہوگا، اس کی جانب سے صرف عقد کا حکم پایا گیا ہے۔

ترجمہ: (۲۴۴۱) مگر یہ کہ اپنی بھی نیت کرے تو بات مان لی جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ اس میں سختی ہے۔

تشریح: قسم کھانے والے نے یہ نیت کی وکیل بھی خرید وفروخت کرے تب بھی میں حانث ہوں گا تو اس کی نیت کر سکتا ہے، اس صورت میں قسم کھانے والے پر سختی بڑھ جائے گی۔ کیوں کہ اس نے زائد چیز کی نیت کی۔

ترجمہ: (۲۴۴۲) یا قسم کھانے والا بادشاہ ہو تو [وکیل کے خریدنے سے بھی حانث ہو جائے گا]

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ وہ خود خرید وفروخت نہیں کرتا [وکیل ہی خرید وفروخت کرتا ہے] اس لیے کہ چھوٹے کام کرنے سے اپنے آپ کو روکتا ہے۔

(۲۴۴۳)وَمَنْ حَلَفَ لَا يَتَزَوَّجُ أَوْ لَا يُطَلِّقُ أَوْ لَا يُعْتِقُ فَوَكَّلَ بِذٰلِكَ حَنِثَ لِ لِأَنَّ الْوَكِيلَ فِي هٰذَا سَفِيرٌ وَمُعَبِّرٌ وَلِهَذَا لَا يُضِيفُهُ إلَى نَفْسِهِ بَلْ إلَى الْآمِرِ، وَحُقُوقُ الْعَقْدِ تَرْجِعُ إلَى الْآمِرِ لَا إلَيْهِ (۲۴۴۴)وَلَوْ قَالَ عَنَيْت أَنْ لَا أَتَكَلَّمَ بِهِ لَمْ يَدِينَ فِي الْقَضَاءِ خَاصَّةً لِ وَسَنُشِيرُ إلَى الْمَعْنَى فِي الْفَرْقِ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (۲۴۴۵)لَوْ حَلَفَ لَايَضْرِبُ عَبْدَهُ أَوْ لَايَذْبَحُ شَاتَه فَأَمَرَغَيْرَهُ فَفَعَلَ يَحْنَثُ فِي يَمِينِهِ لِ لِأَنَّ الْمَالِكَ لَهُ وِلَايَةُ ضَرْبِ عَبْدِهِ وَذَبْحِ شَاتِه فَيَمْلِكُ تَوْلِيَتَهُ غَيْرَهُ ثُمَّ مَنْفَعَتُهُ رَاجِعَةً إلَى الْآمِرِ فَيَجْعَلُ هُوَمُبَاشِرًاإذْ لَاحُقُوقَ

تشریح: بادشاہ قسم کے لوگ عام طور پر خرید وفروخت نہیں کرتا بلکہ اس کا وکیل ہی کرتا ہے اس لیے اس نے قسم کھائی کہ خرید وفروخت نہیں کروں گا، اور اس کے وکیل نے خرید وفروخت کیا تب بھی حانث ہوجائے گا، کیوں کہ گویا کہ موکل ہی نے خریدا ہے۔

لغت: یتولی العقد: عقد کرے گا۔

ترجمہ: (۲۴۴۳) کسی نے قسم کھائی کہ نکاح نہیں کرے گا، یا طلاق نہیں دے گا، یا آزاد نہیں کرے گا اور دوسرے کو اس کا وکیل بنایا تو حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: ل کیوں کہ وکیل ان چیزوں میں سفیر اور معبر ہوتا ہے، اسی لیے وکیل اپنی طرف اس چیز کو منسوب نہیں کرتا بلکہ حکم دینے والے کی طرف منسوب کرتا ہے، اور حقوق بھی حکم دینے والے کے طرف لوٹتے ہیں، وکیل کی طرف نہیں لوٹتے۔

تشریح: یہ مسئلے اس اصول پر متفرع ہیں کہ ان کاموں کا وکیل کچھ بھی نہیں ہے وہ صرف سفیر اور معبر ہے اصل کام حکم دینے والا ہی کر رہا ہے، اور ان کاموں کے حقوق بھی موکل ہی کے ذمے ہوتے ہیں اس لیے ان کاموں کو گویا کہ موکل ہی نے کیا اس لیے وہ حانث ہوجائے گا

اصول: وکیل سفیر اور معبر ہو تو موکل حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۴۴) اور اگر کہا کہ میں اس قسم سے یہ ارادہ کیا کہ اس بارے میں کوئی بات نہ کروں تو خاص طور پر قاضی اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔

ترجمہ: ل دونوں میں کیا فرق اس کو بعد میں ان شاء اللہ بیان کروں گا۔

تشریح: قسم کھانے والے نے یہ نیت کی نکاح طلاق کے بارے میں میں بات نہ کروں یعنی وکیل یہ کام کر لے تو میں حانث نہ ہوجاوں تو اس بات کو قاضی تصدیق نہیں کرے گا دیانۃ اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۴۴۵) اور اگر قسم کھائی کہ اپنے غلام کو نہیں مارے گا، یا اپنی بکری ذبح نہیں کرے گا پھر دوسرے کو اس کے کرنے کا حکم دے دیا تو وہ اپنے قسم میں حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: ل اس لیے کہ مالک کو خود بھی غلام کو مارنے کا اور اپنی بکری کو ذبح کرنے کا اختیار ہے اس لیے دوسرے کو بھی ولی بنا سکتا ہے، پھر اس کی منفعت حکم دینے والے کی طرف لوٹتی ہے، تو ایسا سمجھا جائے گا کہ آمر خود نے یہ کام کیا، اور تیسری بات یہ ہے کہ یہاں کوئی حقوق نہیں ہوتے جو مامور کی طرف منسوب ہو۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو نہیں مارے گا، یا اپنی بکری ذبح نہیں کرے گا، پھر دوسرے کو مارنے کا حکم دیا، یا بکری کو ذبح

لَهُ تَرْجِعُ إِلَى الْمَأْمُورِ (۲۴۴۶)وَلَوْ قَالَ عَنَيْت أَنْ لَا أَتَوَلَّى ذٰلِكَ بِنَفْسِي دِينَ فِي الْقَضَاءِ ۱ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ مِنْ الطَّلَاقِ وَغَيْرِهِ. ۲ وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ الطَّلَاقَ لَيْسَ إِلَّا تَكَلُّمًا بِكَلَامٍ يُفْضِي إِلَى وُقُوعِ الطَّلَاقِ عَلَيْهَا، وَالْأَمْرُ بِ ذٰلِكَ مِثْلُ التَّكَلُّمِ بِهِ وَاللَّفْظُ يَنْتَظِمُهُمَا،فَإِذَانَوَى التَّكَلُّمَ بِهِ فَقَدْ نَوَى الْخُصُوصَ فِي الْعَامِّ فَيَدِينُ دِيَانَةً لَا قَضَاءً، أَمَّا الذَّبْحُ وَالضَّرْبُ فَفِعْلٌ حِسِّيٌّ يُعْرَفُ بِأَثَرِهِ،وَالنِّسْبَةُ إِلَى الْآمِرِبِالتَّسْبِيبِ مَجَازٌ، فَإِذَا نَوَى الْفِعْلَ بِنَفْسِهِ فَقَدْ نَوَى الْحَقِيقَةَ فَيُصَدَّقُ دِيَانَةً وَقَضَاءً (۲۴۴۷)وَمَنْ حَلَفَ لَايَضْرِبُ وَلَدَهُ فَأَمَرَ إنْسَانًا فَضَرَبَهُ لَمْ يَحْنَثْ ۱فِي يَمِينِهِ لِأَنَّ مَنْفَعَةَ ضَرْبِ الْوَلَدِعَائِدَةٌإلَيْهِ وَهُوَالتَّأَدُّبُ وَالتَّثَقُّفُ فَلَمْ

کرنے کا حکم دیا اور اس نے مارا، یا ذبح کیا تو خود حکم دینے والا حانث ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) امر کو خود بھی مارنے کا اور ذبح کرنے کا حق ہے، اس لیے دوسرے کو حکم دیا تو گویا کہ آمر نے ہی یہ کام کیا اس لیے آمر حانث ہو جائے گا (۲) ذبح کرنے میں آمر کی بکری کی ہلاکت ہے، اب ہلاک کرنے کا حکم دیا تو گویا کہ خود آمر نے یہ کام کیا۔ (۳) غلام کو مارنے کی صورت میں اس کا فائدہ آمر کو ہوگا کہ غلام سدھر جائے گا، اس لیے وکیل کا کرنا قسم کھانے والے کا کرنا ہوا۔ (۴) غلام کو مارنے میں اور ذبح کرنے میں کوئی حقوق نہیں ہوتے جو مامور کی طرف لوٹے اس لیے بھی گویا کہ آمر نے ہی یہ کام کئے ہیں اس لیے بھی وہ حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۴۶) اگر کہا کہ میری مراد ہے کہ خود نہیں ماروں گا تو قاضی اس کو مان لے گا۔

ترجمہ: ۱ بخلاف جو پہلے گزر گیا طلاق وغیرہ کی بات۔

تشریح: اگر قسم کھانے والے نے یہ نیت کی خود اس کام کو نہیں کروں گا تو قاضی بھی اس بات کو مان لے گا، اس کے برخلاف طلاق وغیرہ میں نیت کی کہ خود نہ کرے گا تو قاضی اس بات کو نہیں مانے گا، البتہ دیانۃ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

ترجمہ: ۲ فرق کی وجہ یہ ہے کہ طلاق صرف بات کرنے سے ہوتی ہے اس لیے اس کا حکم دینا بات کرنے کی طرح ہے، اور لفظ دونوں کو شامل ہے پس جب بات نہ کرنے کی نیت کی تو گویا کہ عام میں خاص کی نیت کی اس لیے دیانۃ مانی جائے گی قضاء نہیں مانی جائے گی، اور ذبح کرنا اور مارنا حسی فعل ہے اس کا اثر معلوم ہوتا ہے اور آمر کی طرف نسبت کرنا مجازا سبب کو اختیار کرنا ہے، پس جب خود فعل کی نیت کی تو حقیقت کی نیت کی اس لیے دیانۃ اور قضاء اس کی تصدیق کی جائے گی۔

تشریح: یہاں طلاق دینے اور مارنے میں منطقی فرق بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ بات کرنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اس لیے وہاں یہ نیت کی کہ خود بات نہیں کروں گا تو عام کو خاص کیا اس لیے دیانۃ تو مانی جائے گی قضاء نہیں مانی جائے گی۔ اور مارنا ہاتھ سے ہوتا ہے جو ایک محسوس چیز ہے اس لیے یہاں یہ نیت کرے کہ خود نہیں ماروں گا تو حقیقت کی نیت کی اس لیے یہاں قضاء بھی مانی جائے گی، اور دیانۃ بھی مانی جائے گی۔ یہ دونوں کے درمیان فرق ہے۔

ترجمہ: (۲۴۴۷) کسی نے قسم کھائی کہ اپنی اولاد کو نہیں ماروں گا، پھر دوسرے کو مارنے کا حکم دیا تو قسم میں حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ بچے کو مارنے کا نفع خود بچے کی طرف لوٹتا ہے، اور وہ ہے ادب سیکھنا، اچھا ہونا اس لیے یہ فعل آمر کی طرف منسوب

يَنْسِبْ فَعَلَهُ إِلَى الْآمِرِ، بِخِلَافِ الْأَمْرِ بِضَرْبِ الْعَبْدِ لِأَنَّ مَنْفَعَةَ الِائْتِمَارِ بِأَمْرِهِ عَائِدَةٌ إِلَى الْآمِرِ فَيُضَافُ الْفِعْلُ إِلَيْهِ (۲۴۴۸)وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ إِنْ بِعْت لَك هَذَا الثَّوْبَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَلَبَّسَ الْمَحْلُوفُ عَلَيْهِ ثَوْبًا فِي ثِيَابِ الْحَالِفِ فَبَاعَهُ وَلَمْ يَعْلَمْ لَمْ يَحْنَثْ ۱ لِأَنَّ حَرْفَ اللَّامِ دَخَلَ عَلَى الْبَيْعِ فَيَقْتَضِي اخْتِصَاصَهُ بِهِ، وَ ذٰلِكَ بِأَنْ يَفْعَلَهُ بِأَمْرِهِ إِذْ الْبَيْعُ تَجْرِي فِيهِ النِّيَابَةُ وَلَمْ تُوجَدْ، بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ إِنْ بِعْت ثَوْبًا لَك حَيْثُ يَحْنَثُ إِذَا بَاعَ ثَوْبًا مَمْلُوكًا لَهُ، سَوَاءٌ كَانَ بِأَمْرِهِ أَوْ بِغَيْرِ أَمْرِهِ عَلِمَ بِذٰلِكَ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ، لِأَنَّ حَرْفَ اللَّامِ دَخَلَ عَلَى الْعَيْنِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ فَيَقْتَضِي الِاخْتِصَاصَ بِهِ، وَذٰلِكَ بِأَنْ يَكُونَ مَمْلُوكًا لَهُ،

نہیں ہوگا، بخلاف غلام کو مارنے کے اس لیے کہ حکم ماننے کا نفع خود آمر کی طرف ہے اس لیے اس فعل کو آمر کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مارنے کا نفع آمر کے لیے ہو تو وکیل کا مارنا موکل کے لیے شمار کیا جائے گا، اور اگر مارنے کا نفع خود مضروب کے لیے ہو تو وکیل کا کام موکل لے لیے شمار نہیں ہوگا۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ اپنی اولاد کو نہیں ماروں گا، پھر دوسرے کو مارنے کا حکم دیا تو اس سے حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ یہاں مارنے کا نفع اولاد کو ہوگا، اس لیے وکیل کا مارنا موکل کے لیے نہیں ہوا اس لیے موکل حانث نہیں ہوا۔

لغت: تقثف: ثقافت سے مشتق ہے، ٹھیک ہونا۔ عائد: لوٹنے والا۔ ایتمار: امر سے مشتق ہے، کسی بات کو ماننا۔

ترجمہ: (۲۴۴۸) اگر دوسرے سے کہا کہ تیرے حکم سے یہ کپڑا بیچوں تو میری بیوی کو طلاق، پھر جسکے لیے قسم کھائی اس نے اس کپڑے کو قسم کھانے والے کے کپڑے میں لپیٹ دیا، قسم کھانے والے کو اس کا علم نہیں تھا کہ اس کو بیچ دیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ لام کا حرف بیع پر داخل ہوا جو اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ بیع اس کے حکم سے ہو اس لیے کہ بیع میں نیابت جاری ہوتی ہے، اور یہ حکم دینا نہیں پایا گیا [اس لیے حانث نہیں ہوگا۔ بخلاف اگر کہا کہ تیرا کپڑا بیچوں تو حانث ہوجائے گا، اس لیے کہ اس کا مملوک کپڑا بیچا چاہے اس کے حکم سے ہو یا بغیر حکم کے ہو، قسم کھانے والا جانتا ہو کہ محلوف کا کپڑا ہے، یا نہ جانتا ہو اس لیے کہ حرف لام کو کپڑ پر داخل کیا ہے کیوں کہ کپڑا لام کے قریب ہے اس لیے تقاضہ کرتا ہے کہ کپڑ المحلوف کا ہو، اس کی شکل یہ ہے کہ کپڑ المحلوف کا مملوک ہو۔

تشریح: یہاں دو عبارتوں میں فرق بیان کر رہے ہیں [۱] ایک ہے میں تیرے لیے کپڑا بیچوں، یعنی تیرے حکم سے کپڑا بیچوں۔ [۲] اور دوسرا ہے میں تیرا کپڑا بیچوں، یعنی تیری ملکیت کا کپڑا بیچوں۔

زید نے عمر سے کہا تیرا یہ کپڑا میں تیرے لیے بیچوں تو میری بیوی کو طلاق [ان بعتُ لک ھذا الثوب]، اس کے بعد عمر نے اپنا یہ کپڑا زید کے کپڑے میں لپیٹ دیا، اور زید کو اس کا علم نہیں تھا کہ عمر کا کپڑا لپیٹا ہوا ہے، پھر زید نے لپٹے ہوئے کپڑے کو بیچ دیا تو زید حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ کپڑا عمر کے حکم سے نہیں بیچا ہے۔

اور اگر زید نے یوں کہا، کہ تیرا کپڑا میں بیچوں [ان بعتُ ثوبا لک]، پھر عمر نے زید کے کپڑے میں اپنا کپڑا لپیٹ دیا، اور زید کو اس کا علم نہیں تھا، پھر زید نے لپٹے ہوئے کپڑے کو بیچا تو زید کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی۔

وجہ: کیوں کہ عمر کا کپڑا بہر حال بکا ہے، چاہے اس نے بیچنے کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو۔

۲؎ وَنَظِيرُهُ الصِّيَاغَةُ وَالْخِيَاطَةُ وَكُلُّ مَا تَجْرِي فِيهِ النِّيَابَةُ، بِخِلَافِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَضَرْبِ الْغُلَامِ لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ النِّيَابَةَ فَلَا يَفْتَرِقُ الْحُكْمُ فِيهِ فِي الْوَجْهَيْنِ. (۲۴۴۹)وَمَنْ قَالَ هَذَا الْعَبْدُ حُرٌّ إنْ بِعْته فَبَاعَهُ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ عَتَقَ ۱؎ لِوُجُودِ الشَّرْطِ وَهُوَ الْبَيْعُ وَالْمِلْكُ فِيهِ قَائِمٌ فَيَنْزِلُ الْجَزَاءُ (۲۴۵۰)وَكَذَلِكَ لَوْ قَالَ الْمُشْتَرِي إنْ اشْتَرَيْته فَهُوَ حُرٌّ فَاشْتَرَاهُ عَلَى أَنَّهُ بِالْخِيَارِ عَتَقَ أَيْضًا ۱؎ لِأَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ الشِّرَاءُ وَالْمِلْكُ قَائِمٌ فِيهِ، ۲؎ وَهَذَا عَلَى أَصْلِهِمَا ظَاهِرٌ،

لغت:لک هذا الثوب: کا مطلب ہے کہ تیرے حکم سے تیرا کپڑا بیچوں۔ اور بعتُ ثوبا لک:کا مطلب ہے کہ تیرا کپڑا بیچوں، چاہے تمہارا حکم ہو یا نہ ہو۔لان حرف اللام دخل علی العین، کا مطلب بھی یہی ہے۔

ترجمہ:۲؎ اس کی مثال رنگریزی کا کام کرنا اور سینے کا کام کرنا اور ہر وہ کام جن میں نیابت جاری ہوتی ہے، بخلاف کھانے، پینے، اپنے بچے کو مارنے کہ اس میں نیابت کا احتمال نہیں ہے اس لیے دونوں صورتوں میں حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

تشریح: جن کاموں میں نیابت جاری ہوتی ہے اور وکیل کا کام موکل کا کام شمار ہوتا ہے، جیسے رنگ لگانا، کپڑا سینا، اس میں یوں کہے کہ تیرے لیے کپڑا سیوں، اور تیرا کپڑا سیوں دونوں کے احکام میں فرق ہوگا، اور جن کاموں میں نیابت نہیں ہوتی، جیسے کھانا، پینا، اپنے بچے کو مارنا، اس میں تیرا کھاوں اور تیرے لیے کھاوں کے احکام میں فرق نہیں ہوگا، دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

ترجمہ:(۲۴۴۹)اگر کسی نے کہا کہ اگر اس غلام کو بیچوں تو یہ آزاد ہے، پھر اس کو خیار شرط کے ساتھ بیچا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ بیچنے والی شرط پائی گئی، اور اس میں بائع کی ملکیت بھی ہے[کیوں کہ خیار شرط لی ہے]اس لیے آزادگی آجائے گی۔

اصول:خیار شرط لے کر بیچنا بھی بیچنا ہے۔

تشریح: کہا کہ اگر میں اس کو بیچوں تو یہ غلام آزاد ہے، پھر خیار شرط کے ماتحت بیچا، تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ:اس میں بیچنا پایا گیا، اور چونکہ بائع نے خیار شرط لی ہے اس لیے ابھی بائع کی ملکیت باقی ہے اس لیے اس کی ملکیت میں غلام آزاد ہو جائے گا۔

لغت:خیار شرط: خریدنے کے بعد اس بات کا اختیار لے لے کہ اگر مجھے پسند نہیں آیا تو میں تین دن میں اس کو واپس کروں گا۔

ترجمہ:(۲۴۵۰) ایسے ہی اگر کہا کہ میں نے اس غلام کو خریدا تو وہ آزاد ہے، پھر اس کو خیار شرط کے ماتحت خریدا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ خریدنے کی شرط پائی گئی اور اس غلام میں مشتری کی ملکیت بھی ہوگئی۔

تشریح: کسی نے کہا کہ میں اس غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہے، اب مشتری نے خریدا لیکن اس میں خیار شرط لے لیا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

وجہ:(۱) کیوں کہ خریدنا پایا گیا (۲) اور جو خیار شرط ہے وہ ختم ہو جائے گا کیوں کہ خود مشتری نے خیار شرط لیا ہے، اور آزادگی سے پہلے غلام مشتری کی ملکیت میں آجائے گا۔

ترجمہ:۲؎ صاحبین کے اصول پر تو ظاہر ہے کہ مشتری کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔

٣ وَكَذَا عَلَى أَصْلِهِ لِأَنَّ هَذَا الْعِتْقَ بِتَعْلِيقِهِ وَالْمُعَلَّقُ كَالْمُنْجَزِ ، ٤ وَلَوْ نَجَّزَ الْعِتْقَ يَثْبُتُ الْمِلْكُ سَابِقًا عَلَيْهِ فَكَذَا هَذَا (٢٤٥١)وَمَنْ قَالَ إنْ لَمْ أَبِعْ هَذَا الْعَبْدَ أَوْ هَذِهِ الْأَمَةَ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَأَعْتَقَ أَوْ دَبَّرَ طَلُقَتْ امْرَأَتُهُ ١ لِأَنَّ الشَّرْطَ قَدْ تَحَقَّقَ وَهُوَ عَدَمُ الْبَيْعِ لِفَوَاتِ مَحَلِّيَّةِ الْبَيْعِ (٢٤٥٢)وَإِذَا قَالَتْ الْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا تَزَوَّجْت عَلِيَّ فَقَالَ كُلُّ امْرَأَةٍ لِي طَالِقٌ ثَلَاثًا طَلُقَتْ هَذِهِ الَّتِي حَلَّفَتْهُ فِي الْقَضَاءِ ١ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهَالَاتَطْلُقُ لِأَنَّهُ أَخْرَجَهُ جَوَابًا فَيَنْطَبِقُ عَلَيْهِ، وَلِأَنَّ غَرَضَهُ إرْضَاؤُهَا وَهُوَ بِطَلَاقِ غَيْرِهَا فَيَتَقَيَّدُ بِهِ.

تشریح: صاحبینؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے خیار شرط لیا ہے تو مبیع مشتری کی ملکیت میں داخل ہو جائے گی۔ اور غلام مشتری کی ملکیت میں داخل ہو گیا تو اب غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٣ اور امام ابو حنیفہؒ کے اصول پر بھی ہو جائے گا، اس لیے کہ یہ آزادگی مشتری کے معلق کرنے سے ہے اور اس کا معلق کرنا ایسا ہے جیسا کہ ابھی ہو گیا۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ مشتری نے خیار شرط لیا ہے تو مبیع اس کی ملکیت میں داخل نہیں ہوگی، لیکن یہاں غلام کی آزادگی کو خیار شرط پر معلق کیا ہے، اس لیے تعلیق ختم ہو جائے گی، یعنی خیار شرط ختم ہو جائے گا اور غلام مشتری کی ملکیت میں داخل ہو جائیگا اور غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٤ اور اگر فوری طور پر غلام کو آزاد کر دیا تو آزادگی سے پہلے ملک ثابت ہوگی اسی طرح یہاں بھی ہے۔

تشریح: اگر مشتری نے فوری طور پر غلام آزاد کیا تو آزادگی سے پہلے مشتری کی ملکیت ثابت کی جائے گی، اسی طرح یہاں بھی تعلیق ختم ہو جائے گی اور مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے گی، پھر غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ: (٢٤٥١) کسی نے کہا کہ اگر میں اس غلام کو نہ بیچوں تو اس کی بیوی کو طلاق ہے،، پھر اس نے غلام کو آزاد کر دیا، یا اس کو مدبر بنا دیا تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ نہ بیچنے کی شرط پائی گئی، کیوں کہ بیچنے کا محل ختم ہو گیا۔

تشریح: غلام کو آزاد کر دیا، یا اس کو مدبر بنا دیا تو اب اس کو بیچ نہیں سکتا ہے اور شرط یہ تھی کہ نہ بیچوں تو میری بیوی کو طلاق، اور اب بیچنے کے قابل نہیں رہا اس لیے بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: (٢٤٥٢) عورت نے شوہر سے کہا کہ تم نے میرے اوپر اور بھی شادی کی ہے، شوہر نے کہا کہ میری جتنی عورت ہے اس کو تین طلاق، تو جس عورت نے قسم دلائی اس کو بھی قضاء طلاق واقع ہوگی۔

تشریح: زاہدہ بیوی نے شوہر سے کہا کہ تم نے میرے علاوہ بھی مجھ پر نکاح کیا ہے، شوہر نے جواب میں کہا کہ میری جتنی بیویاں ہیں ان کو تین طلاق۔ تو قاضی اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ جس بیوی کی وجہ سے قسم کھائی اس کو بھی طلاق ہو جائے گی، ہاں اگر اس نے یہ نیت کی کہ اس عورت کو طلاق واقع نہ ہو تو دیانۃ اس کی بات مان لی جائے گی۔

وجہ: کل امرۃ لی، یہ جملہ عام ہے اس لیے یہ عورت بھی طلاق میں شامل ہوگی۔

ترجمہ: ١ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جس عورت کو جواب دیا اس کو طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لیے کہ اسی کے جواب

۲۔ وَجْهُ الظَّاهِرِ عُمُومُ الْكَلَامِ وَقَدْ زَادَ عَلَى حَرْفِ الْجَوَابِ فَيُجْعَلُ مُبْتَدِئًا، ۳۔ وَقَدْ يَكُونُ غَرَضُهُ إِيحَاشُهَا حِينَ اعْتَرَضَتْ عَلَيْهِ فِيمَا أَحَلَّهُ الشَّرْعُ وَمَعَ التَّرَدُّدِ لَا يَصْلُحُ مُقَيِّدًا، ۴۔ وَإِنْ نَوَى غَيْرَهَا يُصَدَّقُ دِيَانَةً لَا قَضَاءً لِأَنَّهُ تَخْصِيصُ الْعَامِّ.

باب اليمين في الحج والصلاة والصوم

(۲۴۵۳)وَمَنْ قَالَ وَهُوَ فِي الْكَعْبَةِ أَوْ فِي غَيْرِهَا عَلَيَّ الْمَشْيُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْ إِلَى الْكَعْبَةِ فَعَلَيْهِ

کے لیے یہ بات کہی تھی، اوراس لیے بھی کہ دوسری بیویوں کوطلاق دے کراس کوراضی کرنا ہے، اس لیے اسی کے ساتھ مقید ہوگی۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس عورت [زاہدہ] کوطلاق واقع نہیں ہوگی اس کے علاوہ کوطلاق واقع ہوگی۔

وجہ: (۱) زاہدہ کے جواب میں یہ بات کہی ہے اس لیے زاہدہ کو چھوڑ کر باقی بیوی کوطلاق واقع ہوگی (۲) شوہر کا مقصد زاہدہ کوراضی کرنا ہے اور یہ اسی صورت میں ہوگا کہ زاہدہ کوطلاق واقع نہ ہو۔

ترجمہ: ۲۔ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ کلام عام ہے اور جواب سے زیادہ بات کہی ہے اس لیے یہ کلام مستقل ہو جائے گا۔

تشریح: ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ کل امرۃ، جملہ عام ہے اور جو سوال تھا اس سے زیادہ جواب دیا ہے اس لیے یہ کلام صرف جواب نہیں رہے گا بلکہ مستقل جملہ ہو جائے گا، اس لیے زاہدہ کو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۳۔ عورت کو ڈرانے کی غرض بھی ہوسکتی ہے کیوں کہ شریعت نے جس چیز کو حلال کیا ہے یعنی دوسری عورت سے نکاح کرنا اس میں وہ آڑے آرہی ہے، اور جب کلام تردد ہو گیا تو مقید کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تشریح: یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ دوسری عورت سے نکاح کرنا حلال ہے اب اس میں ٹانگ اڑا رہی ہے اس لیے اس کو بھی طلاق دیکر اس کو ڈرانا مقصود ہو، پس جب اس جملے میں تردد ہو گیا تو زاہدہ کوطلاق نہ ہو اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

لغت: حلفتہ: جس عورت نے شوہر سے قسم کھلوائی۔ یتقید بہ: اس عبارت کا مطلب ہے کہ زاہدہ کوطلاق نہ ہو، اسی سے آگے ہے مقیدا۔ یعنی زاہدہ کوطلاق نہ ہو۔ ایحاش: ڈرانا۔ اعترضت: درمیان میں آئی، ٹانگ آڑائی۔

ترجمہ: ۴۔ اور اگر دوسری بیوی کوطلاق دینے کی نیت کی تو قضاء اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی، صرف دیانۃ اس کی تصدیق کی جائے گی، اس لیے کہ عام کو خاص کرنا ہے۔

تشریح: کل امرۃ: کا جملہ عام ہے، اس سے تمام بیویوں کوطلاق واقع ہونی چاہئے، لیکن زاہدہ کوطلاق نہ ہو یہ عام کو خاص کرنا ہے اس لیے دیانۃ اس کی بات مانی جائے گی، قضاء اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔

باب الیمین فی الحج والصلوۃ والصوم

ترجمہ: (۲۴۵۳) کعبہ میں تھا یا اس سے باہر تھا اس نے کہا کہ مجھ پر بیت اللہ تک جانے کی نذر ہے، یا کعبہ تک جانے کی نذر ہے تو اس پر چل کر حج، یا عمرہ ہے، اور چاہے تو سوار ہو اور خون بہائے۔

تشریح: عرف میں یہ ہے کہ اگر کہے کہ میں بیت اللہ جاؤں گا تو اس سے مراد حج کرنا یا عمرہ کرنا ہے، اس لیے اس لفظ سے حج یا عمرہ

حِجَّةٌ أَوْ عُمْرَةٌ مَاشِيًا وَإِنْ شَاءَ رَكِبَ وَأَهْرَاقَ دَمًا لـ وَفِي الْقِيَاسِ لَايَلْزَمُهُ شَيْءٌ لِأَنَّهُ الْتَزَمَ مَا لَيْسَ بِقُرْبَةٍ وَاجِبَةٍ وَلَامَقْصُودَةٍ فِي الْأَصْلِ، مَأْثُوْرٌعَنْ عَلِيٍّ –رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ– وَلِأَنَّ النَّاسَ تَعَارَفُوا إِيجَابَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِهَذَا اللَّفْظِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ عَلَيَّ زِيَارَةُالْبَيْتِ مَاشِيًا فَيَلْزَمُهُ مَاشِيًا، وَإِنْ شَاءَ رَكِبَ وَأَهْرَاقَ دَمًا، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي الْمَنَاسِكِ (۲۴۵۴)وَلَوْ قَالَ عَلَيَّ الْخُرُوجُ أَوْ الذَّهَابُ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ تَعَالَى فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لـ لِأَنَّ الْتِزَامَ الْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ بِهَذَا اللَّفْظِ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ (۲۴۵۵)وَلَوْ قَالَ: عَلَيَّ الْمَشْيُ إِلَى الْحَرَمِ أَوْ إِلَى

لازم ہوگا اور دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے پیدل چلے، اور جہاں تھک جائے وہاں سے سوار ہوجائے، البتہ چونکہ قسم توڑی ہے اس لیے ایک اونٹ ذبح کرے، یہ حدیث میں بھی ہے اور حضرت علیؓ کا قول بھی ہے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وجہ: (۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس ان اخت عقبة بن عامر نذرت ان تحج ماشية و انها لا تطيق ذالك فقال النبي ﷺ ان الله عز جل لغنى عن مشى اختك فلتر كب و لتهد بدنة (ابوداود شریف، باب من رای علیه كفارة اذا كان في معصية، ص ۴۷۹، نمبر ۳۲۹۷) اس حدیث میں ہے کہ سوار ہوجائے اور اونٹ ذبح کرے۔ (۲) صاحب ہدایہ کی پیش کردہ قول صحابی یہ ہے۔ عن علی فيمن نذر ان يمشى الى البيت قال يمشى فاذا عيى ركب و يهدى جزورا (مصنف عبدالرزاق، باب من نذر مشيا ثم عجز، ج ثامن، ص ۳۹۱، نمبر ۱۶۱۴۹) اس قول صحابی میں ہے کہ بیت اللہ چل کر جانے کی نیت مانی ہو اور تھک گیا ہو تو سوار ہوجائے اور اونٹ ذبح کرے۔ (۳) عن ابن عباس ان اخت عقبة بن عامر نذرت ان تمشى الى بيت الله فامرها النبى ﷺ ان تر كب و تهدى۔ (ابوداود شریف، باب من رای علیه كفارة اذا كان في معصية، ص ۴۷۸، نمبر ۳۲۹۶) اس حدیث میں تمشی بول کر حج یا عمرہ مراد لیا ہے۔

ترجمہ: لـ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر کچھ بھی لازم نہ ہو، اس لیے کہ چلنا ایسی چیز ہے جو عبادت کے طور پر نہ واجب ہے اور نہ اصل مقصود ہے۔ اور ہمارا مذہب حضرت علیؓ سے منقول ہے اور اس لیے کہ عام عرف میں اس لفظ سے حج یا عمرہ کا واجب کرنا ہوتا ہے، تو ایسا ہوگیا کہ کہا کہ مجھ پر بیت اللہ کی زیارت ہے چل کر، اس لیے چل کر حج یا عمرہ واجب ہوگا، اور چاہے تو سوار ہوجائے لیکن اونٹ ذبح کرے، اور ہم نے اس کو کتاب المناسک میں ذکر کیا ہے۔

تشریح: چلنا نہ مقصود ہے اور نہ عبادت کے طور پر واجب ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ جو عبادت کے طور پر واجب نہ ہو اس کی نذر واجب نہیں ہوتی اس لیے اس کی نذر ماننے سے کچھ واجب نہ ہو لیکن عرف اس سے حج یا عمرہ واجب ہوتا ہے اس لیے حج یا عمرہ واجب ہوگا۔

اصول: تمشی الی بیت اللہ سے حج یا عمرہ مراد لیتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۴۵۴) اور اگر کہا کہ مجھ پر نکلنا ہے یا جانا ہے بیت اللہ کی طرف تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لـ اس لیے کہ اس لفظ سے حج یا عمرہ لازم کرنا متعارف نہیں ہے۔

تشریح: خروج الی بیت اللہ، یا ذہاب الی بیت اللہ کہا تو اس سے حج یا عمرہ کچھ لازم نہیں ہوگا، کیوں کہ عرف میں ان الفاظ سے حج یا عمرہ لازم نہیں کرتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۴۵۵) اور اگر کہا کہ مجھ پر حرم تک چلنا ہے، یا صفا اور مروہ تک چلنا ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ ۱؎ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ۲؎ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ فِي قَوْلِهِ عَلَيَّ الْمَشْيُ إِلَى الْحَرَمِ حِجَّةٌ أَوْ عُمْرَةٌ وَلَوْ قَالَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَهُوَ عَلَى هَذَا الِاخْتِلَافِ. لَهُمَا أَنَّ الْحَرَمَ شَامِلٌ عَلَى الْبَيْتِ، وَكَذَا الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ فَصَارَ ذِكْرُهُ كَذِكْرِهِ، بِخِلَافِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِأَنَّهُمَا مُنْفَصِلَانِ عَنْهُ. ۳؎ وَلَهُ أَنَّ الْتِزَامَ الْإِحْرَامِ بِهَذِهِ الْعِبَارَةِ غَيْرُ مُتَعَارَفٍ وَلَا يُمْكِنُ إِيجَابُهُ بِاعْتِبَارِ حَقِيقَةِ اللَّفْظِ فَامْتَنَعَ أَصْلًا

(۲۴۵۶)وَمَنْ قَالَ عَبْدِي حُرٌّ إِنْ لَمْ أَحُجَّ الْعَامَ، وَقَالَ: حَجَجْتُ وَشَهِدَ شَاهِدَانِ أَنَّهُ ضَحَّى الْعَامَ بِالْكُوفَةِ لَمْ يُعْتَقْ عَبْدُهُ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُعْتَقُ ۱؎ لِأَنَّ هَذِهِ شَهَادَةٌ قَامَتْ عَلَى أَمْرٍ

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: اگر کہا کہ مجھ پر حرم تک چلنا ہے، یا صفا مروہ تک چلنا ہے تو اس سے نہ حج لازم ہوگا اور نہ عمرہ لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) ان الفاظ سے حج یا عمرے کا لازم کرنا متعارف نہیں ہے اس لیے حج یا عمرہ لازم نہیں ہوگا (۲) لفظ ہے چلنا، اس کے حقیقی معنی سے کچھ لازم نہیں ہوگا اور اس کو عرف بھی نہیں ہے اس لیے اس سے کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کا قول حرم تک چلنا ہے اس سے حج اور عمرہ لازم ہوگا، اور اگر کہا کہ مسجد حرام تک چلنا ہے تو یہ جملہ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حرم بیت اللہ کو متصلا شامل ہے، اسی طرح مسجد حرام بیت اللہ کو شامل ہے، اس لیے مسجد حرام کا ذکر کرنا گویا کہ بیت اللہ کو ذکر کرنا ہے، بخلاف صفا اور مروہ کے اس لیے کہ وہ دونوں مسجد حرام سے الگ چیز ہے۔

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر کہا کہ حرم تک چلنا ہے، یا مسجد حرام تک چلنا ہے تو اس سے حج، یا عمرہ لازم ہوگا،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ حرم بیت اللہ کے ساتھ لگا ہوا ہے اور مسجد حرام بیت اللہ کو گھیرے ہوا ہے اس لیے حرم سے اور مسجد حرام سے بیت اللہ ہی مراد ہے اس لیے اس سے حج اور عمرہ لازم ہوجائے گا۔ ہاں صفا اور مروہ مسجد حرام سے الگ چیز ہے اس لیے کسی نے کہا کہ مروہ تک چلنا ہے تو اس سے حج یا عمرہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس عبارت سے احرام کا لازم کرنا متعارف نہیں ہے، اور حقیقت لفظ سے حج یا عمرے کو لازم کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے اصل کے اعتبار سے ممتنع ہوگیا۔ [اس لیے نہ حج لازم ہوگا اور نہ عمرہ]

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مشی الی الحرم، یا الی الصفا، یا الی المروۃ سے حج یا عمرہ لازم ہونا عرف میں نہیں ہے اس لیے اس لفظ سے حج یا عمرہ لازم نہیں ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چلنے کے حقیقی لفظ سے حج لازم نہیں ہوتا، اور عرف میں بھی اس سے حج یا عمرہ لازم نہیں کرتے اس لیے بھی حج یا عمرہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۵۶) کسی نے کہا کہ اگر اس سال حج نہ کروں تو میرا غلام آزاد ہے، پھر اس نے کہا کہ میں نے حج کیا ہے، لیکن دوسرے آدمی نے گواہی دی کہ اس نے کوفہ میں قربانی کی ہے [مطلب یہ ہے کہ اس نے حج نہیں کیا ہے] تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غلام آزاد نہیں ہوگا، اور امام محمدؒ نے کہا کہ غلام آزاد ہوجائے گا [کیوں کہ اس نے اس سال حج نہیں کیا]

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ معلوم چیز پر گواہی دی ہے اور وہ ہے کوفہ میں قربانی کرنا، اور اس کا اثر یہ ہوگا حج کی نفی ہوجائے۔

مَعْلُومٍ وَهُوَ التَّضْحِيَةُ، وَمِنْ ضَرُورَتِهِ انْتِفَاءُ الْحَجِّ فَيَتَحَقَّقُ الشَّرْطُ. ٢ وَلَهُمَا أَنَّهَا قَامَتْ عَلَى النَّفْيِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهَا نَفْيُ الْحَجِّ لَا إِثْبَاتُ التَّضْحِيَةِ لِأَنَّهُ لَا مَطَالِبَ لَهَا فَصَارَ كَمَا إِذَا شَهِدُوا أَنَّهُ لَمْ يَحُجَّ الْعَامَ. ٣ غَايَةُ الْأَمْرِ أَنَّ هَذَا النَّفْيَ مِمَّا يُحِيطُ عِلْمُ الشَّاهِدِ بِهِ وَلَكِنَّهُ لَا يُمَيِّزُ بَيْنَ نَفْيٍ وَنَفْيٍ تَيْسِيرًا (٢٤٥٧) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَصُومُ فَنَوَى الصَّوْمَ وَصَامَ سَاعَةً ثُمَّ أَفْطَرَ مِنْ يَوْمِهِ حَنِثَ

اصول: یہ مسئلہ ایک اصول پر ہے، وہ یہ کہ نفی پر گواہی دینا ٹھیک نہیں، اور اس کو قبول بھی نہیں کیا جائے گا، ہاں ایسی نفی ہو کہ گواہ اس کو جان سکتا ہو اور اس کا احاطہ کر سکتا ہو تو گواہی دے سکتا ہے۔

اب شیخین یہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں قربانی کرنے کی گواہی دینا حج کی نفی کی گواہی دینا ہے، اور حج کی نفی نہیں کر سکتا کیوں کہ گواہ حاجی کے ساتھ ساتھ نہیں رہا ہے اس لیے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور قسم کھانے والے کا یہ کہنا کہ میں نے اس سال حج کر لیا ہے صحیح ہے اس لیے اس کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ کوفہ میں قربانی کا علم تو گواہ کو ہو سکتا ہے، اس لیے اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ حج کی نفی ہو جائے گی اور جب حج نہیں کیا تو اس کا غلام آزاد ہو جائے گا۔ یہاں دلیل پیچیدہ ہے اس کو غور سے دیکھیں۔

تشریح: زید نے کہا کہ اگر اس سال حج نہیں کروں تو میرا غلام آزاد ہے، اب دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے اس سال کوفہ میں قربانی کی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حج کے وقت عرفات میں نہیں تھا بلکہ کوفہ میں تھا اس لیے اس نے حج نہیں کیا، اس لیے اس کا غلام آزاد ہو جائے گا، امام محمدؒ نے یہی فرمایا۔

وجہ: امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ قربانی ہوئی ہے یہ معلوم چیز ہے اس لیے اس کی گواہی دی جا سکتی ہے، اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ حج کی نفی ہو جائے گی، اس لیے اس کا غلام آزاد ہو جائے گا

ترجمہ: ۲ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ گواہی نفی پر قائم ہوئی ہے اس لیے کہ اس کا مقصد حج کی نفی کرنا ہے، قربانی کو ثابت کرنا نہیں ہے، اس لیے کہ قربانی کو ثابت کرنے کا کسی کا دعوی نہیں ہے، تو ایسا ہو گیا کہ گواہی دی کی حج نہیں کیا ہے۔

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ یہاں حج کی نفی پر گواہی ہے، اور گواہ قسم کھانے والے کے ساتھ ساتھ نہیں رہا ہے اس لیے اس کو حج کا علم بھی نہیں ہے، اور اصول گزر چکا ہے، کہ نفی پر گواہی کا احاطہ نہ ہو اور اس کا پورا علم نہ ہو تو وہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، پس جب گواہی قبول نہیں ہوئی، تو زید کا یہ کہنا کہ میں نے حج کیا ہے صحیح ہے اس لیے اس کا غلام آزاد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ نفی کے گواہ کو پورا علم ہے یا نہیں یہ تمیز کرنا مشکل ہے اس لیے آسانی کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ نفی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح: کب یہ سمجھا جائے گا کہ نفی کے گواہ کو پورا علم ہے، اور کب یہ سمجھا جائے گا کہ نفی کے گواہ کو پورا علم نہیں ہے یہ فرق کرنا مشکل ہے اس لیے آسانی کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ نفی کی گواہی کو قبول ہی نہ کی جائے۔

ترجمہ: (۲۴۵۷) کسی نے قسم کھائی کہ روزہ نہیں رکھوں گا پھر روزے کی نیت کر کے تھوڑی دیر رکا رہا پھر اسی دن افطار کر لیا تو

لے لِوُجُودِ الشَّرْطِ إِذْ الصَّوْمُ هُوَ الْإِمْسَاكُ عَنْ الْمُفْطِرَاتِ عَلَى قَصْدِ التَّقَرُّبِ (۲۴۵۸)وَلَوْ حَلَفَ لَا يَصُومُ يَوْمًا أَوْ صَوْمًا فَصَامَ سَاعَةً ثُمَّ أَفْطَرَ لَا يَحْنَثُ لے لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ الصَّوْمُ التَّامُّ الْمُعْتَبَرُ شَرْعًا وَذٰلِكَ بِإِنْهَائِهِ إِلَى آخِرِ الْيَوْمِ، وَالْيَوْمُ صَرِيحٌ فِي تَقْدِيرِ الْمُدَّةِ بِهِ (۲۴۵۹)وَلَوْ حَلَفَ لَا يُصَلِّي فَقَامَ وَقَرَأَ وَرَكَعَ لَمْ يَحْنَثْ، وَإِنْ سَجَدَ مَعَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَطَعَ حَنِثَ لے وَالْقِيَاسُ أَنْ يَحْنَثَ بِالِافْتِتَاحِ اعْتِبَارًا بِالشُّرُوعِ فِي الصَّوْمِ. وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الصَّلَاةَ عِبَارَةٌ عَنْ الْأَرْكَانِ الْمُخْتَلِفَةِ، فَمَا لَمْ يَأْتِ بِجَمِيعِهَا لَا يُسَمَّى صَلَاةً، بِخِلَافِ الصَّوْمِ لِأَنَّهُ رُكْنٌ وَاحِدٌ وَهُوَ الْإِمْسَاكُ وَيَتَكَرَّرُ فِي الْجُزْءِ الثَّانِي ۲ے وَلَوْحَلَفَ لَايُصَلِّي صَلَاةً لَا يَحْنَثُ مَا لَمْ

حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ شرط پائی گئی، اس لیے کہ نیت کرکے روزہ توڑنے والی چیزوں سے تھوڑی دیر تک رکنے کا نام روزہ ہے۔

اصول: روزے کی نیت کرکے تھوڑی دیر تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکنے کا نام روزہ ہے، اس لیے تھوڑی دیر تک بھی روزہ رکھا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۵۸) اور اگر قسم کھائی کہ ایک دن روزہ نہیں رکھوں گا، یا پورا روزہ نہیں رکھوں گا، پھر تھوڑی دیر روزہ رکھا اور افطار کر لیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ یہاں مکمل روزہ کا اعتبار ہے جس کی شریعت میں اعتبار ہے اور یہ دن ختم ہونے سے ہوگا، اور جس جملے میں یوما کا لفظ ہے اس میں یہ بات صریح ہے۔

تشریح: جب یہ کہا کہ ایک دن کا روزہ نہیں رکھوں گا، یا پورا روزہ نہیں رکھوں گا، اور ایک گھڑی روزہ رکھا پھر توڑ دیا تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ پورا ایک دن روزہ نہیں رکھا ہے، جو شریعت میں معتبر ہے۔

ترجمہ: (۲۴۵۹) اور اگر قسم کھائی کہ نماز نہیں پڑھے گا، پھر قرات کی اور رکوع کی تو حانث نہیں ہوگا، اور اگر اس کے ساتھ سجدہ کر لیا پھر نماز توڑ دی تو حانث ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، نماز چار ارکان کے مجموعے کا نام ہے، قیام، قرأت، رکوع، اور سجدہ، پس اگر قرأت کی اور رکوع کیا تو یہ نماز نہیں ہوئی، اس لیے اگر قسم کھائی کہ نماز نہیں پڑھوں گا تو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ ابھی سجدہ باقی ہے، ہاں سجدہ بھی کر لیا تو اب حانث ہو جائے گا، کیوں کہ چاروں ارکان پائے گئے۔

ترجمہ: لے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے ہی حانث ہو جائے، جیسے کہ روزے کو شروع کرنے سے ہی حانث ہو جاتا ہے۔، استحسان کی وجہ ہے کہ چار ارکان کے مجموعے کا نام نماز ہے، اس لیے جب تک کہ سب کو نہیں کرے تو اس کو نماز نہیں کہیں گے، بخلاف روزے کے اس لیے کہ صرف ایک رکن، یعنی مفطرات سے رکنے کا نام روزہ ہے، اور ایک گھڑی کے بعد دوسری گھڑی میں اسی روزے کا مکرر رہنا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۲ے اور اگر قسم کھائی کہ پوری نماز نہیں پڑھے گا تو جب تک کہ دو رکعت نماز نہ پڑھے گا حانث نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہاں وہ

يُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ الصَّلَاةُ الْمُعْتَبَرَةُ شَرْعًا أَقَلُّهَا رَكْعَتَانِ لِلنَّهْيِ عَنْ الْبُتَيْرَاءِ.

باب اليمين في لبس الثياب والحُلّي وغير ذٰلك

(۲۴۶۰)وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ: إنْ لَبِسْتِ مِنْ غَزْلِكِ فَهُوَ هَدْيٌ فَاشْتَرَى قُطْنًا فَغَزَلَتْهُ وَنَسَجَتْهُ فَلَبِسَهُ فَهُوَ هَدْيٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَقَالَا: لَيْسَ عَلَيْهِ أَنْ يُهْدِيَ حَتَّى تَغْزِلَ مِنْ قُطْنٍ مَلَكَهُ يَوْمَ حَلَفَ ‌ ل وَمَعْنَى الْهَدْيِ التَّصَدُّقُ بِهِ بِمَكَّةَ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا يُهْدَى إلَيْهَا. لَهُمَا أَنَّ النَّذْرَ إنَّمَا يَصِحُّ فِي الْمِلْكِ أَوْ مُضَافًا إلَى سَبَبِ الْمِلْكِ وَلَمْ يُوجَدْ لِأَنَّ اللُّبْسَ وَغَزْلَ الْمَرْأَةِ لَيْسَا مِنْ أَسْبَابِ مِلْكِهِ.

نماز مراد ہے جو شریعت میں معتبر ہو، اوراس کی کم سے کم مقدار دو رکعت ہے اس لیے کہ حدیث میں ایک رکعت کی نماز سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

باب الیمین فی لبس الثیاب والحلی وغیر ذالک

ترجمہ: (۲۴۶۰) کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تیرے کاتے ہوئے سوت کا کپڑا پہنوں تو وہ ہدی ہے، اب شوہر نے روئی خریدی پھر عورت نے اس کو دھاگا بنایا اور اس کو بینا پھر شوہر نے اس کو پہنا تو اس کو ہدی کرنا ضروری ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس پر ہدی کرنا واجب نہیں ہے یہاں تک کہ جس دن نذر مانی تھی اس دن شوہر کی ملکیت میں روئی ہو اس کو کاتے اور بنے۔

ترجمہ: ل ہدی کا معنی یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جا کر اس کو صدقہ کرے، اس لیے کہ اسی کی طرف بھیجنے کا نام ہدی ہے۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ وہ چیز یا ابھی ملکیت میں ہو یا ملکیت کی طرف نسبت کی ہو اور یہ دونوں باتیں پائی نہیں گئی اس لیے کہ پہننا اور عورت کا کپڑا بننا یہ ملک کے اسباب میں سے نہیں ہیں۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نذر ماننے وقت آدمی کی ملکیت میں وہ چیز ہو تب ہی نذر صحیح ہوگی، دوسری صورت ہے کہ سبب ملک کی طرف نسبت کرے تب نذر صحیح ہوگی، ورنہ نہیں، اس کے لیے یہ حدیث ہے۔ **عن عمران بن حصین... لا وفاء لنذر فی معصیة الله و لا فیما لا یملک ابن آدم۔** (ابوداود شریف، باب النذر فیما لا یملک، ص ۴۸۱، نمبر ۳۳۱۶) اس حدیث میں ہے کہ آدمی جس چیز کا مالک نہ اس کی نذر صحیح نہیں ہوتی۔

تشریح: بیوی سے کہا کہ تیرا بینا ہوا کپڑا پہنوں تو وہ کپڑا ہدی ہے، اس نذر کے بعد روئی خریدی اس کو بیوی نے دھاگا بنایا، اس کو بینا، پھر شوہر نے اس کپڑے کو پہنا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ ہدی ہو جائے گی۔

وجہ: عورت عام طور پر شوہر ہی کی روئی کاتتی ہے اور اس سے کپڑا بناتی ہے، اس لیے اس سے یہ کہنا کہ تیرے کاتے ہوئے دھاگے کو پہنوں کا مطلب میری روئی جو تم نے کاتا، تو یہاں سبب ملک کی طرف نسبت کی اس لیے نذر صحیح ہوگی، اور کپڑا ہدی ہو جائے گا۔

اور صاحبین فرماتے ہیں کہ نذر ماننے وقت شوہر کی ملکیت میں وہ روئی نہیں تھی اس کو تو بعد میں خریدا ہے اس لیے نذر ہی صحیح نہیں ہوئی اس لیے وہ کپڑا ہدی نہیں ہوگا۔

وجہ: عورت کا روئی کاتنا اور شوہر کا پہننا یہ اسباب ملک میں سے نہیں ہے، اس لیے نہ ملک پائی گئی اور نہ سبب ملک پائی گئی اس لیے

۲ وَلَهُ أَنَّ غَزْلَ الْمَرْأَةِ عَادَةً يَكُونُ مِنْ قُطْنِ الزَّوْجِ وَالْمُعْتَادُ هُوَ الْمُرَادُ وَذٰلِكَ سَبَبٌ لِمِلْكِهِ، وَلِهَذَا يَحْنَثُ إِذَا غَزَلَتْ مِنْ قُطْنٍ مَمْلُوكٍ لَهُ وَقْتَ النَّذْرِ لِأَنَّ الْقُطْنَ لَمْ يَصِرْ مَذْكُورًا. (۲۴۶۱)وَمَنْ حَلَفَ لَا يَلْبَسُ حُلِيًّا فَلَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ لَمْ يَحْنَثْ ۱ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِحُلِيٍّ عُرْفًا وَلَا شَرْعًا حَتَّى أُبِيحَ اسْتِعْمَالُهُ لِلرِّجَالِ وَالتَّخَتُّمُ بِهِ لِقَصْدِ الْخَتْمِ (۲۴۶۲)وَإِنْ كَانَ مِنْ ذَهَبٍ حَنِثَ ۱ لِأَنَّهُ حُلِيٌّ وَلِهَذَا لَا يَحِلُّ اسْتِعْمَالُهُ لِلرِّجَالِ. (۲۴۶۳)وَلَوْ لَبِسَ عِقْدَ لُؤْلُؤٍ غَيْرِ مُرَصَّعٍ لَمْ يَحْنَثْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا يَحْنَثُ ۱ لِأَنَّهُ حُلِيٌّ حَقِيقَةً حَتَّى

نذر صحیح نہیں ہوگی۔

لغت: غزل: سوت کاتنا، دھاگا بنانا۔ قطن: روئی۔ نسج: کپڑا بننا۔ ھدی: مکہ مکرمہ تک ہدیہ کے طور پر بھیجنے کی چیز۔

ترجمہ: ۲ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت کا کپڑا بننا یہ عادۃ شوہر کی کی ملکیت میں ہوتی ہے، اور عادت ہی یہاں مراد ہے اس لیے کہ یہ ملک کا سبب ہے اسی لیے نذر کے وقت میں روئی اس کی ملکیت میں ہو اور اس سے بنا ہوا کپڑا پہنا تو حانث ہو جائے گا، اس لیے کہ روئی یہاں مذکور نہیں ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت کی عادت یہ ہوتی ہے کہ وہ شوہر کی روئی کاتتی ہے، اس لیے شوہر نے جب کہا من غزلک تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری ملکیت کی روئی، پس اس میں سبب ملک کی طرف نسبت کی اس لیے نذر صحیح ہوگئی اس لیے اس کپڑے کو ہدی کرنا پڑے گا، جیسے نذر مانتے وقت شوہر کی ملکیت کی روئی ہوتی اور اس کو پہنتا تو نذر صحیح ہو جاتی اور کپڑا ہدی کرنا پڑتا، اسی طرح یہ بھی کرنا پڑے گا۔

ترجمہ: (۲۴۶۱) اگر قسم کھائی کہ زیور نہیں پہنے گا اور چاندی کی انگوٹھی پہنی تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ عرف میں اور شریعت میں یہ زیور نہیں ہے، اسی لیے مردوں کے لیے یہ مباح ہے، اور چاندی کی انگوٹھی پہننا مہر لگانے کے لیے ہوتا ہے، زینت کے لیے نہیں ہوتا۔ **تشریح:** واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۴۶۲) اور اگر سونے کی انگوٹھی پہنی تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ سونے کی انگوٹھی زیور ہے، اسی لیے مردوں کے لیے اس کا استعمال حلال نہیں ہے۔

تشریح: قسم کھائی تھی کہ زیور نہیں پہنوں گا اور سونے کی انگوٹھی پہن لی تو حانث ہو جائے گا، کیوں کہ سونے کی انگوٹھی زیور میں شمار ہوتا ہے اسی لیے مردوں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۴۶۳) اور اگر موتی کا ہار پہنا جو جڑا ہوا نہیں تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ حقیقت میں زیور ہے قرآن نے اس کو زیور کہا ہے۔

تشریح: قسم کھائی کہ زیور نہیں پہنے گا، اور بغیر جڑے موتی کا ہار پہن لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں حانث نہیں ہوگا، اور اگر جڑی ہوئی موتی کا ہار پہنا تو حانث ہو جائے گا، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ بغیر جڑی ہوئی موتی کا ہار پہنا تب بھی حانث ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں خالص موتی کو بھی زیور کہا ہے اس لیے اس کے پہننے سے حانث ہو جائے گا (۲) آیت

سُمِّيَ بِهِ فِي الْقُرْآنِ. ٢ وَلَهُ أَنَّهُ لَا يَتَحَلَّى بِهِ عُرْفًا إِلَّا مُرَصَّعًا، وَمَبْنَى الْأَيْمَانِ عَلَى الْعُرْفِ. ٣ وَقِيلَ هٰذَا اخْتِلَافُ عَصْرٍ وَزَمَانٍ، وَيُفْتَى بِقَوْلِهِمَا لِأَنَّ التَّحَلِّيَ بِهِ عَلَى الِانْفِرَادِ مُعْتَادٌ(٢٤٦٤)وَمَنْ حَلَفَ لَا يَنَامُ عَلَى فِرَاشٍ فَنَامَ عَلَيْهِ وَفَوْقَهُ قِرَامٌ حَنِثَ ١ لِأَنَّهُ تَبَعُ الْفِرَاشِ فَيُعَدُّ نَائِمًا عَلَيْهِ (٢٤٦٥)وَإِنْ جَعَلَ فَوْقَهُ فِرَاشًا آخَرَ فَنَامَ عَلَيْهِ لَا يَحْنَثُ ١ لِأَنَّ مِثْلَ الشَّيْءِ لَا يَكُونُ تَبَعًا لَهُ فَقَطَعَ النِّسْبَةَ عَنِ الْأَوَّلِ (٢٤٦٦)وَلَوْ حَلَفَ لَايَجْلِسُ عَلَى الْأَرْضِ فَجَلَسَ عَلَى بِسَاطٍ أَوْحَصِيرٍلَمْ يَحْنَثْ ١ لِأَنَّهُ لَا يُسَمَّى جَالِسًا عَلَى الْأَرْضِ، بِخِلَافِ

یہ ہے۔ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝ (آیت ۲۳، سورۃ الحج ۲۲)اس آیت میں لؤلؤ، یعنی موتی کو حلیۃ یعنی زیور کہا ہے۔

لغت: لؤلؤ: موتی۔ مرصع: رصع سے مشتق ہے جڑا ہوا۔ تحلی: حلی سے مشتق ہے زیور پہننا۔

ترجمہ: ۲ اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عرف میں جڑے ہوئے کے بغیر زیور کے طور پر نہیں پہنتے، اور قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۳ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ زمانے کا اختلاف ہے، اور فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے اس لیے کہ خالص موتی زیور کے طور پر پہننے کی عادت ہے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ زمانے کا اختلاف ہے، یعنی امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں بغیر جڑے ہوئے موتی کا ہار پہننے کا رواج نہیں تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ یہ زیور نہیں ہے اور صاحبینؒ کے زمانے میں بغیر جڑے ہوئے موتی کے ہار کو زیور کے طور پر پہننے کا رواج ہو گیا تھا اس لیے انہوں نے کہا یہ زیور ہے اور اس کے پہننے سے حانث ہو جائے گا۔ تاہم آج کل فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے۔

ترجمہ: (۲۴۶۴) کسی نے قسم کھائی کہ اس بچھونے پر نہیں سوئے گا، پھر اس پر پتلی چادر بچھا کر سویا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ وہ بچھونے کے تابع ہے، اس لیے بچھونے پر ہی سونا شمار ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کوئی چیز تابع ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔۔ یہاں چادر بچھونے کے تابع ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور گویا کہ بچھونے ہی پر سویا اس لیے حانث ہو جائے گا۔۔ فرش: بچھونا۔ قرام: پتلی چادر۔

ترجمہ: (۲۴۶۵) اور اگر بچھونے کے اوپر دوسرا بچھونا رکھ دیا اور اس پر سویا تو اب حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ اسی کی مثل کوئی چیز ہو تو وہ تابع نہیں ہوتی، اس لیے پہلے بچھونے سے سے نسبت ختم ہو گئی۔

تشریح: کہا تھا کہ اس بچھونے پر نہیں سوئے گا، اب اس پر بچھونا رکھ دیا اور اس پر سویا تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: دوسرا بچھونا پہلے کے تابع نہیں ہے، کیوں کہ وہ پہلی کے مثل ہے اس لیے گویا کہ وہ اس بچھونے پر نہیں سویا، اس لیے حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۶۶) اگر قسم کھائی کہ زمین پر نہیں بیٹھے گا، پھر بچھونے اور چٹائی وغیرہ پر بیٹھا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ اس کو زمین پر بیٹھنے والا نہیں کہتے، بخلاف اگر اس کے اور زمین کے درمیان خود اس کا کپڑا حائل ہو گیا تو حانث ہو جائے گا، کیوں کہ یہ کپڑا آدمی کے تابع ہے اس لیے اس کے درمیان اور زمین کے درمیان حائل نہیں سمجھا جائے گا۔

مَا إِذَا حَالَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ لِبَاسُهُ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لَهُ فَلَا يُعْتَبَرُ حَائِلًا (۲۴۶۷)وَإِنْ حَلَفَ لَا يَجْلِسُ عَلَى سَرِيرٍ فَجَلَسَ عَلَى سَرِيرٍ فَوْقَهُ بِسَاطٌ أَوْ حَصِيرٌ حَنِثَ ١ لِأَنَّهُ يُعَدُّ جَالِسًا عَلَيْهِ، وَالْجُلُوسُ عَلَى السَّرِيرِ فِي الْعَادَةِ كَذَلِكَ، ٢ بِخِلَافِ مَا إِذَا جَعَلَ فَوْقَهُ سَرِيرًا آخَرَ لِأَنَّهُ مِثْلُ الْأَوَّلِ فَقَطَعَ النِّسْبَةَ عَنْهُ.

بَابُ الْيَمِينِ فِي الضَّرْبِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ

(۲۴۶۸)وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ إِنْ ضَرَبْتُك فَعَبْدِي حُرٌّ فَمَاتَ فَضَرَبَهُ فَهُوَ عَلَى الْحَيَاةِ ١ لِأَنَّ الضَّرْبَ اسْمٌ لِفِعْلٍ مُؤْلِمٍ يَتَّصِلُ بِالْبَدَنِ، وَالْإِيلَامُ لَا يَتَحَقَّقُ فِي الْمَيِّتِ، وَمَنْ يُعَذَّبُ فِي الْقَبْرِ تُوضَعُ فِيهِ الْحَيَاةُ فِي قَوْلِ الْعَامَّةِ ٢ وَكَذَلِكَ الْكِسْوَةُ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّمْلِيكُ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ، وَمِنْهُ الْكِسْوَةُ فِي الْكَفَّارَةِ وَهُوَمِنْ الْمَيِّتِ لَايَتَحَقَّقُ

تشریح: بچھونا اور چٹائی عرف میں آدمی اور زمین کے درمیان حائل سمجھا جاتا، اس لیے بچھونا اور چٹائی پر بیٹھا تو گویا کہ زمین پر نہیں بیٹھا اس لیے حانث ہوجائے گا، اور آدمی کا کپڑا خود آدمی کے تابع ہوتا ہے اس لیے اس کے درمیان اور زمین کے درمیان حائل نہیں سمجھا جائے گا اس لیے حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۶۷) اگر قسم کھائی کہ چار پائی پر نہیں بیٹھے گا، پھر ایسی چار پائی پر بیٹھا جس پر بستر تھا یا چٹائی تھی تو حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ اس حال میں چار پائی پر ہی بیٹھنے والا شمار کیا جاتا ہے، اور چار پائی پر عادت میں ایسے ہی بیٹھتے ہیں [یعنی چٹائی، یا بستر بچھا کر بیٹھتے ہیں]

تشریح: چار پائی پر بستر ہے تو یہ چار پائی پر ہی بیٹھنا شمار کیا جاتا ہے کیوں کہ بستر چار پائی کے تابع ہے، اس لیے حانث ہوجائے گا۔

ترجمہ: ٢ بخلاف اگر چار پائی کے اوپر دوسری چار پائی رکھ دی [اور اس پر بیٹھا تو حانث نہیں ہوگا] اس لیے کہ دوسری چار پائی پہلی کی طرح ہے اس لیے پہلی چار پائی سے نسبت ختم ہوگئی۔

وجہ: دوسری چار پائی پہلی چار پائی کے تابع نہیں ہوگی، اس لیے دوسری چار پائی پر بیٹھنا پہلی چار پائی پر بیٹھنا شمار نہیں کیا جائے گا اس لیے حانث نہیں ہوگا۔

باب الیمین فی القتل والضرت وغیرہ

ترجمہ: (۲۴۶۸) کسی نے کہا اگر میں تم کو ماروں تو میرا غلام آزاد ہے تو اس کا مدار اس کی زندگی پر ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ تکلیف دینے والے فعل کا نام ضرب ہے جس کا تعلق بدن سے ہے اور میت کو تکلیف نہیں ہوتی، اور جو قبر میں عذاب ہوگا تو عام قول میں یہی ہے کہ میت میں زندگی ڈالی جائے گی۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ میں تم کو ماروں تو میرا غلام آزاد ہے، اب اس کے مرنے کے بعد مارا تو غلام آزاد نہیں ہوگا۔

وجہ: مارنے کا مطلب ہے تکلیف دینا، اور یہ زندگی میں ہوتا ہے مرنے کے بعد نہیں ہوتا اس لیے غلام آزاد نہیں ہوگا، اور یہ جو آتا ہے کہ قبر میں میت کو عذاب ہوتا ہے تو اس کے بارے میں ہے کہ میت کو قبر میں زندہ کیا جاتا ہے پھر اس کو عذاب ہوتا ہے۔

ترجمہ: ٢ کپڑے پہنانے کا مدار بھی زندگی پر ہے اس لیے مطلق ہوتے وقت اس سے مراد اس آدمی کو مالک بنانا ہے، اسی سے ہے کفارہ میں

إِلَّا أَنْ يَنْوِيَ بِهِ السَّتْرَ، ٣ وَقِيلَ بِالْفَارِسِيَّةِ يَنْصَرِفُ إِلَى اللُّبْسِ (۲۴۶۹)وَكَذَا الْكَلَامُ وَالدُّخُولُ ١ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ الْكَلَامِ الْإِفْهَامُ وَالْمَوْتُ يُنَافِيهِ، وَالْمُرَادُ مِنْ الدُّخُولِ عَلَيْهِ زِيَارَتُهُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ يُزَارُ قَبْرُهُ لَا هُوَ (۲۴۷۰)وَلَوْ قَالَ: إنْ غَسَّلْتُكَ فَعَبْدِي حُرٌّ فَغَسَّلَهُ بَعْدَ مَا مَاتَ يَحْنَثُ ١ لِأَنَّ الْغُسْلَ هُوَ الْإِسَالَةُ وَمَعْنَاهُ التَّطْهِيرُ وَيَتَحَقَّقُ ذٰلِكَ فِي الْمَيِّتِ (۲۴۷۱)وَمَنْ حَلَفَ لَا يَضْرِبُ امْرَأَتَهُ فَمَدَّ شَعْرَهَا أَوْ خَنَقَهَا أَوْ عَضَّهَا حَنِثَ ١ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِفِعْلٍ مُؤْلِمٍ وَقَدْ تَحَقَّقَ الْإِيلَامُ،

کپڑا پہنانا[یعنی مسکین کو مالک بنانا]اور میت مالک نہیں بن سکتا اس لیے وہ حانث نہیں ہوگا ہاں ستر ڈھانکنے کی نیت کرے تو اور بات ہے۔

تشریح: کسی نے قسم کھائی کہ اگر زید کو کپڑا پہنایا تو میرا غلام آزاد ہے، اب زید کے مرنے کے بعد کپڑا پہنایا تو غلام آزاد نہیں ہوگا۔ ہاں اس سے یہ مراد لے کہ اس کی ستر نہیں ڈھانکوں گا تو اب غلام آزاد ہوگا، کیوں کہ یہ معنی لینے کی بھی اس میں گنجائش ہے۔

وجہ: (۱) یہاں کپڑا پہنانے کا مطلب ہے اس کو مالک بنانا، اور موت کے بعد مالک نہیں بن سکتا اس لیے غلام آزاد نہیں ہوگا۔ (۲) کفارے قسم میں کپڑا پہنانا ہوتا ہے اس سے مراد اس غریب کو مالک بنانا ہے، جس پتہ چلا کہ کپڑا پہنانے کا مطلب مالک بنانا ہے،

ترجمہ: ٣ بعض حضرات نے فرمایا کہ فارسی میں کپڑا پہنانے کا مطلب ہوتا ہے کپڑا پہنانا، مالک بنانا نہیں۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۴۶۹) ایسے ہی بات کرنا اور آدمی پر داخل ہونے کا مطلب ہے [اس کی زندگی میں بات کرنا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ کلام سے مقصود اس کو سمجھانا ہے اور موت اس کے منافی ہے، اور داخل ہونے سے مراد اس کی زیارت ہے، اور موت کے بعد اس کی زیارت نہیں ہوگی، بلکہ اس کی قبر کی زیارت ہوگی۔

تشریح: کہے کہ زید سے بات نہیں کروں گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں بات نہیں کریگا، کیوں کہ اس کا مطلب اس کو بات سمجھانا ہے اور موت کے بعد نہیں سمجھا سکتا، اس لیے زندگی کے ساتھ مقید ہوگا۔ اسی طرح کہے کہ زید پر داخل نہیں ہوں گا، تو مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی میں اس کی زیارت نہیں کروں، اور موت کے بعد اس کی زیارت نہیں ہوگی، بلکہ اس کی قبر کی زیارت ہوگی۔

ترجمہ: (۲۴۷۰) اگر کہا کہ تم کو غسل دوں تو میرا غلام آزاد ہے، پھر اس کی موت کے بعد اس کو غسل دیا تو حانث ہو جائے گا [یعنی اس کا غلام آزاد ہو جائے گا]

ترجمہ: ١ اس لیے غسل کا معنی ہے پاک کرنا اور یہ میت میں بھی متحقق ہوتا ہے، [اس لیے غلام آزاد ہو جائے گا]

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۴۷۱) کسی نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو نہیں مارے گا، پھر اس کا بال کھینچا، یا اس کا گلا دبایا، یا اس کو دانت سے کاٹا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ یہ سب کام تکلیف دینے والے ہیں، اور ان سے تکلیف ہوئی ہے [اس لیے حانث ہو جائے گا]

تشریح: یہاں مار کا مطلب ہے تکلیف دینا، اور بال کھینچنے سے اور دانت سے کاٹنے سے تکلیف ہوئی ہے اس لیے حانث ہو جائے گا۔

۲؎ وَقِيلَ لَايَحْنَثُ فِي حَالِ الْمُلَاعَبَةِلِأَنَّهُ يُسَمَّى مُمَازَحَةً لَاضَرْبًا(۲۴۷۲)وَمَنْ قَالَ:إنْ لَمْ أَقْتُلْ فُلَانًا فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ وَفُلَانٌ مَيِّتٌ وَهُوَعَالِمٌ بِهِ حَنِثَ لِأَنَّهُ عَقَدَيَمِينَهُ عَلَى حَيَاةٍيُحْدِثُهَااللَّهُ فِيهِ وَهُوَمُتَصَوَّرٌ فَيَنْعَقِدُ ثُمَّ يَحْنَثُ لِلْعَجْزِالْعَادِيِّ (۲۴۷۳)فَإِنْ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ لَا يَحْنَثُ ۱؎ لِأَنَّهُ عَقَدَ يَمِينَهُ عَلَى حَيَاةٍ كَانَتْ فِيهِ وَلَا تُتَصَوَّرُ ۲؎ فَيَصِيرُ قِيَاسُ مَسْأَلَةِ الْكُوزِ عَلَى الِاخْتِلَافِ، وَلَيْسَ فِي تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ تَفْصِيلُ الْعِلْمِ وَهُوَ الصَّحِيحُ.

لغت:مد شعرھا:اس کا بال کھینچا۔خنق: گلا دبایا۔عض: دانت سے کاٹا۔ملاعبة:لعب سےمشتق ہےکھیل کود، عورت سے کھیل کود کرنا، ہنسی مذاق۔ممازحة:مزح سےمشتق ہے، ہنسی مذاق کرنا۔

ترجمہ:۲؎اور کہا گیا ہے کہ اگر ملاعبت کی حالت میں یہ سب کام کئےتو حانث نہیں ہوگا، کیوں کہ اس حال میں اس کوہنسی مذاق کہتے ہیں مارنہیں کہتے۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:(۲۴۷۲) کسی نے کہا کہ اگرفلاں کوقتل نہیں کیاتو میری بیوی کوطلاق ہے، فلاں مر چکا تھااورقسم کھانے والے کواس کاعلم تھا تو حانث ہوجائے گا[یعنی اس کی بیوی کوطلاق واقع ہوجائے گی]

ترجمہ:۱؎اس کی قسم اس بنیاد پر ہوگی کہ اللہ اس میں زندگی پیدا کردے، اور یہ معجزہ کےطور پرممکن ہےاس لیےقسم منعقد ہوجائے گی لیکن عادۃ یہ نہیں ہوسکتااس لیےوہ حانث ہوجائے گا

تشریح: زید جانتا تھا کہ عمر مر چکا ہے پھر بھی قسم کھائی کہ اس کوقتل نہ کروں تو اس کی بیوی کوطلاق ہے، تو یہ ممکن ہے کہ معجزاتی طور پر اللہ اس کوزندہ کردے اس لیےقسم منعقد ہوجائے گی، لیکن عادۃ ایسا ہونا ناممکن ہے اس لیےقسم میں حانث ہوجائے گا اوراس کی بیوی کو طلاق واقع ہوجائے گی۔

ترجمہ:(۲۴۷۳)اوراگر جانتانہیں تھا کہ وہ مر چکاہےتو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ:۱؎اس لیےکہ اس قسم آدمی کی زندگی پرمنعقد ہوئی ہےاورزندگی ابھی متصورنہیں ہے۔

تشریح: زید نےقسم کھائی کہ میں عمرکوقتل نہ کروں تو میری بیوی کوطلاق ہے، عمر مر چکا تھالیکن زید کواس کی خبرنہیں تھی کہ عمر مر چکا ہے، تو اس کی بیوی کوطلاق واقع نہیں ہوگی۔

وجہ: چونکہ زید کوعمر کے موت کی خبرنہیں تھی اس لیےاس کی قسم اس بنیاد پرمنعقد ہوئی ہے کہ عمر میں حیات ہو، اورعمر میں حیات ہےنہیں اس لیےاس کی بیوی کوطلاق واقع نہیں ہوگی۔

ترجمہ:۲؎اس مسئلے میں تفصیل ہے جیسےکوزے کےمسئلے میں تفصیل ہے، لیکن کوزے کےمسئلے میں جاننے اورنہ جاننے میں فرق نہیں ہےصحیح بات یہی ہے۔

تشریح: پہلے ایک مسئلہ گزرا تھا کہ قسم کھائی کہ میں پیالے کا پانی نہیں پیوں گا، اور پیالے میں پانی تھانہیں تو امام ابوحنیفہؒ اورامام محمدؒ کے نزدیک حانث نہیں ہوگا اورامام ابو یوسفؒ کےنزدیک حانث ہوجائے گا، ٹھیک اسی طرح کا مسئلہ یہ بھی ہے، البتہ وہاں جاننے اورنہ

باب اليمين في تقاضي الدراهم

(۲۴۷۴) وَمَنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ دَيْنَهُ إِلَى قَرِيبٍ فَهُوَ عَلَى مَا دُونَ الشَّهْرِ، وَإِنْ قَالَ إِلَى بَعِيدٍ فَهُوَ أَكْثَرُ مِنْ الشَّهْرِ لِ لِأَنَّ مَا دُونَهُ يُعَدُّ قَرِيبًا، وَالشَّهْرُ وَمَا زَادَ عَلَيْهِ يُعَدُّ بَعِيدًا، وَلِهَذَا يُقَالُ عِنْدَ بُعْدِ الْعَهْدِ مَا لَقِيتُك مُنْذُ شَهْرٍ (۲۴۷۵)وَمَنْ حَلَفَ لَيَقْضِيَنَّ فُلَانًا دَيْنَهُ الْيَوْمَ فَقَضَاهُ ثُمَّ وَجَدَ فُلَانٌ بَعْضَهَا زُيُوفًا أَوْ نَبَهْرَجَةً أَوْ مُسْتَحَقَّةً لَمْ يَحْنَثْ الْحَالِفُ لِ لِأَنَّ الزِّيَافَةَ عَيْبٌ وَالْعَيْبُ لَايُعْدِمُ الْجِنْسَ، وَلِهَذَا لَوْتَجُوزُ بِهِ صَارَمُسْتَوْفِيًا،

جاننے کی بحث نہیں تھی، بلکہ بحث یہ تھی کہ پانی پینے کی قدرت ہے یا نہیں۔ اس کی تفصیل وہاں دیکھ لیں۔

باب الیمین فی تقاضی الدراھم

ترجمہ: (۲۴۷۴) اور اگر قسم کھائی کہ قرض قریب میں ادا کرے گا تو مہینے سے کم میں ہوگی اور اگر کہا کہ دیر میں تو ایک مہینے سے زائد پر ہوگی۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ مہینے سے کم کو قریب کہتے ہیں، اور مہینے سے زیادہ کو بعید کہتے ہیں، چناں چہ دیر ہوجائے تو یہ کہتے ہیں کہ تم سے ایک مہینے سے نہیں ملا ہوں

تشریح: اس مسئلے میں یہ ہے کہ قریب زمانہ اور بعید زمانہ کا اطلاق کتنے دنوں پر ہوگا۔ قریب ایک مہینے کے اندر کو کہتے ہیں اور بعید ایک ماہ اور اس سے زائد کو کہتے ہیں۔ اس لیے کسی نے قسم کھائی کہ قرض قریب میں ادا کروں گا تو ایک مہینے کے اندر ادا کرنا ہوگا۔ اور کہا کہ بعید اور دیر میں ادا کروں گا تو ایک ماہ اور ایک ماہ کے بعد ادا کرے تب بھی حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۷۵) کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کو ضرور آج قرض ادا کرے گا، پھر اس کو ادا کر دیا۔ لیکن بعض سکے کھوٹے تھے، یا نہر جہ تھے، یا وہ درہم کسی کا مستحق نکل گئے تو قس کھانے والا حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ کھوٹا ہونا عیب تو ہے لیکن ہے وہ درہم، اسی لیے اگر اس کو قرض خواہ چشم پوشی کر کے لے لینا چاہے تو قرض ادا ہوجائے گا، اس لیے قسم پوری کرنے کی شرط پائی گئی۔

لغت: زیوف: کھوٹا سکہ۔ نہر جہ: یہ بھی ایک کھوٹا سکہ ہے، لیکن یہ زیوف سے بھی ردی سکہ تھا جس کو نہر جہ کہتے تھے۔ مستحقہ: جو درہم کسی اور کا نکل جائے۔ تجوز بہ: چشم پوشی کر کے اس کو لے لے، مستوفیا: وفی سے مشتق ہے، وصول کرنے والا ہوگیا۔ بر: قسم پوری کرنے والا، قسم میں بری ہونے والا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی اسی فیصد وہی چیز ہے البتہ کچھ خامی ہے تو حانث نہیں ہوگا۔ اور اگر اسی فیصد دوسری چیز ہے یعنی مثلا وہ نام کے اعتبار سے درہم ہے ورنہ حقیقت میں وہ درہم نہیں ہے تو اس کو ادا کرنے سے حانث ہوجائے گا۔ کیوں کہ وہی چیز ادا نہیں کی جس کی قسم کھائی ہے۔

تشریح: قسم کھائی کہ آج فلاں کا قرض ضرور ادا کروں گا، اور اس نے ادا کر بھی دیا، لیکن وہ سکے کھوٹے تھے، یا نہرجہ تھے، یا کسی کا مستحق نکل گئے تو قسم میں حانث نہیں ہوگا۔

فَوُجِدَ شَرْطُ الْبِرِّ ۲؎ وَقَبْضُ الْمُسْتَحَقَّةِ صَحِيحٌ وَلَا يَرْتَفِعُ بِرَدِّهِ الْبِرُّ الْمُتَحَقِّقُ (۲۴۷۶)وَإِنْ وَجَدَهَا رَصَاصًا أَوْ سَتُّوقَةً حَنِثَ ۱؎ لِأَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ جِنْسِ الدَّرَاهِمِ حَتَّى لَا يَجُوزَ التَّجَوُّزُ بِهِمَا فِي الصَّرْفِ وَالسَّلَمِ (۲۴۷۷)وَإِنْ بَاعَهُ بِهَا عَبْدًا وَقَبَضَهُ بَرَّ فِي يَمِينِهِ ۱؎ لِأَنَّ قَضَاءَ الدَّيْنِ طَرِيقُهُ الْمُقَاصَّةُ وَقَدْ تَحَقَّقَتْ بِمُجَرَّدِ الْبَيْعِ فَكَأَنَّهُ شَرَطَ الْقَبْضَ لِيَتَقَرَّرَ بِهِ

وجه: زیوف، اور نبہرجہ سکہ بھی سکہ تو ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ کھوٹا ہے، لیکن چشم پوشی کر کے اس کو قرض خواہ لے لے تو لے سکتا، اس لیے قرض ادا ہو گیا اس لیے وہ حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور مستحق درہم پر قبضہ کرنے سے قبضہ کرنا صحیح ہے اور اس کو مستحق کی طرف واپس کرنے سے متحقق بر ختم نہیں ہوگی۔

تشریح: کسی کا مستحق درہم بہر حال درہم ہے جس کو قسم کھانے والے نے ادا کیا ہے، یہ اور بات ہے کہ لینے والے کو واپس کرنا ہوگا، لیکن اس سے قسم جو پوری ہوئی تھی ختم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۴۷۶) اور اگر درہم کو سیسے کا پایا یا ستوقہ پایا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ درہم کی جنس نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس بیع صرف میں اور بیع سلم میں چشم پوشی کر کے لے تو جائز نہیں ہوگا۔

تشریح: قرض میں سیسے کا بنا ہوا درہم دے دیا یا ایسا درہم دیا جو اندر سے سیسے کا تھا لیکن دونوں طرف سے چاندی کا رنگ چڑھا یا ہوا تھا جس کو تین طاق والا درہم ستوقہ کہتے ہیں تو حانث ہو جائے گا۔

وجہ: درہم پورا کا پورا چاندی کا ہوتا ہے یہاں سیسے کا درہم بنا کر دیا تو یہ درہم ہی نہیں ہے۔ اور قسم کھائی تھی کہ درہم دوں گا اور درہم دیا نہیں اس لیے حانث ہو جائے گا۔ اسی طرح ستوقہ درہم درہم ہی نہیں ہے وہ بھی سیسے کا ہے صرف چاندی کا رنگ چڑھا دیا گیا ہے تو چونکہ درہم نہیں دیا اس لیے حانث ہو جائے گا۔

لغت: رصاص: سیسہ۔ ستوقہ: تین طاق والا درہم۔

ترجمہ: (۲۴۷۷) اور اگر اس قرض کے بدلے میں اپنا غلام بیچ دیا اور قرض خواہ کو اس پر قبضہ بھی دے دیا تو وہ قسم میں بری ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ قرض ادا کرنے کا طریقہ مقاصہ بھی ہے اور وہ محض بیچ دینے سے پایا گیا، اور قبضے کی شرط اس کو مضبوط کرنے کے لیے ہے۔

تشریح: قسم کھائی تھی کہ فلاں کو ضرور آج قرض ادا کروں گا، پس اس کے ہاتھ میں اپنا غلام بیچ دیا اور اس پر قبضہ بھی دے دیا، تو وہ قسم بری ہو جائے گا۔ صرف قرض خواہ کے ہاتھ میں بیچ دینے سے مقاصہ ہو جاتا ہے، اور قسم کھانے والا بری ہو جائے گا، لیکن بیچنے کے بعد اس پر قبضہ بھی کروا دیا تو یہ مقاصہ کو اور مضبوط کرنے کے لیے ہے، حالانکہ اس کی ضرورت نہیں تھی۔

وجہ: جب غلام کی قیمت قرض والے کے ذمے ہوگئی تو گویا کہ یہ قرض کے بدلے میں ہو گیا، اور گویا کہ اس نے قرض ادا کر دیا، کیوں کہ قرض ادا کرنے کا ایک طریقہ مقاصہ بھی ہے، اس لیے قسم میں حانث نہیں ہوگا۔

لغت: مقاصہ: قص سے مشتق ہے، ادل بدل کرنا، مثلا زید کے ذمے عمر کی رقم تھی، زید نے عمر کے ہاتھ میں غلام بیچ دیا، پھر عمر سے کہا کہ تم مجھے رقم مت دو بلکہ قرض کے بدلے میں کاٹ لو اس کو مقاصہ، کہتے ہیں۔

(۲۴۷۸)وَإِنْ وَهَبَهَا لَهُ يَعْنِي الدَّيْنَ لَمْ يَبَرَّ ﴿ لِعَدَمِ الْمُقَاصَّةِ لِأَنَّ الْقَضَاءَ فِعْلُهُ، وَالْهِبَةُ إِسْقَاطٌ مِنْ صَاحِبِ الدَّيْنِ (۲۴۷۹) وَمَنْ حَلَفَ لَا يَقْبِضُ دَيْنَهُ دِرْهَمًا دُونَ دِرْهَمٍ فَقَبَضَ بَعْضَهُ لَمْ يَحْنَثْ حَتَّى يَقْبِضَ جَمِيعَهُ ﴿ لِأَنَّ الشَّرْطَ قَبْضُ الْكُلِّ وَلَكِنَّهُ بِوَصْفِ التَّفَرُّقِ، أَلَا يُرَى أَنَّهُ أَضَافَ الْقَبْضَ إِلَى دَيْنٍ مُعَرَّفٍ مُضَافٍ إِلَيْهِ فَيَنْصَرِفُ إِلَى كُلِّهِ فَلَا يَحْنَثُ إِلَّا بِهِ (۲۴۸۰)فَإِنْ قَبَضَ دَيْنَهُ فِي وَزْنَيْنِ لَمْ يَتَشَاغَلْ بَيْنَهُمَا إِلَّا بِعَمَلِ الْوَزْنِ لَمْ يَحْنَثْ وَلَيْسَ ذٰلِكَ بِتَفْرِيقٍ ﴿ لِأَنَّهُ قَدْ يَتَعَذَّرُ قَبْضُ الْكُلِّ دُفْعَةً وَاحِدَةً عَادَةً فَيَصِيرُ هٰذَا

ترجمہ: (۲۴۷۸) اور اگر قرض کو قرض خواہ نے ہبہ کر دیا تو بری نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ﴿ کیوں کہ مقاصہ نہیں پایا گیا اس لیے کہ ادا کرنا تو قرض لینے والے کا کام تھا اور یہاں تو قرض دینے والے نے ساقط کر دیا ہے۔

تشریح: جس کا قرض تھا اس نے اپنے قرض کی رقم کو ہبہ کر دیا تو قرض لینے والا بری نہیں ہوگا۔

وجہ: یہاں قسم کھانے والے نے دیا کچھ نہیں ہے اس نے تو لیا ہے اس لیے وہ قسم میں بری نہیں ہوگا۔ (۲) اور مقاصہ بھی نہیں پایا گیا۔

ترجمہ: (۲۴۷۹) کسی نے قسم کھائی کہ اپنا قرض ایک ایک درہم کر کے نہیں لے گا پھر قبضہ کیا بعض پر تو نہیں حانث ہوگا یہاں تک کہ قبضہ کرے تمام کو تھوڑا تھوڑا کر کے۔

ترجمہ: ﴿ اس لیے کہ شرط کل کو قبضہ کرنا ہے لیکن تفریق کی صفت کے ساتھ، کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ قرض کو اپنے قرض مضاف کیا ہے، اس لیے کل قرض کی طرف پھیرا جائے گا اس لیے کل قرض وصول کرتے وقت حانث ہوگا۔

تشریح: قسم کھائی کہ تھوڑا تھوڑا کر کے قرض وصول نہیں کرے گا، پھر تھوڑے سے قرض پر قبضہ کیا تو ابھی حانث ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے جب تک کہ سارے قرضوں کو تھوڑا تھوڑا کر کے وصول نہ کرے۔ جب سارے قرضوں کو تھوڑا تھوڑا ہی کر کے وصول کر لیا تب اس وقت حانث ہونے کا حکم لگائیں گے۔

وجہ: (۱) قسم کھانے والے نے اپنے قرض کی طرف نسبت کی ہے اس لیے اس سے کل قرض مراد ہوگا، اور جب سب قرض تھوڑا تھوڑا ہی وصول کیا تب جا کر اس پر حانث ہونے کا حکم لگایا جائے گا، ابھی خاموش رہا جائے گا (۲) یہ ہو سکتا ہے کہ ابھی جو تھوڑا سا لیا ہے وہ مقروض کو واپس کر دے اور پھر تمام قرضوں کو بیک وقت واپس لے۔ اس لیے ابھی حانث ہونے کا فیصلہ نہیں کریں گے۔ ہاں باقی قرضوں کو تھوڑا تھوڑا ہی لیا تو تمام قرضوں کو تھوڑا تھوڑا لینے کے بعد حانث ہونے کا فیصلہ کریں گے۔

ترجمہ: (۲۴۸۰) اور اگر قبضہ کیا اپنے قرضے کو دو دو دفعہ وزن کر کے اور دونوں وزنوں کے درمیان نہیں مشغول ہوا مگر وزن ہی کے کام میں تو حانث نہیں ہوگا۔ اور یہ متفرق طور پر لینا نہیں ہے۔

ترجمہ: ﴿ اس لیے کہ کبھی بیک وقت قبضہ کرنا عادۃً مشکل ہوتا ہے، اس لیے اس مقدار مستثنیٰ ہوگا

تشریح: مثلاً پانچ سو کیلو گیہوں تھا اب اس کو ایک دفعہ وزن نہیں کر سکتا، اتنا بڑا باٹ کہاں سے لائے گا اس لیے کئی دفعہ وزن کر کے گیہوں لیا اور وزن کرنے کے دوران کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوا بلکہ وزن ہی کے کام میں مشغول رہا تو کئی دفعہ کے وزن کو متفرق طور پر وصول کرنا نہیں کہتے ہیں اور نہ اس سے حانث ہوگا۔

الْقَدْرُ مُسْتَثْنًى مِنْهُ(۲۴۸۱)وَمَنْ قَالَ: إنْ كَانَ لِي إلَّا مِائَةُ دِرْهَمٍ فَامْرَأَتُهُ طَالِقٌ فَلَا يَمْلِكُ إلَّا خَمْسِينَ دِرْهَمًا لَمْ يَحْنَثْ لِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ عُرْفًا نَفْيُ مَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَلِأَنَّ اسْتِثْنَاءَ الْمِائَةِ اسْتِثْنَاؤُهَا بِجَمِيعِ أَجْزَائِهَا (۲۴۸۲)وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ غَيْرَ مِائَةٍ أَوْ سِوَى مِائَةٍ لِ لِأَنَّ كُلَّ ذٰلِكَ أَدَاةُ الِاسْتِثْنَاءِ.

مسائل متفرقة

(۲۴۸۳)وَإِذَا حَلَفَ لَا يَفْعَلُ كَذَا تَرَكَهُ أَبَدًا لِأَنَّهُ نَفَى الْفِعْلَ مُطْلَقًا فَعَمَّ الِامْتِنَاعُ ضَرُورَةَ عُمُومِ النَّفْيِ (۲۴۸۴) وَإِنْ حَلَفَ لَيَفْعَلَنَّ كَذَا فَفَعَلَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً بَرَّ فِي يَمِينِهِ لِ لِأَنَّ الْمُلْتَزَمَ فِعْلٌ وَاحِدٌ غَيْرُ عَيْنٍ، إذْ الْمَقَامُ مَقَامُ

وجه: کیوں کہ یہ تو مجبوری ہے۔ اور محاورے میں اس کو متفرق طور پر وصول کرنا نہیں کہتے ہیں۔ محاورے میں اس وقت متفرق طور پر وصول کرنا کہیں گے جب ایک مرتبہ وزن کر کے تھاڑا سا لے لے پھر مجلس بدل جائے پھر دوسری مجلس میں تھوڑا سا وزن کر کے وصول کرے تب متفرق طور پر لینا شمار کریں گے۔

اصول: مجبوری میں ایک ہی مجلس میں دو مرتبہ وزن کرنا متفرق طور پر لینا نہیں ہے۔ یہ ایک ہی مرتبہ وصول کرنا ہے۔

ترجمہ: (۲۴۸۱) کسی نے کہا کہ میرے پاس سو سے زیادہ ہو تو میری بیوی کو طلاق، اور اس کی ملکیت میں پچاس درہم تھے تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ عرف میں اس کا مقصد یہ ہے کہ سو سے زیادہ نہ ہو اس لیے کہ سو کا استثناء اس کے نیچے تمام جز کا استثناء ہے۔

تشریح: کسی نے کہا کہ میرے پاس سو سے زیادہ ہو تو میری بیوی کو طلاق، اب اس کے پاس پچاس نکلے تو حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: اس لیے الاما ٔ ۃ کا مطلب ہے کہ سو سے نیچے نیچے تو ہے البتہ سو سے زیادہ نہ ہو، اس لیے پچاس سو میں داخل ہے۔

ترجمہ: (۲۴۸۲) اور اگر کہا سو کے علاوہ، یا سوائے سو کے تو بھی ایسے ہی ہے [یعنی اس کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی]

ترجمہ: لِ اس لیے کہ یہ سب بھی استثناء کے حروف ہیں۔

تشریح: غیر اور سواء بھی استثناء کے الفاظ ہیں اس لیے غیر اور سواء کے ذریعہ استثناء کیا تب بھی اس کا معنی ہوا سو سے زیادہ نہ ہو، اس لیے پچاس نکلا تو بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

مسائل متفرقة

ترجمہ: (۲۴۸۳) اگر قسم کھائی کہ ایسا نہیں کرے گا تو ہمیشہ چھوڑ دے۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ مطلقا کام کرنے کی نفی کی ہے اس لیے نفی کو عام کرنے کے لیے امتناع عام ہو جائے گا۔

تشریح: جب یہ قسم کھائی کہ یہ کام نہیں کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی نہیں کرے گا اس لیے ہمیشہ کے لیے چھوڑنا پڑے گا۔

وجہ: کیوں کہ کوئی وقت متعین نہیں کیا تو ہمیشہ ہی ممنوع ہوگی۔ زندگی میں کبھی ایک مرتبہ بھی کرے گا تو حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۲۴۸۴) اگر قسم کھائی کہ ایسا ضرور کرے گا پس اس کو ایک مرتبہ کر دیا تو اپنی قسم میں بری ہو جائے گا۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ ایک فعل کرنا لازم کیا جو غیر متعین ہے اس لیے کہ اثبات کا مقام ہے تو کوئی ایک فعل کرنے سے بری ہو جائے گا۔

الْإِثْبَاتِ فَيَبَرُّ بِأَيِّ فِعْلٍ فَعَلَهُ، ٢ وَإِنَّمَا يَحْنَثُ بِوُقُوعِ الْيَأْسِ عَنْهُ وَذٰلِكَ بِمَوْتِهِ أَوْ بِفَوْتِ مَحَلِّ الْفِعْلِ. (۲۴۸۵)وَإِذَا اسْتَحْلَفَ الْوَالِي رَجُلًا لِيُعْلِمَنَّهُ بِكُلِّ دَاعِرٍ دَخَلَ الْبَلَدَ فَهَذَا عَلَى حَالِ وِلَايَتِهِ خَاصَّةً ١ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْهُ دَفْعُ شَرِّهِ أَوْ شَرِّ غَيْرِهِ بِزَجْرِهِ فَلَا يُفِيدُ فَائِدَتَهُ بَعْدَ زَوَالِ سَلْطَنَتِهِ، وَالزَّوَالُ بِالْمَوْتِ وَكَذَا بِالْعَزْلِ

تشریح: قسم کھائی کہ اس کام کو ضرور کرے گا تو زندگی میں ایک مرتبہ کرلیا تو قسم پوری ہوگئی۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے کہ ہر آدمی جہنم میں ضرور جائے گا چاہے دیکھنے کے لیے ہی سہی۔ آیت یہ ہے۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (آیت ۷۱ سورہ مریم ۱۹) اس آیت میں ہے کہ ہر آدمی جہنم میں ضرور جائے گا۔ (۲) اور حدیث میں ہے کہ جس کی تین اولاد مری ہو وہ تحلۃ القسم صرف اس قسم کو پوری کرنے کے لیے تھوڑی دیر جہنم میں جائے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ زندگی میں ایک مرتبہ وہ کام کرلے تو قسم پوری ہو جائے گی۔ **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لا يموت لاحد من المسلمين ثلاثة من الولد تمسه النار الا تحلة القسم** (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی و اقسموا باللہ جهد ایمانهم ص نمبر ۶۶۵۶) اس حدیث میں ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے آیت والی قسم پوری کرنے کے لیے جہنم میں داخل فرمائیں گے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ کرلی تو قسم پوری ہوگئی (۳) ایک لمبی حدیث کا ٹکڑے میں ہے کہ میں جو خبر دیتا ہوں وہ کرتا ہوں اور کم از کم ایک مرتبہ کر کے قسم پوری کرلیتا ہوں۔ **كنا عند ابی موسی... انی و الله ان شاء الله لا احلف علی يمين فاری غيرها خيرا منها الا اتيت الذی هو خير و تحللتها** (بخاری شریف، باب الکفارة قبل الحنث و بعده، ص ۹۹۴ نمبر ۶۷۲۱ رمسلم شریف، باب ندب من حلف یمینا فرای غیرها خیرا منها، ص ۷۴۶، نمبر ۱۶۴۹ / ۴۲۶۵) اس حدیث میں ہے **تحللتها** جس کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم ایک مرتبہ کر کے قسم پوری کرلیتا ہوں۔

ترجمہ: ٢ اور جب کرنے سے مایوس ہو جائے اور یہ موت کے وقت ہوگا، کیوں کہ کرنے کا محل فوت ہو گیا۔

تشریح: موت کے وقت پتہ چلے گا کہ اس نے یہ کام نہیں کیا اس لیے موت کے وقت حانث ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۸۵) اگر والی نے کسی آدمی سے قسم لی کہ مجھے خبر دینا ہر اس شریر کی جو شہر میں داخل ہو تو یہ قسم خاص اس حاکم کی ولایت تک ہوگی۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ مقصود اس کی شرارت سے محفوظ رہنا ہے یا اس کے علاوہ کی شرارت سے محفوظ رہنا ہے، اس لیے اس کی سلطنت زائل ہونے کے بعد فائدہ نہیں ہے، اور موت سے سلطنت زائل ہوگی، یا اس کو معزول کرنے سے سلطنت زائل ہوگی ظاہر روایت میں۔

تشریح: کسی شہر کے حاکم نے کسی آدمی سے قسم لی کہ جو بھی شریر شہر میں داخل ہو مجھے اس کی خبر کروگے تو یہ خبر دینا حاکم کی ولایت تک محدود ہوگی۔ جب حاکم اپنے عہدے سے برخاست ہو جائے تو یہ حاکم اب عام آدمی ہو گیا۔ اب اس کو شریر کی اطلاع دینا ضروری نہیں ہے۔ اور اس کو اطلاع نہ دینے سے قسم کھانے والا حانث نہیں ہوگا۔

وجہ: یہاں حاکم کا قسم کھلوانا حاکمیت کی صفت کے ساتھ خاص ہے۔ کیوں کہ حاکم ہو تب ہی شریر کو سزا دے سکے گا یا اس کی شرارت سے محفوظ رہنے کا راستہ سوچ سکے گا اور حاکم نہ ہو تو شریر کو سزا نہیں دے سکے گا، اور نہ اس سے حفاظت کا راستہ سوچ سکے گا۔ اس لیے یہ قسم حاکمیت کی صفت کے ساتھ خاص ہوگی۔

إِلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ(٢٤٨٦)وَمَنْ حَلَفَ أَنْ يَهَبَ عَبْدَهُ لِفُلَانٍ فَوَهَبَهُ وَلَمْ يَقْبَلْ بَرَّ فِي يَمِينِهِ ۱؎ خِلَافًا لِزُفَرَ فَإِنَّهُ يَعْتَبِرُهُ بِالْبَيْعِ لِأَنَّهُ تَمْلِيكٌ مِثْلُهُ. ۲؎ وَلَنَا أَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ فَيَتِمُّ بِالْمُتَبَرِّعِ وَلِهَذَا يُقَالُ وُهِبَ وَلَمْ يَقْبَلْ، وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ إِظْهَارُ السَّمَاحَةِ وَذٰلِكَ يَتِمُّ بِهِ، ۳؎ أَمَّا الْبَيْعُ فَمُعَاوَضَةٌ فَاقْتَضَى الْفِعْلَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ (٢٤٨٧)وَمَنْ حَلَفَ لَا يَشُمُّ رَيْحَانًا فَشَمَّ وَرْدًا أَوْ يَاسَمِينًا لَا يَحْنَثُ ۱؎ لِأَنَّهُ اسْمٌ لِمَا لَا سَاقَ لَهُ وَلَهُمَا سَاقٌ

لغت: داعر: شریر، فسادی۔

ترجمہ: (۲۴۸۶) کسی نے قسم کھائی کہ اپنے غلام کو فلاں کو ہبہ کرے گا، اب اس نے ہبہ تو کیا لیکن فلاں نے قبول نہیں کیا تو یہ قسم میں بری ہو گیا۔

تشریح: ہبہ مکمل ہوتا ہے موہوب لہ کے قبول کرنے کے بعد، لیکن یہاں ہبہ کا معنی یہ ہے کہ واہب نے ہبہ کر دیا بس اسی سے قسم پوری ہو جائے گی، چاہے موہوب لہ اس کو قبول نہ کرے۔

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام زفرؒ کے اس لیے کہ وہ بیع پر قیاس کرتے ہیں اس لیے کہ ہبہ میں بیع کی طرح مالک بنانا ہے۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح بیع میں بائع اور مشتری دونوں کے قبول سے بائع بیع سے بری ہوتا ہے اسی طرح ہبہ میں موہوب لہ کے قبول سے ہبہ سے بری ہوگا، اس لیے موہوب لہ نے قبول نہیں کیا تو قسم کھانے والا حانث ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ احسان کا عقد ہے اس لیے احسان کرنے والے کی جانب سے ہبہ ہو جائے اسی سے ہبہ پورا ہو جائے گا، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے ہبہ کیا لیکن سامنے والے نے قبول نہیں کیا، اور اس لیے کہ اس مقصود سخاوت کو ظاہر کرنا ہے اور یہ ہبہ ہی سے پورا ہو جاتا ہے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہاں ہبہ کا مقصد احسان کرنا ہے اور وہ کر دیا اس لیے قسم کھانے والے کی جانب سے ہبہ پورا ہو گیا۔
دوسری دلیل یہ ہے کہ یہاں ہبہ کا مقصد سخاوت کا اظہار ہے اور وہ کر لیا اس لیے قسم پوری ہو گئی۔

ترجمہ: ۳؎ بہر حال بیع تو اس میں معاوضہ ہے اس لیے دونوں جانب سے فعل کا تقاضہ کرتا ہے۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، کہ ہبہ معاوضہ نہیں ہے، اور بیع معاوضہ ہے اس لیے وہاں دونوں جانب سے قبول کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، اور ہبہ میں موہوب لہ کی جانب سے قبول کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

ترجمہ: (۲۴۸۷) اگر قسم کھائی کہ ریحان نہیں سونگھے گا اور گلاب اور چنبیلی سونگھ لیا تو حانث نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ ریحان اس کو کہتے ہیں جس میں تنا نہ ہو، بلکہ لت ہو اور گلاب اور چنبیلی میں تنا ہوتا ہے اس لیے اس کے سونگھنے سے حانث نہیں ہوگا۔

تشریح: پھول کبھی لت، اور بیل والا ہوتا ہے اور کبھی اس کا درخت تنا دار ہوتا ہے، ریحان اس پھول کو کہتے ہیں جس کا درخت لت اور بیل والا ہوتا ہے تنا والا نہیں ہوتا، اور گلاب اور چنبیلی کا درخت تنا والا ہوتا ہے اس لیے اس کو سونگھنے سے حانث نہیں ہوگا۔

(۲۴۸۸)وَلَوْ حَلَفَ لَايَشْتَرِي بَنَفْسَجًا وَلَا نِيَّةَ لَهُ فَهُوَ عَلَى دُهْنِهِ ۱ اعْتِبَارًا لِلْعُرْفِ وَلِهَذَا يُسَمَّى بَائِعُهُ بَائِعَ الْبَنَفْسَجِ وَالشِّرَاءُ يَنْبَنِي عَلَيْهِ وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا يَقَعُ عَلَى الْوَرَقِ (۲۴۸۹)وَإِنْ حَلَفَ عَلَى الْوَرْدِ فَالْيَمِينُ عَلَى الْوَرَقِ ۱ لِأَنَّهُ حَقِيقَةٌ فِيهِ وَالْعُرْفُ مُقَرِّرٌ لَهُ، وَفِي الْبَنَفْسَجِ قَاضٍ عَلَيْهِ.

ترجمہ: (۲۴۸۸)اگر قسم کھائی کہ بنفشہ نہیں خریدے گا اور اس کی کوئی نیت نہیں تھی تو یہ قسم اس کے تیل پر ہوگا۔

ترجمہ: ۱ عرف کا اعتبار کرتے ہوئے، اسی لیے اس کے بیچنے والے کو بنفشہ کا بیچنے والا کہتے ہیں، اور خریدنے کا مدار بھی اسی پر ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہمارے عرف میں اس کے پتے پر قسم ہوگی۔

تشریح: بنفشہ اس کے پتے کو بھی کہتے ہیں اور اس کے تیل کو بھی کہتے ہیں، لیکن ماتن کے عرف میں اس کے تیل کو کہتے ہیں اس لیے اس کے تیل خریدنے سے حانث ہوگا، اور شارح صاحب ہدایہ کے عرف میں اس کے پتے کو کہتے ہیں اس لیے اس کے پتے کو خریدنے سے حانث ہوگا۔

ترجمہ: (۲۴۸۹)اگر گلاب پر قسم کھائی تو اس سے گلاب کے پتے مراد ہوں گے۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ حقیقت گلاب کے پتے پر ہے، اور عرف اس کو ثابت کرتا ہے، اور بنفشہ کے بارے میں عرف ہی فیصلہ کن ہے۔

تشریح: اگر کسی نے قسم کھائی کہ ورد نہیں سونگھے گا تو اس کا مقصد گلاب کے پھول کی پتی ہے، حقیقت میں بھی پتی کو کہتے ہیں، اور عرف میں بھی اس کی پتی ہی کو ورد کہتے ہیں۔ جیسے بنفشہ کا اطلاق حقیقت میں اس کی پتی پر ہوتا ہے، اور عرف میں بھی اس کی پتی کو ہی بنفشہ، کہتے ہیں۔



کِتَابُ الْحُدُوْدِ

لے قَالَ: الْحَدُّ لُغَةً: هُوَ الْمَنْعُ، وَمِنْهُ الْحَدَّادُ لِلْبَوَّابِ وَفِي الشَّرِيعَةِ: هُوَ الْعُقُوبَةُ الْمُقَدَّرَةُ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى حَتَّى لَا يُسَمَّى الْقِصَاصُ حَدًّا لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ وَلَا التَّعْزِيرُ لِعَدَمِ التَّقْدِيرِ وَالْمَقْصِدُ الْأَصْلِيُّ مِنْ شَرْعِهِ الِانْزِجَارُ عَمَّا يَتَضَرَّرُ بِهِ الْعِبَادُ، وَالطَّهَارَةُ لَيْسَتْ أَصْلِيَّةً فِيهِ بِدَلِيلِ شَرْعِهِ فِي حَقِّ الْكَافِرِ

کتاب الحدود

ترجمہ: لے فرماتے ہیں کہ حد کا لغوی معنی روکنے کے ہیں، اسی لیے دربان کو حداد، کہتے ہیں، اور شریعت میں ایسی سزا جو اللہ کے حق کے لیے متعین ہو، چناں چہ قصاص کو حد نہیں کہتے اس لیے کہ وہ بندے کا حق ہے، اور تعزیر کو حد نہیں کہتے اس لیے کہ اس کی مقدار متعین نہیں ہے

اور حد کے مشروع کرنے کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جس سے بندوں کو نقصان ہو اس سے روکا جائے۔ حد لگنے سے آدمی گناہ سے پاک ہو جائے یہ اس کا مقصد اصلی نہیں ہے، کیوں کہ کافر پر بھی حد لگتی ہے۔

تشریح: اس عبارت میں دو باتیں بیان کر رہے ہیں۔ [۱] حد کا لغوی معنی اور شرعی معنی، حد کا لغوی معنی روکنا ہے اسی لیے دربان کو حداد، کہتے ہیں کیوں کہ وہ لوگوں کو دروازے کے اندر آنے سے روکتا ہے۔ اور شریعت میں۔ اللہ تعالی کی جانب سے جو متعین سزا ہے اس کو حد کہتے ہیں۔ قصاص کو حد اس لیے نہیں کہتے کہ وہ بندے کا حق ہے، بندہ اس کو معاف کر کے اس کے بدلے میں رقم بھی لے سکتا ہے، اسی طرح تعزیر کو حد نہیں کہا جاتا اس لیے کہ اس کی مقدار متعین نہیں ہے۔ [۲] حد لگانے کا مقصد اصلی، جو لوگ گناہ کر کے انسانوں کو نقصان دیتے ہیں انکو سزا دیکر اس نقصان کرنے سے روکنا ہے۔ حد لگانے کا مقصد اصلی یہ نہیں ہے کہ اس کو پاک کیا جائے، یہ تو توبہ سے ہوگا، کیوں کہ حد سرقہ وغیرہ کافروں پر بھی لگتی ہے، حالانکہ وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ حد لگانے سے وہ گناہ سے پاک نہیں ہوگا، توبہ کرنے سے گناہوں سے پاک ہوگا۔

یہ باب حد زنا کا ہے اس لیے اس کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ خود چار مرتبہ زنا کرنے کا اقرار کرے یا چار آدمی گواہی دے کہ فلاں نے زنا کیا ہے۔

وجہ: (۱) ثبوت یہ ہے۔ اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ (آیت ۲، سورۃ النور ۲۴) (۲) وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ثبوت کے لیے چار گواہ چاہئے۔ (۳) وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ (آیت ۱۵ سورۃ النساء ۴) اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ چاہئے۔

(۴) اور اس حدیث سے اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابی ھریرۃ ؓ قال اتی رجل رسول اللہ ﷺ وھو فی المسجد فناداہ فقال یا رسول اللہ انی زنیت فاعرض عنہ حتی ردد علیہ اربع مرات فلما شھد علی نفسہ اربع شھادات دعاہ النبی ﷺ فقال ابک**

قَالَ (۲۴۹۰)الزِّنَا يَثْبُتُ بِالْبَيِّنَةِ وَالْإِقْرَارِ ۱؎ وَالْمُرَادُثُبُوتُهُ عِنْدَالْإِمَامِ لِأَنَّ الْبَيِّنَةَ دَلِيلٌ ظَاهِرٌ،وَكَذَا الْإِقْرَارُ لِأَنَّ الصِّدْقَ فِيهِ مُرَجَّحٌ لَاسِيَّمَا فِيمَايَتَعَلَّقُ بِثُبُوتِهِ مَضَرَّةٌوَمَعَرَّةٌ،وَالْوُصُولُ إلَى الْعِلْمِ الْقَطْعِيِّ مُتَعَذِّرٌ،فَيُكْتَفَى بِالظَّاهِرِ. قَالَ (۲۴۹۱)فَالْبَيِّنَةُ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَةٌ مِنْ الشُّهُودِ عَلَى رَجُلٍ أَوْ امْرَأَةٍ بِالزِّنَا ۱؎ لِقَوْلِهِ تَعَالَى {فَاسْتَشْهِدُواعَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ}وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى:{ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ} وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِلَّذِي قَذَفَ امْرَأَتَهُ ائْتِ بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ عَلَى صِدْقِ مَقَالَتِك ۲؎ وَلِأَنَّ فِي اشْتِرَاطِ الْأَرْبَعَةِ يَتَحَقَّقُ مَعْنَى

جنون؟ قال لا! قال فهل احصنت؟ قال نعم ! فقال النبی ﷺ اذهبوا به فارجموہ۔ (بخاری شریف، باب لایرجم المجنون المجنونۃ، ص ۱۰۰۶، نمبر ۶۸۱۵؍مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ۷۶۶، نمبر ۱۶۹۲؍۴۴۲۰)اس حدیث سے زنا اور اس کے احکام کا علم ہوا۔

ترجمہ:(۲۴۹۰)زنا ثابت ہوتا ہے گواہی سے اور اقرار سے۔

تشریح: زنا ثابت ہونے کے لیے دو طریقے ہیں [۱] ایک ہے کہ آدمی خود اقرار کرے کہ میں نے زنا کیا ہے تو اس سے زنا ثابت ہوجائے گا، یہ چار مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہوگا [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ خود اقرار تو نہیں کرتا، لیکن چار گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے تو اس سے زنا ثابت ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ گواہی اور اقرار کا مقصد یہ ہے کہ امام کے سامنے ثابت کیا جائے، اس لیے کہ گواہی ظاہری دلیل ہے، ایسے ہی اقرار میں سچائی راجح ہے، خاص طور پر جب اقرار کرنے میں خود کا نقصان ہو اور شرمندگی ہو [تو یہی سمجھا جائے گا کہ اقرار کرنے والے نے سچ ہی کہا ہوگا] اور قطعی علم تک پہنچنا مشکل ہے اس لیے ظاہر پر اکتفاء کیا جائے گا۔

ترجمہ:(۲۴۹۱) پس بینہ کی شکل یہ ہے کہ گواہی دیں چار گواہ مرد پر یا عورت پر زنا کی۔

ترجمہ: ۱؎ اللہ تعالی کا قول عورت پر گواہ دو تم میں سے چار آدمی، اور اللہ تعالی کا قول پھر اگر چار گواہ نہ لائے، اور حضور ﷺ کا قول جس نے اپنی بیوی کو تہمت لگائی کہ چار گواہ لاؤ جو تمہاری بات پر گواہی دیں۔

تشریح: چار گواہ کسی مرد یا عورت پر گواہی دیں کہ انہوں نے زنا کیا ہے تو زنا ثابت ہوگا۔

وجہ:(۱) چار گواہی کی شرط اس آیت میں ہے۔ وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ (آیت ۱۵، سورۃ النساء ۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ چار گواہ چاہئے (۲) وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) (۳) اس حدیث میں ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔ ان سعید بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ﷺ ان وجدت مع امرأتی رجلا اامھلہ حتی اتی باربعۃ شھداء؟ قال نعم (مسلم شریف، کتاب اللعان، ص ۴۸۸ نمبر ۱۴۹۸؍ ۳۷۶۲) اس آیت سے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا ثابت کرنے کے لیے چار گواہ چاہئے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لیے کہ چار گواہ کی شرط سے پردہ پوشی کا معنی متحقق ہوگا، جو مستحب ہے اور اس کو شائع کرنا اس کی ضد ہے۔

السَّتْرِ وَهُوَ مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ وَالْإِشَاعَةُ ضِدُّهُ(۲۴۹۲)وَإِذَا شَهِدُوا سَأَلَهُمْ الْإِمَامُ عَنْ الزِّنَا مَا هُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ زَنَى وَمَتَى زَنَى وَبِمَنْ زَنَى؟ ۱ لِأَنَّ النَّبِيَّ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – اسْتَفْسَرَ مَاعِزًا عَنْ الْكَيْفِيَّةِ وَعَنْ الْمُزْنِيَّةِ، ۲ وَلِأَنَّ الِاحْتِيَاطَ فِي ذٰلِكَ وَاجِبٌ لِأَنَّهُ عَسَاهُ غَيْرُ الْفِعْلِ فِي الْفَرْجِ عَنَاهُ أَوْ زَنَى فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي الْمُتَقَادِمِ مِنْ الزَّمَانِ أَوْ كَانَتْ لَهُ شُبْهَةٌ لَا يَعْرِفُهَا هُوَ وَلَا الشُّهُودُ كَوَطْءِ جَارِيَةِ الِابْنِ فَيَسْتَقْصِي فِي

تشریح: چار گواہ کی شرط میں مجرم پر پردہ پوشی ہے، اور حدیث میں ہے کہ مجرم پر پردہ پوشی کرنا مستحب ہے، اور اس کو پھیلانا اس کے خلاف ہے۔

ترجمہ: (۲۴۹۲) جب گواہی دی تو امام گواہوں سے پوچھیں گے زنا کے بارے میں کہ زنا کیا ہے؟ کس طرح ہوتا ہے؟ زنا کہاں کیا ہے؟ کب کیا ہے؟ کس کے ساتھ کیا ہے؟

ترجمہ: ۱ اس لیے نبی علیہ السلام نے حضرت ماعزؓ سے زنا کی کیفیت کے بارے میں پوچھا اور کس سے زنا کیا اس کے بارے میں پوچھا۔

تشریح: گواہ زنا کی گواہی دیدے تو امام گواہوں سے پوری تحقیق کریں گے تا کہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ واقعی زنا ہوا ہے یا نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے حد کو ساقط کی جائے۔ **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرئوا الحدود عن المسلمین مااستطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود، ص ۲۶۳، نمبر ۱۴۲۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاں تک ہو سکے حدود کو شبہ کی بنا پر ساقط کی جائے۔

وجه: حدیث میں ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ **انه سمع ابا هریرة یقول جاء الاسلمی الی نبی الله ﷺ فشهد علی نفسه انه اصاب امرأة حراما اربع مرات کل ذلک یعرض عنه النبی ﷺ فاقبل فی الخامسة فقال انکتها؟ قال نعم قال حتی غاب ذلک منک فی ذلک منها؟ قال نعم قال کما یغیب المرود فی المکحلة والرشاء فی البئر؟ قال نعم قال هل تدری ما الزنا؟ قال نعم اتیت منها حراما ما یأتی الرجل من امرأته حلالا قال فما ترید بهذا القول؟ قال ارید ان تطهرنی فامر به فرجم** (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ۲۶۰، نمبر ۴۴۲۸ / بخاری شریف، باب لا یرجم المجنون والمجنونة، ص ۱۰۰۶، نمبر ۶۸۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کیا ہے گواہوں سے اور اقرار کرنے والے سے پوری طرح اس کی تحقیق کریں گے۔

ترجمہ: ۲ اس لیے کہ زنا کے ثابت کرنے میں احتیاط واجب ہے، اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ شرمگاہ میں زنا کے علاوہ کوئی اور چیز مراد لی ہو، یا دار الحرب میں زنا کیا ہو، یا پرانے زمانے میں زنا کیا ہو، یا زنا میں شبہ ہو جس کو کرنے والا، اور گواہ جانتا نہ ہو، جیسے بیٹے کی بیوی سے وطی کی ہو اس لیے حد ساقط کرنے کے لیے اس بارے میں تفتیش کی جائے۔

تشریح: زنا کی حد میں جان جائے گی اس لیے پوری تفتیش کرے، ممکن ہو کہ شرمگاہ میں داخل نہ کیا ہو بلکہ صرف تاک جھانک کیا ہو جس کو زنا کرنے والا اور گواہ زنا سمجھ رہا ہو، یا دار الحرب میں زنا کیا ہو، حالانکہ دار الحرب میں زنا سے حد نہیں لگتی، یا زنا بہت پرانے زمانے میں کیا ہو، یا مثلا بیٹے کی باندی سے وطی کی ہو جس سے حد نہیں لگتی، لیکن زنا کرنے والا یہ نہیں جانتا ہو، اس لیے حد ساقط کرنے کے ان تمام باتوں کی تحقیق کرنی ضروری ہے۔

ذٰلِكَ احْتِيَاطًا لِلدَّرْءِ (۲۴۹۳)فَإِذَا بَيَّنُوا ذٰلِكَ وَقَالُوا رَأَيْنَاهُ وَطِئَهَا فِي فَرْجِهَا كَالْمِيلِ فِي الْمُكْحُلَةِ وَسَأَلَ الْقَاضِي عَنْهُمْ فَعُدِّلُوا فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ حَكَمَ بِشَهَادَتِهِمْ

وجه:(١) کس کے ساتھ زنا کیا یہ بھی پوچھے اس کے لیے یہ حدیث ہے۔ **حدثنی یزید بن نعیم بن هزال عن ابیه... فقال النبی ﷺ انک قد قلتها اربع مرات فبمن؟ قال بفلانة قال هل ضاجعتها؟ قال نعم قال هل باشرتها؟ قال نعم قال هل جامعتها؟ قال نعم قال فامر به ان یرجم۔** (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۶۰ نمبر ۴۴۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بھی پوچھے کہ کس سے زنا کیا (۲) اور زنا کی جگہ اس لیے پوچھے کہ اگر گواہوں کے درمیان جگہ کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو حد ساقط ہوجائے گی۔ اس قول تابعی میں ہے۔ **عن ابراهیم فی اربعة شهدوا علی امرأة بالزنا ثم اختلفوا فی الموضع فقال بعضهم بالکوفة و قال بعضهم بالبصرة قال یدرأ عنهم جمیعا** (مصنف عبد الرزاق، **باب شهادة اربعة علی امرأة بالزنا و اختلافهم فی الموضع**، ج سابع، ص ۳۳۴ نمبر ۱۳۳۸۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ زنا کی جگہ میں اختلاف ہوجائے تو حد ساقط ہوجائے گی۔ اس لیے جگہ کے بارے میں بھی گواہوں سے پوچھے۔

لغت: **یستقصی: قصی** سے مشتق ہے، تہہ تک پہنچنا، تحقیق کرنا۔ **احتیال:** حیلہ کرنا۔ **درء:** دور کرنا، ساقط کرنا۔

ترجمہ: (۲۴۹۳) پس جب اس کو بیان کر دے اور وہ کہیں میں نے اس کو وطی کرتے دیکھا ہے اس کے فرج میں جیسے سلائی سرمہ دانی میں۔ قاضی نے سوال کیا گواہوں کے بارے میں تو ان کو عادل بتایا خفیہ اور علانیہ تو فیصلہ کر دے ان کی شہادت کے مطابق۔

تشریح: گواہ نے اشارہ کنایہ سے زنا کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے بلکہ پوری وضاحت سے کہنا ہوگا کہ جیسے سلائی سرمہ دانی میں ڈالی جاتی ہے ایسا میں نے کرتے ہوئے دیکھا تب زنا کا ثبوت ہوگا۔

وجه:(١) اوپر کی حدیث میں اسی طرح کے الفاظ ہیں۔ **کل ذلک یعرض عنه النبی ﷺ فاقبل فی الخامسة فقال انکتها؟ قال نعم قال حتی غاب ذلک منک فی ذلک منها؟ قال نعم قال کما یغیب المرود فی المکحلة و الرشاء فی البئر؟ قال نعم** (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ۲۶۰، نمبر ۴۴۲۸) اس حدیث میں ہے کہ اس طرح بیان کریں کہ میں نے سلائی کو سرمہ دانی میں جس طرح ڈالتے ہیں اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

گواہوں کی گواہی کے بعد قاضی خفیہ اور علانیہ طور پر گواہوں کی اخلاقی حالت کے بارے میں پوچھ تاچھ کرے۔ ظاہری طور پر اور باطنی طور پر دونوں طرح لوگ ان کے صلاح اور تقوی کی گواہی دیں جس کو تعدیل کہتے ہیں تو قاضی ان کی گواہی پر زنا کا فیصلہ کر دے۔

وجه:(١) تحقیق و تفتیش کی دلیل یہ آیت ہے۔ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝ (آیت ٦، سورۃ الحجرات ۴۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی خبر آئے تو اس کی تحقیق کرنی چاہئے۔ اسی میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ گواہی دینے والوں کی بھی تعدیل کرنی چاہئے (۲) حضور ﷺ حضرت ماعز اسلمی کے بارے میں ان کی قوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیسے ہیں۔ **عن ابن عباس** رضی اللہ عنہ **ان ماعز بن مالک اتی النبی ﷺ فقال انه زنی فاعرض عنه فاعاد علیه مرارا فاعرض عنه فسأل قومه امجنون هو؟ قالوا لیس به بأس۔** (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن

لے وَلَمْ يَكْتَفِ بِظَاهِرِ الْعَدَالَةِ فِي الْحُدُودِ احْتِيَالًا لِلدَّرْءِ، قَالَ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – ادْرَءُوا الْحُدُودَ مَا اسْتَطَعْتُمْ بِخِلَافِ سَائِرِ الْحُقُوقِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَتَعْدِيلُ السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ نُبَيِّنُهُ فِي الشَّهَادَاتِ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. ٢ قَالَ فِي الْأَصْلِ: يَحْبِسُهُ حَتَّى يَسْأَلَ عَنْ الشُّهُودِ لِلِاتِّهَامِ بِالْجِنَايَةِ وَقَدْ حَبَسَ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – رَجُلًا بِالتُّهْمَةِ، بِخِلَافِ الدُّيُونِ حَيْثُ لَا يُحْبَسُ فِيهَا قَبْلَ ظُهُورِ الْعَدَالَةِ، وَسَيَأْتِيك

مالک ص ۲۶۰ نمبر ۴۴۲۱ ۲مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ۲۶ نمبر ۱۶۹۵/۴۴۳۲) اس حدیث میں حضور ﷺ نے حضرت ماعزؓ کی دماغی حالت کے بارے میں تعدیل کی ہے (۳) حضرت عمرؓ نے گواہوں کے بارے میں پوچھا ہے۔ عن خرشة بن الحر قال ان شاهدين شهدا عند عمر فقال لهما انی لا اعرفكما و لا يضركما ان لا اعرفكما ائتيا بمن يعرفكما فاتاه رجل فقال بم تعرفها؟ قال بالصلاح و الامانة قال كنت جارا لهما؟ قال لا! قال صحبتهما فی السفر الذی يسفر عن اخلاق الرجال؟ قال لا! قال فانت لا تعرفهما ائتيا بمن يعرفكما (اعلاء السنن، نمبر ۴۹۶۶، باب السؤال عن الشهود، ج الخامس عشر، ص ۱۷۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ گواہوں کے بارے میں تحقیق کرے پھر صحیح معلوم ہو تو فیصلہ کرے۔

لغت: میل: سرمہ کی سلائی، مکحلة: کحل سے مشتق ہے سرمہ، مکحلة سرمہ رکھنے کی چیز، سرمہ دانی۔ عدلو: تعدیل کرنا، گواہوں کے بارے میں پوچھنا کہ یہ اچھے لوگ ہیں یا اچھے لوگ نہیں ہیں۔

ترجمہ: لے حدود میں ظاہری عدالت پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا، تا کہ حد کو ٹالا جا سکے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جتنا ہو سکے حد کو ساقط کرنے کی کوشش کرو، بخلاف دوسرے حقوق کے کہ وہاں ظاہری عدالت پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اکتفاء کیا جائے گا۔ سری اور اعلانیہ کے تعدیل کی بحث ان شاء اللہ کتاب الشہادات میں ذکر کروں گا۔

تشریح: حدود میں گواہوں کے ظاہری تفتیش پر اکتفاء نہیں کیا جائے، تا کہ اس کو ساقط کیا جا سکے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جتنا ہو سکے حد کو ٹالا کرو، بخلاف اور حقوق میں صرف ظاہری عدالت پر اکتفاء کیا جائے گا۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ادرئوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام يخطی فی العفو خير من ان يخطی فی العقوبة۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی درء الحدود، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۲۴) اس حدیث میں ہے کہ جتنا ہو سکے حدود کو ٹالنے کی کوشش کرو۔

ترجمہ: ۲ مبسوط میں یہ کہا کہ مجرم کو محبوس کر لے گا یہاں تک کہ گواہوں کے بارے میں پوچھ تاچھ کرے، کیوں کہ مجرم پر جرم کی تہمت ہے، اور حضور ﷺ نے تہمت کی وجہ سے ایک آدمی کو محبوس کی فرمایا تھا۔ بخلاف قرض کے اس لیے کہ عدالت کے ظاہر ہونے سے پہلے حبس نہیں کرے گا، اور ان شاء اللہ فرق بیان کروں گا۔

تشریح: گواہوں نے گواہی تو جب تک اس کی خفیہ اور ظاہری تفتیش نہ کر لی جائے اس وقت مجرم کو محبوس کر لیا جائے گا، کیوں کہ اس پر جرم کی تہمت ہے اور حضور نے تہمت کی بنیاد پر ایک آدمی کو حبس کیا تھا اور قرض کا معاملہ ہو تو عدالت ظاہر ہونے سے پہلے مجرم کو حبس نہیں کیا جائے گا۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده ان النبی ﷺ حبس رجلا فی تهمة۔ (ابو داود شریف،

الْفَرْقُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. قَالَ (۲۴۹۴)وَالْإِقْرَارُ أَنْ يُقِرَّالْبَالِغُ الْعَاقِلُ عَلَى نَفْسِهِ بِالزِّنَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِي أَرْبَعَةِ مَجَالِسَ مِنْ مَجَالِسِ الْمُقِرِّ، كَمَاأَقَرَّرَدَّهُ الْقَاضِي ۱؎ فَاشْتِرَاطُ الْبُلُوغِ وَالْعَقْلِ لِأَنَّ قَوْلَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍأَوْغَيْرُمُوجِبٍ لِلْحَدِّ. ۲؎ وَاشْتِرَاطُ الْأَرْبَعِ مَذْهَبُنَا،وَعِنْدَالشَّافِعِيِّ يَكْتَفِي بِالْإِقْرَارِمَرَّةًوَاحِدَةً اعْتِبَارًا بِسَائِرِالْحُقُوقِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ مُظْهِرٌ، وَتَكْرَارُ الْإِقْرَارِ لَايُفِيدُزِيَادَةَ الظُّهُورِبِخِلَافِ زِيَادَةِ الْعَدَدِ فِي الشَّهَادَةِ.

باب فی الدین هل یحبس بہ، ص۵۲۱، نمبر ۳۶۳۰) اس حدیث میں ہے کہ تہمت کی بنیاد پر حضور ﷺ نے ایک آدمی کو حبس کیا۔

لغت: حبس: تہمت لگنے کی وجہ سے فیصلے سے پہلے کچھ دنوں تک قید کرنے کا نام حبس ہے، اور فیصلے کے بعد جو قید کیا جاتا ہے اس کو قید کرنا کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۴۹۴) اور اقرار کی شکل یہ ہے کہ اقرار کرے بالغ عاقل آدمی اپنی ذات پر زنا کا چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرنے والے کی مجلسوں میں۔ جب جب اقرار کرے قاضی اس کو رد کر دے۔

تشریح: اوپر چار گواہوں کے ذریعہ زنا کے ثبوت کا طریقہ تھا۔ اب یہ طریقہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اقرار کرنے والا خود اپنی ذات پر زنا کا اقرار کر رہا ہے۔ تو اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرے اور ہر بار اقرار کرنے والے کی مجلس بدل جائے۔ یعنی چار مرتبہ چار الگ الگ مجلسوں میں اقرار کرے۔ اور قاضی ہر بار اس کے اقرار کو رد کر دے کہ شاید تم نے دیکھا ہوگا یا بھینچا ہوگا۔

وجہ: حدیث میں ہے کہ حضرت ماعزؓ نے چار مرتبہ اقرار کیا اور چار مجلسوں میں کیا۔ ان ابا ھریرۃ قال اتی رسول اللہ ﷺ رجل من الناس و ھو فی المسجد فناداہ یا رسول اللہ! انی زنیت یرید نفسہ فاعرض عنہ النبی ﷺ فتنحی لشق وجھہ الذی اعرض عنہ فقال یا رسول اللہ! انی زنیت فاعرض عنہ فجاء لشق وجہ النبی ﷺ الذی اعرض عنہ فلما شھد علی نفسہ اربع شھادات دعاہ النبی ﷺ فقال ابک جنون؟ (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر ھل احصنت، ص۱۰۰۸، نمبر ۶۸۲۵ر مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص۲۶، نمبر ۱۶۹۲/ ۱۶۹۵) اس حدیث میں چار مرتبہ چار جانب سے حضرت ماعز آئے جس کا مطلب یہ ہوا کہ چار مجلسوں میں چار مرتبہ اقرار کرے تب فیصلہ کریں گے (۲) یہ اقرار بھی گواہ کی طرح ہے۔ اور اوپر آیت گزری کہ چار گواہ چاہئے۔ اسی طرح زنا کے اقرار کے لیے بھی چار مرتبہ اقرار کرنا چاہئے۔ اور ہر بار رد کرنے کی دلیل بھی حدیث میں گزر گئی۔ ابو داؤد شریف کی حدیث میں یہ لفظ بھی ہے۔ عن ابن عباس قال جاء ماعز بن مالک الی النبی ﷺ فاعترف بالزنا مرتین فطردہ۔ (ابو داؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص۲۶۰، نمبر ۴۴۲۶) اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے دو مرتبہ حضرت ماعزؓ کو ہٹا دیا۔

ترجمہ: ۱؎ بالغ اور عاقل ہونے کی شرط لگائی اس لیے کہ بچے اور مجنون کے قول کا اعتبار نہیں ہے، اور اس کا اقرار حد کا سبب نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ چار مرتبہ اقرار کی شرط ہمارا مذہب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حد لگانے کے لیے ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے تمام حقوق پر قیاس کرتے ہوئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر کرنے والی چیز ہے اور اقرار کا تکرار ظاہر ہونے کی زیادتی کا فائدہ نہیں دیتا، بخلاف گواہی میں زیادت عدد کے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک ایک مرتبہ اقرار کرنے سے زنا ثابت ہو جائے گا۔

۳ وَلَنَا حَدِيثُ مَاعِزٍ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَخَّرَ الْإِقَامَةَ إِلَى أَنْ تَمَّ الْإِقْرَارُ مِنْهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِي أَرْبَعَةِ مَجَالِسَ فَلَوْظَهَرَبِمَادُونَهَالَمَاأَخَّرَهَالِثُبُوتِ الْوُجُوبِ ۴ وَلِأَنَّ الشَّهَادَةَاخْتَصَّتْ فِيهِ بِزِيَادَةِ الْعَدَدِ، فَكَذَا الْإِقْرَارُ إِعْظَامًا لِأَمْرِالزِّنَا وَتَحْقِيقًالِمَعْنَى السَّتْرِ،وَلَابُدَّمِنْ اخْتِلَافِ الْمَجَالِسِ لِمَارَوَيْنَا،۵ وَلِأَنَّ لِاتِّحَادِ الْمَجْلِسِ أَثَرًا

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام حقوق پر اس کو قیاس کرتے ، اور حقوق میں ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہوتا ہے اسی طرح زنا بھی ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جائے گا (۲) اقرار کرنا جرم کو ظاہر کرنا ہے، اور اقرار کو بار بار کرنے سے اظہار میں زیادتی نہیں ہوتی ، اس لیے بار بار اقرار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه: حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرتبہ زنا کا اقرار کیا تو اس کو رجم کیا گیا۔ **عن ابی هریرة و زید بن خالد قالا ... و اعذیا انیس علی امرأة هذا فان اعترفت فارجمها فغدا علیها فاعترفت فرجمها** (بخاری شریف، باب الاعتراف بالزنا، ص ۱۰۰۸، نمبر ۶۸۲۷ رمسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه الزنا، ص ۶۶، نمبر ۱۶۹۸) اس حدیث میں عورت نے ایک مرتبہ زنا کا اعتراف کیا تو رجم کی گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ اعتراف کرنے سے بھی زنا کا ثبوت ہو جائے گا۔

ترجمه: ۳ ہماری دلیل حضرت ماعزؓ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے حد قائم کرنے کو موخر کیا یہاں تک کہ چار مرتبہ چار مجلس میں اقرار کیا، پس اگر اس سے کم میں حد ظاہر ہوتی تو وجوب کے ثبوت کے لیے مؤخر نہیں کرتے۔

وجه: حضرت ماعز کی حدیث یہ ہے۔ **عن سلمان بن بریدة عن ابیه قال جاء ماعز بن مالک الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله !طهرنی فقال ویحک ارجع فاستغفر الله و تب الیه، قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول الله !طهرنی فقال النبی ﷺ ویحک ارجع فاستغفر الله و تب الیه قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول الله ! طهرنی فقال النبی ﷺ مثل ذالک حتی اذا کان الرابعة فقال له رسول الله فیم اطهرک۔** (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص ۷۵۲، نمبر ۱۶۹۵ر ۴۴۳۱) اس حدیث میں چار مرتبہ حضور نے رد کیا اور چاروں مرتبہ اس کی مجلس بدلی۔ (۲) اس حدیث میں بھی چار مرتبہ حضرت غامدیہ کو موخر کیا۔ **قال فجائت الغامدیة فقالت یا رسول الله انی قد زنیت فطهرنی و انه ردها فلما کان الغد قالت یا رسول لم تردنی؟ لعلک ان تردنی کما رددت ماعزا فو الله انی لحبلی قال اما لا فاذهبی حتی تلدی** (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص ۷۵۲، نمبر ۱۶۹۵ر ۴۴۳۲) اس حدیث میں چار مرتبہ حضور نے رد کیا اور دو مرتبہ اس کی مجلس بدلی۔

ترجمه: ۴ اور اس لیے کہ گواہی میں زیادتی عدد خاص ہے، ایسے ہی زنا کے معاملے کو بڑا بتلانے کے لیے اقرار میں چار مرتبہ ہونا چاہئے ، اور پردہ پوشی کے معنی کو بھی ثابت کرنا ہے، اور ہر مرتبہ مجلس کا بدلنا بھی ضروری ہے، اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: گواہی میں چار عدد خاص ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے اقرار میں بھی چار مرتبہ ہونا چاہئے تا کہ زنا کے معاملے کو بڑا بتلایا جائے ، اور حدٹل جائے ، اور اس میں پردہ پوشی بھی ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ ہر مرتبہ اقرار کی مجلس بدلے، جیسا کہ حضرت ماعز، اور حضرت غامدیہ کی حدیث میں ہے۔

ترجمه: ۵ اور اس لیے کہ مجلس ایک ہو تو مختلف چیزوں کو جمع کرنا کا اثر ہوتا ہے، اس لیے کہ مجلس ایک ہو تو اقرار کے متحد ہونا کا شبہ ہے۔

فِي جَمْعِ الْمُتَفَرِّقَاتِ؛ فَعِنْدَهُ يَتَحَقَّقُ شُبْهَةُ الِاتِّحَادِ فِي الْإِقْرَارِ. ٦ وَالْإِقْرَارُ قَائِمٌ بِالْمُقِرِّ فَيُعْتَبَرُ اخْتِلَافُ مَجْلِسِهِ دُونَ مَجْلِسِ الْقَاضِي. ٧ وَالِاخْتِلَافُ بِأَنْ يَرُدَّهُ الْقَاضِي كُلَّمَا أَقَرَّ فَيَذْهَبَ حَيْثُ لَا يَرَاهُ ثُمَّ يَجِيءَ فَيُقِرَّ، هُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ؛ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – طَرَدَ مَاعِزًا فِي كُلِّ مَرَّةٍ حَتَّى تَوَارَى بِحِيطَانِ الْمَدِينَةِ. قَالَ (۲۴۹۵)فَإِذَا تَمَّ إِقْرَارُهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ سَأَلَهُ عَنْ الزِّنَا مَا هُوَ وَكَيْفَ هُوَ وَأَيْنَ زَنَى وَبِمَنْ زَنَى، فَإِذَا بَيَّنَ ذٰلِكَ لَزِمَهُ الْحَدُّ ١ لِتَمَامِ الْحُجَّةِ، وَمَعْنَى السُّؤَالِ عَنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ بَيَّنَّاهُ فِي الشَّهَادَةِ،

تشریح: چار مرتبہ مجلس بدلنے کی یہ دلیل عقلی ہے۔ آیت سجدہ کئی مرتبہ ایک ہی مجلس میں پڑھے تو ایک ہی سجدہ لازم ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مجلس ایک ہو تو کئی مرتبہ اقرار کرنا بھی ممکن ہو کہ ایک اقرار شمار کیا جائے، اس لیے بھی مجلس بدلنا چاہئے۔

ترجمہ: ٦ اور اقرار اقرار کرنے والے کے ساتھ قائم ہے اس لیے اقرار کرنے والے کی مجلس بدلنا لازم ہے قاضی کی مجلس بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ **تشریح**: واضح ہے۔

ترجمہ: ٧ مجلس بدلنے کی صورت یہ ہے کہ جب جب وہ اقرار کرے قاضی مجرم کو رد کر دے، اور مجرم ایسی جگہ چلا جائے جہاں قاضی اس کو نہ دیکھ سکے، پھر آ کر اقرار کرے، امام ابو حنیفہؒ سے اسی طرح مروی ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ نے حضرت ماعزؓ کو اسی طرح رد کیا تھا، اور ہر مرتبہ وہ مدینہ کی دیوار میں چھپ گئے تھے۔

تشریح: قاضی اقرار کرنے والے کو رد کر دے، اور اقرار کرنے والے قاضی سے اتنی دور چلے جائے کہ قاضی اس کو دیکھ نہ سکے، پھر وہاں سے آ کر دوبارہ اقرار کرے، اسی طرح مقر چار مرتبہ کرے، حضور ﷺ نے حضرت ماعز کو اسی طرح رد کیا تھا۔

وجہ: حضرت ماعز کی حدیث یہ ہے۔ عن سلمان بن بریدة عن ابیه قال جاء ماعز بن مالک الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله !طهرنی فقال ویحک ارجع فاستغفر الله و تب الیه, قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول الله !طهرنی فقال النبی ﷺ ویحک ارجع فاستغفر الله و تب الیه قال فرجع غیر بعید ثم جاء فقال یا رسول الله ! طهرنی فقال النبی ﷺ مثل ذالک حتی اذا کان الرابعة فقال له رسول الله فیم اطهرک۔ (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص ۷۵۲، نمبر ۱۶۹۵/۴۴۳۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ماعز کچھ دور چلے گئے۔

ترجمہ: (۲۴۹۵) پس جب اس کا اقرار چار مرتبہ پورا ہو جائے تو قاضی اس کو زنا کے بارے میں پوچھے کہ زنا کیا ہوتا ہے، وہ کیسے ہوتا ہے اور کہاں ہوا، کس کے ساتھ کیا۔ پس جب اس کو بیان کر دے تو اس کو حد لازم ہوگی۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ حجت پوری ہوگئی، اور ان چیزوں کے بارے میں سوال کا معنی کو کتاب الشہادۃ میں بیان کر چکا ہوں۔

تشریح: اقرار کرنے والا چار مرتبہ اقرار کر لے تو قاضی اقرار کرنے والے کو زنا کی حقیقت پوچھے۔ یہ بھی پوچھے کہ وہ کیسے ہوتا ہے؟ یہ بھی پوچھے کہ وہ کہاں ہوا، کیوں کہ اس کے اختلاف سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کس کے ساتھ کیا، کیوں کہ ممکن ہے کہ اقرار کرنے والا یہ سمجھے کہ فلاں کے ساتھ زنا کرنے سے حد لازم ہوگی حالانکہ بیٹے کی باندی سے زنا کرے تو حد لازم نہیں ہوتی ہے۔ ان ساری باتوں کا جواب صحیح صحیح دے دے تو قاضی زنا کا فیصلہ کرے گا۔

۲ وَلَمْ يَذْكُرْ السُّؤَالَ فِيهِ عَنْ الزَّمَانِ، وَذَكَرَهُ فِي الشَّهَادَةِ لِأَنَّ تَقَادُمَ الْعَهْدِ يَمْنَعُ الشَّهَادَةَ دُونَ الْإِقْرَارِ. وَقِيلَ لَوْ سَأَلَهُ جَازَ لِجَوَازِ أَنَّهُ زَنَى فِي صِبَاهُ (۲۴۹۶)فَإِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ عَنْ إقْرَارِهِ قَبْلَ إقَامَةِ الْحَدِّ أَوْ فِي وَسَطِهِ قُبِلَ رُجُوعُهُ وَخُلِّيَ سَبِيلُهُ ۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ أَبِي لَيْلَى يُقِيمُ عَلَيْهِ الْحَدَّ لِأَنَّهُ وَجَبَ الْحَدُّ بِإِقْرَارِهِ فَلَا يَبْطُلُ بِرُجُوعِهِ وَإِنْكَارِهِ كَمَا إذَا وَجَبَ بِالشَّهَادَةِ وَصَارَ كَالْقِصَاصِ وَحَدِّ الْقَذْفِ.

ترجمہ: ۲ زمانے کے بارے میں سوال کرنے کا ذکر یہاں نہیں ہے، اس کو کتاب الشہادت میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ گواہی میں زمانہ زیادہ ہوجائے تو حد نہیں لگے گی، اقرار میں ایسا نہیں ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر زمانے کے بارے میں بھی پوچھ لے تو زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ بچپنے میں زنا کیا ہو تو اس سے حد نہیں لگتی ہے۔

تشریح: گواہی دے کر حد ثابت کرے تو بہت پرانا کیس ہو تو اس میں حد نہیں لگتی ہے، لیکن اگر اقرار کیا ہو تو اس میں پرانا زمانہ بھی ہوجائے تب بھی حد لگتی ہے اس لیے یہاں متن میں زمانے کے بارے میں سوال کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن بعض حضرات نے فرمایا کہ زمانے کے بارے میں بھی قاضی پوچھ لے تو زیادہ بہتر ہے، کیوں کہ بچپنے میں زنا کیا ہو تو اس سے حد نہیں لگے گی اس لیے زمانے کے بارے میں پوچھ لے تو بہتر ہے۔

لغت: تقادم العهد: زمانہ بہت گزر گیا ہو۔ صباه: بچپنے میں۔

ترجمہ: (۲۴۹۶) اگر اقرار کرنے والا اپنے اقرار سے رک جائے اس پر حد قائم ہونے سے پہلے یا اس کے درمیان تو اس کا رجوع کرنا قبول کیا جائے گا اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

تشریح: چار مرتبہ اقرار کرنے کی وجہ سے زنا ثابت ہوا تھا۔ حد قائم کرنے سے پہلے یا حد قائم ہونے کے درمیان اپنے اقرار سے رجوع کر جائے تو اس کا رجوع کرنا قبول کیا جائے گا اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ **فذکروا ذلک لرسول اللہ ﷺ انه فرّ حین وجد مس الحجارة و مس الموت فقال رسول اللہ ﷺ هلا ترکتموه** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحد عن المعترف اذا رجع، ص ۳۶۳، نمبر ۱۴۲۸) (۲) ابوداؤد شریف میں یہ بھی ہے۔ **هلا ترکتموه لعله ان یتوب فیتوب اللہ علیه** (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۵۸، نمبر ۴۴۱۹) اس حدیث میں ہے کہ تم نے حضرت ماعز کو چھوڑ کیوں نہ دیا۔ اگر وہ توبہ کر لیتے اور اقرار سے رجوع کر لیتے تو اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقر رجوع کر لے تو حد ساقط ہوجائے گی (۳) قول صحابی میں ہے۔ **عن عبد اللہ بن شداد ان امرأة رفعت الی عمر اقرت بالزنا اربع مرات فقال ان رجعت لم نقم علیک فقالت لا یجتمع علی امران۔** (مصنف ابن ابی شیبة ۱۲۷ فی الرجل والمرأة یقران بالحد ثم ینکران، جلد خامس: ص ۵۴۰، نمبر ۲۸۸۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اقرار کے بعد انکار کردے تو حد ساقط ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا اور یہی قول ابن ابی لیلیٰؒ کا ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی اس لیے کہ اس کے اقرار کرنے کی وجہ سے حد قائم ہوئی ہے اس لیے اس کے رجوع کرنے سے اور انکار کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی، جیسے گواہی کی وجہ سے حد لازم ہوتی تو جس پر گواہی دی گئی ہے اس کے انکار کرنے سے حد ساقط نہیں ہوتی، اور یہ قصاص اور حد قذف کی طرح ہوگیا۔

۲؎ وَلَنَا أَنَّ الرُّجُوعَ خَبَرٌ مُحْتَمِلٌ لِلصِّدْقِ كَالْإِقْرَارِ وَلَيْسَ أَحَدٌ يُكَذِّبُهُ فِيهِ فَتَتَحَقَّقُ الشُّبْهَةُ فِي الْإِقْرَارِ. ۳؎ بِخِلَافِ مَا فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ وَهُوَ الْقِصَاصُ وَحَدُّ الْقَذْفِ لِوُجُودِ مَنْ يُكَذِّبُهُ، وَلَا كَذٰلِكَ مَا هُوَ خَالِصُ حَقِّ الشَّرْعِ (۲۴۹۷) وَيُسْتَحَبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُلَقِّنَ الْمُقِرَّ الرُّجُوعَ فَيَقُولَ لَهُ: لَعَلَّك لَمَسْت أَوْ قَبَّلْت ۱؎ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – لِمَاعِزٍ لَعَلَّك لَمَسْتهَا أَوْ قَبَّلْتهَا قَالَ فِي الْأَصْلِ: وَيَنْبَغِي أَنْ يَقُولَ لَهُ الْإِمَامُ: لَعَلَّك تَزَوَّجْتهَا أَوْ وَطِئْتهَا بِشُبْهَةٍ، وَهَذَا قَرِيبٌ مِنْ الْأَوَّلِ فِي الْمَعْنَى.

تشریح: امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ اقرار کرنے کی وجہ سے حد ثابت ہوئی ہو تو اب اس کے انکار کرنے کی وجہ حد ساقط نہیں ہوگی۔

وجه: (۱) جیسے گواہ کے ذریعہ حد ثابت ہوئی ہو اور اب مقر لہ اس کا انکار کرے تو حد ساقط نہیں ہوتی۔ (۱) جیسے مجرم کے اقرار سے قصاص لازم ہوا ہو تو بعد میں انکار کرنے کی وجہ سے یہ ساقط نہیں ہوتا۔ اسی طرح مجرم کے اقرار سے حد قذف لازم ہوگئی تو اب اس کے انکار کرنے سے حد قذف ساقط نہیں ہوگی۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنا بھی ایک خبر ہے جس میں سچائی کا احتمال ہے، جیسے اقرار کرنا ایک خبر ہے جس میں جھوٹ کا بھی احتمال ہے، اور ایک خبر دوسرے کی تکذیب بھی نہیں کر رہی ہے اس لیے اقرار میں شبہ ہو گیا [اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے]

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ اقرار کرنا بھی ایک خبر ہے جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے، اور اس سے رجوع کرنا یہ بھی خبر ہے جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے، اور یہ خبر اقرار کے مقابل ہو گیا اس لیے اقرار میں شبہ ہو گیا اس لیے اس شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمه: ۳؎ بخلاف جس میں بندے کا حق ہو اور وہ قصاص اور حد قذف ہے، اس لیے کہ یہاں بندے کی جانب سے جھٹلانے والا موجود ہے، اور جہاں خالص شرعی حق ہے وہاں جھٹلانے والا نہیں ہے۔

تشریح: قصاص اور حد قذف بندوں کا حق ہے اس لیے ایک مرتبہ ثابت ہونے کے بعد اگر اس سے رجوع کرے تو بندہ اس کی تکذیب کرے گا اس لیے اس کے ثابت ہونے کے بعد وہ ساقط نہیں ہوگا، اور زنا کی حد صرف شریعت کا حق ہے اس لیے اس سے رجوع کرے تو بندے کی جانب سے اس کا تکذیب کرنے والا نہیں ہے، اس لیے وہ ساقط ہو جائے گی۔

ترجمه: (۲۴۹۷) امام کے لیے مستحب ہے کہ اقرار کرنے والے کو رجوع کی تلقین کرے اور اس سے کہے شاید تم نے چھویا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا۔

ترجمه: ۱؎ حضرت ماعز کو حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ شاید تم نے اس کو چھویا ہوگا، شاید اس کو بوسہ دیا ہوگا، اور مبسوط میں ہے کہ مناسب ہے کہ امام یوں بھی کہے کہ شاید تم نے اس سے نکاح کیا ہوگا، یا اس سے شبہ میں وطی کی ہوگی، اور یہ جملہ معنی کے اعتبار سے پہلے کے قریب ہے۔

تشریح: جب حضرت ماعزؓ زنا کا اقرار کرنے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے رجوع کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا شاید تم نے بوسہ لیا تھا، شاید تم نے بھینچا تھا، شاید تم نے صرف دیکھا تھا۔ صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس ؓ قال لما اتی ماعز ابن مالک النبی ﷺ قال له لعلک قبلت او غمزت او نظرت؟ قال لا یا رسول الله!** (بخاری شریف، باب هل یقول الامام للمقر لعلک لمست او غمزت؟ ص ۱۰۰۸، نمبر ۶۸۲۴ / ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ۶۲۰، نمبر ۴۴۲۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے لیے مستحب ہے کہ رجوع کی تلقین کرے۔

فصل في كيفيةِ الحدّ واقامته

(۲۴۹۸)وَإِذَا وَجَبَ الْحَدُّ وَكَانَ الزَّانِي مُحْصَنًا رَجَمَهُ بِالْحِجَارَةِ حَتَّى يَمُوتَ لِ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – رَجَمَ مَاعِزًا وَقَدْ أُحْصِنَ . وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ وَزِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ وَعَلَى هَذَا إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ – رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ –. قَالَ (۲۴۹۹)وَيُخْرِجُهُ إِلَى أَرْضٍ فَضَاءٍ وَيَبْتَدِئُ الشُّهُودُ بِرَجْمِهِ ثُمَّ الْإِمَامُ ثُمَّ النَّاسُ لِ كَذَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – وَلِأَنَّ الشَّاهِدَ قَدْ يَتَجَاسَرُ عَلَى الْأَدَاءِ ثُمَّ يَسْتَعْظِمُ الْمُبَاشَرَةَ فَيَرْجِعُ فَكَانَ فِي بَدَاءَتِهِ احْتِيَالٌ لِلدَّرْءِ.

لغت:یلقن: تلقین کرے، رجوع کرنے کا اشارہ کرے۔قبلت: بوسہ لیا ہے۔

فصل فی کیفیۃ الحدود واقامتہ

ترجمہ:(۲۴۹۸)اگر زنا کرنے والا محصن ہے تو اس کو پتھر سے رجم کریں گے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

ترجمہ:لِ اس لیے کہ حضورﷺ نے ماعزؓ کو رجم کیا جب کہ وہ محصن تھے، اور مشہور حدیث میں ہے کہ اور زنا احصان کے بعد اس میں قتل کیا جائے گا، اور اسی پر صحابہ کا اجماع ہے

تشریح: آدمی (۱) عاقل ہو (۲) بالغ ہو (۳) شادی شدہ ہو (۴) آزاد ہو (۵) مسلمان ہو تو اس کو محصن کہتے ہیں۔ پس اگر محصن آدمی زنا کرے تو اس کو سو کوڑے نہیں لگیں گے بلکہ پتھر سے مار مار کے ہلاک کر دیا جائے گا۔

وجہ:(۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ حضرت ماعزؓ اور حضرت غامدیہ محصن تھے اس لیے ان کو پتھر مار کر ہلاک کیا۔ حدیث میں ہے۔ **ان ابا ھریرۃ قال اتی رسول اللہ رجل من الناس... فقال احصنت ؟ قال نعم یا رسول اللہ ! قال اذھبوہ فارجموہ۔** (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر ھل احصنت؟ ص ۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۵ مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ج ثانی، ص ۶۶، نمبر ۱۶۹۲/۴۴۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زانی محصن ہو تو رجم کیا جائے گا ورنہ تو زنا کے ثبوت کے بعد سو کوڑے لگیں گے۔ (۲) دوسری حدیث یہ ہے۔ **ان عثمان بن عفان اشرف یوم الدار فقال انشدکم باللہ اتعلمون ان رسول اللہ ﷺ قال لا یحل دم امریء مسلم الا احدی ثلاث زنی بعد احصان او ارتداد بعد اسلام او قتک نفس بغیر حق فقتل بہ۔** (ترمذی شریف، باب ماجاء لا یحل دم امریء مسلم الا باحدی ثلاث، ص ۴۹۶، نمبر ۲۱۵۸) (۳) اجماع صحابہ کی روایت یہ ہے۔ **قال سفیان کذا حفظت الا و قد رجم رسول اللہ ﷺ و رجمنا بعدہ۔** (بخاری شریف، باب الاعتراف بالزنا، ص ۱۱۷۶، نمبر ۶۸۲۹ مسلم شریف، باب رجم الثیب فی الزنا، ص ۷۴۹، نمبر ۱۶۹۱/۴۴۱۸) اس حدیث کے آخیر میں ہے کہ حضور میں رجم کیا اور بعد میں بھی ہم نے رجم کیا جس سے صحابہ کے اجماع کا پتہ چلتا ہے۔

ترجمہ:(۲۴۹۹) زنا کرنے والے کو میدان کی طرف نکالے اور پہلے گواہ رجم کرنا شروع کرے پھر امام پھر لوگ۔

ترجمہ:لِ حضرت علیؓ سے ایسے ہی مروی ہے، اس لیے کہ گواہ کبھی گواہی ادا کرنے پر جرأت کرتا ہے، پھر پتھر مارنا اس کو عظیم معلوم ہوتا ہے، اس لیے رجوع کر جاتا ہے، اس لیے گواہ سے شروع کرنے میں حد ساقط کرنے کا حیلہ ہے۔

۲ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: لَا تُشْتَرَطُ بُدَاءَتُهُ اعْتِبَارًا بِالْجَلْدِ.

تشریح:اگر گواہ کی گواہی کی وجہ سے زنا کا ثبوت ہوا ہو تو پہلے گواہ پتھر مارنا شروع کرے۔ پھر امام پتھر مارے۔ پھر لوگ پتھر مار کر ہلاک کرے۔ اور اگر گواہ پتھر نہ مارے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ گواہی دینے میں خامی ہے اس لیے حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ:(۱) میدان کی طرف لے جانے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو پتھر مارنے میں آسانی ہو اور لوگوں کو خون نہ لگے (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **اخبرنی من سمع جابرا قال کنت فیمن رجمه فرجمناه بالمصلی فلما اذ لقته الحجارة جمز حتی ادرکناه بالحرة فرجمناه**۔ (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر هل احصنت؟ ص ۱۰۰۸ نمبر ۶۸۲۶) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ماعز کو عیدگاہ کی طرف لے گئے جو مدینے سے باہر تھی اور مقام حرہ میں پتھر مارا جس سے معلوم ہوا کہ میدان کی طرف لے جائے۔ (۲) پہلے گواہ پتھر مارے پھر امام مارے پھر لوگ مارے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ **فقال لها علی رضی اللہ عنہ... یا ایها الناس ان اول الناس یرجم الزانی الامام اذا کان الاعتراف۔ و اذا شهد اربعة شهداء علی الزنا اول الناس یرجم الشهود بشهادتهم علیه ثم الامام ثم الناس ثم رماها بحجر و کبر**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الرجم و الاحصان، ج سابع، ص ۲۶۰، نمبر ۱۳۴۲۰ / سنن للبیهقی، باب من اعتبر حضور الامام و الشهود و بدایة الامام بالرجم الخ جلد ثامن: ص ۳۸۳ / نمبر ۱۶۹۶۲ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی من یبدء بالرجم، ج خامس، ص ۵۳۹ نمبر ۲۸۸۰۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ گواہی سے زنا ثابت ہوا ہو تو پہلے گواہ سنگسار کریں گے پھر امام پھر لوگ۔ اور زانی کے اعتراف سے ثابت ہوا ہو تو پہلے امام پھر لوگ (۲) ابو داؤد میں اس کا ذکر ہے۔ **حدثنا زکریا بن سلیم باسناده نحوه زاد ثم رماها بحصاة مثل الحمصة ثم قال ارموا و اتقوا الوجه** (ابو داؤد شریف، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة، ص ۲۶۱، نمبر ۴۴۴۴) اس حدیث میں ہے کہ حضور جو امام وقت تھے پہلے انہوں نے حضرت غامدیہ کو کنکری ماری پھر باقی لوگوں کو کنکری مارنے کا حکم دیا جس سے معلوم ہوا کہ اعتراف کی شکل میں پہلے امام کنکری مارے۔

ترجمہ:۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ امام کا پہلے مارنا شرط نہیں ہے جیسے کوڑے میں پہلے مارنا شرط نہیں ہے۔

تشریح:امام شافعیؒ کے نزدیک زانی کو امام پہلے مارے اس کی شرط نہیں ہے، ہاں مارے تو اچھا ہے۔ جیسے کوڑے مارنے میں جلاد ہی مارتا ہے گواہ نہیں مارتا۔

وجہ:(۱) حضرت ماعزؓ والی حدیث میں حضور ﷺ نے دوسروں کو مارنے کے لیے فرمایا خود امام نے نہیں مارا۔ حدیث میں ہے۔ **قال نعم یا رسول اللہ! قال اذهبوا فارجموه**۔ (بخاری شریف، باب سوال الامام المقر هل احصنت؟، ص ۱۰۰۸، نمبر ۶۸۲۵ / مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۲ / ۴۴۲۰) اس حدیث میں حضور ﷺ نے رجم کی ابتدا نہیں کی اس کے باوجود رجم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ گواہ کو مارنا ضروری نہیں ہے، البتہ مارے تو اچھا ہے (۲) خادمہ کے مسئلے میں بھی حضور ﷺ نے حضرت انس کو فرمایا کہ جاؤ عورت اعتراف کرے تو رجم کر دینا۔ اور عورت نے اعتراف کیا تو رجم کر دیا جس میں حضور ﷺ شامل نہیں ہوئے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **و اغد یا انیس علی امرأة هذا فان اعترفت فارجمها فغدا علیها فاعترف فرجمها** (بخاری شریف، باب الاعتراف بالزنا، ص ۱۰۰۸، نمبر ۶۸۲۷ / مسلم شریف، من اعترف علی نفسه بالزنی، ص ۶۶، نمبر ۱۶۹۸ / ۴۴۳۵) اس حدیث میں حضرت انسؓ نے رجم کیا اور خود

۳؎ قُلْنَا: كُلُّ أَحَدٍ لَا يُحْسِنُ الْجَلْدَ فَرُبَّمَا يَقَعُ مُهْلِكًا وَالْإِهْلَاكُ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ، وَلَا كَذٰلِكَ الرَّجْمُ لِأَنَّهُ إِتْلَافٌ. (۲۵۰۰)فَإِنْ امْتَنَعَ الشُّهُودُ مِنْ الِابْتِدَاءِ سَقَطَ الْحَدُّ ؎ لِأَنَّهُ دَلَالَةُ الرُّجُوعِ،وَكَذَا إِذَا مَاتُوا أَوْ غَابُوا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِفَوَاتِ الشَّرْطِ (۲۵۰۱)وَإِنْ كَانَ مُقِرًّا ابْتَدَأَ الْإِمَامُ ثُمَّ النَّاسُ ؎ كَذَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ –. وَرَمَى رَسُولُ اللَّهِ –ﷺ– الْغَامِدِيَّةَ بِحَصَاةٍ مِثْلِ الْحِمَّصَةِ وَكَانَتْ قَدْ اعْتَرَفَتْ بِالزِّنَا

حضور ﷺ نے پتھر مارنا شروع نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ گواہ یا امام پہلے پتھر نہ مارے تو حد ساقط نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی اچھی طرح کوڑا نہیں مار سکتا، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مار کر ہلاک کردے، حالانکہ ہلاک کرنے کا مستحق نہیں تھا، اور رجم میں تو ایسا نہیں ہے، وہاں تو ہلاک ہی کرنا ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ کوڑے مارنے میں ہر آدمی اچھی طرح کوڑا نہیں مار سکتا اس لیے گواہ کوڑا نہیں مارے گا بلکہ جلاد ہی کوڑا مارے گا تا کہ آدمی ہلاک نہ ہوجائے، اور رجم میں ہلاک ہی کرنا ہے اس لیے گواہ بھی پہلے مار سکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۵۰۰) پس اگر گواہ شروع کرنے سے رک جائیں تو حد ساقط ہوجائے گی۔

ترجمہ: ؎ اس لیے کہ گواہ کا نہ مارنا رجوع کی دلیل ہے، ایسے ہی گواہ مر گئے، یا غائب ہوگئے تو ظاہری روایت میں حد ساقط ہوجائے گی، کیوں کہ گواہ کے مارنے کی شرط فوت ہوگئی۔

تشریح: گواہ مجرم کو مارنے کی ابتداء نہ کرے تو حد ساقط ہوجائے گی، اسی طرح گواہ غائب ہوگئے یا مر گئے تو اب وہ پہلے نہیں مار سکتے تب بھی حد ساقط ہوجائے گی۔

وجہ: گواہ کا نہ مارنا دلیل ہے کہ گواہی میں کچھ کمی ہے اس لیے گواہی میں شبہ پیدا ہوگیا اور شبہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے اس لیے اس سے حد ساقط ہوجائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۰۱) پس اگر زنا کرنے والے نے اقرار کیا ہو تو امام شروع کرے پھر لوگ۔

ترجمہ: ؎ ایسے ہی حضرت علی سے مروی ہے، اور حضورؐ نے حضرت غامدیہ کو چنے جیسی کنکری ماری، اور حال یہ تھا کہ اس نے زنا کا اعتراف کیا تھا۔

تشریح: زنا کرنے والے نے زنا کا اقرار کیا ہو اور اس کی وجہ سے زنا کا ثبوت ہوا ہو تو امام پہلے پتھر مارے پھر لوگ ماریں گے۔

وجہ: (۱) اوپر حدیث گزری کہ پہلے حضور ﷺ نے غامدیہ کو کنکری ماری پھر لوگوں کو مارنے کا حکم دیا۔ حدیث میں ہے۔ **زاد ثم رماها بحصاة مثل الحمصة ثم قال ارموا و اتقوا الوجه** (ابو داؤد شریف۔ باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمها من جهينة ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۴) (۲) حضرت علی کا قول یہ ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ **فقال لها علی** رضی اللہ عنہ **... یا ایها الناس ان اول الناس یرجم الزانی الامام اذا کان الاعتراف۔** (مصنف عبد الرزاق، باب الرجم و الاحصان، ج سابع، ص ۲۶۰، نمبر ۱۳۴۲۰ / سنن للبیهقی، باب من اعتبر حضور الامام و الشهود و بدایۃ الامام بالرجم الخ جلد ثامن: ص / ۳۸۳ نمبر ۱۶۹۶۲ / مصنف ابن ابی شیبۃ، نمبر ۲۸۸۰۹) جس سے معلوم ہوا کہ پہلے امام پھر لوگ پتھر ماریں گے۔

(۲۵۰۲) وَيُغَسَّلُ وَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ لـ لِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فِي مَاعِزٍ اصْنَعُوا بِهِ كَمَا تَصْنَعُونَ بِمَوْتَاكُمْ ٢ وَلِأَنَّهُ قُتِلَ بِحَقٍّ فَلَا يَسْقُطُ الْغُسْلُ كَالْمَقْتُولِ قِصَاصًا وَصَلَّى النَّبِيُّ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - عَلَى الْغَامِدِيَّةِ بَعْدَمَا رُجِمَتْ **(۲۵۰۳)** وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُحْصَنًا وَكَانَ حُرًّا فَحَدُّهُ مِائَةُ جَلْدَةٍ لـ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾ إلَّا أَنَّهُ انْتَسَخَ فِي حَقِّ الْمُحْصَنِ فَبَقِيَ فِي حَقِّ

ترجمہ: (۲۵۰۲) اور غسل دیا جائے گا اور کفن دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

ترجمہ: لـ حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے حضرت ماعزؓ کے لیے اپنے میت کے ساتھ جیسا کرتے ہوئے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی کرو۔

تشریح: زنا کے گناہ کی سزا پاچکا ہے تاہم وہ مومن ہو کر مرا ہے اس لیے عام مسلمانوں کی طرح اس کو غسل دیا جائے گا، کفن بھی دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور دفن بھی کیا جائے گا۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن علقمة بن مرثد عن ابیه قال لما رجم ماعز قالوا یا رسول الله ما یصنع به قال اصنعوا به ما تصنعون بماتاکم من الغسل و الکفن و الحنوط و الصلاۃ علیه** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المرجومۃ تغسل ام لا؟ ج ثانی، ص ۴۵۹، نمبر ۱۱۰۱۴) (۲) حدیث میں ہے کہ غامدیہ اور حضرت ماعز پر نماز پڑھی گئی۔ **ثم امر بها فصلی علیها و دفنت** (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص ۷۶ نمبر ۱۶۹۵/۴۴۳۲/ بخاری شریف، باب الرجم بالمصلی ص ۱۰۰۷ نمبر ۶۸۲۰/ ابو داؤد شریف، باب فی المرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة ص ۲۶۱ نمبر ۴۴۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رجم کے بعد اس پر نماز پڑھی جائے گی اور دفن کیا جائے گا۔ تو غسل اور کفن بھی دیئے جائیں گے۔ (۲) ابو داؤد شریف میں ایک جوان کے بارے میں یہ جملہ ہے۔ **فاعناه علی غسله و تکفینه و دفنه و ما ادری قال و الصلاۃ علیه ام لا؟** (ابو داؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک، ص ۶۲۴، نمبر ۴۴۳۵)

ترجمہ: ۲ـ اور اس لیے کہ حق کے سلسلے میں قتل کیا گیا ہے اس لیے غسل ساقط نہیں ہوگا، جیسے قصاص میں قتل کیا گیا ہو تو غسل ساقط نہیں ہوتا ہے، اور حضرت غامدیہ پر اس کے رجم کے بعد حضور ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔

تشریح: زانی پر بندے کا حق تھا اس لیے وہ قتل کیا گیا ہے اس لیے اس سے غسل ساقط نہیں ہوگا، تو جس طرح قصاص میں قتل کیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جاتا ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح رجم کیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی، حضرت غامدیہ پر حضور ﷺ نے نماز پڑھی ہے جسکی حدیث اوپر گزر چکی۔

ترجمہ: (۲۵۰۳) محصن نہ ہو اور آزاد ہو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔

ترجمہ: لـ اللہ تعالی کا قول، زانی عورت اور زانی مرد کو سو کوڑے مارو، لیکن محسن کے بارے میں منسوخ ہوگئی، اور غیر محصن کے بارے میں ابھی بھی آیت پر عمل ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (آیت ۲ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں زانی مرد اور زانیہ عورت کو سو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ لیکن حدیث کی بنا پر محصن اس سے الگ ہو گیا۔ اس لیے غیر محصن کو سو کوڑے ہی لگیں گے (۱) حدیث میں ہے کہ غیر محصن کو سو کوڑے لگیں گے۔ **عن زید بن خالد الجهنی قال سمعت النبی ﷺ یأمر فیمن زنی**

غَيْرِهِ مَعْمُولًا بِهِ.قَالَ (۲۵۰۴)يَأْمُرُ الْإِمَامُ بِضَرْبِهِ بِسَوْطٍ لَا ثَمَرَةَ لَهُ ضَرْبًا مُتَوَسِّطًا ل لِأَنَّ عَلِيًّا – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – لَمَّا أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ الْحَدَّ كَسَرَ ثَمَرَتَهُ. وَالْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْمُبَرِّحِ وَغَيْرِ الْمُؤْلِمِ لِإِفْضَاءِ الْأَوَّلِ إلَى الْهَلَاكِ وَخُلُوِّ الثَّانِي عَنْ الْمَقْصُودِ وَهُوَ الِانْزِجَارُ (۲۵۰۵)وَتُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهُ ل مَعْنَاهُ دُونَ الْإِزَارِ لِأَنَّ عَلِيًّا – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – كَانَ يَأْمُرُ بِالتَّجْرِيدِ فِي الْحُدُودِ، وَلِأَنَّ التَّجْرِيدَ أَبْلَغُ فِي إيصَالِ الْأَلَمِ إلَيْهِ. وَهَذَا الْحَدُّ مَبْنَاهُ عَلَى الشِّدَّةِ فِي الضَّرْبِ وَفِي نَزْعِ الْإِزَارِ كَشْفُ الْعَوْرَةِ فَيَتَوَقَّاهُ

و لم يحصن جلد مائة و تغريب عام۔ (بخاری شریف، باب البكران يجلدان وينفيان، ص ۱۰۱۰، نمبر ۶۸۳۱ / مسلم شریف، باب من اعترف على نفسه بالزنى، ص ۶۶، نمبر ۱۶۹۸ / ۴۴۳۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محصن نہ ہو تو سو کوڑے لگیں گے۔

ترجمہ:(۲۵۰۴)امام حکم دے گا مارنے کا ایسے کوڑے سے جس میں گرہ نہ ہو متوسط مار۔

ترجمہ:ل اس لیے کہ حضرت علیؓ نے جب حد قائم کرنے کا ارادہ کیا تو کوڑے کے گرہ کو توڑ دیا، اور متوسط کوڑا یہ ہے کہ زیادہ شدید بھی نہ ہو، اور بہت نرم بھی نہ ہو، اس لیے کہ پہلے سے ہلاک ہو سکتا ہے اور دوسرے سے مقصود حاصل نہیں ہوگا، کیوں کہ سزا کا مقصد ہے آیندہ پرہیز کرنا۔

وجہ:(۱) سمعت انس بن مالک يقول كان يومر بالسوط فتقطع ثمرته ثم يدق بين حجرين حتى يلين ثم يضرب به فقلت لانس في زمان من كان هذا؟ قال في زمان عمر بن الخطاب۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی السوط من يامر به ان يدق، ج خامس، ص ۵۲۵، نمبر ۲۸۶۷۴) اس قول صحابی میں ہے کہ کوڑے کو نرم کر دیا جائے گا پھر مارا جائے گا۔ (۲) عن زيد بن اسلم ان النبي ﷺ اتى برجل قد اصاب حدا فاتى بسوط جديد شديد فقال دون هذا فأتى بسوط منكسر منتشر فقال فوق هذا فاتى بسوط قد ركب يعني قد لين فقال هذا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی السوط من يامر به ان يدق، ج خامس، ص ۵۲۵، نمبر ۲۸۶۷۶ / مصنف عبد الرزاق، باب هل ضرب النبي بالسوط، ج سابع، ص ۲۹۵، نمبر ۱۳۵۸۵) اس حدیث میں ہے کہ درمیانی کوڑے کو استعمال کرے۔ (۳) ایک روایت میں ہے کہ کوڑے کا اگلا حصہ پتھر سے چور کر دے۔ ثم يدق بين حجرين حتى يلين (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۰، فی السوط من يأمر به ان يدق ۵ / ۵۲۵ نمبر ۲۸۶۷۴)

ترجمہ:(۲۵۰۵) کپڑے اس کے بدن سے اتروا دے۔

ترجمہ:ل کوڑا مارنے کا مقصد گناہ سے روکنا ہے [اس کا کپڑا ہٹا دیا جائے گا] اور اس لیے کہ حضرت علیؓ حد میں جب کوڑا مارنے کا حکم دیتے تو کپڑا نکالنے کا حکم دیتے، اور اس لیے کہ کپڑا کھولنے میں تکلیف زیادہ ہوگی، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حد کا مدار مار میں شدت پر ہے، اور ازار کے کھولنے میں ستر عورت کو کھولنا ہے اس لیے ستر عورت کھولنے سے بچا جائے۔

تشریح:اگر مرد ہے تو ستر پر کپڑا رکھے باقی کپڑوں کو اتروا کر کوڑا مارے۔ ستر نہ کھولے کیوں کہ ستر کھولنا حرام ہے۔

وجہ:(۱) کپڑا اس لیے اتارے کہ مناسب مار لگے۔ خاص طور پر موٹا کپڑا اتروالے (۲) قول تابعی میں ہے۔ عن قتادة قال يجلد القاذف والشارب وعليهما ثيابهما وينزع عن الزاني ثيابه حتى يكون في ازاره۔ (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء، ج سابع، ص ۲۹۹، نمبر ۱۳۵۹۸ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۸ فی الزانية والزاني يخلع عنهما ثيابهما او يضربان فيها ۵ / ۴۹۲ نمبر ۲۸۳۲۰) اس اثر سے

(٢٥٠٦) وَيُفَرَّقُ الضَّرْبُ عَلَى أَعْضَائِهِ لِأَنَّ الْجَمْعَ فِي عُضْوٍ وَاحِدٍ قَدْ يُفْضِي إِلَى التَّلَفِ وَالْحَدُّ زَاجِرٌ لَا مُتْلِفٌ. قَالَ إِلَّا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَفَرْجَهُ ل لِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - لِلَّذِي أَمَرَهُ بِضَرْبِ الْحَدِّ اتَّقِ الْوَجْهَ وَالْمَذَاكِيرَ» وَلِأَنَّ الْفَرْجَ مَقْتَلٌ وَالرَّأْسَ مَجْمَعُ الْحَوَاسِّ، وَكَذَا الْوَجْهُ وَهُوَ مَجْمَعُ الْمَحَاسِنِ أَيْضًا فَلَا

معلوم ہوا کہ مرد کے جسم سے زائد کپڑے اتروا لیے جائیں گے۔ (٢) قال و رأيت الهمداني وضع أرديتهما حين جلدهما۔ (مصنف عبدالرزاق، باب هل ضرب النبي بالسوط، ج سابع، ص ٢٩٥، نمبر ١٣٥٨٥) اس حدیث میں ہے کہ کوڑا مارتے وقت چادر نیچے رکھ دی جائے۔

البتہ عورت کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے کیوں کہ اس کا پورا جسم ستر ہے۔

وجه: (١) غامدیہ کی حدیث میں ہے۔ فامر بها النبي ﷺ فشكت عليها ثيابها ثم امر بها فرجمت۔ (ابوداؤد شریف، باب فی المرأة التي امر النبي ﷺ برجمها من جهينة، ص ٦٦١ نمبر ٤٤٤٠) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر پورا کپڑا باندھا پھر رجم کی گئی (٢) عن معمر قال بلغني ان المرأة تضرب قاعدة عليها ثيابها في الحد (مصنف عبدالرزاق، باب ضرب المرأة ج سابع، ص ٣٠٠، نمبر ١٣٦٠٤/ مصنف ابن ابی شیبۃ ٣٨ في الزانية و الزاني يخلع عنهما ثيابهما او يضربان فيها ص ٤٩٢ نمبر ٢٨٣١٨) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ عورت پر کپڑا باندھ کر حد لگائے۔

ترجمه: (٢٥٠٦) اور متفرق کئے جائے ضرب اس کے اعضاء پر سوائے [اس لیے کہ ایک ہی عضو پر مارے سے کبھی ہلاکت تک پہنچائے گا، اور حد روکنے کے لیے ہلاک کرنے کے لیے نہیں ہے] اس کے سر اور چہرہ اور شرمگاہ کے۔

ترجمه: ل اس لیے کہ جو حد مار رہا تھا اس کو حضور نے فرمایا تھا کہ چہرہ اور شرمگاہ پر نہیں مارنا، اور اس لیے بھی کہ شرمگاہ پر مارنے سے آدمی مرجائے گا، اور تمام حواس سر میں ہے، ایسے ہی چہرہ محاسن کا مجموعہ ہے، اس پر مارنے سے ان میں سے کوئی چیز مجروح ہو سکتی ہے، اور یہ معنوی اعتبار سے ہلاک کرنا ہے اس لیے ان پر حد لگانا مشروع نہیں ہوگا۔

تشریح: جسم کے ایک حصے پر تمام ضربیں نہ ماریں بلکہ الگ الگ عضو پر مارے، البتہ سر، چہرہ اور شرم گاہ پر نہ مارے۔

وجه: (١) مرد کی شرمگاہ پر مارے گا تو غالب گمان ہے کہ آدمی مرجائے گا، کیوں کہ وہ جگہ بہت نازک ہوتی ہے، سر میں حواس خمسہ ہوتے، ناک، کان، آنکھ، دماغ، اور منہ ہوتے ہیں اس لیے سر پر مارے گا تو ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی عضو مجروح ہوجائے اس لیے سر پر بھی نہ مارے، چہرہ حسن کی جگہ ہے اس لیے چہرہ پر مارنے سے حسن ختم ہوجائے گا اس لیے چہرہ پر بھی نہ مارے (٢) عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال اذا ضرب احدكم فليتق الوجه۔ (ابوداود شریف، باب فی ضرب الوجه فی الحد، ص ٦٣٣، نمبر ٤٤٩٠) اس حدیث میں ہے کہ چہرے کو نہیں مارنا چاہئے (٣) عن جابر قال نهى رسل الله عن الضرب في الوجه و عن الوسم في الوجه۔ (مسلم شریف، باب نهي عن ضرب الحيوان في وجهه و وسمه فيه، ص ٩٤٦، نمبر ٢١١٦/ ٥٥٥٠) اس حدیث میں بھی ہے کہ چہرہ پر نہ مارے (٤) قول صحابی میں ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ قال اتى عليا رجل في حد فقال اضرب و اعط كل عضو حقه و اجتنب وجهه و مذاكيره (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود و هل ضرب النبي ﷺ بالسوط؟ ج سابع، ص ٢٩٦، نمبر ١٣٥٨٧) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مختلف اعضاء پر کوڑا مارے، البتہ چہرہ، شرمگاہ اور سر پر نہ مارے کیوں کہ یہ نازک اعضاء ہیں۔

يُؤْمَنُ فَوَاتُ شَيْءٍ مِنْهَا بِالضَّرْبِ وَذٰلِكَ إِهْلَاكٌ مَعْنًى فَلَا يُشْرَعُ حَدًّا. ٢ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يَضْرِبُ الرَّأْسَ أَيْضًا رَجَعَ إلَيْهِ، وَإِنَّمَا يَضْرِبُ سَوْطًا لِقَوْلِ أَبِي بَكْرٍ: اضْرِبُوا الرَّأْسَ فَإِنَّ فِيهِ شَيْطَانًا. قُلْنَا: تَأْوِيلُهُ أَنَّهُ قَالَ ذٰلِكَ فِيمَنْ أُبِيحَ قَتْلُهُ. وَيُقَالُ: إنَّهُ وَرَدَ فِي حَرْبِيٍّ كَانَ مِنْ دُعَاةِ الْكَفَرَةِ وَالْإِهْلَاكُ فِيهِ مُسْتَحَقٌّ (٢٥٠٧)وَيُضْرَبُ فِي الْحُدُودِ كُلِّهَا قَائِمًا غَيْرَ مَمْدُودٍ ١ لِقَوْلِ عَلِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ –: يُضْرَبُ

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ سر پر بھی مارا جائے گا، بعد میں اسی طرف رجوع کیا ہے، ایک کوڑ سر پر مارا جائے گا، حضرت ابو بکرؓ کے قول کی وجہ سے، کہ اس کے سر پر بھی مارو کیوں کہ اس کے سر میں شیطان ہے۔

ہم اس کی تاویل یہ پیش کرتے ہیں، یہ اس آدمی کے لیے جس کو قتل کرنا بھی مباح ہو گیا تھا، حضرت ابو بکر یہ جملہ ایک حربی کے بارے میں تھا جو کفر کا داعی تھا، اور اس کو ہلاک کرنے کا مستحق تھا۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ سر پر نہ مارے، بعد میں اس سے رجوع کر گئے اور کہنے لگے کہ سر پر بھی ایک دو کوڑے لگائے، انکی دلیل حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول ہے جس میں فرمایا کہ سر پر بھی ایک کوڑے لگاو، کیوں کہ اس کے سر میں شیطان ہے۔

ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس آدمی کا قتل کرنا مباح تھا اس لیے سر پر بھی ایک دو کوڑے مارنے کا حکم دیا، ورنہ سب آدمی کو سر پر مارنے کا حکم نہیں ہے۔

وجہ: حضرت ابو بکرؓ کا قول یہ ہے۔ آدمی نے باپ سے نسب ختم کیا تھا تو اس کی وجہ سے اس کے سر پر کوڑا مروایا۔ عن القاسم ان ابا بکر أتي برجل انتفى من ابيه فقال ابو بكر اضرب الرأس فان الشيطان في الرأس۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب الرأس يضرب في العقوبة، ج سادس، ص ۵۔ نمبر ۲۹۰۲۴) اس قول صحابی میں ہے کہ سر میں بھی ایک دو کوڑے لگائے تا کہ دماغ ٹھنڈا ہو جائے۔ (۲) عن سليمان بن يسار ان رجلا يقال له صبيغ دم المدينة فجعل يسأل عن متشابه القرآن فارسل اليه عمر و قد اعد له عراجين النخل فقال من انت؟ قال انا عبد الله صبيغ فاخذ عمر عرجونا من تلك العراجين فضربه و قال انا عبد الله عمر فجعل له ضربا حتى دمي رأسه فقال يا امير المومنين حسبك قد ذهب الذى كنت اجد في رأسي۔ (مسند دارمی، ۱۹، باب من هاب الفتيا و كره التنطع و التبدع، ج اول، ص ۶۶، نمبر ۱۴۴) اس عمل صحابی میں ہے کہ علاج کے طور پر سر پر مارا۔

ترجمہ: (۲۵۰۷) تمام حدود میں مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے گی، لیٹا کر کے نہیں۔

ترجمہ: ١ حضرت علیؓ کے قول کی وجہ سے مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے گی، اور عورت کو بٹھا کر۔

وجہ: (۱) عن علی قال تضرب المرأة جالسة و الرجل قائما في الحد۔ (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب المرأة، ج سابع، ص ۳۰۰، نمبر ۱۳۶۰۲) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو بٹھا کر اور مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے۔ (۲) عن ابن مسعود قال لا يحل في هذه الامة التجريد، و لا مد، و لا غل، و لا صفد (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء، ج سابع، ص ۲۹۸، نمبر ۱۳۵۹۲) اس قول صحابی میں ہے کہ لٹا کر حد نہ لگائی جائے۔

الرِّجَالُ فِي الْحُدُودِ قِيَامًا وَالنِّسَاءُ قُعُودًا، ٢ وَلِأَنَّ مَبْنَى إِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَى التَّشْهِيرِ، وَالْقِيَامُ أَبْلَغُ فِيهِ. ٣ ثُمَّ قَوْلُهُ: غَيْرَ مَمْدُودٍ، فَقَدْ قِيلَ الْمَدُّ أَنْ يُلْقَى عَلَى الْأَرْضِ وَيُمَدَّ كَمَا يُفْعَلُ فِي زَمَانِنَا، وَقِيلَ أَنْ يَمُدَّ السَّوْطَ فَيَرْفَعَهُ الضَّارِبُ فَوْقَ رَأْسِهِ، وَقِيلَ أَنْ يَمُدَّهُ بَعْدَ الضَّرْبِ، وَذٰلِكَ كُلُّهُ لَا يُفْعَلُ لِأَنَّهُ زِيَادَةٌ عَلَى الْمُسْتَحَقِّ(٢٥٠٨)وَإِنْ كَانَ عَبْدًا جَلَدَهُ خَمْسِينَ جَلْدَةً ١ لِقَوْلِهِ تَعَالَى {فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ} نَزَلَتْ فِي الْإِمَاءِ، ٢ وَلِأَنَّ الرِّقَّ مُنْقِصٌ لِلنِّعْمَةِ فَيَكُونُ مُنْقِصًا لِلْعُقُوبَةِ؛ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ عِنْدَ

ترجمہ: ٢ اور اس لیے کہ حد قائم کرنے کا مدار تشہیر کرنے پر ہے، اور کھڑا کر کے حد لگانے میں زیادہ تشہیر ہوگی۔

تشریح: حد اس لیے لگاتے ہیں تاکہ لوگوں کو سزا کی معلومات ہو جس کی بنا پر گناہ کرنے سے بچ جائیں، اور کھڑا کر کے حد لگانے میں اس کی تشہیر زیادہ ہے اس لیے مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے۔

ترجمہ: ٣ متن میں یہ قول ,غیر ممدود، کا ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کیا کہ زمین پر آدمی کو نہیں لٹایا جائے گا، جیسا ہمارے زمانے میں زمین پر لٹاتے ہیں، اور بعض لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے مارنے والا کوڑے کو سر سے اونچا اٹھائے۔ اور بعض لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ مارنے کے بعد کوڑے کو بدن پر کھینچے، لیکن یہ سب نہ کرے، اس لیے کہ کوڑے کے مستحق کو زیادہ تکلیف ہوگی۔

تشریح: متن میں غیر ممدود کا تین ترجمہ کیا ہے [١] مد کا معنی زمین پر لٹانا، یعنی مجرم کو زمین پر لٹا کر کوڑے نہ مارے جائیں [٢] مد کا معنی کوڑے کو سر تک اٹھا کر زور سے مارنا۔ [٣] مد کا معنی کھینچنا، یعنی جسم پر کوڑا لگنے کے بعد اس کو جسم پر کھینچنا، تاکہ زیادہ تکلیف ہو، یہ سب صورتیں نہ کرے اس لیے کہ ان میں مجرم کو زیادہ تکلیف ہوگی۔

ترجمہ: (٢٥٠٨) اگر غلام ہو تو اس کو پچاس کوڑے مارے۔

ترجمہ: ١ اللہ تعالیٰ کا قول، کہ باندیوں پر آزاد عورتوں کی بنسبت آدھی سزا ہے، یہ باندیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تشریح: آزاد زنا کرے تو اس کو سو کوڑے لگتے ہیں اور غلام یا باندی زنا کرے تو اس کا آدھا ہوگا یعنی پچاس کوڑے لگیں گے۔

وجہ: (١) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ (آیت ٢٥، سورۃ النساء ٤) اس آیت سے معلوم ہوا کہ غلام باندی پر آزاد سے آدھی سزا ہے (٢) قول صحابی میں ہے۔ امرنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی فتیۃ من قریش فجلدنا ولائدمن ولائد الامارۃ خمسین خمسین فی الزنا۔ (سنن للبیہقی ٤٣ باب ماجاء فی حد المملوک ٥/ ٤٩٧ نمبر ١٧٠٨٩ / مصنف ابن ابی شیبۃ ٤٨ فی الامۃ والعبد یزنیان جلد خامس: ص/ ٤٢٢، نمبر ٢٨٣٧٥) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی اور غلام کو زنا میں پچاس کوڑے لگیں گے۔ یہ آزاد کی حد زنا سو کوڑے کا آدھا ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اس لیے کہ باندی پر نعمت آدھی ہوتی ہے اس لیے سزا بھی کم ہوگی، اس لیے کہ نعمت کی زیادتی کے باوجود جنایت کرے تو یہ جنایت خطرناک ہے جو سخت سزا کے متقاضی ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ آزاد پر نعمت زیادہ ہے اس لیے اس پر سو کوڑے ہوں گے، اور غلام باندی پر نعمت کم ہے اس لیے اس پر سزا بھی اس سے آدھی ہوگی، کیوں کہ نعمت کی زیادتی کے باوجود گناہ کیا تو یہ گناہ سخت ہے اس لیے اس کی سزا بھی سخت ہوگی۔

تَوَافُرِ النِّعَمِ أَفْحَشُ فَيَكُونُ أَدْعَى إِلَى التَّغْلِيظِ(۲۵۰۹)وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ؛ لِ لِأَنَّ النُّصُوصَ تَشْمَلُهُمَا (۲۵۱۰)غَيْرَ أَنَّ الْمَرْأَةَ لَا يُنْزَعُ مِنْ ثِيَابِهَا إِلَّا الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ لِ لِأَنَّ فِي تَجْرِيدِهَا كَشْفُ الْعَوْرَةِ وَالْفَرْوُ وَالْحَشْوُ يَمْنَعَانِ وُصُولَ الْأَلَمِ إِلَى الْمَضْرُوبِ وَالسَّتْرُ حَاصِلٌ بِدُونِهِمَا فَيُنْزَعَانِ (۲۵۱۱)وَتُضْرَبُ جَالِسَةً لِ لِمَا رَوَيْنَا، وَلِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا (۲۵۱۲)وَإِنْ حُفِرَ لَهَا فِي الرَّجْمِ جَازَ؛

لغت: منقصا: نقص کرنے والا، کم کرنے والا۔ توافر: وفر سے مشتق ہے، زیادہ ہونا، بھرمار ہونا۔ افحش: فحش سے مشتق ہے، زیادہ ہونا، سخت ہونا۔

ترجمہ: (۲۵۰۹) غلام اور باندی اس بارے میں برابر ہیں۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ آیت دونوں کو شامل ہے۔

تشریح: غلام اور بادی دونوں کی سزا آدھی آدھی ہوگی، کیوں کہ اوپر کی آیت میں دونوں کو شامل ہے۔

ترجمہ: (۲۵۱۰) یہ اور بات ہے کہ عورت سے کپڑا اتارا نہیں جائے گا۔ سوائے پوستین کے اور جس میں روئی وغیرہ بھرائی گئی ہو۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ عورت کے کپڑے اتارنے میں ستر عورت کھلے گا، اور پوستین اور روئی کی بھرائی کپڑے سے مضروب کو مار نہیں لگے گی، اور ستر تو پوستین کے علاوہ سے بھی ہو جائے گا، اس لیے پوستین، اور روئی سے بھرائی والا کپڑا اتار دئے جائیں گے۔

تشریح: ایسا کپڑا جو ستر ڈھانکتا ہو ایسا کپڑا عورت پر رکھا جائے گا تا کہ اس کا ستر نہ کھلے، اور چمڑے کا کپڑا جس کو پوستین کہتے ہیں، اور ایسا کپڑا جس میں گدے کی طرح روئی بھری ہوئی ہو اس کو اتار دئے جائیں گے، کیوں کہ بدن پر اس کے رہنے سے مار نہیں لگے گی۔

وجہ: (۱) غامدیہ کی حدیث میں ہے۔ **فامر بها النبی ﷺ فشکت علیها ثیابها ثم امر بها فرجمت۔** (ابوداؤد شریف، باب فی المرأة التی امر النبی ﷺ برجمها من جهینة، ص۶۱ ۲ نمبر ۴۴۴۰) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر پورا کپڑا باندھا پھر رجم کی گئی (۲) **عن معمر قال بلغنی ان المرأة تضرب قاعدة علیها ثیابها فی الحد** (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب المرأة ج سابع، ص ۳۰۰، نمبر ۱۳۶۰۴ / مصنف ابن ابی شیبة ۳۸ فی الزانیة والزانی یخلع عنهما ثیابهما او یضربان فیها ص ۴۹۲ نمبر ۲۸۳۱۸) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ عورت پر کپڑا باندھ کر حد لگائے۔ (۳) **سألت المغیرة بن شعبة عن القاذف اتنزع عنه ثیابه؟ قال لا تنزع عنه الا ان یکون فروا او حشوا۔** (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء، ج سابع، ص ۲۹۹، نمبر ۱۳۵۹۶) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ پوستین اور روئی کی بھرائی والا کپڑا بدن پر نہ ہو۔

لغت: فرو: چمڑے کا کپڑا، پوستین۔ حشو: روئی سے بھرا گدا۔

ترجمہ: (۲۵۱۱) عورت کو بٹھا کر کے حد لگائی جائے گی۔

ترجمہ: لِ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی، اور اس لیے بھی کہ اس میں زیادہ ستر ہے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی روایت یہ ہے وجہ: (۱) **عن علی قال تضرب المرأة جالسة والرجل قائما فی الحد۔** (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب المرأة، ج سابع، ص ۳۰۰، نمبر ۱۳۶۰۲) اس قول صحابی میں ہے کہ عورت کو بٹھا کر اور مرد کو کھڑا کر کے حد لگائی جائے۔

ترجمہ: (۲۵۱۲) اور اگر عورت کے لیے رجم میں گڑھا کھودے تو جائز ہے۔

۱؎ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – حَفَرَ لِلْغَامِدِيَّةِ إلَى ثُنْدُوَتِهَا، وَحَفَرَ عَلِيٌّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – لِشُرَاحَةَ الْهَمْدَانِيَّةِ ۲؎ وَإِنْ تَرَكَ لَا يَضُرُّهُ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – لَمْ يَأْمُرْ بِذٰلِكَ وَهِيَ مَسْتُورَةٌ بِثِيَابِهَا، وَالْحَفْرُ أَحْسَنُ؛ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ وَيُحْفَرُ إلَى الصَّدْرِ لِمَا رَوَيْنَا (۲۵۱۳)وَلَا يُحْفَرُ لِلرَّجُلِ؛ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – مَا حَفَرَهُ لِمَاعِزٍ، وَلِأَنَّ مَبْنَى الْإِقَامَةِ عَلَى التَّشْهِيرِ فِي الرِّجَالِ، وَالرَّبْطُ وَالْإِمْسَاكُ غَيْرُ مَشْرُوعٍ (۲۵۱۴)وَلَا يُقِيمُ الْمَوْلَى الْحَدَّ عَلَى عَبْدِهِ إلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ حضور ﷺ نے حضرت غامدیہ کے لیے سینے تک گڑھا کھودوایا تھا، اور حضرت علیؓ نے حضرت شراحہ ہمدانیہ کے لیے گڑھا کھودوایا۔

تشریح: چونکہ رجم کرکے مار دینا ہے اس لیے عورت کا ستر نہ کھلے اس لیے گڑھا کھودے اور رجم کرے تو بہتر ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے کہ حضرت غامدیہ کو رجم کرتے وقت سینے تک گڑھا کھودا ہے۔ **قال فجاءت الغامدیۃ فقالت.... ثم امر بھا فحفر لھا الی صدرھا و امر الناس فرجموھا** (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ۶۶، نمبر ۱۶۹۵/ ۴۴۳۲/ ابو داؤد شریف، باب فی امرأۃ التی امر النبی ﷺ برجمھا من جھینۃ ص ۲۶۱، نمبر ۴۴۴۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو رجم کرتے وقت سینے تک گڑھا کھودا جائے تو بہتر ہے۔ (۲) صاحب ہدایہ کا عمل صحابی یہ ہے۔ **حدثنا عامر قال کان لشراحۃ زوج غائب بالشام... فجلدھا یوم الخمیس مأۃ و رجمھا یوم الجمعۃ و حفر لھا الی السرۃ و انا شاھد۔** (مسند احمد بن حنبل، مسند علی بن طالب، ج اول، ص ۱۹۴، نمبر ۹۸۱) اس عمل صحابی میں ہے کہ شراحہ کے لیے ناف تک گڑھا کھودا تھا۔

لغت: حفر: گڑھا کھودنا۔ ثدی: سینہ، پستان۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر گڑھا کھودوانا چھوڑ دیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا، اور عورت تو کپڑے میں چھپی ہوئی ہے، البتہ گڑھا کھودنا احسن ہے، کیوں کہ اس میں زیادہ ستر ہے، اور سینے تک گڑھا کھودے، اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۵۱۳) اور مرد کے لیے گڑھا نہ کھودے، کیوں کہ حضرت ماعز کے لیے حضور ﷺ نے گڑھا نہیں کھودا، اس لیے کہ مرد میں اس کی بنیاد تشہیر پر ہے، اور آدمی کا ہاتھ باندھنا اور مجرم کو پکڑے رہنا مشروع نہیں ہے۔

تشریح: مرد کے لیے تشہیر بہتر ہے، اور گڑھا نہ کھودنے میں تشہیر ہے، اس لیے مرد کو رجم کرتے وقت گڑھا نہ کھودے۔ اسی لیے حضرت ماعزؓ کے لیے گڑھا نہیں کھودا تھا۔

وجہ: ہاتھ نہ باندھا جائے، اس کے لیے یہ قول صحابی ہے۔ **فقال علی اجرب و دع یدیہ یتقی بھما۔** (مصنف عبد الرزاق، باب ھل ضرب النبی ﷺ بالسوط، ج سابع، ص ۲۹۶، نمبر ۱۳۵۸۸) اس قول صحابی میں ہے کہ ہاتھ کو روکنے کی لیے چھوڑ دو، جس سے معلوم ہوا کہ مجرم کو باندھا نہیں جائے گا، اور نہ اس کو پکڑا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۵۱۴) آقا اپنے غلام اور باندی پر حد قائم نہ کرے مگر امام کی اجازت سے۔

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهُ أَنْ يُقِيمَهُ لِأَنَّ لَهُ وِلَايَةً مُطْلَقَةً عَلَيْهِ كَالْإِمَامِ، بَلْ أَوْلَى لِأَنَّهُ يَمْلِكُ مِنْ التَّصَرُّفِ فِيهِ مَا لَا يَمْلِكُهُ الْإِمَامُ فَصَارَ كَالتَّعْزِيرِ. ۲؎ وَلَنَا قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – أَرْبَعٌ إلَى الْوُلَاةِ وَذَكَرَ مِنْهَا الْحُدُودَ ۳؎ وَلِأَنَّ الْحَدَّ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى لِأَنَّ الْمَقْصِدَ مِنْهَا إخْلَاءُ الْعَالَمِ عَنْ الْفَسَادِ، وَلِهَذَا لَا يَسْقُطُ بِإِسْقَاطِ الْعَبْدِ فَيَسْتَوْفِيهِ مَنْ هُوَ نَائِبٌ عَنْ الشَّرْعِ وَهُوَ الْإِمَامُ أَوْ نَائِبُهُ،

تشریح: غلام یا باندی نے زنا کیا تو آقا خود اس پر حد قائم نہیں کرسکتا۔ ہاں! امام سے رابطہ کرے وہ فیصلہ کرنے کے بعد آقا کو حد جاری کرنے کا حکم دے تو وہ حد جاری کرسکتا ہے ورنہ نہیں۔

وجہ: (۱) ہر آدمی حد جاری کرے گا تو زیادتی کرسکتا ہے اس لیے امام سوچ بچار کر حد جاری کرے گا (۲) قول تابعی میں ہے، جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ **عن الحسن قال اربع الی السلطان الصلوۃ و الزکوۃ و الحدود و القضاء۔** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸ من قال تدفع الزکوۃ الی السلطان ج ثانی ص ۳۸۵ نمبر ۱۰۱۸۹/ ۲۸۴۲۹) (۳) اور سنن بیہقی میں ہے۔ **حدثنا ابی الزناد عن ابیہ عن الفقہاء الذین ینتھی الی قولھم من اھل المدینۃ کانوا یقولون لا ینبغی لا حد ان یقیم شیئا من الحدود دون السطان** (سنن للبیھقی ۳۶ باب حد الرجل امتہ اذا زنت، جلد ثامن: ص ۴۲۸/ نمبر ۱۷۱۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قاضی حد قائم کرے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آقا کو حق ہے کہ وہ غلام پر حد قائم کرے، اس لیے کہ آقا کو غلام پر ولایت مطلقہ ہے جیسے امام کو ہے، بلکہ اقا کو امام سے زیادہ ولایت ہے، اس لیے کہ غلام میں بیچنے وغیرہ کا ایسا حق رکھتا ہے جس کا حق امام نہیں رکھتا، اس لیے حد تعزیر کی طرح ہوگئی۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا اپنے غلام اور اپنی باندی پر حد قائم کرسکتا ہے، کیوں کہ آقا کو امام سے زیدہ ولایت ہے، کیوں کہ آقا غلام کو بیچ سکتا ہے، جب کہ امام دوسرے کے غلام کو بیچ نہیں سکتا۔

وجہ: (۱) اس لیے کہ وہ مالک ہے۔ اور یہ اس کا مال ہے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ و زید بن خالد رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ سئل عن الامۃ اذا زنت و لم تحصن قال اذا زنت فاجلدوھا ثم ان زنت فاجلدوھا ثم ان زنت فاجلدوھا ثم بیعوھا و لو بضفیر** (بخاری شریف، باب اذا زنت الامۃ، ص ۱۰۱۱، نمبر ۶۸۳۷/ مسلم شریف، باب رجم الیھود اھل الذمۃ فی الزنا، ج ثانی، ص ۶۷ نمبر ۱۷۰۳/ ۴۴۴۴) اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آقا سے فرمایا کہ باندی پر حد قائم کرو اس لیے آقا خود حد قائم کرسکتا ہے (۳) عمل صحابیہ میں ہے۔ **ان فاطمۃ بنت رسول اللہ حدت جاریۃ لھا زنت** (سنن للبیھقی، باب حد الرجل امتہ اذا زنت جلد ثامن: ص ۴۲۷/ نمبر ۱۷۱۰۷/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۰ فی الرجل یزنی مملوکہ یقال علیہ الحدام لا؟ ۵/ ۴۸۸ نمبر ۲۸۲۶۹) اس اثر میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے خود اپنی باندی پر حد جاری کی جس سے معلوم ہوا کہ آقا اپنے غلام اور باندی پر حد قائم کرسکتا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزوں کی ذمہ داری والیوں پر ہے، اور ان میں سے حد کو ذکر کیا۔

وجہ: صاحب ہدایہ کا قول تابعی یہ ہے۔ **عن الحسن قال اربع الی السلطان الصلوۃ و الزکوۃ و الحدود و القضاء۔** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸ من قال تدفع الزکوۃ الی السلطان ج ثانی ص ۳۸۵ نمبر ۱۰۱۸۹/ ۲۸۴۲۹)

ترجمہ: ۳؎ اور اس لیے بھی کہ حد لگانا اللہ تعالی کا حق ہے، اس لیے کہ اس کا مقصد ہے دنیا کو فساد سے خالی کرنا، اسی لیے بندے کے

۴ بِخِلَافِ التَّعْزِيرِ لِأَنَّهُ حَقُّ الْعَبْدِ وَلِهَذَا يُعَزَّرُ الصَّبِيُّ، وَحَقُّ الشَّرْعِ مَوْضُوعٌ عَنْهُ. قَالَ (۲۵۱۵) وَإِحْصَانُ الرَّجُلِ أَنْ يَكُونَ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا قَدْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً نِكَاحًا صَحِيحًا وَدَخَلَ بِهَا وَهُمَا عَلَى صِفَةِ الْإِحْصَانِ

ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ہے، اس لیے جو شریعت کا نائب ہے وہ اس کو وصول کرے گا، یعنی امام یا اس کا نائب۔

تشریح: حد لگانا یہ اللہ تعالی کا حق ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ دنیا کو فساد سے خالی کرنا ہے اس لیے اس کو شریعت کا نائب یعنی امام یا اس کا نائب قائم کرے۔

ترجمہ: ۴ بخلاف تعزیر کے اس لیے کہ وہ بندے کا حق ہے، اسی لیے بچے کو بھی تنبیہ کر لیتے ہیں، حالانکہ بچے پر شریعت کا حق نہیں ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ کہ تعزیر کرنا ایک قسم کا تنبیہ کرنا ہے، چناں چہ بچے کو بھی تعزیر کی جا سکتی ہے حالانکہ وہ شریعت کا مکلف نہیں ہے۔ اس لیے آقا بھی اپنے غلام اور باندی کو تعزیر کر سکتا ہے۔

لغت: موضوع عنہ: وضع عنہ: اس سے ہٹا دینا، بچے کو شریعت کے خطاب سے ہٹا دیا گیا ہے۔

ترجمہ: (۲۵۱۵) رجم کا محصن ہونا یہ ہے کہ (۱) وہ آزاد ہو (۲) بالغ ہو (۳) عاقل ہو (۴) مسلمان ہو (۵) کسی عورت سے نکاح صحیح کیا ہو (۶) اور اس سے وطی کی ہو اس حال میں کہ دونوں احصان کی صفت پر ہوں۔

تشریح: زنا میں رجم کے لیے محصن ہونا ضروری ہے۔ اگر محصن نہیں ہے تو مجرم کو سو کوڑے لگیں گے۔ اور غلام یا باندی ہے تو پچاس کوڑے لگیں گے۔ اس لیے مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ چھ شرطیں پائی جائیں تب آدمی محصن ہوتا ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک نہ ہو تو محصن نہیں ہوگا۔ اس صورت میں اس کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ ہر ایک شرط کی دلیل یہ ہے۔

[۱] آزاد ہو۔ کیوں کہ غلام اور باندی محصن نہیں ہیں۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن ابی هریرة انه سمعه یقول قال النبی ﷺ اذا زنت الامة فتبین زناها فلیجلدها و لا یثرب ثم ان زنت فلیجلدها و لا یثرب** (بخاری شریف، باب لا یثرب علی الامة اذا زنت و لا تنفی ص ۱۰۱۱ نمبر ۶۸۳۹ رمسلم شریف، باب رجم الیهود اهل الذمة فی الزنی ص ۶۶ نمبر ۴۴۴۳/۱۷۰۳) اس حدیث میں باندی کو کوڑا مارنے کے لیے کہا رجم کے لیے نہیں کہا۔ جس سے معلوم ہوا کہ محصن کے لیے آزاد ہونا شرط ہے (۲) آیت میں ہے۔ **فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ** (آیت ۲۵ سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ باندی پر آدھی سزا ہے اور آدھی سزا رجم میں نہیں ہو سکتی کوڑے میں ہو سکتی ہے۔ اس سے بھی پتا چلا کہ باندی اور غلام محصن نہیں ہیں بلکہ آزاد ہونا محصن کی شرط ہے۔

[۲] (۱) بالغ۔

[۳] اور عاقل ہونے کی دلیل کئی مرتبہ حدیث گزر چکی ہے۔ **عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم و عن المجنون حتی یعقل** (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) (۲) حضرت ماعزؓ کی حدیث میں آپ ﷺ نے باضابطہ پوچھا ہے کہ کیا ماعز کو جنون تو نہیں ہے؟ لوگوں نے فرمایا نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لیے عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔ **دعاه النبی ﷺ ابک جنون؟ قال لا** (بخاری شریف، باب

لایرجم المجنون والمجنونۃ ص۱۰۰۶ نمبر ۶۸۱۵/ مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص۶۶ نمبر ۱۶۹۲/ ۴۴۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لیے عاقل بالغ ہونا ضروری ہے۔

[۴] محصن ہونے کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر** رضی اللہ عنہ **عن النبی** ﷺ **قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن** (دارقطنی، کتاب الحدود والدیات ج ثالث ص ۱۰۷ نمبر ۳۲۶۶/ سنن للبیہقی، باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن جلد ثامن: ص ۳۷۵ نمبر ۱۶۹۳۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے علاوہ محصن نہیں ہے اس لیے اگر وہ زنا کرے تو کوڑے لگائے جائیں گے۔ سنگسار نہیں کیا جائے گا۔

[۵] کسی عورت سے نکاح صحیح کیا ہو۔

تشریح: آدمی کسی عورت سے نکاح صحیح کر کے اس سے صحبت کی ہو تب وہ محصن ہوتا ہے۔ اگر نکاح نہیں کیا یا نکاح کیا لیکن ابھی صحبت نہیں کی تو وہ محصن نہیں ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ** ﷺ **لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ۔** (مسلم شریف، باب ما یباح بہ دم المسلم، ص ۵۹، نمبر ۱۶۷۶/ ۴۳۷۵) اس حدیث میں کہ وہ نکاح شدہ جو زنا کرنے والا ہو وہ قتل کا مستحق ہے۔ جس سے پتا چلا کہ محصن کے لیے نکاح ہونا ضروری ہے (۲) حدیث میں ہے کہ ملازم لڑکا نکاح شدہ نہیں تھا تو اس کو رجم نہیں کیا بلکہ سو کوڑے لگائے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **انہ سمع ابا ہریرۃ... وعلی ابنک جلد مائۃ وتغریب عام۔** (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۷/ ۴۴۳۵) اس حدیث میں لڑکا غیر شادی شدہ تھا اس لیے اس کو سو کوڑے لگائے رجم نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ محصن ہونے کے لیے شادی شدہ ہونا ضروری ہے (۳) اور نکاح صحیح ہو نکاح فاسد سے محصن نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **عن عطاء فی رجل تزوج بامرأۃ ثم دخل بھا فاذا ھی اختہ من الرضاعۃ قال لیس باحصان وقالہ معمر عن قتادۃ** (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یکون النکاح الفاسد احصانا جلد سابع: ص ۲۴۴، نمبر ۱۳۳۰۷) اس اثر میں رضاعی بہن سے شادی کی اور صحبت کی چونکہ یہ نکاح فاسد ہے اس لیے اس شادی اور صحبت سے آدمی محصن نہیں ہوا۔

[۶] دونوں کے احصان کی صفت پر صحبت کی ہو۔

وجہ: قول تابعی میں ہے۔ **عن عطاء قال الاحصان ان یجامعھا لیس دون ذلک احصان ولا یرجم حتی یشھدوا لرأیناہ یغیب فی ذلک منھا** (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یحصن الرجل ولم یدخل، ج سابع، ص ۲۴۰ نمبر ۱۳۳۴۱)۔ (۲) **عن جابر بن عبد اللہ یقول فی البکر ینکح ثم یزنی قبل ان یجمع مع امراتہ قال الجلد علیہ ولا یرجم** (مصنف عبد الرزاق، باب ھل یحصن الرجل ولم یدخل، ج سابع، ص ۲۴۰ نمبر ۱۳۳۴۲) ان دونوں قولوں سے معلوم ہوا کہ صحبت کرے تب محصن ہوگا صرف شادی کرنے سے محصن نہیں ہوگا۔

[۷] دونوں احصان کی صفت پر ہوں اس حال میں شادی کرے اور صحبت کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیہ، نصرانیہ اور

۱۔ فَالْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ شَرْطٌ لِأَهْلِيَّةِ الْعُقُوبَةِ إِذْ لَا خِطَابَ دُونَهُمَا، وَمَا وَرَاءَهُمَا يُشْتَرَطُ لِتَكَامُلِ الْجِنَايَةِ بِوَاسِطَةِ تَكَامُلِ النِّعْمَةِ إِذْ كُفْرَانُ النِّعْمَةِ يَتَغَلَّظُ عِنْدَ تَكَثُّرِهَا، وَهَذِهِ الْأَشْيَاءُ مِنْ جَلَائِلِ النِّعَمِ. وَقَدْ شُرِعَ الرَّجْمُ بِالزِّنَا عِنْدَ اسْتِجْمَاعِهَا فَيُنَاطُ بِهِ. ۲۔ بِخِلَافِ الشَّرَفِ وَالْعِلْمِ؛ لِأَنَّ الشَّرْعَ مَا وَرَدَ بِاعْتِبَارِهِمَا وَنَصْبُ الشَّرْعِ بِالرَّأْيِ مُتَعَذِّرٌ، وَلِأَنَّ الْحُرِّيَّةَ مُمْكِنَةٌ مِنَ النِّكَاحِ الصَّحِيحِ وَالنِّكَاحُ الصَّحِيحُ مُمْكِنٌ مِنَ الْوَطْءِ الْحَلَالِ، وَالْإِصَابَةُ شِبَعٌ بِالْحَلَالِ، وَالْإِسْلَامُ يُمَكِّنُهُ مِنْ نِكَاحِ الْمُسْلِمَةِ وَيُؤَكِّدُ اعْتِقَادَ الْحُرْمَةِ فَيَكُونُ الْكُلُّ

باندی سے شادی کرے تو محصن نہیں ہوگا۔ آزاد مسلمان عورت سے شادی کرے تب محصن ہوگا۔

وجه: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن کعب بن مالک انه اراد ان یتزوج یهودیة او نصرانیة فسأل رسول الله ﷺ فنهاه عنها و قال انها لا تحصنک۔** (دار قطنی، کتاب الحدود و الدیات ج ثالث ص ۱۰۸ نمبر ۳۲۶۸ / سنن للبیہقی، باب من قال من اشرک بالله فلیس بمحصن جلد ثامن: ص ۳۷۶ نمبر ۱۶۹۴۱) اس حدیث میں یہود یہ محصنہ نہیں ہے اس لیے اس سے شادی کرنے سے آدمی محصن نہیں ہوگا (۲) قول تابعی میں ہے۔ **عن عطاء قال لیس نکاح الامة باحصان** (مصنف عبد الرزاق، باب نکاح الامة لیس باحصان ج سابع ص ۲۴۱، نمبر ۱۳۳۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ باندی سے شادی کرے تو آدمی محصن نہیں ہوگا کیوں کہ وہ محصنہ نہیں ہے۔

ترجمه: ۱۔ عقل اور بالغ ہونا سزا کی اہلیت کے لیے شرط ہے اس لیے کہ عقل اور بالغ ہونے کے بغیر شریعت کا حکم اس پر جاری نہیں ہوتا۔ اور اس کے علاوہ جو چار شرطیں ہیں وہ جرم کو مکمل ہونے کے لیے ہیں نعمت مکمل ہونے کی وجہ سے، کیوں کہ نعمت زیادہ ہو پھر بھی اس کی ناشکری کرے تو گناہ سخت ہو جاتا ہے، اور یہ چیزیں بڑی نعمتیں ہیں۔ زنا کی وجہ سے رجم کو ان شرطوں کو جمع ہونے کے وقت مشروع کیا، اس لیے رجم ان شرطوں کے ساتھ متعلق ہوگا۔

تشریح: آدمی کا عاقل اور بالغ ہونا یہ حد جاری ہونے کے لیے بنیادی شرط ہیں، اس کے بغیر شریعت کا کوئی حکم اس پر جاری نہیں ہوتا، اور باقی جو چار شرطیں ہیں [۱] آزاد ہونا [۲] مسلمان ہونا [۳] عورت سے نکاح صحیح کرنا [۴] احصان کی صفت پر رہتے ہوئے بیوی سے صحبت کی ہو، یہ چار شرطیں اس لیے ہیں کہ نعمت مکمل ہو، کیوں کہ نعمت بہت زیادہ ہو پھر بھی آدمی گناہ کرے تو یہ گناہ سخت ہے اس لیے اس کی سزا بھی سخت ہوگی یعنی رجم کر دیا جائے گا۔

لغت: **اذا لا خطاب دونهما:** عقل اور بلوغ کے بغیر شریعت کا خطاب اس پر نہیں آتا، یعنی شریعت کا کوئی حکم اس پر نہیں آتا۔ **جلائل النعم:** بڑی نعمتیں ہیں۔ **استجماعهما:** ان شرطوں کے جمع ہوتے وقت رجم کا حکم لاگو ہوگا۔ **یناط به:** اس کے ساتھ ناطہ ہوگا، یعنی رجم کا حکم جاری ہوگا۔

ترجمه: ۲۔ بخلاف شرافت اور علم کے کیوں کہ شریعت ان چیزوں کے اعتبار کرنے کے بارے میں وارد نہیں ہوئی ہے، اور رائے کے ذریعہ شریعت کا حکم متعین کرنا متعذر رہے۔

تشریح: شریف ہونا اور علم کا ہونا ان دو صفتوں کو رجم کی بنیاد نہیں بنایا، اس لیے کہ شریعت نے ان دو صفتوں پر مدار نہیں رکھا، اور رائے سے ان صفتوں کو رجم کا مدار نہیں بنا سکتے۔

مَزْجَرَةً عَنْ الزِّنَا. وَالْجِنَايَةُ بَعْدَ تَوَفُّرِ الزَّوَاجِرِ أَغْلَظُ ٣ وَالشَّافِعِيُّ يُخَالِفُنَا فِي اشْتِرَاطِ الْإِسْلَامِ وَكَذَا أَبُو يُوسُفَ فِي رِوَايَةٍ لَهُمَا مَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – رَجَمَ يَهُودِيَّيْنِ قَدْ زَنَيَا ٤ قُلْنَا: كَانَ ذَلِكَ بِحُكْمِ التَّوْرَاةِ ثُمَّ نُسِخَ، يُؤَيِّدُهُ قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – مَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ.

ترجمہ: ٣ اور اس لیے کہ آزادگی سے صحیح نکاح کرنا ممکن ہے، اور صحیح نکاح سے حلال وطی ممکن ہے، اور دخول کرنا حلال سے سیری حاصل کرنا ہے، اور مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمہ عورت نکاح ممکن ہے، اور مسلمان ہونے کی وجہ سے زنا کی حرمت کا اعتقاد موکد ہوتا ہے، اس لیے یہ ساری شرطیں زنا سے روکنے والی ہے، اور روکنے والے چیز کے بہت زیادہ ہونے کے باوجود گناہ کرنا سخت گناہ ہے۔

تشریح: رجم کے لیے یہ چار شرطیں ہیں اس کی حکمت بیان کر رہے ہیں [۱] آزادگی کی شرط اس لیے لگائی کہ اس سے صحیح نکاح کر سکے [۲] اور صحیح نکاح کی شرط اس لگائی کہ اس سے حلال وطی ممکن ہو سکے [۳] اور وطی کر چکا ہو یہ شرط اس لائے لگائی کہ نعمت سے پورا فائدہ اٹھا چکا ہو [۴] اور اسلام ہونے کی شرط اس لگائی کہ اس کو اس گناہ کی عظمت کا اندازہ ہو، اور مسلمان عورت سے نکاح کر سکے، اب اتنی ساری نعمت موجود ہو پھر بھی گناہ کرے تو یہ گناہ عظیم ہے اس لیے اس کی سزا بھی عظیم ہوگی یعنی اب رجم کر دیا جائے گا۔

ترجمہ: ٣ امام شافعیؒ اسلام کی شرط کے بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اور امام ابو یوسفؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے دو یہودیوں کو زنا کی بنا پر رجم کیا ہے [جس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کو بھی رجم کیا جا سکتا ہے]

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حد لگنے کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم پر بھی حد لگ سکتی ہے، کیوں کہ حضور ﷺ نے ایک یہودی اور ایک یہودیہ کو بھی رجم کیا تھا۔

وجه: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال اتی رسول اللہ ﷺ بیہودی ویہودیة قد احدثا جمیعا فقال لھما تجدون فی کتابکم؟ قالوا ان احبارنا احدثو تحمیم الوجه و التجبیة قال عبداللہ بن سلام ادعھم یا رسول اللہ بالتورة فاتی بھا فوضع احدھم یدہ علی آیة الرجم و جعل یقرأ ما قبلھا و ما بعدھا فقال له ابن سلام ارفع یدک فاذا آیة الرجم تحت یدہ فامر بھما رسول اللہ ﷺ فرجما قال ابن عمر فرجما عند البلاط** (بخاری شریف، باب الرجم فی البلاط، ص ۱۰۰۷، نمبر ۶۸۱۹ / مسلم، باب رجم الیھود اھل الذمة فی الزنی ج ثانی ص ۶۷ نمبر ۱۶۹۹ / ۴۴۴۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودی کو رجم کیا جا سکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ محصن کے لیے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے۔

ترجمہ: ٤ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ تورات کے حکم پر عمل کرتے ہوئے تھا، بعد میں یہ بھی منسوخ ہو گیا، حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔

تشریح: ہمارا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو یہودی کو رجم کیا وہ تورات پر عمل کرتے ہوئے تھا، بعد میں وہ بھی منسوخ ہو گیا، اس لیے اب غیر مسلم کو رجم نہیں کیا جائے گا۔

وجه: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال من اشرک باللہ فلیس محصن۔** (دار قطنی، باب کتاب الحدود و الدیات و غیر ذالک، ج ثالث، ص ۱۰۷، نمبر ۳۲۶۶) اس حدیث میں ہے کہ شرک کیا ہو تو محصن نہیں ہے۔

۵ وَالْمُعْتَبَرُ فِي الدُّخُولِ إِيلَاجٌ فِي الْقُبُلِ عَلَى وَجْهٍ يُوجِبُ الْغُسْلَ. ٦ وَشَرْطُ صِفَةِ الْإِحْصَانِ فِيهِمَا عِنْدَ الدُّخُولِ، حَتَّى لَوْ دَخَلَ بِالْمَنْكُوحَةِ الْكَافِرَةِ أَوْ الْمَمْلُوكَةِ أَوْ الْمَجْنُونَةِ أَوْ الصَّبِيَّةِ لَا يَكُونُ مُحْصَنًا، ٧ وَكَذَا إِذَا كَانَ الزَّوْجُ مَوْصُوفًا بِإِحْدَى هَذِهِ الصِّفَاتِ وَهِيَ حُرَّةٌ مُسْلِمَةٌ عَاقِلَةٌ بَالِغَةٌ؛ لِأَنَّ النِّعْمَةَ بِذٰلِكَ لَا تَتَكَامَلُ إِذْ الطَّبْعُ يَنْفِرُ عَنْ صُحْبَةِ الْمَجْنُونَةِ، وَقَلَّمَا يَرْغَبُ فِي الصَّبِيَّةِ لِقِلَّةِ رَغْبَتِهَا فِيهِ وَفِي الْمَمْلُوكَةِ حَذَرًا عَنْ رِقِّ الْوَلَدِ وَلَا ائْتِلَافَ مَعَ الِاخْتِلَافِ فِي الدِّينِ. ٨ وَأَبُو يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يُخَالِفُهُمَا فِي الْكَافِرَةِ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا ذَكَرْنَاهُ وَقَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – لَا تُحْصِنُ الْمُسْلِمَ الْيَهُودِيَّةُ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ وَلَا الْحُرَّ الْأَمَةُ وَلَا الْحُرَّةَ الْعَبْدُ

ترجمہ: ۵ دخول کا مطلب یہ ہے کہ شرمگاہ میں اتنا داخل کرے کہ غسل واجب ہوجائے۔

تشریح: وطی کا اتنا درجہ کافی ہے کہ دخول سے غسل واجب ہو چکا ہو۔

ترجمہ: ٦ دخول کے وقت عورت اور مرد دونوں میں احصان کی صفت موجود ہو، یہی وجہ ہے کہ بیوی کافرہ ہو، یا باندی ہو، یا مجنون ہو، یا بچی ہو تو اس سے وطی کرنے سے محصن نہیں ہوگا۔

تشریح: وطی کے وقت مرد اور عورت دونوں احصان کی صفت پر ہو، یہی وجہ ہے کہ کافرہ، یعنی یہودیہ منکوحہ سے وطی کی تو آدمی محصن نہیں بنے گا۔ یا عورت کسی کی باندی ہو، یا مجنونہ ہو، یا بچی ہو اور اس سے وطی کی تو مرد محصن نہیں بنے گا۔

ترجمہ: ۷ اسی طرح اگر شوہر ان صفتوں سے متصف ہو تو چاہے عورت عاقلہ بالغہ ہو تو بھی شوہر محصن نہیں ہوگا، اس لیے کہ ان چیزوں سے نعمت مکمل ہوتی ہے، اس لیے کہ مجنونہ سے وطی کرنے سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے، اور بچی ہو تو اس کی جانب سے رغبت نہ ہونے کی وجہ سے مرد کو بھی رغبت نہیں ہوتی ہے، اور بیوی باندی ہو تو اپنی اولاد کو غلام نہ بنانے کے لیے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے، دونوں کا دین الگ الگ ہوں تو بھی الفت نہیں ہوتی۔

تشریح: عورت تو عاقلہ بالغہ ہے لیکن مرد یہودی ہے، یا کسی کا غلام ہے، یا مجنون ہے، یا بچہ ہے تو اس سے بھی محصن نہیں بنے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چاروں صفت ہوں تو نعمت مکمل ہوتی ہے، اور ان میں سے کسی کی کمی ہو تو نعمت عظیم نہیں ہوتی اس لیے اس پر رجم بھی نہیں ہوگا، مثلا مجنونہ ہو تو اس سے وطی کرنے سے جی گھبراتا ہے، بچی ہو تو چونکہ اس میں وطی کی رغبت نہیں ہوتی اس لیے اس سے بھی رغبت کے ساتھ وطی نہیں کرسکتا، باندی ہو تو اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ غلام ہوجائے گا، اس لیے اپنے بچے کو غلام بنانے سے بچانے کے لیے جی بھر کر صحبت نہیں کرسکتا، اور عورت مسلمان نہ ہو تو میاں بیوی میں اتنی محبت نہیں ہوتی، اب چونکہ اس نے نکاح سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا اس لیے اس پر رجم بھی نہیں ہوگا۔

لغت: رق: غلامیت۔ ایتلاف: الفت سے مشتق ہے، محبت ہونا۔

ترجمہ: ۸ امام ابو یوسفؒ کافرہ کے بارے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں [یعنی کافرہ سے وطی کی تب بھی محصن ہوجائے گا] اور ان پر حجت وہ دلیل ہے جو ہم نے ذکر کیا [کہ محبت نہیں ہوتی] اور حضور ﷺ کا قول یہودیہ اور نصرانیہ مسلمان کو محصن نہیں بناتی، اور نہ باندی

قَالَ (۲۵۱۶)وَلَا يُجْمَعُ فِي الْمُحْصَنِ بَيْنَ الرَّجْمِ وَالْجَلْدِ ۱؎ لِأَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – لَمْ يَجْمَعْ، وَلِأَنَّ الْجَلْدَ يَعْرَى عَنْ الْمَقْصُودِ مَعَ الرَّجْمِ؛ لِأَنَّ زَجْرَ غَيْرِهِ يَحْصُلُ بِالرَّجْمِ إذْ هُوَ فِي الْعُقُوبَةِ أَقْصَاهَا وَزَجْرُهُ

آزاد کو محصن بناتی ہے، اور نہ آزاد عورت غلام کو محصن بناتی ہے۔

تشریح: یہاں کافرہ سے یہودیہ اور نصرانیہ عورت مراد ہے، یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ مسلمان مرد نے یہودیہ یا نصرانیہ عورت سے نکاح کیا اور اس سے وطی کی تب بھی وہ محصن ہوجائے گا اور اس کو رجم کیا جائے گا۔

ہمارا جواب اوپر گزرا کہ مسلمان یہودیہ اور نصرانیہ عورت سے اتنی محبت نہیں کر پاتا، اس لیے نکاح کی نعمت کا فائدہ بہت نہیں اٹھایا اس لیے رجم نہیں کیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ قول تابعی ہے کہ یہودیہ اور نصرانیہ مسلمان مرد کو محصن نہیں بناتی، اس لیے رجم بھی نہیں کیا جائے گا ایسی صورت میں اس پر سو کوڑے لگیں گے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ (۱) عن ابراهيم قال لا يحصن الحر بيهودية و لا نصرانية و لا امة۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب الرجل يتزوج الامة فيفجر ماعليه، ج خامس، ص ۵۳۰، نمبر ۲۸۷۳۳) اس قول تابعی میں ہے کہ یہودیہ، نصرانیہ اور باندی والی بیوی سے آدمی محصن نہیں بنتا۔ (۲) عن الحسن انه كان يقول لا تحصن الامة الحر و لا العبد الحرة۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب الرجل يتزوج الامة فيفجر ماعليه، ج خامس، ص ۵۳۰، نمبر ۲۸۷۳۵) اس قول تابعی میں ہے کہ باندی آزاد مرد کو اور غلام آزاد عورت کو محصن نہیں بنا سکتے۔ (۳) عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ لا يحصن المشرك بالله شيئا۔ (دار قطنی، باب الحدود و الديات، ج ثالث، ص ۱۰۷، نمبر ۳۲۶۴) اس حدیث میں ہے کہ مشرک کسی کو محصن نہیں بنا سکتا۔

ترجمہ: (۲۵۱۶) محصن میں کوڑا اور رجم جمع نہیں کئے جائیں گے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ حضور ﷺ نے حضرت ماعزؓ، اور حضرت غامدیہؓ میں دونوں جمع نہیں کیا، اور اس لیے بھی کہ رجم کے ساتھ کوڑے لگائیں تو مقصد حاصل نہیں ہوگا، اس لیے کہ رجم سے تنبیہ ہوگئی، اس لیے کہ یہ آخری سزا ہے، اور مجرم کے مرنے کے بعد تنبیہ نہیں ہو سکے گی۔

تشریح: آدمی محصن ہو تو اس پر رجم ہے اب رجم سے پہلے کوڑا لگایا جائے یا نہیں؟ تو اس بارے میں یہ ہے کہ صرف رجم کیا جائے گا کوڑا نہیں لگایا جائے گا۔ رجم کے بعد کوڑا لگائے تو کیسے لگائے گا؟

وجہ: (۱) رجم کر کے مارنا ہی مقصود ہے تو اس سے پہلے کوڑا لگانے سے کیا فائدہ؟ (۲) حضرت ماعزؓ اور حضرت غامدیہؓ کو صرف رجم کیا گیا۔ اس سے پہلے کوڑا نہیں لگائے اس لیے صرف رجم کیا جائے گا۔

فائدہ: حضرت اسحاق فرماتے ہیں کہ محصن کو کوڑا بھی لگے گا اور رجم بھی ہوگا۔

وجہ: عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ خذوا عنى فقد جعل الله لهن سبيلا الثيب بالثيب جلد مائة ثم الرجم و البكر بالبكر جلد مائة و نفي سنة (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرجم علی الثیب ص ۲۶۴ نمبر ۱۴۳۴) اس حدیث میں ہے کہ محصن کو کوڑا بھی لگے گا اور رجم بھی ہوگا۔

لَا يَحْصُلُ بَعْدَ هَلَاكِهِ. قَالَ (۲۵۱۷) وَلَا يُجْمَعُ فِي الْبِكْرِ بَيْنَ الْجَلْدِ وَالنَّفْيِ ١؎ وَالشَّافِعِيُّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا حَدًّا لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَلِأَنَّ فِيهِ حَسْمَ بَابِ الزِّنَا لِقِلَّةِ الْمَعَارِفِ. ٢؎ وَلَنَا قَوْله تَعَالَى {فَاجْلِدُوا} جَعَلَ الْجَلْدَ كُلَّ الْمُوجَبِ رُجُوعًا إلَى حَرْفِ الْفَاءِ وَإِلَى كَوْنِهِ كُلَّ

ترجمہ: (۲۵۱۷) اور نہ جمع کرے کنوارے میں کوڑے اور جلاوطنی کو مگر یہ کہ امام اس میں مصلحت دیکھے تو جتنی مصلحت دیکھے اتنی جلا وطنی کرے۔

تشریح: کنوارا آدمی جس پر کوڑا لگنا ہے اس کو کوڑا لگانے کے ساتھ جلا وطن نہ کرے۔ البتہ امام مصلحت سمجھے تو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ دنوں کے لیے جلا وطن کر دے۔

وجہ: (۱) کنوارہ مرد، یا کنواری عورت زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے، اس کے لیے یہ آیت ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (آیت ۲، سورۃ النور ۲۴) (۲) حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو جلا وطن کیا وہ باہر جا کر نصرانی بن گیا تو فرمایا کہ اب کبھی کسی کو جلا وطن نہیں کروں گا۔ قول صحابی یہ ہے۔ ان ابا بکر بن امیۃ بن خلف غرب فی الخمر الی خیبر فلحق بھرقل قال فتنصر فقال عمر لا اغرب مسلما بعدہ ابدا، وعن ابراھیم ان علیا قال حسبھم من الفتنۃ ان ینفوا... وعن ابراھیم ان علیا قال حسبھم من الفتنۃ ان ینفوا (مصنف عبد الرزاق، باب النفی جلد سابع: ص ۲۴۸، نمبر ۱۳۳۸۵)
اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ پہلے جلا وطن کرتے تھے بعد میں حضرت عمرؓ نے منع فرمایا۔ ہاں مناسب سمجھے تو امام جلا وطن کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ١؎ امام شافعیؒ کوڑے مارنے اور جلا وطن کرنے کے درمیان حد کے طور پر جمع کرتے تھے، حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ کنوارے مرد نے کنواری عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس پر سو کوڑے بھی ہیں اور ایک سال کی جلا وطن بھی ہے۔ اور اس لیے کہ جہاں اس کو بھیجے گا وہاں تعارف نہیں ہوگا تو زنا نہیں ہو سکے اس لیے اس کے دروازے کو بند کرنا ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن زید بن خالد الجھنی قال سمعت النبی ﷺ یأمر فیمن زنی ولم یحصن جلد مائۃ وتغریب عام (بخاری شریف، باب البکر یجلدان وینفیان ص ۱۰۱۰ نمبر ۶۸۳۱/ مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی، ص ۶۶ نمبر ۱۶۹۷/ ۴۴۳۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک سال جلا وطن بھی کیا جائے گا۔ (۲) جب آدمی معاشرے سے دور ہوگا تو وہاں لوگوں سے تعارف نہیں ہوگا اس لیے زنا بھی نہیں کر پائے گا، تو شہر بدر کرنے سے زنا کے دروازے کو بند کرنا بھی ہے۔

لغت: بکر: کنوارہ مرد۔ تغریب: جلا وطن کرنا، النفی: جلا وطن کرنا۔ عام: ایک سال۔ حسم: منقطع کرنا، ختم کرنا۔

ترجمہ: ٢؎ ہماری دلیل اللہ تعالی کا قول فاجلدو [کہ سو کوڑے مارو] یہاں ف ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ سو کوڑے مارنا ہی پوری سزا ہے، یا یوں ک ہو کہ ف کے بعد جو ذکر ہے وہ پوری سزا ہے۔

تشریح: آیت میں الزانیۃ والزانی کے بعد فاجلدو میں، ف، ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سو کوڑے مارنا ہی پوری حد ہے، شہر بدر کرنا حد میں داخل نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ فاجلدو، کے بعد سو کوڑا یہ کل حد ہے جو مذکور ہے۔

وجہ: آیت یہ ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (آیت ۲، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں

الْمَذْكُورِ، ٣ وَلِأَنَّ فِي التَّغْرِيبِ فَتْحَ بَابِ الزِّنَا لِانْعِدَامِ الِاسْتِحْيَاءِ مِنْ الْعَشِيرَةِ ثُمَّ فِيهِ قَطْعُ مَوَادِّ الْبَقَاءِ، فَرُبَّمَا تَتَّخِذُ زِنَاهَا مَكْسَبَةً وَهُوَ مِنْ أَقْبَحِ وُجُوهِ الزِّنَا، وَهَذِهِ الْجِهَةُ مُرَجَّحَةٌ لِقَوْلِ عَلِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ –: كَفَى بِالنَّفْيِ فِتْنَةً، ٤ وَالْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ كَشَطْرِهِ، وَهُوَ قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَرَجْمٌ بِالْحِجَارَةِ» وَقَدْ عُرِفَ طَرِيقُهُ فِي مَوْضِعِهِ. قَالَ (٢٥١٨)إلَّا أَنْ يَرَى الْإِمَامُ فِي ذَلِكَ مَصْلَحَةً فَيُغَرِّبَهُ عَلَى قَدْرِ مَا يَرَى ١ وَذَلِكَ تَعْزِيرٌ وَسِيَاسَةٌ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يُفِيدُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ فَيَكُونُ الرَّأْيُ فِيهِ إلَى الْإِمَامِ، وَعَلَيْهِ يُحْمَلُ النَّفْيُ الْمَرْوِيُّ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ

صرف سوکوڑے کا ذکر ہے۔

ترجمہ: ٣ اور اس لیے کہ شہر بدر کرنے میں زنا کے دروازے کو کھولنا ہے، اس لیے اس صورت میں خاندان کی حیا ختم ہو جاتی ہے [اس لیے تو زانی جو چاہے گا کرے گا]، پھر کھانے پینے کی چیز اس کو نہیں ملے گی تو ہو سکتا ہے کہ عورت زنا کاری ہی کو کمانے کا ذریعہ بنالے، اور یہ زنا کا بہت برا طریقہ ہوگا، اس لیے شہر بدر نہ کرنے کو ترجیح ہوگی، چناں چہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شہر بدر کرنا فتنہ کے لیے کافی ہے۔

تشریح: حضرت امام شافعی کی دلیل میں تھی کہ معاشرے سے الگ رہے گا تو زنا کم ہوگا، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ معاشرے سے دور رہے گا تو خاندان کا ڈر کم ہو جائے گا تو اور بھی زنا کرنے کا خوف ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کھانے پینے کی چیز نہ ہو تو عورت زنا کو کھانے پینے کا ذریعہ ہی نہ بنالے، اس لیے شہر بدر کرنا فتنے کا دروازہ کھولنا ہے، چناں چہ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ شہر بدر کرنا فتنہ ہے۔

وجہ: حضرت علی کا قول یہ ہے۔ **وعن ابراهيم ان عليا قال حسبهم من الفتنة ان ينفوا** (مصنف عبد الرزاق، باب النفی جلد سابع: ص ۲۴۸، نمبر ۱۳۳۸۵)

ترجمہ: ٤ اور جو حدیث پیش کی گئی اس کا ایک حصہ منسوخ ہے، اور وہ ہے حضور ﷺ کا قول نکاح کیا ہوا مرد نکاح کی ہوئی عورت سے زنا کرے تو سوکوڑے بھی لگاؤ اور پتھر سے رجم بھی کرو، اور اس حدیث کے منسوخ ہونے کا طریقہ اپنی جگہ پر مذکور ہے۔

تشریح: حضرت امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا ایک حصہ آپ کے یہاں بھی منسوخ ہو گیا ہے، یعنی محصن کو صرف رجم کیا جائے گا اس کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے، اسی طرح اس حدیث کا یہ حصہ کہ اس کو جلا وطن کیا جائے یہ بھی آیت کی وجہ سے منسوخ ہوگا۔

وجہ: امام شافعی والی حدیث یہ ہے جس کا ایک حصہ منسوخ ہے۔ **عن عبادة بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ خذوا عني خذوا عني فقد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مأة و نفي سنة و الثيب بالثيب جلد مأة و الرجم۔** (مسلم شریف، باب حد الزنی، ص ۷۴۹، نمبر ۱۶۹۰/ ۴۴۱۴) اس حدیث میں یہ کہ محصن کو رجم بھی کیا جائے اور سوکوڑے بھی لگائے جائیں۔ اس میں جلد مأۃ کا حصہ منسوخ ہے۔

ترجمہ: (۲۵۱۸) مگر یہ کہ امام اس میں مصلحت دیکھے تو جتنا مناسب سمجھے اتنی دیر کے لیے جلا وطن کر دے۔

ترجمہ: ١ اور یہ تعزیر سیاسۃ ہے اس لیے کہ بعض وقت یہ فائدہ مند ہوتا ہے اور بعض وقت یہ فائدہ مند نہیں ہوتا، اس لیے امام کی رائے

(۲۵۱۹)وَإِذَا زَنَى الْمَرِيضُ وَحَدُّهُ الرَّجْمُ رُجِمَ؛ ل لِأَنَّ الْإِتْلَافَ مُسْتَحَقٌّ فَلَا يَمْتَنِعُ بِسَبَبِ الْمَرَضِ (۲۵۲۰)وَإِنْ كَانَ حَدُّهُ الْجَلْدَ لَمْ يُجْلَدْ حَتَّى يَبْرَأَ ل كَيْلَا يُفْضِيَ إِلَى الْهَلَاكِ وَلِهَذَا لَا يُقَامُ الْقَطْعُ عِنْدَ شِدَّةِ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ (۲۵۲۱)وَإِنْ زَنَتْ الْحَامِلُ لَمْ تُحَدَّ حَتَّى تَضَعَ حَمْلَهَا ل كَيْلَا يُؤَدِّيَ إِلَى هَلَاكِ الْوَلَدِ

پر چھوڑ دیا جائے، اور بعض صحابہ سے جو جلا وطن کرنا منقول ہے وہ اسی سیاست پر محمول ہے۔

تشریح: یہ جلا وطن کرنا حد کے طور پر نہیں ہے بلکہ سیاست کے طور پر ہے اس لیے امام مصلحت سمجھے تو جلا وطن کرے اور مصلحت نہ سمجھے تو جلا وطن نہ کرے، اور بعض صحابہ نے جلا وطن کیا تھا وہ سیاست کے طور پر ہی تھا حد کے طور پر نہیں تھا۔

وجہ: (۱) ان علیا نفی من الکوفة الی البصرة۔ (مصنف عبد الرزاق، باب النفی، ج سابع، ص ۲۴۸، نمبر ۱۳۳۸۸) (۲)۔ ان ابن عمر نفی الی فدک۔ (مصنف عبد الرزاق، باب النفی، ج سابع، ص ۲۴۸، نمبر ۱۳۳۸۸) اس عمل صحابی میں ہے کہ بصرہ اور فدک تک جلا وطن کیا۔ یہ سیاست کے طور پر تھا۔

ترجمہ: (۲۵۱۹) بیمار نے زنا کیا اور اس کی حد رجم ہو تو رجم کیا جائے گا۔

ترجمہ: ل اس لیے کہ وہ ہلاک کرنے کا مستحق ہے اس لیے مرض کے سبب سے نہیں رکے گا۔

وجہ: رجم کر کے مارنا ہی مقصود ہے اس لیے بیمار ہو یا غیر بیمار ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے تندرست ہونے تک انتظار نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۵۲۰) اور اگر اس کی حد کوڑا لگانا ہو تو کوڑے نہ لگائے جائیں یہاں تک کہ اچھا ہو جائے۔

ترجمہ: ل تا کہ مجرم ہلاک نہ ہو جائے، اسی لیے سخت گرمی یا سخت سردی میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح: اگر حد کوڑے لگانا ہو تو بیمار آدمی کو ابھی کوڑے نہ لگائیں تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائیں۔

وجہ: (۱) تا کہ زیادہ بیمار نہ ہو جائے (۲) حدیث میں ہے کہ نفساء باندی پر کوڑے لگانا تھا تو نفاس ختم ہونے تک تاخیر کی تا کہ زیادہ بیمار نہ ہو جائے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن ابی عبد الرحمن... فان امة لرسول الله ﷺ زنت فامرنی ان اجلدها فاذا هی حديث عهد بنفاس فخشيت ان انا جلدتها ان اقتلها فذكرت ذلك للنبی ﷺ فقال احسنت۔** (مسلم شریف، باب تاخیر الحد عن النفساء، ص ۶۷، نمبر ۱۷۰۵/۴۴۵۰ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی اقامة الحد علی الاماء، ص ۲۶۶، نمبر ۱۴۴۱) اس حدیث میں عورت نفاس میں تھی تو اس کو تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائے۔

لغت: یبرأ: تندرست ہو جائے، ٹھیک ہو جائے۔

ترجمہ: (۲۵۲۱) اگر حاملہ عورت نے زنا کرایا تو حد نہیں لگائی جائے گی یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے۔

ترجمہ: ل تا کہ بچہ ہلاک نہ ہو جائے، حالانکہ وہ محترم جان ہے۔

تشریح: زنا کرانے کی وجہ سے حاملہ ہوگئی ہے یا حمل کی حالت میں زنا کرایا دونوں صورتوں میں بچہ پیدا ہو جائے اور بچے کی پرورش کا انتظام ہو جائے تب عورت رجم کی جائے گی۔

وَهُوَ نَفْسٌ مُحْتَرَمَةٌ (۲۵۲۲)وَإِنْ كَانَ حَدُّهَا الْجَلْدَ لَمْ تُجْلَدْ حَتَّى تَتَعَالَى مِنْ نِفَاسِهَا ۱ أَيْ تَرْتَفِعَ يُرِيدُ بِهِ تَخْرُجُ مِنْهُ؛ لِأَنَّ النِّفَاسَ نَوْعُ مَرَضٍ فَيُؤَخَّرُ إِلَى زَمَانِ الْبُرْءِ. ۲ بِخِلَافِ الرَّجْمِ؛ لِأَنَّ التَّأْخِيرَ لِأَجْلِ الْوَلَدِ وَقَدْ

وجه: اگر حمل کی حالت میں رجم کر دیں تو بچے کی موت واقع ہوگی اور بچے کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ اس لیے حمل کی حالت میں رجم نہیں کی جائے گی (۲) حضرت غامدیہ حاملہ تھی تو حضور ﷺ نے وضع حمل کے بعد بچے کی پرورش کا انتظام ہوا تب اس کو رجم کیا۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ قال ثم جاءته امرأة من غامد من الازد فقالت یا رسول اللہ طهرنی... فاتی النبی ﷺ فقال قد وضعت الغامدیة فقال اذا لا نرجمها وندع ولدها صغیرة لیس له من یرضعه فقام رجل من الانصار فقال الی رضاعه یا نبی اللہ! قال فرجمها (مسلم شریف، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، ص ۶۶، نمبر ۱۶۹۵/۴۴۳۱/ابوداؤد شریف، باب فی المرأة التی النبی ﷺ برجمها من جنیهة، ص ۲۶۱، نمبر ۴۴۴۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاملہ عورت وضع حمل کر دے اور بچے کی پرورش کا انتظام ہو جائے تب رجم کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۲۵۲۲) اور اس کی حد کوڑے ہوں تو یہاں تک کہ نفاس سے پاک ہو جائے۔

ترجمہ: ۱ یعنی نفاس ختم ہو جائے، یعنی نفاس سے نکل جائے، اس لیے کہ نفاس بھی ایک قسم کا مرض ہے اس لیے اس سے ٹھیک ہونے کے زمانے تک تاخیر کی جائے گی۔

تشریح: اگر حاملہ عورت پر کوڑا لگنا ہو تو چونکہ اس میں انسان کو مارنا نہیں ہے اس لیے بچے کی پرورش کے انتظام تک انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بچہ پیدا ہو جائے اور عورت نفاس سے پاک ہو جائے تب کوڑے لگائے جائیں۔

وجہ: (۱) تاکہ بچے کو نقصان نہ ہو اور بچے کی موت واقع نہ ہو۔ نیز عورت نفاس میں ہے تو گویا کہ ایک مرض میں ہے اس لیے مرض سے تندرست ہو جائے تب کوڑے لگائے جائیں گے (۲) اوپر حدیث گزری کہ نفاس کے بعد کوڑے لگائے گئے۔ فان امة لرسول اللہ زنت فامرنی ان اجلدها فاذا هی حدیث عهد بنفاس فخشیت ان انا جلدتها ان اقتلها فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال احسنت۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ اترکها حتی تماثل (مسلم شریف، باب تاخیر الحد عن النفساء ص ۶۷ نمبر ۱۷۰۵/۴۴۵۰/ابوداؤد شریف، باب فی اقمة الحد علی المریض، ص ۲۶۲، نمبر ۴۴۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس والی عورت کا نفاس ختم ہو جائے تب کوڑے لگیں گے۔

لغت: تتعالی: بلند ہو جائے، نفاس سے باہر ہو جائے۔

ترجمہ: ۲ بخلاف رجم کے اس لیے کہ بچے کی وجہ سے تاخیر ہے اور بچہ پیدا ہو چکا ہے اس لیے اب رجم کر دیا جائے گا [اب اس کے نفاس ختم ہونے تک تاخیر نہیں کی جائے گی]

تشریح: حاملہ عورت کو رجم کرنا ہو تو بچہ پیدا ہونے کے فورا بعد رجم کیا جا سکتا ہے۔

وجہ: اس لیے کہ نفاس کی حالت میں رجم کرنا جائز ہے، اور یہاں جو تاخیر کی گئی ہے وہ بچے کی پیدائش کی وجہ سے ہے اور بچہ پیدا ہو چکا ہے اس لیے اب فورا رجم کیا جا سکتا ہے۔

انْفَصَلَ ۳ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّهُ يُؤَخَّرُ إلَى أَنْ يَسْتَغْنِيَ وَلَدُهَا عَنْهَا إذَا لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ يَقُومُ بِتَرْبِيَتِهِ؛ لِأَنَّ فِي التَّأْخِيرِ صِيَانَةَ الْوَلَدِ عَنْ الضَّيَاعِ، وَقَدْ رُوِيَ أَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – قَالَ لِلْغَامِدِيَّةِ بَعْدَمَا وَضَعَتْ ارْجِعِي حَتَّى يَسْتَغْنِيَ وَلَدُك ۴ ثُمَّ الْحُبْلَى تُحْبَسُ إلَى أَنْ تَلِدَ إنْ كَانَ الْحَدُّ ثَابِتًا بِالْبَيِّنَةِ كَيْ لَا تَهْرُبَ، بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ؛ لِأَنَّ الرُّجُوعَ عَنْهُ عَامِلٌ فَلَا يُفِيدُ الْحَبْسُ. وَاللّٰهُ أعلم.

ترجمہ: ۳ امام ابوحنیفہؒ کی ایک رائے یہ ہے کہ جب تک بچہ ماں سے بے نیاز نہ ہوجائے اس وقت تاخیر کی جائے گی اگر اس کی پرورش کرنے والا کوئی نہ ہو، اس لیے کہ تاخیر کرنے میں بچے کو ضائع ہونے سے بچانا ہے، چناں چہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بچہ پیدا ہونے کے بعد حضرت غامدیہ سے فرمایا تھا کہ لوٹ جاو جب تک کہ تمہارا بچہ تم سے بے نیاز نہ ہوجائے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر بچے کی پرورش کرنے والا کوئی نہ ہوتو پرورش سے بے نیاز ہونے تک رجم مؤخر کیا جائے گا تا کہ بچہ ضائع نہ ہوجائے۔

وجہ: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **قال فجأت الغامدية فقالت... قال اما لا فاذهبى حتى تلدى قال فلما ولدت أتته بالصبى فى خرقة قالت هذا قد ولدته قال اذهبى فأرضعيه حتى تفطمه فلما فطمته أتته بالصبى فى يده كسرة خبز فقالت هذا يانبى الله !قد فطمته و قد أكل الطعام فدفع الصبى الى رجل من المسلمين ثم امر بها فحفر لها الى صدرها و امر الناس فرجموها۔** (مسلم شریف، باب من اعترف على نفسه بالزنى، ص ٦٦، نمبر ۱۶۹۵/ ۴۴۳۲/ ابوداؤد شریف، باب فى المرأة التى النبى ﷺ برجمها من جنيهة، ص ۶۱ ۲، نمبر ۴۴۴۲) اس حدیث میں بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے کھانا چھوڑنے تک رجم کو مؤخر کیا گیا۔

ترجمہ: ۴ پھر اگر حاملہ ہے اور گواہوں سے حد ثابت ہوئی ہے تو عورت کو محبوس کرلے تا کہ بھاگ نہ جائے، بخلاف اقرار کے کیوں کہ اس کو رجوع کرنے کا حق ہے تو حبس کرنے سے فائدہ نہیں ہے۔

تشریح: اگر گواہوں کے ذریعہ زنا ثابت ہوئی ہے اور عورت حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے تک اس کو محبوس کیا جائے گا تا کہ وہ کہیں بھاگ نہ جائے، اور اگر اس نے اقرار کیا جس سے زنا ثابت ہوئی ہے تو اس کو محبوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ اس کو یہ بھی حق ہے کہ زنا سے رجوع کرجائے، اور اپنے اوپر سے حد کو دفع کردے اس لیے اس کو محبوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔



بَابُ الْوَطْءِ الَّذِي يُوجِبُ الْحَدَّ وَالَّذِي لَا يُوجِبُهُ

قَالَ لے الْوَطْءُ الْمُوجِبُ لِلْحَدِّ هُوَ الزِّنَا وَإِنَّهُ فِي عُرْفِ الشَّرْعِ وَاللِّسَانِ: وَطْءُ الرَّجُلِ الْمَرْأَةَ فِي الْقُبُلِ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ، وَشُبْهَةِ الْمِلْكِ لِأَنَّهُ فِعْلٌ مَحْظُورٌ،

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه

ضروری نوٹ: ملک نکاح نہ ہو، اور ملک رقبہ بھی نہ ہو، اور ملک رقبہ کا شبہ بھی نہ ہو، ایسے فرج میں وطی کرلے تو اس کو زنا کہتے ہیں، اس پر حد لازم ہوتی ہے، لیکن اگر نکاح ہو، یا ملک رقبہ ہو، یا ملک رقبہ کا شبہ ہوا اور وطی کرلیا تو حد ساقط ہوجاتی ہے۔

آگے یہ فرماتے ہیں کہ شبہ کی دو قسمیں ہیں [۱] محل میں شبہ [۲] فعل میں شبہ [۱] شبہۃ المحل: شبہۃ المحل کا مطلب یہ ہے کہ باندی میں مالک ہونے کا شبہ ہے، اس لیے حرام سمجھتے ہوئے بھی وطی کرے گا تو حد ساقط ہوجائے گی، کیوں کہ شبہ موجود ہے۔

مثلا بیٹے کی باندی سے وطی کرلی تو چاہے حرام سمجھتے ہوئے وطی کرلی پھر بھی حد ساقط ہوجائے گی، کیوں کہ ملکیت کا شبہ موجود ہے

وجہ: حدیث میں ہے۔ **عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ... انت و مالک لو الدک ان او لادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم** (ابوداؤدشریف، باب الرجل یأکل من مال ولدہ ج ثانی ص ۱۴۱ نمبر ۳۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کی باندی میں ملکیت کا شبہ ہے اس لیے اس سے وطی کرنے سے حد ساقط ہوجائے گی۔

[۲] فعل میں شبہ۔ اس کو شبہۃ اشتباہ، کہتے ہیں، اس میں ملکیت کا شبہ نہیں ہوتا بلکہ شبہۃ الشبہ ہے، اس میں حلال سمجھتے ہوئے وطی کی تو حد ساقط ہوجائے گی۔ اور حرام سمجھتے ہوئے وطی کی ت حد لگ جائے گی۔

مثلا باپ کی باندی کو بیٹے کی باندی نہیں کہتے ہیں، لیکن توسع کے طور پر بیٹا باپ کی چیز کو استعمال کرتا ہے، اس لیے اس کو شبہ ہوگیا کہ باپ کی باندی بھی اس کی ہوگئی، اب باپ کی باندی سے وطی کرلی تو اپنی باندی ہونے کے شبہ میں حد ساقط ہوجائے گی لیکن اگر بیٹے نے یہ کہا کہ میرا گمان یہ تھا کہ یہ حرام ہے پھر بھی وطی کرلی تو حد لگ جائے گی۔

وجہ: (۱) **عن عقبۃ بن عامر قالوا اذا اشتبہ علیک الحدفادرأہ**۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی درء الحدود بالشبہات، ج خامس، ص ۵۰۷، نمبر ۲۸۴۸۵) (۲) **عن الزہری قال ادفعوا الحدود بکل شبہۃ**۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی درء الحدود بالشبہات، ج خامس، ص ۵۰۷، نمبر ۲۸۴۸۸) اس قول صحابی، اور قول تابعی میں ہے کہ شبہ ہوجائے تو حد ٹال دو۔ (۳) **عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ ادرء وا الحدود عن المسلمین ما استطعتم** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود ص ۲۶۳ نمبر ۱۴۲۴/ دار القطنی، باب کتاب الحدود و الدیات، ج ثالث، ص ۶۸، نمبر ۳۰۷۵) اس حدیث میں ہے کہ جتنا ہوسکے حد کو ٹالو۔

نوٹ: صاحب ہدایہ نے یہاں لمبی بحث کی ہے اس کو غور سے سمجھیں۔

ترجمہ: لے مصنف فرماتے ہیں کہ جو وطی حد کو واجب کرتی ہے اس کو زنا کہتے ہیں، اور شریعت اور لغت میں زنا یہ ہے کہ ایسے فرج میں وطی کرے جس میں ملکیت بھی نہ ہو اور ملکیت کا شبہ بھی نہ ہو، اس لیے کہ یہ گناہ کا فعل ہے۔

تشریح: یہ زنا کی تعریف ہے، کہ نہ ملک نکاح ہو اور نہ ملک رقبہ ہو اور نہ ملک رقبہ کا شبہ ہو ایسے فرج میں وطی کرے اس کو زنا کہتے

۲ وَالْحُرْمَةُ عَلَى الْإِطْلَاقِ عِنْدَ التَّعَرِّي عَنْ الْمِلْكِ وَشُبْهَتِهِ،يُؤَيِّدُ ذٰلِكَ قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – ادْرَءُوا الْحُدُودَ بِالشُّبُهَاتِ ۳ ثُمَّ الشُّبْهَةُ نَوْعَانِ: شُبْهَةٌ فِي الْفِعْلِ وَتُسَمَّى شُبْهَةَ اشْتِبَاهٍ، وَشُبْهَةٌ فِي الْمَحَلِّ وَتُسَمَّى شُبْهَةً حُكْمِيَّةً. ۴ فَالْأُولَى تَتَحَقَّقُ فِي حَقِّ مَنْ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّ مَعْنَاهُ أَنْ يُظَنَّ غَيْرُ الدَّلِيلِ دَلِيلًا وَلَا بُدَّ مِنْ الظَّنِّ لِيَتَحَقَّقَ الِاشْتِبَاهُ. ۵ وَالثَّانِيَةُ تَتَحَقَّقُ بِقِيَامِ الدَّلِيلِ النَّافِي لِلْحُرْمَةِ فِي ذَاتِهِ وَلَا تَتَوَقَّفُ عَلَى ظَنِّ الْجَانِي وَاعْتِقَادِهِ. ۶ وَالْحَدُّ يَسْقُطُ بِالنَّوْعَيْنِ لِإِطْلَاقِ الْحَدِيثِ. ۷ وَالنَّسَبُ يَثْبُتُ فِي الثَّانِيَةِ إذَا ادَّعَى الْوَلَدَ، وَلَا يَثْبُتُ فِي الْأُولَى وَإِنْ ادَّعَاهُ لِأَنَّ الْفِعْلَ تَمَحَّضَ زِنًا فِي الْأُولَى؛ وَإِنْ سَقَطَ الْحَدُّ لِأَمْرٍ

ہیں۔ آگے ملک کا شبہ نہ ہو اس کی ساری تفصیل ہے۔

ترجمہ: ۲ اور مطلق حرمت اس وقت ہے جب کہ ملک سے بھی خالی ہو اور ملک کے شبہ سے بھی خالی ہو، کیوں کہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ شبہ ملک سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔ حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، کہ شبہ ہو تب بھی حد کو ٹال دو۔

تشریح: ملک اور شبہ ملک سے خالی ہو تب جا کر حرمت کاملہ ہوگی اور حد لگے گی، کیوں کہ ملکیت کا شبہ ہو تب بھی حد ساقط ہو جاتی ہے۔

وجہ: اس کے لیے قول تابعی یہ ہے۔ عن الزهری قال ادفعوا الحدود بكل شبهة۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی درء الحدود بالشبہات، ج خامس، ص ۵۰۷، نمبر ۲۸۴۸۸) اس قول تابعی میں ہے کہ شبہ سے حد کو ٹال دو۔

ترجمہ: ۳ شبہ کی دو قسمیں ہیں [۱] فعل میں شبہ، جس کو شبہ اشتباہ، کہتے ہیں [۲] اور دوسرا ہے شبہۃ فی المحل، اس کو شبہ حکمیہ کہتے ہیں۔

تشریح: شبہ کی دو قسمیں ہیں، [۱] فعل میں شبہ، اس کا دوسرا نام، شبہ اشتباہ ہے۔ [۲] اور دوسرا ہے محل میں شبہ، اس کو سبیہ حکمیہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۴ پہلا یعنی شبہۃ الفعل، اس وقت ہوگا جب مجرم پر مشتبہ ہو جائے، کیوں کہ وہ غیر دلیل کو دلیل سمجھتا ہے، اشتباہ کو ثابت کرنے کے لیے اس کا یہ گمان ہونا ضروری ہے کہ [میں اس کو حلال سمجھتا تھا]

تشریح: اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حقیقت میں ملکیت کی دلیل نہیں ہے لیکن مجرم اس کو ملکیت کی دلیل سمجھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ کہے کہ میں اس عورت کو حلال سمجھتا تھا تب حد ساقط ہوگی، اور اگر کہے کہ میں اس کو حرام سمجھتا تھا تو حد لگ جائے گی، کیوں کہ حقیقت میں حلال ہونے کی دلیل نہیں ہے، اس کو شبہۃ الفعل، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۵ اور دوسرا شبہۃ المحل ہے اس میں حرمت کی نفی کرنے والی دلیل موجود ہوتی ہے، اور مجرم کے گمان، اور اس کے اعتقاد پر موقوف نہیں رہتا۔

تشریح: اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ شبہۃ المحل، میں خود عورت میں ملکیت کا شبہ موجود ہے، چاہے مجرم حلال کا گمان کرے یا نہ کرے، یہی وجہ ہے کہ مجرم حرام ہونے گمان کرے تب بھی حد نہیں لگے گی، کیوں کہ اس میں ملکیت کا شبہ موجود ہے۔

ترجمہ: ۶ حد دونوں شبہ سے ساقط ہو جائے گی، کیوں کہ حدیث میں مطلق شبہ سے حد ساقط کرنے کا حکم ہے۔

تشریح: قول تابعی میں تھا کہ شبہ سے حد ٹال دو، اس لیے چاہے شبۃ الفعل ہو، شبہۃ المحل ہو دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۷ نسب شبہۃ المحل سے ثابت ہوگا اگر وہ بچہ ہونے کا دعوی کرے، اور پہلا [یعنی شبہۃ الفعل سے] ثابت نہیں ہوگا چاہے اپنا

رَاجِعٍ إِلَيْهِ وَهُوَ اشْتِبَاهُ الْأَمْرِ عَلَيْهِ وَلَمْ يَتَمَحَّضْ فِي الثَّانِيَةِ ۸ فَشُبْهَةُ الْفِعْلِ فِي ثَمَانِيَةِ مَوَاضِعَ: جَارِيَةُ أَبِيهِ وَأُمِّهُ وَزَوْجَتُهُ، وَالْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَبَائِنًا بِالطَّلَاقِ عَلَى مَالٍ وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَأُمُّ وَلَدٍ أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَهِيَ فِي الْعِدَّةِ، وَجَارِيَةُ الْمَوْلَى فِي حَقِّ الْعَبْدِ، وَالْجَارِيَةُ الْمَرْهُونَةُ فِي حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الْحُدُودِ. فَفِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ لَا حَدَّ عَلَيْهِ إِذَا قَالَ: ظَنَنْت أَنَّهَا تَحِلُّ لِي. وَلَوْ قَالَ عَلِمْت أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ وَجَبَ الْحَدُّ. ۹ وَالشُّبْهَةُ فِي الْمَحَلِّ فِي سِتَّةِ مَوَاضِعَ: جَارِيَةُ ابْنِهِ، وَالْمُطَلَّقَةُ طَلَاقًا بَائِنًا بِالْكِنَايَاتِ،

بچہ ہونے کا دعوی کرے، اس لیے کہ یہ خالص زنا ہے، اور حد تو اس لیے ساقط ہوئی ہے کہ زانی کا گمان ہے کہ یہ عورت میرے لیے حلال ہے، اور دوسرے [یعنی شبہۃ المحل] خالص زنا نہیں ہے۔

تشریح: ایسی عورت ہو جس میں شبہۃ الفعل ہے اس سے زنا کرلیا اور بچہ پیدا ہو گیا، اور زانی نے اپنا بچہ ہونے کا دعوی کیا تب بھی بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ خالص زنا ہے، باقی رہا کہ حد ساقط ہو گئی تو یہ اس لیے ہے کہ زانی کا گمان تھا کہ یہ عورت میرے لیے حلال ہے اس لیے حد ساقط ہو گئی۔ اور شبہۃ المحل میں بچے کا دعوی کرے تو بچے کا نسب ثابت کر دیا جائے گا، اس لیے کہ اس میں ملکیت کا شبہ ہے۔

لغت: تمحض: خالص، محض۔

ترجمہ: ۸ شبہۃ الفعل آٹھ جگہ ہیں۔

[۱] اپنے باپ یا دادا کی باندی سے وطی کرلے

[۲] اپنی ماں، یا نانی کی باندی سے وطی کرلے

[۳] اپنی بیوی کی باندی سے وطی کرلے

[۴] اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے، بعد میں اس کی عدت کے دنوں میں وطی کرلے

[۵] بیوی کو مال کے بدلے طلاق بائن دے، پھر اس کی عدت میں وطی کرلے

[۶] اپنی ام ولد کو آزاد کرلے، پھر اس کی عدت میں وطی کرلے

[۷] غلام نے اپنے آقا کی باندی سے وطی کرلے

[۸] مرتہن کے پاس راہن نے باندی رہن پر رکھا، اور مرتہن اس باندی سے وطی کرلے۔

ان جگہوں پر اگر کہا کہ میرا گمان تھا کہ یہ عورت میرے لیے حلال ہے تو حد نہیں ہے، اوا گر کہا کہ مجھے پتہ تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو حد واجب ہو جائے گی۔

تشریح: یہ آٹھ جگہ ہیں جن میں شبہۃ الفعل ہیں، ان میں مجرم یہ کہے کہ میرا گمان یہ تھا کہ یہ عورت میرے لیے حلال ہیں تو حد ساقط ہو جائے گی، اور اگر یہ کہے کہ میرا گمان تھا کہ یہ عورت میرے لیے حرم ہے تو حد لگ جائے گی۔

ترجمہ: ۹ محل میں شبہ ہو، اس کی چھ قسمیں ہیں:

[۱] اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کرلے

وَالْجَارِيَةُ الْمَبِيعَةُ فِي حَقِّ الْبَائِعِ قَبْلَ التَّسْلِيمِ وَالْمَمْهُورَةُ فِي حَقِّ الزَّوْجِ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَالْمُشْتَرَكَةُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، وَالْمَرْهُونَةُ فِي حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فِي رِوَايَةِ كِتَابِ الرَّهْنِ. فَفِي هَذِهِ الْمَوَاضِعِ لَا يَجِبُ الْحَدُّ وَإِنْ قَالَ عَلِمْت أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ. ١٠ ثُمَّ الشُّبْهَةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – تَثْبُتُ بِالْعَقْدِ وَإِنْ كَانَ مُتَّفَقًا عَلَى تَحْرِيمِهِ وَهُوَ عَالِمٌ بِهِ، وَعِنْدَ الْبَاقِينَ لَا تَثْبُتُ إذَا عَلِمَ بِتَحْرِيمِهِ، وَيَظْهَرُ ذَلِكَ فِي نِكَاحِ الْمَحَارِمِ عَلَى مَا يَأْتِيك إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، إذَا عَرَفْنَا هَذَا(٢٥٢٣)وَمَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ وَطِئَهَا فِي الْعِدَّةِ وَقَالَ عَلِمْت أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ ١ لِزَوَالِ الْمِلْكِ الْمُحَلَّلِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَتَكُونُ الشُّبْهَةُ مُنْتَفِيَةً وَقَدْ نَطَقَ الْكِتَابُ بِانْتِفَاءِ الْحِلِّ وَعَلَى ذَلِكَ الْإِجْمَاعُ، وَلَا يُعْتَبَرُ قَوْلُ الْمُخَالِفِ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ خِلَافٌ لَا اخْتِلَافٌ.

[۲] کنایہ سے بیوی کو طلاق بائن دی، اور اس سے وطی کر لے

[۳] اپنی باندی فروخت کی اومشتری کو حوالہ کرنے سے پہلے اس سے وطی کر لے

[۴] شوہر نے اپنی باندی کو بیوی کے مہر میں دیا لیکن بیوی کے قبضہ کرنے سے پہلے وطی کر لے

[۵] باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک تھی ایک شریک وطی کر لے

[۶] مرتہن کے پاس باندی رہن پر تھی اور مرتہن اس سے وطی کر لے

ان چھ جگہوں میں اگر مجرم یہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ حرام ہے، پھر بھی حد نہیں لگے گی۔

تشریح: ان چھ جگہوں میں ملکیت ہونے کا شبہ ہے اس لیے مجرم یہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے پھر بھی وطی کر لی تب بھی حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ١٠ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عقد سے بھی شبہ ثابت ہوتا ہے، چاہے اس عورت کے حرام ہونے پر علماء کا اتفاق ہو، اور مجرم اس کی حرمت کو جانتا بھی ہو، اور باقی علماء کے نزدیک اگر حرمت جانتا ہو تو شبہ ثابت نہیں ہوگا، اختلاف کا اثر محارم عورت کے نکاح میں ہوگا۔ جیسا کہ آگے ان شاء اللہ آئے گا، اگر آپ نے یہ سب جان لیا ہے۔

تشریح: ایسی عورت جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح کرنا حرام ہے، جیسے بہن تو اس سے بھی نکاح کر لیا اور ایجاب قبول کر لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے بھی شبہ ثابت ہو جائے گا، اور اس سے حد ساقط ہو جائے گی، لیکن دوسرے علماء کے نزدیک عقد سے شبہ ثانت نہیں ہوگا، اس لیے اگر محرم عورت سے نکاح کیا اور اس سے زنا کیا تو حد لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۲۵۲۳) اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر عدت میں اس سے وطی کر لی، اور یہ کہا کہ میں جانتا تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو حد لگے گی۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ تین طلاق دینے کی وجہ سے حلال کرنے والی پوری ملکیت ختم ہوگئی، اس لیے شبہ ختم ہو گیا چناں چہ آیت میں ہے کہ حلت ختم ہوگئی، اور اسی پر اجماع بھی ہے، اور اس کے خلاف جن علماء نے کہا [کہ ایک طلاق واقع ہوئی] اس کا قول معتبر نہیں ہے، کیوں کہ یہ خلاف ہے اختلاف نہیں ہے۔

۲؎ وَلَوْ قَالَ: ظَنَنْت أَنَّهَا تَحِلُّ لِي لَا يُحَدُّ لِأَنَّ الظَّنَّ فِي مَوْضِعِهِ لِأَنَّ أَثَرَ الْمِلْكِ قَائِمٌ فِي حَقِّ النَّسَبِ وَالْحَبْسِ وَالنَّفَقَةِ فَاعْتُبِرَ ظَنُّهُ فِي إسْقَاطِ الْحَدِّ، ۳؎ وَأُمُّ الْوَلَدِ إذَا أَعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَالْمُخْتَلِعَةُ وَالْمُطَلَّقَةُ عَلَى مَالٍ بِمَنْزِلَةِ الْمُطَلَّقَةِ الثَّلَاثَ لِثُبُوتِ الْحُرْمَةِ بِالْإِجْمَاعِ وَقِيَامِ بَعْضِ الْآثَارِ فِي الْعِدَّةِ

تشریح: اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور ابھی وہ عدت گزار رہی تھی کہ اس سے وطی کر لی، اور اس نے یہ بھی کہا کہ میں جانتا تھا کہ یہ عورت میرے لیے اب حلال نہیں ہے تو اس کو حد لگے گی۔

وجه: (۱) تین طلاق دینے سے وہ عورت بالکل حلال نہیں رہی، اور جانتا بھی تھا کہ وہ حلال نہیں ہے اس لیے اس کو حد لگے گی۔ (۲) آیت میں ہے کہ وہ حلال نہیں رہی، آیت یہ ہے۔ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (آیت ۲۳۰، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ تین طلاق کے بعد عورت بالکل حلال نہیں رہی، (۳) اس قول تابعی میں ہے کہ حد لگائی جائے گی۔ **عن الزهری و قتادة فی رجل طلق امراته عند شهیدین و هو غائب ثلاثا ثم قدم فدخل علی امراته فاصابها و قال الشاهدان شهدنا لقد طلقها قالا یحد مأة و یفرق بینهما و اذا جحد... و ان اعترف انه قد کان طلقها رجم۔** (مصنف عبدالرزاق، باب یطلقها ثم یدخل علیها، ج سابع، ص ۲۷۱، نمبر ۱۳۴۷۴) اس قول تابعی میں ہے کہ تین طلاق دینے والے نے عورت سے وطی کی تو حد لگائی جائے گی۔

اور بعض حضرات نے جو کہا کہ تین طلاقیں ایک طلاق ہے اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ آیت کے مقابلے میں ان کا اختلاف کرنا، اختلاف نہیں، بلکہ خلاف کرنا اور جھگڑا کرنا ہے، انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ و ابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر قد کانت لهم فیه أناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم۔** (مسلم شریف، باب طلاق الثلاث، ص ۶۳۰، نمبر ۱۴۷۲ / ۳۶۷۳) اس حدیث میں ہے کہ تین طلاق پہلے ایک تھی۔

ترجمه: ۲؎ اور اگر یہ کہا کہ، میرا گمان تھا کہ یہ حلال ہے تو حد نہیں لگے گی، اس لیے کہ اس کا گمان اپنی جگہ پر صحیح ہے، اس لیے کہ نسب، گھر میں قیام کرنا اور نفقہ کے حق میں ملکیت کا اثر قائم ہے، اس لیے حد ساقط کرنے کے لیے اس کے گمان کا اعتبار کیا گیا ہے۔

تشریح: اور اگر یوں کہا کہ میرا گمان تھا کہ یہ عورت میرے لیے حلال ہے تو اب حد نہیں لگے گی۔

وجه: (۱) یہ عورت عدت میں ہے اس لیے اس کا نفقہ شوہر پر ہے، یہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی، اگر عدت میں حمل ثابت ہو گیا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، یہ تینوں باتیں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت ابھی بھی اس کے نکاح میں ہے، اس لیے شوہر کو نکاح کا شبہۃ الشبہ پیدا ہو گیا اس لیے حد ساقط ہو جائے گی۔ (۲) **عن الزوری فی رجل طلق ثلاثا ثم دخل علیها قال یدرأ عنهما الحد و یکون علیه الصداق۔** (مصنف عبدالرزاق، باب یطلقها ثم یدخل علیها، ج سابع، ص ۲۷۱، نمبر ۱۳۴۷۵) اس قول تابعی میں ہے کہ تین طلاق دینے والے نے عورت سے وطی کی تو حد لگائی جائے گی۔

ترجمه: ۳؎ ام ولد کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا، یا عورت نے خلع لیا، یا مال پر طلاق لی تو اس کا حکم تین طلاق والی کی طرح ہے، کیونکہ

(۲۵۲۴)وَلَوْ قَالَ لَهَا: أَنْتِ خَلِيَّةٌ أَوْ بَرِّيَّةٌ أَوْ أَمْرُكِ بِيَدِكِ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا ثُمَّ وَطِئَهَا فِي الْعِدَّةِ وَقَالَ: عَلِمْت أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ لَمْ يُحَدَّ ۱؎ لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ – فِيهِ؛ فَمِنْ مَذْهَبِ عُمَرَ أَنَّهَا تَطْلِيقَةٌ رَجْعِيَّةٌ، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي سَائِرِ الْجِنَايَاتِ وَكَذَا إذَا نَوَى ثَلَاثًا لِقِيَامِ الِاخْتِلَافِ مَعَ ذَلِكَ(۲۵۲۵)وَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ وَطِئَ جَارِيَةَ وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ وَإِنْ قَالَ: عَلِمْت أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ

بالاجماع یہ عورتیں حرام ہیں، لیکن عدت میں بعض نکاح کا اثر بھی باقی ہے۔

تشریح: یہاں تین عورتوں کا بیان ہے جنکا حکم تین طلاق دی ہوئی عورت کی طرح ہے۔ [۱] آقا نے ام ولد کو آزاد کیا، اب وہ عدت گزار رہی تھی کہ آقا نے اس سے وطی کر لی۔ [۲] عورت نے شوہر سے خلع لیا، [۳] یا عورت نے شوہر کو مال دیا اور طلاق لی، یہ عدت گزار رہی تھی کہ شوہر نے اس سے وطی کر لی، تو اگر شوہر نے کہا کہ یہ میرے لیے حلال سمجھا اور وطی کی ہے تو حد ساقط ہو جائے گی، اور کہا کہ میں نے حرام سمجھتے ہوئے وطی کی ہے تو حد لگے گی۔

وجہ: حد تو اس لیے لگے گی کہ یہ عورتیں مرد کے نکاح میں نہیں رہیں۔ لیکن عدت میں رہنے کی وجہ سے اس کا نفقہ شوہر پر ہے، اس کے بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عورت ابھی بھی نکاح میں ہے اس شبہۃ الشبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۲۴) اگر عورت سے کہا تم خلیہ ہو تم بریہ ہو، یا تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، پھر عورت نے اپنے آپ کو طلاق کے لیے اختیار کر لیا، پھر شوہر نے عدت میں وطی کر لی، اور وہ جانتا تھا کہ حرام ہے تب بھی حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ ان الفاظ کے بارے میں صحابہ کا اختلاف ہے، حضرت عمر کا مذہب ہے کہ ان الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، یہی جواب ہے کنایات کے تمام الفاظ میں، اور ایسے ہی ان الفاظ سے تین طلاق کی نیت کی تو بھی حد نہیں لگے گی، کیوں کہ اس میں اختلاف ہے۔

تشریح: یہاں کنایہ کے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان تین الفاظ میں سے کسی ایک سے طلاق دی، اور عورت عدت گزار رہی تھی کہ شوہر نے وطی کر لی، اور یہ بھی کہا کہ میں اس کو حرام سمجھتے ہوئے وطی کی ہے تب بھی حد نہیں لگے گی۔

وجہ: (۱) ان الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، یا ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، یا تین طلاق واقع ہوگی اس بارے میں خود صحابہ میں اختلاف ہے، اس لیے محل میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے حد ساقط ہو جائے گی (۲) ایک طلاق رجعی واقع ہونے کی دلیل حضرت عمر کا یہ قول ہے۔ ان عمر بن الخطاب سئل عن رجل طلق امراته البتة فقال الواحدة تبت راجعها۔ (مصنف عبدالرزاق، باب البتة والخلیة، ج سادس، ص ۲۷۹، نمبر ۱۱۲۱۸) اس قول صحابی میں البتہ ایک طلاق رجعی ہے۔ (۲) عن عمر فی الخلیة و البریة و البتة و البائنة ھی واحدة و ھو احق بھا قال و قال علی ھی ثلاث، و قال شریح نیتہ ان نوی ثلاثا فثلاث و ان نوی واحدة فواحدة۔ (مصنف عبدالرزاق، باب البتة و الخلیة، ج سادس، ص ۲۷۹، نمبر ۱۱۲۲۰) اس قول صحابی میں خلیۃ وغیرہ سے ایک طلاق کا بھی ذکر ہے اور حضرت علی سے تین طلاق کا بھی ذکر ہے، اس لیے اختلاف ہو گیا اس لیے شبہ کی وجہ سے حد لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۵۲۵) نہیں حد ہے اس آدمی پر جس نے اپنے بیٹے کی باندی سے، وطی کی ہو یا پوتے کی باندی سے وطی کی ہو اگر چہ وہ کہتا ہو کہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔

۱؎ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ حُكْمِيَّةٌ لِأَنَّهَا نَشَأَتْ عَنْ دَلِيلٍ وَهُوَ قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – أَنْتِ وَمَالُك لِأَبِيك وَالْأُبُوَّةُ قَائِمَةٌ فِي حَقِّ الْجَدِّ. قَالَ (۲۵۲۶)وَيَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْهُ وَعَلَيْهِ قِيمَةُ الْجَارِيَةِ ۱؎ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ (۲۵۲۷)وَإِذَا وَطِئَ جَارِيَةَ أَبِيهِ أَوْ أُمِّهِ أَوْ زَوْجَتِهِ وَقَالَ ظَنَنْت أَنَّهَا تَحِلُّ لِي فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا عَلَى قَاذِفِهِ، وَإِنْ قَالَ: عَلِمْت أَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ حُدَّ، وَكَذَا الْعَبْدُ إذَا وَطِئَ جَارِيَةَ مَوْلَاهُ ۱؎ لِأَنَّ بَيْنَ هَؤُلَاءِ انْبِسَاطًا فِي الِانْتِفَاعِ فَظَنَّهُ فِي الِاسْتِمْتَاعِ فَكَانَ شُبْهَةَ اشْتِبَاهٍ إلَّا أَنَّهُ زِنًا حَقِيقَةً فَلَا يُحَدُّ قَاذِفُهُ،

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ یہاں محل میں شبہ ہو گیا، اور یہ شبہ حدیث کی دلیل کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اور وہ حضور ﷺ کا قول، کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے، اور دادا بھی باپ کے قائم مقام ہے۔

تشریح: بیٹے کی باندی یا پوتے کی باندی سے وطی کی اور کہتا ہو کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ باندی مجھ پر حرام ہے پھر بھی باپ پر حد نہیں ہے۔ دادا بھی باپ کے درجے میں ہے اس لیے اگر دادا نے اپنے پوتے کی باندی سے وطی کی تو اس پر بھی حد لازم نہیں ہوگی۔

وجہ: او پر گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آپ کا مال والد کے لیے ہے۔ حدیث یہ ہے۔ **انت و مالک لوالدک ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا من کسب اولادکم** (ابوداؤد شریف، باب الرجل یأکل من مال ولدہ، ج ثانی، ص ۱۴۱ نمبر ۳۵۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیٹے کی باندی اور پوتے کی باندی میں کچھ اپنی باندی ہونے کا اثر ہے اس لیے اس سے وطی کی تو حد لازم نہیں ہوگی۔ (۲) حدیث کی وجہ سے خود محل میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے حد لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۵۲۶) اور بچے کا نسب باپ سے ثابت کیا جائے گا، اور باپ پر باندی کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ:۱؎ اس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

تشریح: یہ باندی حقیقت میں باپ کی نہیں تھی لیکن اس سے باپ کا بچہ ہوا ہے اس لیے باپ پر اس باندی کی قیمت لازم ہوگی، جسکی بنا پر باندی باپ کی ہوگئی اور بچے کا نسب باپ سے ثابت کر دیا جائے گا۔ اس کی تفصیل، باب نکاح الرقیق میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۲۵۲۷) اگر باپ کی باندی سے وطی کی، یا ماں یا اپنی بیوی کی باندی سے وطی کی اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ میرے لیے حلال ہے تو اس پر حد نہیں لگے گی اور اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر بھی حد نہیں ہے، اور اگر کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ مجھ پر حرام ہے تو حد لگے گی، اور ایسے ہی غلام نے اپنے آقا کی باندی سے وطی کی ہو۔

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ ان لوگوں کے درمیان میں فائدہ اٹھانے کی وسعت ہوتی ہے، اس لیے مجرم کا گمان ہوا کہ وطی کرنے کی بھی گنجائش ہے، اس لیے شبہۃ الاشتباہ [فعل میں شبہ ہو گیا]، لیکن حقیقت میں زنا ہے اس لیے اس پر تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے گی۔

تشریح: باپ، ماں، بیوی، آقا وغیرہ کے ساتھ رات دن کھانا پینا ہوتا ہے اس لیے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ان کی باندی میرے لیے حلال ہو اس لیے وطی کرنے والے کو یہ گمان ہو کہ یہ میرے لیے حلال ہے اور حلال سمجھ کر وطی کر لیا تو حد نہیں لگے گی۔ اور اگر حرام سمجھتے ہوئے وطی کی تو حد لگے گی۔

وجہ: (۱) کیوں کہ شبہۃ اشتباہ ہو گیا، یعنی فعل میں شبہ ہو گیا۔۔ (۲) ماں کی باندی کے سلسلے میں یہ اثر ہے۔ **سألت حمادا و الحکم**

۲ؚ وَكَذَا إذَا قَالَتْ الْجَارِيَةُ: ظَنَنْت أَنَّهُ يَحِلُّ لِي وَالْفَحْلُ لَمْ يَدَّعِ فِي الظَّاهِرِ لِأَنَّ الْفِعْلَ وَاحِدٌ (۲۵۲۸)وَإِنْ وَطِئَ جَارِيَةَ أَخِيهِ أَوْ عَمِّهِ وَقَالَ: ظَنَنْت أَنَّهَا تَحِلُّ لِي حُدَّ ۱ؚ لِأَنَّهُ لَا انْبِسَاطَ فِي الْمَالِ فِيمَا بَيْنَهُمَا ۲ؚ وَكَذَا سَائِرُ الْمَحَارِمِ سِوَى الْوِلَادِ لِمَا بَيَّنَّا.

عن الرجل یقع علی جاریة امه قالا علیه الحد و عن الحسن قال لیس علیه الحد (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۲ فی الرجل یأتی جاریة امه ۵/ ۵۱۴ نمبر ۲۸۵۶۳) (۳) بیوی کی باندی کے بارے میں یہ حدیث ہے۔ عن النعمان بن بشیر عن النبی ﷺ انه قال فی الرجل یأتی جاریة امرأته قال ان کانت احلتها له جلد مائة و ان لم تکن احلتها له رجمته (سنن للبیھقی، باب ماجاء فیمن اتی جاریة امرأته، جلد ثامن: ص/ ۴۱۶ نمبر ۱۷۰۶۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی کی باندی سے وطی کرنے والے کو رجم کیا جائے گا۔ (۳) قول تابعی میں ہے۔ عن الزھری فی رجل زنی بولیدة امرأته قال یجلد و لا یرجم (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یصیب ولیدة امرأته ج سابع، ص ۲۷۶، نمبر ۱۳۵۰۱) اس اثر میں ہے کہ حد نہیں لگے گی بلکہ تعزیر ہوگی۔

لغت: و لا علی قاذفه: جن لوگوں نے بیوی، ماں، باپ، اور آقا کی باندی سے وطی کی تو یہ حقیقت میں زنا ہے، اس لیے اس پر کسی نے زنا کی تہمت لگائی تو اس تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے گی، و لا یحد قاذفه: کا مطلب یہی ہے۔ انبساط: وسعت ہونا۔ استمتاع: متاع سے مشتق ہے، عورت سے فائدہ حاصل کرنا۔

ترجمہ: ۲ؚ ایسے ہی اگر باندی نے کہا کہ میرا گمان تھا کہ میرے آقا کا یہ غلام حلال ہے، اور اس غلام نے کچھ نہیں کہا تو حد لازم نہیں ہوگی، کیوں کہ باندی اور غلام کا فعل ایک ہی ہے۔

تشریح: متن میں غلام کے بارے میں تھا، یہاں باندی کے بارے میں ہے کہ اس نے آقا کے غلام سے وطی کرا لی، اور کہا کہ میرا گمان تھا کہ یہ غلام میرے لیے حلال ہے، اور غلام کچھ نہیں بولتا ہے تو باندی پر بھی حد نہیں لگے گی، کیوں کہ دونوں کا فعل ایک ہی ہے، اس لیے حکم بھی ایک ہی ہوگا۔۔ فحل: مرد، یہاں فحل سے مراد غلام ہے۔

ترجمہ: (۲۵۲۸) کسی نے بھائی کی باندی سے وطی کی یا چچا کی باندی سے اور کہا کہ میں نے گمان کیا کہ وہ حلال ہے تب بھی حد لگے گی۔

ترجمہ: ۱ؚ اس لیے کہ ان لوگوں کے مال میں وسعت نہیں ہوتی۔

تشریح: بھائی اور چچا کے ساتھ اتنا کھانا پینا نہیں ہوتا اور نہ آدمی ان کا مال اپنا مال سمجھتا ہے اس لیے یہ گمان بھی ہو کہ ان کی باندیاں میرے لیے حلال ہیں تب بھی حد لگے گی۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے کہ غلام نے آقا کی بیوی سے وطی کی تو بیوی کو حد لگے گی اسی پر قیاس کرتے ہوئے بھائی اور چچا کی باندی سے وطی کی پھر بھی حد لگے گی۔ قول تابعی یہ ہے۔ عن الثوری فی العبد یزنی بامرأة سیده فقال یقام علیها الحد (مصنف عبد الرزاق، باب المرأة تزنی بعبد زوجها، ج سابع، ص ۲۷۹، نمبر ۱۳۵۱۲) (۲) باقی رہا یہ گمان کہ میرے لیے ان کی باندیاں حلال ہیں شاید جھوٹ یا لاعلمی پر مبنی ہے اس لیے اس کے گمان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ؚ یہی حال تمام ان ذی رحم محرم کا جن میں پیدائشی رشتہ نہیں ہوتا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا۔

(۲۵۲۹)وَمَنْ زُفَّتْ إِلَيْهِ غَيْرُ امْرَأَتِهِ وَقَالَتْ النِّسَاءُ: إِنَّهَا زَوْجَتُك فَوَطِئَهَا لَا حَدَّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ ل قَضَى بِذٰلِكَ عَلِيٌّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – وَبِالْعِدَّةِ، وَلِأَنَّهُ اعْتَمَدَ دَلِيلًا وَهُوَ الْإِخْبَارُ فِي مَوْضِعِ الِاشْتِبَاهِ، إذْ الْإِنْسَانُ لَا يُمَيِّزُ بَيْنَ امْرَأَتِهِ وَبَيْنَ غَيْرِهَا فِي أَوَّلِ الْوَهْلَةِ فَصَارَ كَالْمَغْرُورِ ،وَلَا يُحَدُّ قَاذِفُهُ إلَّا فِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – لِأَنَّ الْمِلْكَ مُنْعَدِمٌ حَقِيقَةً

تشریح: جو ذی رحم محرم تو ہیں، لیکن اس کے ساتھ پیدائشی رشتہ نہیں ہے، مثلا ماموں، خالہ وغیرہ ان سب کی باندیوں سے وطی کر لی تو اس کا حکم یہی ہے کہ حد لگے گی، چاہے یہ کہا ہو کہ میرا گمان تھا کہ یہ حلال ہے۔

ترجمہ:(۲۵۲۹) شب زفاف میں شوہر کے پاس کسی اجنبی عورت کو بھیج دیا اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی ہے۔ پس اس نے اس سے وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے اور شوہر پر مہر ہوگا۔

ترجمہ:ل حضرت علی سے یہی فیصلہ منقول ہے، اور عدت کا فیصلہ منقول ہے، اور اس لیے کہ اشتباہ کی جگہ ہے اور شوہر نے عورتوں کی خبر پر اعتماد کیا، اس لیے کہ پہلی مرتبہ انسان اپنی بیوی اور اجنبیہ میں تمیز نہیں کر سکتا ہے، اس لیے دھوکہ دئے ہوئے کی طرح ہو گیا،

تشریح: پہلی رات تھی۔ ابھی تک بیوی کو دیکھا نہیں تھا۔ عورتوں نے اصلی بیوی کے علاوہ کسی غیر عورت کو شوہر کے پاس بھیج دیا اور لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تیری بیوی ہے۔ اس نے اس سے وطی کر لی۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ اس کی بیوی نہیں ہے تو اس مرد پر حد نہیں ہوگی۔ البتہ چونکہ وطی بالشبہ کی ہے اس لیے عقر لازم ہوگا جس کو وطی بالشبہ کا مہر کہتے ہیں۔

وجہ:(۱) شوہر یہاں دو اعتبار سے معذور ہے۔ [۱] ایک تو یہ کہ ابھی تک پہچانتا ہی نہیں ہے کہ میری بیوی کون ہے۔ کیوں کہ یہ پہلی رات ہے اس لیے اس عذر کی بنا پر حد ساقط ہو جائے گی۔ [۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ عورتوں نے بھی گواہی دی کہ یہ تیری بیوی ہے جس سے بیوی ہونے کا گمان غالب ہو گیا۔ اس لیے ان دونوں شبہوں کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے گی (۲) حضرت علی کا قول میں ہے کہ بیوی کہہ دے کہ یہ میرا شوہر ہے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ یحیی بن ابی الھیثم عن ابیہ عن جدہ انہ شھد علیا و اتی بر جل و امرأۃ وجدا فی خرب مراد فاتی بھما علی فقال بنت عمی و ربیبتی فی حجری فجعل اصحابہ یقولون قولی زوجی فقالت ھو زوجی فقال علی خذ بید امرأتک۔ دوسرے اثر میں ہے۔ عن ابراھیم فی المرأۃ توخذ مع الرجل فتقول تزوجنی فقال ابراھیم لو کان ھذا حقا ما کان علی زان حد (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۹ فی الرجل یوجد مع المرأۃ فتقول زوجی ۵/ ۵۴۵ نمبر ۲۸۸۷۲/ ۲۸۸۷۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کہے کہ میرا شوہر ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ تو بہت عورتوں نے کہا تو بدرجۂ اولی حد ساقط ہوگی۔ اور چونکہ وطی بالشبہ ہوئی ہے اس لیے عقر لازم ہوگا۔

اور اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد لازم نہیں ہوگی، ہاں امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ اس کے تہمت لگانے والے پر حد لگے گی، اس لیے کہ یہاں حقیقت میں ملک نہیں ہے۔

تشریح: جس مرد نے اجنبیہ عورت سے بیوی سمجھ کر زنا کیا ہے اس پر کوئی زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف نہیں لگے گی، کیوں کہ مرد کی ملک نکاح نہیں تھی اس لیے حقیقت میں زنا کیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اسپر زنا کی تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔

(۲۵۳۰)وَمَنْ وَجَدَ امْرَأَةً عَلَى فِرَاشِهِ فَوَطِئَهَا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ لـ لِأَنَّهُ لَا اشْتِبَاهَ بَعْدَ طُولِ الصُّحْبَةِ فَلَمْ يَكُنْ الظَّنُّ مُسْتَنِدًا إلَى دَلِيلٍ، وَهَذَا لِأَنَّهُ قَدْ يَنَامُ عَلَى فِرَاشِهَا غَيْرُهَا مِنْ الْمَحَارِمِ الَّتِي فِي بَيْتِهَا، وَكَذَا إذَا كَانَ أَعْمَى لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ التَّمْيِيزُ بِالسُّؤَالِ وَغَيْرِهِ، ۲ إلَّا إنْ كَانَ دَعَاهَا فَأَجَابَتْهُ أَجْنَبِيَّةٌ وَقَالَتْ: أَنَا زَوْجَتُك فَوَاقَعَهَا لِأَنَّ الْإِخْبَارَ دَلِيلٌ(۲۵۳۱)وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُهَا فَوَطِئَهَا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لـ وَلَكِنْ يُوجَعُ عُقُوبَةً إذَا كَانَ عَلِمَ بِذَلِكَ.

ترجمہ:(۲۵۳۰)اپنی چار پائی پر اجنبیہ عورت کو پایا اور اس سے وطی کر لی تو اس پر حد لگے گی۔

ترجمہ:لـ اس لیے کہ لمبے زمانے تک بیوی کے ساتھ رہنے کے باوجود اشتباہ کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی چار پائی پر بیوی کے علاوہ اس کے گھر کے کوئی ذی رحم محرم سو جائے، اور ایسے ہی اندھا ہو، اس لیے کہ پوچھ کر بیوی اور غیر بیوی میں تمیز کر سکتا ہے۔

تشریح:بیوی کے ساتھ ایک زمانے تک رہنے کے بعد اس پر اندھیرے میں ہاتھ لگانے سے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ بیوی ہے یا نہیں، اس لیے چار پائی پر سوئی اجنبیہ عورت سے وطی کرنے پر حد لگے گی۔ اسی طرح اندھا آدمی نے بیوی سمجھ کر اجنبیہ سے وطی کر لی تو اس پر حد لگے گی۔

وجہ:(۱) چار پائی پر سونا بیوی ہونے کی دلیل نہیں ہے اس پر بیٹی وغیرہ بھی سو سکتی ہے، (۲) اندھیرے میں پوچھ کر تمیز کرنا چاہئے، اور اس نے نہیں کیا اس لیے حد لگے گی۔

نوٹ:ان تمام حدود میں کوڑے کی حد لگے گی، رجم ساقط ہو جائے گا، کیوں کہ شبہ موجود ہے۔

ترجمہ:۲ مگر آدمی نے بیوی کو بلایا، اور اجنبیہ عورت نے کہا کہ میں تیری بیوی ہوں، پھر اس نے اس سے وطی کر لی [تو حد نہیں لگے گی] اس لیے کہ اجنبیہ کا یہ کہنا کہ میں تیری بیوی ہوں شبہ کی دلیل ہے۔

تشریح:زید نے بیوی کو آواز دی، اجنبیہ عورت نے کہا میں تیری بیوی ہوں، اس بنیاد پر اس نے اس سے وطی کر لی تو حد نہیں لگے گی۔

وجہ:(۱) اجنبیہ کی خبر نکاح کی دلیل ہے اس لیے ملک نکاح کا شبہ ہو گیا اس لیے حد نہیں لگے گی۔ (۲) **عن ابراھیم فی المرأۃ توخذ مع الرجل فتقول تزوجنی فقال ابراھیم لو کان ھذا حقا ما کان علی زان حد** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۹ فی الرجل یوجد مع المرأۃ فتقول زوجی ۵، ص ۵۴۴ نمبر ۲۸۸۷۵) اس قول تابعی میں ہے کہ اس نے کہا کہ میں تیری بیوی ہوں تو حد نہیں لگے گی

ترجمہ:(۲۵۳۱) کسی نے ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا اس کے لیے حلال نہیں ہے اور اس سے وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

ترجمہ:لـ لیکن اگر اس بات کو جانتا تھا کہ یہ عورت حرم ہے تو سزا دی جائے گی۔

تشریح:مثلا سوتیلی ماں سے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ یا خالہ سے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اور وطی بھی کر لی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی۔

وجہ:(۱) نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی ہونے کا شبہ ہو گیا اور اوپر حدیث گزری کہ شبہ ہو تو حتی الامکان حدود ساقط کیا کرو۔ (۲) **عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ ادرء وا الحدود عن المسلمین ما استطعتم** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحدود، ص ۲۶۳

۲ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالشَّافِعِيُّ: عَلَيْهِ الْحَدُّ إِذَا كَانَ عَالِمًا بِذَلِكَ؛ لِأَنَّهُ عَقْدٌ لَمْ يُصَادِفْ مَحَلَّهُ فَيَلْغُو كَمَا إِذَا أُضِيفَ إِلَى الذُّكُورِ، وَهَذَا لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَا يَكُونُ مَحَلًّا لِحُكْمِهِ، وَحُكْمُهُ الْحِلُّ وَهِيَ مِنْ الْمُحَرَّمَاتِ. ۳ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّ الْعَقْدَ صَادَفَ مَحَلَّهُ لِأَنَّ مَحَلَّ التَّصَرُّفِ مَا يُقْبَلُ مَقْصُودُهُ، وَالْأُنْثَى مِنْ بَنَاتِ آدَمَ قَابِلَةٌ لِلتَّوَالُدِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ، وَكَانَ يَنْبَغِي أَنْ يَنْعَقِدَ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ إِلَّا أَنَّهُ تَقَاعَدَ عَنْ إِفَادَةِ حَقِيقَةِ الْحِلِّ فَيُورِثُ الشُّبْهَةَ لِأَنَّ الشُّبْهَةَ مَا يُشْبِهُ الثَّابِتَ لَا نَفْسَ الثَّابِتِ، إِلَّا أَنَّهُ ارْتَكَبَ جَرِيمَةً وَلَيْسَ فِيهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فَيُعَزَّرُ

نمبر ۱۴۲۴) یہاں نکاح کرنے کی وجہ سے بیوی کا شبہ ہو گیا اس لیے حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر اس بات کو جانتا ہو کہ عورت ابھی بھی حرام ہے تو اس پر حد لگے گی، اس لیے کہ یہ ایسا عقد ہے جو محل پر نہیں ہوا اس لیے عقد بیکار جائے گا، جیسے کوئی آدمی مرد سے نکاح کرلے تو بیکار جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ کہ نکاح کا محل وہ ہے جہاں نکاح کا حکم ہوتا ہو، اور اس کا حکم یہ ہے کہ عورت حلال ہو جائے اور یہاں وہ محرم عورت ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت محرمات میں سے اس لیے اس سے نکاح ہی نہیں ہوا، کیوں کہ نکاح وہاں ہوتا ہے جہاں عورت حلال ہو جائے، اور یہ عورت محرمات میں سے ہے اس لیے نکاح ہوا ہی نہیں اس لیے نکاح کا شبہ بھی نہیں ہوا، اس لیے اس سے وطی کی تو حد لگے گی۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے کہ سوتیلی ماں سے نکاح کیا تو اس کو حد کے طور پر قتل کر دیا گیا۔ حدیث یہ ہے۔ **عن یزید بن البراء عن ابیہ قال لقیت عمی و معہ رایہ فقلت لہ این ترید؟ فقال بعثنی رسول اللہ ﷺ الی رجل نکح امرأۃ ابیہ فامرنی ان اضرب عنقہ و اخذ مالہ۔** (ابوداؤد شریف، باب فی الرجل یزنی بحریمہ ص ۲۶۴ نمبر ۴۴۵۷)

ترجمہ: ۳ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا عقد محل پر ہوا ہے، اس لیے کہ تصرف کا محل وہ ہے جو مقصود کو قبول کرتا ہے، اور بنی آدم کی عورتیں بچے پیدا کرنے کے لیے ہے اور یہی مقصود ہے اس لیے تمام کے حق میں نکاح منعقد ہونا چاہئے، لیکن محرمات ہونے کی وجہ سے حقیقت حل کا فائدہ دینے سے بیٹھ گیا، اس لیے شبہ پیدا ہو گیا، اس لیے کہ شبہ وہ ہے جو ثابت کے مشابہ ہو نفس ثابت نہیں، لیکن بڑا جرم کیا جس میں کوئی حد مقرر نہیں ہے اس لیے تعزیر کی جائے گی۔

تشریح: اس لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ۔ نکاح بچہ پیدا کرنے کے لیے کرتے ہیں، اور ان محرم عورت سے بھی بچہ پیدا کیا جا سکتا ہے، اس لیے اس سے نکاح درست ہو گیا، لیکن حرمت کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا، اس لیے حد نہیں لگے گی، البتہ یہ جرم بڑا ہے اور اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے اس لیے تعزیر ہوگی۔

لغت: **صادف محلہ**: محل پر واقع ہوا ہے۔ **تقاعد عن افادۃ حقیقت الحل**: محرمات سے نکاح تھا اس لیے حقیقت میں حلال ہونے سے رہ گیا۔ **لان الشبھۃ ما یشبہ الثابت لا نفس الثابت**: کسی ثابت شدہ چیز میں شبہ پیدا ہونے کو شبہ کہتے، ثابت شدہ چیز کو شبہ نہیں کہتے۔ **جریمۃ**: گناہ۔

(۲۵۳۲) وَمَنْ وَطِئَ أَجْنَبِيَّةً فِيمَا دُونَ الْفَرْجِ يُعَزَّرُ لِ لِأَنَّهُ مُنْكَرٌ لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ مُقَدَّرٌ **(۲۵۳۳)** وَمَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي الْمَوْضِعِ الْمَكْرُوهِ أَوْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَيُعَزَّرُ، وَزَادَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَيُودَعُ فِي السِّجْنِ، وَقَالَا: هُوَ كَالزِّنَا فَيُحَدُّ لِ وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيْ الشَّافِعِيِّ، وَقَالَ فِي قَوْلٍ يُقْتَلَانِ بِكُلِّ حَالٍ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – أُقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ وَيُرْوَى فَارْجُمُوا الْأَعْلَى وَالْأَسْفَلَ

ترجمہ: (۲۵۳۲) کسی نے اجنبی عورت سے شرمگاہ کے علاوہ میں وطی کی [مثلا ران میں وطی کی] تو تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ: لِ کیوں کہ یہ کام ناجائز ہے اور اس میں کوئی متعین حد نہیں ہے۔

تشریح: اجنبی عورت کی ران میں وطی کر لی تو یہ ناجائز کام ہے لیکن شریعت کی جانب سے کوئی متعین حد نہیں ہے اس لیے اس آدمی پر تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۳۳) کسی نے عورت سے مکروہ جگہ میں وطی کی یا قوم لوط کا عمل کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور تعزیر کی جائے گی، اور جامع صغیر میں کہا کہ اس کو قید کر دیا جائے گا۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ زانی کی طرح ہے اس لیے حد لگے گی۔

ترجمہ: لِ حضرت امام شافعیؒ کا ایک قول یہی ہے۔ اور دوسرے قول میں ہے کہ دونوں کو ہر حال میں قتل کر دیا جائے، حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے، کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے، اور ایک روایت میں ہے کہ اوپر والے اور نیچے والے دونوں کو قتل کر دیا جائے۔

تشریح: اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کیا یا کسی مرد کے ساتھ لواطت کیا یعنی دبر میں وطی کی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حد نہیں ہے البتہ تعزیر ہوگی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ زنا کی طرح ہے اس لیے اس میں سو کوڑے حد لگے گی، اور جامع صغیر میں ہے کہ اس وقت قید میں رکھ دیا جب تک کہ توبہ نہ کر لے۔

وجہ: (۱) آیت میں زانی کو حد یا رجم کی سزا ہے۔ اور یہ زانی نہیں ہے کیوں کہ زنا اس کو کہتے ہیں کہ مقام مخصوص میں وطی کرے اس لیے اس کو حد نہیں لگے گی۔

صاحبین اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لواطت زنا کی طرح ہے اس لیے لواطت کرنے والے کو حد لگے گی یعنی محصن ہو تو رجم اور غیر محصن ہو تو کوڑے لگیں گے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و المفعول بہ۔** (ابوداؤد شریف، باب فیمن عمل عمل قوم لوط ص ۲۶۵ نمبر ۴۴۶۲ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی حد الوطی ص ۲۷۰ نمبر ۱۴۵۶) اس حدیث میں لواطت کرنے والے اور لواطت کروانے والے دونوں کو قتل کرنے کے لیے کہا۔ (۲) دوسری حدیث یہ ہے۔ **عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ فی الذی یعمل عمل قوم لوط قال ارجموا الاعلی و الاسفل ارجموھما جمیعا۔** (ابن ماجۃ شریف، باب منعمل عمل قوم لوط، ص ۳۶۸، نمبر ۲۵۶۲) اس حدیث میں ہے کہ اوپر اور نیچے دونوں کو رجم کر دو۔ (۳) قول تابعی میں ہے۔ **وقال بعض اهل العلم من فقهاء التابعين منهم الحسن البصری و ابراهیم النخعی و عطاء بن ابی رباح وغیرهم قالوا حد اللوطی حد الزانی وهو قول الثوری و اهل الکوفة** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی حد اللوطی، ص ۲۷۰، نمبر ۱۴۵۶ /

۲؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ فِي مَعْنَى الزِّنَا لِأَنَّهُ قَضَاءُ الشَّهْوَةِ فِي مَحَلٍّ مُشْتَهًى عَلَى سَبِيلِ الْكَمَالِ عَلَى وَجْهٍ تَمَحَّضَ حَرَامًا لِقَصْدِ سَفْحِ الْمَاءِ. ۳؎ وَلَهُ أَنَّهُ لَيْسَ بِزِنًا لِاخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - فِي مُوجِبِهِ مِنْ الْإِحْرَاقِ بِالنَّارِ وَهَدْمِ الْجِدَارِ وَالتَّنْكِيسِ مِنْ مَكَانٍ مُرْتَفِعٍ بِاتِّبَاعِ الْأَحْجَارِ وَغَيْرِ ذَلِكَ، ۴؎ وَلَا هُوَ فِي مَعْنَى الزِّنَا لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إضَاعَةُ الْوَلَدِ وَاشْتِبَاهُ الْأَنْسَابِ، وَكَذَا هُوَ أَنْدَرُ وُقُوعًا لِانْعِدَامِ الدَّاعِي مِنْ أَحَدِ الْجَانِبَيْنِ

السنن للبیہقی، باب ماجاء فی حد اللوطی جلد ثامن: ص ۴۰۶، نمبر ۱۷۰۳۲) اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ لواطت کا حکم زنا کے حکم کی طرح ہے۔ (۴) عن الحسن قال اللوطی بمنزلۃ الزانی (مصنف ابن ابی شیبۃ، فی اللوطی حد کحد الزنی، ج خامس، ص ۴۹۳، نمبر ۲۸۳۳۴) اس قول تابعی میں ہے کہ لواطت زنا کی طرح ہے۔

لغت: الموضع المکروہ: سے مراد دبر ہے جو مکروہ جگہ ہے۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ لواطت زنا کے معنی میں ہے اس لیے کہ خواہش والی جگہ میں شہوت پوری کرنا ہے، جو محض حرام ہے پانی کو برباد کرنے کے لیے۔

تشریح: یہ صاحبینؒ کی دلیل عقلی ہے، لواطت بھی شہوت والی جگہ میں خواہش پوری کرنی ہے، اور اپنے پانی کو برباد کرنا ہے اس لیے یہ زنا کے معنی میں ہوا اس لیے اس کو زنا کی حد لگے گی۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ سزا کے سبب میں اختلاف کی وجہ سے یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے، مثلاً کسی نے کہا کہ آگ میں جلادو، کسی نے کہا کہ اس پر دیوار گرادو، کسی نے کہا کہ اونچی جگہ سے گرادو اور اس پر پتھر برسادو، وغیرہ اس لیے یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے۔

تشریح: صحابہ میں اختلاف کی وجہ سے لواطت زنا کے معنی میں نہیں ہے۔

وجہ: (۱) عن الحکم فی اللوطی یضرب دون الحد۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، فی اللوطی حد کحد الزنی، ج خامس، ص ۴۹۴، نمبر ۲۸۳۳۸) اس قول تابعی میں ہے کہ لواطت میں حد سے کم ماری جائے جس سے معلوم ہوا کہ یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے۔ (۲) صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ سئل ابن عباس ما حد اللوطی؟ قال ینظر اعلی بناء فی القریۃ فیرمی بہ منکسا ثم یتبع بالحجارۃ (مصنف ابن ابی شیبۃ، فی اللوطی حد کحد الزنی، ج خامس، ص ۴۹۴، نمبر ۲۸۳۲۸) اس حدیث میں ہے کہ اونچی جگہ پر لے جا کر گرادو اور اس پر پتھر برسادو۔

ترجمہ: ۴؎ اور یہ بات بھی ہے کہ لواطت زنا کے معنی میں نہیں ہے، مثلاً بچے کو ضائع کرنا، نسب کا مشتبہ کرنا، پھر اس قسم کی بات کم ہوتی ہے کیوں کہ دونوں جانب سے شہوت نہیں ہے اور زنا میں دونوں جانب سے شہوت ہے اس لیے وہ شہوت زنا کی طرف بلانے والی ہے۔

تشریح: زنا نہ ہونے کی تین دلیلیں ہیں [۱] زنا میں بچے کو ضائع کرنا ہوتا ہے [۲]، نسب کو مشتبہ کرنا ہوتا ہے، لواطت میں یہ بات نہیں ہے اس لیے یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے [۳] زنا میں دونوں جانب سے شہوت ہوتی ہے جب کہ لواطت میں صرف فاعل کی جانب سے شہوت ہوتی ہے، مفعول کی جانب سے شہوت نہیں ہوتی، اس لیے لواطت کی طرف بلانے والی چیز نادر ہے اس لیے بھی وہ زنا کے معنی میں نہیں ہے۔ اس لیے زنا کی حد نہیں لگے گی۔

وَالدَّاعِي إِلَى الزِّنَا مِنْ الْجَانِبَيْنِ. ۵؎ وَمَا رَوَاهُ مَحْمُولٌ عَلَى السِّيَاسَةِ أَوْ عَلَى الْمُسْتَحِلِّ إلَّا أَنَّهُ يُعَزَّرُ عِنْدَهُ لِمَا بَيَّنَّاهُ (۲۵۳۴)وَمَنْ وَطِئَ بَهِيمَةً لَا حَدَّ عَلَيْهِ ۱؎ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي مَعْنَى الزِّنَا فِي كَوْنِهِ جِنَايَةً وَفِي وُجُودِ الدَّاعِي لِأَنَّ الطَّبْعَ السَّلِيمَ يَنْفِرُ عَنْهُ وَالْحَامِلُ عَلَيْهِ نِهَايَةُ السَّفَهِ أَوْ فَرْطُ الشَّبَقِ وَلِهَذَا لَا يَجِبُ سَتْرُهُ إلَّا أَنَّهُ يُعَزَّرُ لِمَا بَيَّنَّاهُ، ۲؎ وَالَّذِي يُرْوَى أَنَّهُ تُذْبَحُ الْبَهِيمَةُ وَتُحْرَقُ فَذَلِكَ لِقَطْعِ التَّحَدُّثِ بِهِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

ترجمہ:۵؎ اوران لوگوں نے جو روایت کی ہے وہ سیاست پر محمول ہے، یا اس بناء پر اس کو یہ سزا دی کہ وہ لواطت کو حلال سمجھ رہا تھا، لیکن تعزیر کی جائے گی اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: صاحبینؒ نے جو حد والی روایت بیان کی وہ سیاست کے طور پر ہے، یا اس بنا پر ہے کہ وہ آدمی لواطت کو حلال سمجھ رہا تھا اس لیے وہ مرتد ہو گیا اس لیے اس کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا، البتہ اس کو تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ:(۲۵۳۴) کسی نے چوپائے کے ساتھ وطی کی تو اس پر حد نہیں ہے۔

وجه:(۱) کیوں کہ زنا اس کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ مخصوص مقام میں کیا جائے۔ اور یہاں جانور کے ساتھ زنا کر رہا ہے اس لیے یہ زنا نہیں ہے۔ اس لیے زنا کی حد نہیں لگے گی البتہ تعزیر ہوگی (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من اتی بھیمۃ فاقتلوہ و اقتلوھا معہ،** (۳) اور دوسری روایت میں اثر ہے۔ **عن ابن عباس قال لیس علی الذی یأتی البھیمۃ حد** (ابو داؤد شریف، باب فیمن اتی بھیمۃ ص ۲۶۵ نمبر ۴۴۶۴ / ۴۴۶۵ /ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن یقع علی البھیمۃ ص ۲۶۹ نمبر ۱۴۵۵) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ جانور سے وطی کرنے والے کو تعزیر کے طور پر قتل کر دے۔ البتہ اس پر زنا کی طرح حد نہیں ہے۔ (۳) **عن العطاء فی الذی یأتی البھیمۃ قال یعزر** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال لا حد علی من اتی بھیمۃ، ج خامس، ص ۵۰۸، نمبر ۲۸۴۹۶) اس قول تابعی میں ہے کہ جو کوئی جانور سے وطی کرے اس کو تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ:۱؎ چوپائے سے وطی کرنا جرم میں یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے، اور شہوت کی طرف بلانے والی بھی نہیں ہے اس لیے کہ سلیم طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے، اور اس کام پر امادہ کرنے والی چیز یا تو انتہائی حماقت ہے، یا نفسانی شہوت کا ابھر جانا ہے، اسی لیے مادہ جانور کی شرمگاہ اس کے مالکوں پر ڈھانپنا ضروری نہیں ہے، لیکن تعزیر کی جائے گی جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

تشریح: جانور سے وطی کرنا زنا کے معنی میں نہیں ہے [۱] زنا اس کو کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے رغبت ہو یہاں جانور سے وطی کرنے کی رغبت ذلیل آدمی کو ہی ہو سکتی ہے، یا بہت زیادہ شہوت ابھر گئی ہو اس کو ہوتی ہے، چونکہ جانور سے وطی کرنے کی رغبت نہیں ہوتی اسی لیے مالکوں پر اس کی شرمگاہ کو ڈھانک کر رکھنا لازم نہیں ہے، اس لیے یہ زنا کے معنی میں نہیں ہے اس لیے اس پر زنا کی حد نہیں لگے گی، صرف تعزیر کی جائے گی۔

لغت: **الحامل علیه**: جانور سے وطی کے لیے ابھارنے والی چیز۔ **نهایة السفه**: آخری بیوقوفی۔ **فرط الشبق**: بہت زیادہ شہوت۔ **لا یجب ستره**: جانور کی شرمگاہ کو چھپانا واجب نہیں۔

ترجمہ:۲؎ اور یہ جو روایت میں ہے کہ جانور کو ذبح کر دیا جائے، یا جانور کو جلا دیا یہ اس لیے کہ آپس میں چرچا نہ کریں، لیکن ایسا کرنا

(۲۵۳۵)وَمَنْ زَنَى فِي دَارِ الْحَرْبِ أَوْ فِي دَارِ الْبَغْيِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيْنَا لَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ . ﴿١﴾ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ يُحَدُّ لِأَنَّهُ الْتَزَمَ بِإِسْلَامِهِ أَحْكَامَهُ أَيْنَمَا كَانَ مَقَامُهُ. ﴿٢﴾ وَلَنَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا تُقَامُ

واجب نہیں ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۵۳۵) کسی نے دارالحرب میں زنا کیا یا باغیوں کی حکومت میں زنا کیا پھر ہمارے یہاں آ گیا تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

تشریح: مسلمان تھا دارالحرب میں زنا کیا پھر وہاں سے بھاگ کر دارالاسلام آ گیا یا باغیوں کی حکومت میں زنا کیا اور وہاں سے دار الاسلام میں آ گیا تو اس پر حد قائم نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) دارالحرب میں یا باغیوں کی حکومت میں حد قائم نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ وہاں امیر اور سلطان نہیں ہے تو گویا کہ یہ گناہ ابتدا میں حد کا موجب نہیں ہوا۔ اور وہاں سے دارالاسلام آنے کے بعد بھی حد قائم نہیں کریں گے کیوں کہ جب شروع میں حد کا موجب نہیں ہوا تو بعد میں حد کیسے قائم کریں گے (۲) قول تابعی میں ہے کہ چار کام سلطان کے سپرد ہیں وہی انجام دیں گے۔ **عن الحسن قال اربعة الی السلطان الزکاة و الصلوة (ای الجمعة) و الحدود و القضاء** (مصنف ابن ابی شیبة ۵۹ من قال الحدود الی الامام ۵/ ۵۰۲ نمبر ۲۸۴۲۹) اور دارالحرب میں سلطان اور امیر المومنین نہیں ہیں اس لیے وہاں حد قائم نہیں ہو سکے گی (۳) ایک قول صحابی میں ہے کہ۔ **ان ابا الدرداء نهی ان یقام علی احد حد فی ارض العدو،** (۴) اور دوسرے قول صحابی میں ہے۔ **کتب عمر** رضی اللہ عنہ **الا یجلدون امیر جیش و لا سریة احدا الحد حتی یطلع علی الدرب لئلا یحمله حمیة الشیطان ان یلحق بالکفار** (مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۴ فی اقامة الحد علی الرجل فی ارض العدو ۵/ ۵۴۳ نمبر ۲۸۸۵۳/ ۲۸۸۵۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دشمن کی زمین میں حد قائم نہ کریں اور جب وہاں قائم نہ ہوئی تو پرانی حد ہونے کی وجہ سے دارالاسلام میں بھی قائم نہیں کی جائے گی۔ (۵) یوں بھی دارالحرب سے دار الاسلام تک صحیح گواہوں کو پیش کرنا ایک مشکل کام ہے۔ اس لیے **ادرء وا الحدود ما استطعتم** کے تحت حد ساقط ہو جائے گی۔ البتہ امام مناسب سمجھے تو تعزیر کر دے۔

ترجمہ: ﴿١﴾ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حد لگے گی اس لیے کہ اسلام لانے کی وجہ سے اسلام کے احکام کو لازم کیا ہے، جہاں بھی ہو۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب تک دارالحرب میں تھا تو حد قائم نہیں ہوگی لیکن جب دارالاسلام میں آیا تو یہاں حد قائم ہوگی۔

وجہ: (۱) دارالاسلام میں آنے کے بعد یہاں کے احکام کا پابند ہے اور یہاں حد کا کام کرتا تو حد لگتی اس لیے یہاں آنے کے بعد حد لگے گی (۲) اوپر حضرت عمرؓ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دشمن کی زمین ہو تو حد قائم نہ کرے لیکن جب دارالاسلام میں آ جائے تو حد قائم کرے۔ کیوں کہ درب کہتے ہیں دارالاسلام کے پھاٹک کو یعنی پھاٹک پر آ جائے تو حد قائم کر سکتا ہے۔ اثر کے الفاظ یہ ہیں۔ **کتب عمر الا یجلدون امیر جیش و لا سریة احدا الحد حتی یطلع علی الدرب** (مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۴ فی اقمة الحد علی الرجل فی ارض العدو ۵/ ۵۴۳ نمبر ۲۸۸۵۲) اس قول صحابی کا انداز یہ ہے کہ دارالاسلام کے پھاٹک پر آئے تو حد قائم کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ﴿٢﴾ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دارالحرب میں حد قائم نہ کرو۔

الْحُدُودُ فِي دَارِ الْحَرْبِ ۳ وَلِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الِانْزِجَارُ وَوِلَايَةُ الْإِمَامِ مُنْقَطِعَةٌ فِيهِمَا فَيُعَرَّى الْوُجُوبُ عَنْ الْفَائِدَةِ، وَلَا تُقَامُ بَعْدَ مَا خَرَجَ لِأَنَّهَا لَمْ تَنْعَقِدْ مُوجِبَةً فَلَا تَنْقَلِبُ مُوجِبَةً. ۴ وَلَوْ غَزَا مَنْ لَهُ وِلَايَةُ الْإِقَامَةِ بِنَفْسِهِ كَالْخَلِيفَةِ وَأَمِيرِ مِصْرَ يُقِيمُ الْحَدَّ عَلَى مَنْ زَنَى فِي مُعَسْكَرِهِ لِأَنَّهُ تَحْتَ يَدِهِ، بِخِلَافِ أَمِيرِ الْعَسْكَرِ وَالسَّرِيَّةِ لِأَنَّهُ لَمْ تُفَوَّضْ إلَيْهِمَا الْإِقَامَةُ.(۲۵۳۶)وَإِذَا دَخَلَ حَرْبِيٌّ دَارَنَا بِأَمَانٍ فَزَنَى بِذِمِّيَّةٍ أَوْ زَنَى ذِمِّيٌّ بِحَرْبِيَّةٍ يُحَدُّ الذِّمِّيُّ وَالذِّمِّيَّةُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلَا يُحَدُّ الْحَرْبِيُّ وَالْحَرْبِيَّةُ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي الذِّمِّيّ

وجه: صاحب ہدایہ کا قول صحابی یہ ہے۔ ان ابا الدرداء نهی ان یقام علی احد حد فی ارض العدو، (مصنف ابن ابی شیبة ۱۳۴ فی اقامة الحد علی الرجل فی ارض العدو ۵/ ۵۴۳ نمبر ۲۸۸۵۳) اس قول صحابی میں ہے کہ دشمن یعنی دار الحرب میں حد قائم نہ کرے۔

ترجمہ: ۳ اور اس لیے کہ حد لگانے کا مقصد تنبیہ کرنا ہے اور امام کی ولایت منقطع ہے اس لیے حد قائم کرنا فائدہ سے خالی ہوگا۔ اور دار الحرب سے واپس آنے کے بعد بھی قائم نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ جہاں جرم کر رہا تھا تو وہاں حد کے قابل نہیں تھا تو اب پلٹ کر حد کے قابل نہیں بنے گا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ حد لگانے کا مقصد لوگوں کو تنبیہ کرنا ہے، اور دار الحرب میں حد قائم کرنے سے خطرہ ہے کہ مجرم حربیوں کے ساتھ نہ مل جائے، اس لیے یہاں حد قائم کرنے کا فائدہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہاں امام نہیں ہے اس لیے حد کون قائم کرے گا!

اور دار الاسلام آنے کے بعد اس لیے حد قائم نہیں کرے گا کہ جب جرم کرتے وقت حد کے قابل نہیں تھا تو بعد میں پلٹ کر حد کے قابل نہیں بنے گا۔

لغت: فلا تنعقد موجبة: دار الحرب میں جرم حد کے قابل نہیں تھا۔ فلا تنقلب موجبة: دار الاسلام آنے کے بعد پلٹ کر حد کے قابل نہیں بنے گا۔

ترجمہ: ۴ جس کو حد قائم کرنے کا اختیار ہے وہ غزوے میں شامل ہو، جیسے خلیفہ یا شہر کا امیر ہو تو اپنی لشکر گاہ میں حد قائم کر سکتا ہے اس لیے یہ لوگ اس کی ولایت میں ہیں، بخلاف لشکر کا امیر یا کسی ٹکڑے کا امیر اس لیے کہ ان دونوں کو حد قائم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا ہے۔

تشریح: لشکر کے ساتھ ایسا آدمی ہے جس کو حد قائم کرنے کا اختیار ہو تو وہ اپنی لشکر گاہ میں حد قائم کر سکتا ہے، لیکن اگر فوج کی چھوٹی سی ٹکڑی ہو اور اس کا امیر ہو جس کو حد قائم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا ہو وہ حد کو قائم نہیں کر سکتا۔

اصول: جس کو حد قائم کرنے کا اختیار ہو تو وہ حد قائم کر سکتا ہے، اور اس کا اختیار نہ ہو تو وہ لشکر گاہ میں حد قائم نہیں کر سکتا۔

لغت: معسکر: عسکر سے مشتق ہے لشکر، اسی سے معسکر: لشکر رکھنے کی جگہ۔ السریة: فوج کی چھوٹی سی ٹکڑی۔

ترجمہ: (۲۵۳۶) حربی امن لے کر دار الاسلام آیا، اور ذمی عورت کے ساتھ زنا کر لیا۔ یا ذمی نے حربی عورت کے ساتھ زنا کر لیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ذمی مرد اور ذمی عورت کو حد لگے گی، اور حربی مرد اور حربی عورت کو حد نہیں لگے گی، ذمی کے بارے میں امام محمدؒ کا قول بھی یہی ہے۔

لہ يَعْنِي إذَا زَنَى بِحَرْبِيَّةٍ، فَأَمَّا إذَا زَنَى الْحَرْبِيُّ بِذِمِّيَّةٍ لَا يُحَدَّانِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَوَّلًا ٢ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: يُحَدُّونَ كُلُّهُمْ وَهُوَ قَوْلُهُ الْآخَرُ. لِأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمُسْتَأْمَنَ الْتَزَمَ أَحْكَامَنَا مُدَّةَ مُقَامِهِ فِي دَارِنَا فِي الْمُعَامَلَاتِ، كَمَا أَنَّ الذِّمِّيَّ الْتَزَمَهَا مُدَّةَ عُمُرِهِ

ترجمہ: لہ یعنی ذمی نے حربیہ عورت سے زنا کر لیا [تو ذمی مرد پر حد ہے،] اور حربی مرد نے ذمیہ عورت سے زنا کا تو حربی مرد پر حد نہیں ہے تو ذمیہ عورت پر بھی حد نہیں ہے، امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول بھی یہی تھا۔

اصول: امام ابو حنیفہؒ۔ حربی دار الاسلام آئے تو اس پر قصاص ہے، حد قذف ہے، کیوں کہ یہ حقوق العباد ہیں، اور زنا حقوق اللہ ہے اس لیے حربی مرد اور حربی عورت پر حد زنا نہیں ہے، کیوں کہ وہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے۔

اصول: امام ابو یوسفؒ۔ حربی مرد یا عورت دار الاسلام آئے تو اس پر حد زنا ہے، کیوں کہ اس پر دار الاسلام کا قانون نافذ ہوگا۔

اصول: امام محمدؒ۔ اگر اصل پر حد نہیں ہے تو تابع پر بھی حد نہیں ہوگی، مثلا حربی نے ذمیہ سے زنا کیا تو حربی پر حد نہیں ہے، تو ذمیہ عورت سے بھی حد ساقط ہو جائے گی، کیوں کہ یہاں عورت تابع ہے۔ ان اصولوں کو یاد رکھیں اور مسئلہ سمجھیں۔

تشریح: یہاں دو مسئلے ہیں [۱] حربی آدمی امن لے کر دار الاسلام میں داخل ہوا، اور کسی ذمیہ کے ساتھ زنا کر لیا تو ذمیہ عورت پر حد لازم ہوگی، اور حربی پر حد لازم نہیں ہوگی۔ امام محمدؒ کے نزدیک مرد پر حد نہیں ہے تو ذمیہ عورت سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ [۲] حربیہ عورت امن لے کر دار الاسلام میں داخل ہوئی، اور ذمی مرد سے زنا کرا لیا تو حربیہ عورت پر حد نہیں ہے، لیکن ذمی مرد پر حد ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک بھی ذمی مرد پر حد ہے۔

وجہ: (۱) حربی مرد نے ذمیہ عورت سے زنا کیا تو چونکہ وہ عاقل بالغ ہے اس لیے اس کو لذت کاملہ ہوئی اس لیے زنا کا ارتکاب ہوا، اسی طرح ذمی مرد نے حربیہ عورت سے زنا کیا تو مرد اور عورت کو کامل لذت ہوئی اس لیے زنا کا ارتکاب ہوا، لیکن حربی مرد اور حربی عورت نے شریعت کے احکام کو لازم نہیں کیا ہے اس لیے حربی مرد اور عورت کو حد نہیں لگے گی، لیکن ذمی مرد اور عورت کو حد لگ جائے گی، کیوں کہ وہ دار الاسلام میں رہ کر شریعت کے احکام کو اپنے اوپر مدت عمر لازم کیا ہے، یہ بات یاد رہے کہ یہ محصن نہیں ہیں اس لیے کوڑے کی حد لگے گی، رجم نہیں کیا جائے گا (۲) حربی مرد یا عورت، دار الاسلام میں داخل ہونے کے بعد حقوق العباد کی ذمہ داری لی ہے، لیکن شرعی حقوق کی ذمہ داری نہیں لی ہے، اس لیے حربی مرد اور عورت پر حد لازم نہیں ہوگی۔ اور ذمی مرد اور عورت نے دار الاسلام میں ہمارے قوانین کو قبول کیا ہے اس لیے ان دونوں پر حد زنا لازم ہوگی۔ (۳) امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حربی مرد اصل ہے اور ذمیہ عورت تابع ہے، پس جب اصل پر حد قائم نہیں ہوئی تو تابع سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ اور ذمی مرد نے حربیہ عورت سے زنا کیا تو مرد اصل ہے اور دار الاسلام میں رہ کر اسکے قانون کا ذمہ دار ہے اس لیے ذمی مرد پر حد لگے گی، اور حربیہ پر حد نہیں لگے گی۔

لغت: دار الحرب: اسلامی ملک کافر کے ملک سے جنگ کر رہا ہو تو اس کو دار الحرب کہتے ہیں۔

ترجمہ: ٢ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ سب کو حد لگے گی، اور یہ انکا آخری قول ہے، امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ امن لینے والوں نے مدت قیام میں ہمارے احکام کو اپنے اوپر لازم کیا ہے، جیسے ذمی پوری زندگی ہمارے احکام کو اپنے اوپر لازم کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر حربی زنا کی

وَلِهَذَا يُحَدُّ حَدَّ الْقَذْفِ وَيُقْتَلُ قِصَاصًا، بِخِلَافِ حَدِّ الشُّرْبِ لِأَنَّهُ يَعْتَقِدُ إبَاحَتَهُ. ۳ وَلَهُمَا أَنَّهُ مَا دَخَلَ لِلْقَرَارِ بَلْ لِحَاجَةٍ كَالتِّجَارَةِ وَنَحْوِهَا فَلَمْ يَصِرْ مِنْ أَهْلِ دَارِنَا وَلِهَذَا يُمَكَّنُ مِنْ الرُّجُوعِ إلَى دَارِ الْحَرْبِ وَلَا يُقْتَلُ الْمُسْلِمُ وَلَا الذِّمِّيُّ بِهِ، وَإِنَّمَا الْتَزَمَ مِنْ الْحُكْمِ مَا يَرْجِعُ إلَى تَحْصِيلِ مَقْصُودِهِ وَهُوَ حُقُوقُ الْعِبَادِ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا طَمِعَ فِي الْإِنْصَافِ يَلْتَزِمُ الِانْتِصَافَ، وَالْقِصَاصُ وَحَدُّ الْقَذْفِ مِنْ حُقُوقِهِمْ. أَمَّا حَدُّ الزِّنَا فَمَحْضُ حَقِّ الشَّرْعِ. ۴ وَلِمُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّ الْأَصْلَ فِي بَابِ الزِّنَا فِعْلُ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ تَابِعَةٌ لَهُ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. فَامْتِنَاعُ الْحَدِّ فِي حَقِّ الْأَصْلِ يُوجِبُ امْتِنَاعَهُ فِي حَقِّ التَّبَعِ، أَمَّا الِامْتِنَاعُ فِي حَقِّ

تہمت لگانے والا ہوتو اس کو حد قذف لگتی ہے، اور قصاص میں قتل کیا جاتا ہے، بخلاف شراب پینے کی حد کے اس لیے یہ اس کو مباح سمجھتے ہیں۔

تشریح: حربی نے ذمیہ عورت سے زنا کیا، یا ذمی نے حربیہ عورت سے زنا کیا ہر حال مین ذمی مرد اور عورت اور حربی مرد اور عورت چارون کو حد لگے گی۔، جیسے زنا کی تہمت کسی پر گائی ہو، تو چاروں پر حد قذف لگتی ہے، یا قتل کیا ہوتو چروں سے قصاص لیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں زنا کی حد بھی چاروں پر جاری کی جائے گی۔ البتہ ذمی یا ذمیہ نے، اور حربی یا حربیہ نے دار الاسلام میں شراب پی تو حد شرب نہیں لگے گی، کیوں کہ شراب انکے مذہب میں حلال ہے۔

وجه: حربی جب تک دار الاسلام میں رہے گا یہاں کے قانوں کی پاسداری لازم ہے، اس لیے اس پر حد زنا بھی لگے گی، جیسے ذمی اپنی زندگی بھر اسلامی قانون کی پاسداری کا ذمہ دار ہے۔

ترجمه: ۳ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حربی ہمیشہ رہنے کے لیے دار الاسلام نہیں آیا ہے، بلکہ تجارت کی ضرورت کے لیے آیا ہے، اس لیے وہ دار الاسلام کا آدمی نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ وہ دار الحرب چلا جائے گا، اور اسی وجہ سے مسلمان یا ذمی نے حربی کو قتل کر دیا تو اس کے بدلے میں مسلمان، یا ذمی قتل نہیں کیا جائے گا [بلکہ دیت دیگا] حربی نے تو صرف وہ احکام اپنے اوپر لازم کیا ہے جو اس کے مقصد حاصل کرنے کے لیے ہو اور وہ ہے حقوق العباد، اس لیے کہ اس نے انصاف حاصل کرنے کی لالچ کی ہے اس لیے انصاف کی چیز کو لازم کیا ہے اور قصاص اور حد قذف حقوق العباد میں سے ہیں، اور حد زنا حقوق شرع میں سے ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہ، اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حربی ہمارے یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا ہے وہ تو کبھی بھی چلا جائے گا اس لیے وہ دار الاسلام میں سے نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان، یا ذمی حربی کو قتل کر دے تو قصاص کے طور پر مسلمان، یا ذمی قتل نہیں کیا جائے گا، صرف دیت لازم ہوگی، البتہ انصاف کی جو چیز ہے وہ اس نے اپنے اوپر لازم کیا ہے، اور وہ حقوق العباد ہیں، اس لیے حقوق العباد کی جو چیزیں ہیں وہ ان سے لی جائے گی، مثلا قصاص اور حد قذف حقوق العباد ہیں اس لیے حربی سے یہ لیا جائے گا، اور حد زنا شرع کا حق ہے اس لیے حد زنا حربی پر نہیں لگائی جائے گی۔

ترجمه: ۴ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اور یہی فرق بھی ہے۔ کہ زنا کے باب میں اصل مرد کا فعل ہے اور عورت اس کا تابع ہے، اس کو ان شاء اللہ بعد میں ذکر کریں گے، اس لیے جب اصل پر حد نہیں لگی تو تابع پر بھی نہیں لگے گی، لیکن اگر تابع پر حد نہیں لگی تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ اصل پر بھی حد نہ لگے، اس کی مثال یہ ہے کہ بالغ مرد نے چھوٹی بچی، یا مجنونہ عورت سے زنا کر لیا [تو مرد پر حد ہے، بچی اور مجنونہ پر

التَّبَعِ لَا يُوجِبُ الِامْتِنَاعَ فِي حَقِّ الْأَصْلِ. نَظِيرُهُ إذَا زَنَى الْبَالِغُ بِصَبِيَّةٍ أَوْ مَجْنُونَةٍ وَتَمْكِينُ الْبَالِغَةِ مِنْ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ ۵ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيهِ أَنَّ فِعْلَ الْحَرْبِيِّ الْمُسْتَأْمَنِ زِنًا لِأَنَّهُ مُخَاطَبٌ بِالْحُرُمَاتِ عَلَى مَا هُوَالصَّحِيحُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُخَاطَبًابِالشَّرَائِعِ عَلَى أَصْلِنَاوَالتَّمْكِينُ مِنْ فِعْلٍ هُوَزِنًا مُوجِبٌ لِلْحَدِّ عَلَيْهَا، بِخِلَافِ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ لِأَنَّهُمَا لَايُخَاطَبَانِ، ٦ وَنَظِيرُ هَذَا الِاخْتِلَافِ إذَازَنَى الْمُكْرَهُ بِالْمُطَاوِعَةِ تُحَدُّ الْمُطَاوِعَةُ عِنْدَهُ، وَعِنْدَمُحَمَّدٍرَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ لَا تُحَدُّ.قَالَ (۲۵۳۷)وَإِذَا زَنَى الصَّبِيُّ أَوْ الْمَجْنُونُ بِامْرَأَةٍ طَاوَعَتْهُ

حد نہیں ہے]، اور بالغہ عورت نے بچے اور مجنون سے زنا کرالیا تو بالغہ پر حد نہیں ہے [کیوں کہ اصل پر حد نہیں تو تابع پر بھی حد نہیں ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ زنا میں مرد اصل ہے اور عورت تابع ہے اس لیے جب مرد پر حد نہیں تو عورت پر بھی حد نہیں ہوگی، چناں چہ حربی نے ذمیہ عورت سے زنا کیا تو حربی پر حد نہیں تو ذمیہ عورت جو تابع ہے اس پر بھی حد نہیں ہوگی۔ لیکن ذمی مرد نے حربیہ عورت سے زنا کیا تو ذمی مرد پر حد ہوگی چاہے حربیہ عورت پر حد نہ ہو۔ اس کی مثال دیتے ہیں کہ بالغ مرد نے بچی یا مجنونہ سے زنا کرلیا تو مرد پر حد لازم ہوگی، چاہے بچی اور مجنونہ پر حد لازم نہ ہوتی ہو۔ اور بالغہ عورت نے بچے اور مجنون سے زنا کرالیا تو بچے اور مجنون پر حد نہیں ہے اس لیے اس کے تابع بالغہ عورت پر بھی حد نہیں ہوگی۔

لغت: تمکین البالغہ: بالغہ کا زنا کے لیے قدرت دینا، یعنی بالغہ کا زنا کرانا۔

ترجمہ: ۵ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس حربی نے امن لیا اس کا فعل بھی زنا تو ہے اس لیے کہ انکے یہاں بھی یہ حرام ہے، جیسا کہ صحیح ہے یہ اور بات ہے کہ ہمارے قاعدے پر وہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے، اور ذمیہ کا قدرت دینا یہ زنا ہے اور حد کا سبب ہے، بخلاف بچے اور مجنون کے اس لیے کہ وہ دونوں مخاطب ہی نہیں ہیں۔

تشریح: حربی امن لے کر آیا تو اس کا فعل بھی زنا ہے، اور حد کا سبب ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے اس لیے اس پر حد نہیں لگے گی، لیکن زنا کا صدور ہوا۔ اور ذمیہ عورت مخاطب ہے، اور خوشی سے زنا کرانا زنا ہے اس لیے اس پر حد لگ جائے گی۔ اور بچہ اور مجنون نے بالغہ عورت سے زنا کیا تو بچہ اور مجنون مخاطب ہی نہیں ہیں اس لیے زنا ہی نہیں ہوا اس لیے جس بالغہ عورت سے زنا کیا اس کو بھی حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ٦ اس اختلاف کی مثال یہ ہے کہ کسی مرد پر زنا کے لیے زبردستی کی اس نے ایسی عورت سے زنا کا جو خوشی سے زنا کرا رہی تھی، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خوشی والی عورت پر حد لگے گی، اور امام محمدؒ کے نزدیک خوشی والی عورت پر حد نہیں لگے گی۔

لغت: مکرہ: جس آدمی پر زبردستی کی کہ تم زنا کرو۔ مطاوعۃ: جو عورت اپنی خوشی سے زنا کرا رہی ہو۔

تشریح: مکرہ نے مطاوعہ سے زنا کیا تو مکرہ پر حد نہیں ہے، کیوں کہ وہ مجبور ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مطاوعہ عورت پر حد ہوگی، کیوں کہ زنا کا صدور ہوا، اور عورت شریعت کا مخاطب ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک مکرہ پر حد نہیں ہے، تو اس کی وجہ سے مطاوعہ پر بھی حد نہیں ہوگی، کیوں کہ وہ تابع ہے، اور جب اصل پر حد نہیں تو تابع پر بھی حد نہیں ہوگی، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے درمیان یہ فرق ہوگا۔

ترجمہ: (۲۵۳۷) بچے اور مجنون نے بالغہ عورت سے اس کی خوشی سے زنا کیا تو بچے پر بھی حد نہیں ہوا اور عورت پر بھی حد نہیں ہے۔

فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهَا . ١ـ وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى: يَجِبُ الْحَدُّ عَلَيْهَا، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحْمَةُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ (٢٥٣٨)وَإِنْ زَنَى صَحِيحٌ بِمَجْنُونَةٍ أَوْ صَغِيرَةٍ يُجَامَعُ مِثْلُهَا حُدَّ الرَّجُلُ خَاصَّةً ١ـ وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ. ٢ـ لَهُمَا أَنَّ الْعُذْرَ مِنْ جَانِبِهَا لَا يُوجِبُ سُقُوطَ الْحَدِّ مِنْ جَانِبِهِ فَكَذَا الْعُذْرُ مِنْ جَانِبِهِ، وَهَذَا لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا مُؤَاخَذٌ بِفِعْلِهِ. ٣ـ وَلَنَا أَنَّ فِعْلَ الزِّنَا يَتَحَقَّقُ مِنْهُ، وَإِنَّمَا هِيَ مَحَلُّ الْفِعْلِ وَلِهَذَا يُسَمَّى هُوَ وَاطِئًا وَزَانِيًا وَالْمَرْأَةُ مَوْطُوءَةً وَمَزْنِيًّا بِهَا، إلَّا أَنَّهَا سُمِّيَتْ زَانِيَةً مَجَازًا تَسْمِيَةً لِلْمَفْعُولِ بِاسْمِ الْفَاعِلِ كَالرَّاضِيَةِ فِي مَعْنَى الْمَرْضِيَّةِ، أَوْ لِكَوْنِهَا مُسَبِّبَةً بِالتَّمْكِينِ فَتَعَلَّقَ الْحَدُّ فِي حَقِّهَا بِالتَّمْكِينِ مِنْ قَبِيحِ

وجه: زنا اس وقت ہوتا ہے جب زنا کرنے والے کولذت کاملہ ہو، یہاں بچے کے پاس منی ہی نہیں ہے اس لیے زنا ہی نہیں ہوا اس لیے عورت پر بھی حد نہیں ہے، اور بچہ تو مخاطب بھی نہیں ہے اس لیے اس پر بھی حد نہیں ہے۔ اور مجنون کی صورت میں مجنون کے پاس منی تو ہے، لیکن عقل نہ ہونے کی وجہ سے اس کولذت کاملہ نہیں ہوئی، اس لیے زنا نہیں ہوا اس لیے عورت پر حد نہیں ہے، اور مجنون تو مخاطب بھی نہیں ہے اس لیے اس پر بھی حد نہیں ہے۔

ترجمہ: ١ـ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ عورت پر حد ہوگی، اور امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے۔

وجه: یہ فرماتے ہیں کہ زنا کا ثبوت ہو گیا ہے، اور عورت بالغہ ہے اس لیے وہ مخاطب ہے اس لیے عورت پر حد ہوگی، چاہے بچے اور مجنون پر حد نہ ہو۔

ترجمہ: (۲۵۳۸) عاقل بالغ آدمی نے مجنونہ اور ایسی بچی کے ساتھ زنا کیا جو جماع کے قابل تھی تو مرد پر خاص طور پر حد لازم ہوگی۔

ترجمہ: ١ـ یہ مسئلہ بالا جماع ہے۔

وجه: عاقل بالغ آدمی نے زنا کیا تو اس کولذت کاملہ حاصل ہوئی اس لیے اس پر حد ہوگی، مجنونہ میں منی ہے اس لیے مرد کولذت کامل حاصل ہوئی ہوگی، اور بچی میں منی نہیں ہے، لیکن اس جیسی بچی سے جماع کی جا سکتی ہے اس لیے اس کے ساتھ بھی لذت کاملہ ہوئی ہے اس لیے مرد پر حد ہوگی۔ اور مجنونہ، اور بچی مخاطب نہیں ہیں اس لیے ان پر حد نہیں ہوگی۔ (۲) زنا میں مرد اصل ہے عورت تابع ہے، اور اصل میں لذت کاملہ ہے اس لیے اس پر حد ہوگی۔

ترجمہ: ٢ـ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت کی جانب سے عذر ہو تو مرد سے حد ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح مرد کی جانب سے عذر ہو تو عورت سے حد ساقط نہیں ہوگی، اس لیے کہ دونوں سے اپنے اپنے فعل کا مواخذہ کیا جاتا ہے۔

تشریح: یہ دلیل اوپر کے مسئلے کی ہے، کہ مرد عاقل بالغ ہو اور عورت مجنونہ ہو تو مرد سے حد ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح عورت عاقلہ بالغہ ہو اور مرد بچہ اور مجنون ہو تو بھی عورت سے حد ساقط نہیں ہوگی، کیوں کہ ہر آدمی کو اس کے فعل کا مواخذہ ہوتا ہے۔

ترجمہ: ٣ـ ہماری دلیل یہ ہے کہ زنا کا فعل مرد سے متحقق ہوتا ہے، اور عورت تو زنا کا محل ہے اسی لیے مرد کو واطی، اور زانی [زنا کرنے والا] کہا جاتا ہے، اور عورت کو موطوہ اور مزنیہ، کہا جاتا ہے، اور آیت میں جو عورت کو زانیہ کہا وہ مجازا کہا ہے، وہاں مفعول کو فاعل کر دیا ہے، جیسے قرآن میں راضیہ، کہا ہے اور مرضیہ کے معنی میں ہے۔ یا اس بنا پر اس کو زانیہ کہا ہے کہ زنا کی قدرت دینے کی وجہ سے زنا کا

الزِّنَا وَهُوَ فِعْلُ مَنْ هُوَ مُخَاطَبٌ بِالْكَفِّ عَنْهُ وَمُؤْثَمٌ عَلَى مُبَاشَرَتِهِ، وَفِعْلُ الصَّبِيِّ لَيْسَ بِهَذِهِ الصِّفَةِ فَلَا يُنَاطُ بِهِ الْحَدُّ. قَالَ (۲۵۳۹) وَمَنْ أَكْرَهَهُ السُّلْطَانُ حَتَّى زَنَى فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ لـ وَكَانَ أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يَقُولُ أَوَّلًا يُحَدُّ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِأَنَّ الزِّنَا مِنَ الرَّجُلِ لَا يُتَصَوَّرُ إِلَّا بَعْدَ انْتِشَارِ الْآلَةِ وَذَلِكَ دَلِيلُ الطَّوَاعِيَةِ. ثُمَّ رَجَعَ عَنْهُ فَقَالَ: لَا حَدَّ عَلَيْهِ لِأَنَّ سَبَبَهُ الْمُلْجِئَ قَائِمٌ ظَاهِرًا، وَالِانْتِشَارُ دَلِيلٌ مُتَرَدِّدٌ لِأَنَّهُ قَدْ يَكُونُ غَيْرَ قَصْدٍ لِأَنَّ الِانْتِشَارَ قَدْ يَكُونُ طَبْعًا لَا طَوْعًا كَمَا فِي النَّائِمِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً،

سبب ہے، اس لیے قبیح زنا کی قدرت دینے کی وجہ سے عورت کے ساتھ حد متعلق ہوگی، حالانکہ یہ مرد کا فعل ہے اور وہی اس کے روکنے کا مخاطب ہے، اور اس کے کرنے پر گناہ گار ہوگا، اور بچے کا فعل اس صفت پر نہیں ہے [کہ زنا سے روک سکے] اس لیے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ اور اس کی وجہ سے عورت پر بھی حد لازم نہیں ہوگی۔

تشریح: اس لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ زنا میں اصل فعل مرد کا ہے اسی لیے اس کو زانی، کہتے ہیں، اور عورت زنا کا محل ہے اور سبب ہے اس لیے اس کو مزنیہ، کہتے ہیں، اور آیت میں جو زانیہ کہا ہے وہ مجازا کہا ہے۔ اور مرد ہی کو حکم ہے کہ زنا کو روکے، اور بچہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے اس لیے زنا ہی نہیں ہوا اس لیے عورت پر حد بھی نہیں ہوگی، اور بچے پر بھی حد نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (آیت ۲، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں عورت کو زانیہ، مجازا کہا ہے، ورنہ تو وہ مزنیہ اسم مفعول ہے (۲) وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا ۝ (آیت ۳۲، سورۃ الاسراء ۱۷) اس آیت میں مرد کو حکم دیا ہے کہ زنا کے قریب مت جاؤ۔ (۳) اصل بات یہ ہے کہ بچے میں منی ہی نہیں ہے اس لیے لذت کاملہ نہیں ہوئی اس لیے زنا نہیں ہوا۔ اور مجنون میں منی تو ہے لیکن عقل نہ ہونے کی وجہ سے لذت کاملہ نہیں ہوئی اس لیے زنا نہیں ہوا اس لیے کسی پر بھی حد نہیں ہوگی

لغت: تسمیة للمفعول باسم الفاعل: فاعل بول کر مفعول مراد لے۔ تمکین: مکن سے مشتق ہے، قدرت دینا۔ مؤثم: گناہ گار۔ مباشرة: کسی کام کو کرنا فلا یناط: ناط سے مشتق ہے، متعلق ہونا۔

ترجمہ: (۲۵۳۹) کسی کو بادشاہ نے مجبور کیا جسکی وجہ سے اس نے زنا کرلیا تو اس پر حد نہیں ہے۔

اصول: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بادشاہ نے زنا پر مجبور کیا تو اس کو مجبوری کہتے ہیں، اس کے علاوہ نے مجبور کیا تو یہ مجبوری نہیں ہے اس لیے حد لگے گی۔

اصول: صاحبین: بادشاہ کے علاوہ سے بھی مجبوری ہوتی ہے، اس لیے کسی نے بھی زنا پر مجبور کیا تو حد نہیں لگے گی۔

تشریح: بادشاہ نے زنا پر مجبور کیا جسکی وجہ سے زنا کرلیا تو حد نہیں لگے گی، کیوں کہ یہ مجبور ہے۔

ترجمہ: لـ حضرت امام ابوحنیفہؒ پہلے کہا کرتے تھے کہ حد لگے گی، اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے، اس لیے کہ مرد سے جو زنا ہوتا ہے آلہ تناسل کے انتشار کے بغیر نہیں ہوتا اور یہ خوشی کی دلیل ہے، پھر اس قول سے رجوع کر گئے، اور فرمایا کہ اس مجبور پر حد نہیں ہے اس لیے مجبوری کا سبب ظاہری طور پر قائم ہے [کہ بادشاہ مجبور کر رہا ہے] اور آلہ تناسل کے انتشار والی دلیل میں تردد ہے اس لیے کہ کبھی بغیر

۲؎ وَإِنْ أَكْرَهَهُ غَيْرُالسُّلْطَانِ حُدَّعِنْدَأَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَقَالَا:لَا يُحَدُّلِأَنَّ الْإِكْرَاهَ عِنْدَهُمَا قَدْ يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِالسُّلْطَانِ،لِأَنَّ الْمُؤَثِّرَخَوْفُ الْهَلَاكِ وَأَنَّهُ يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِهِ.۳؎ وَلَهُ أَنَّ الْإِكْرَاهَ مِنْ غَيْرِهِ لَايَدُومُ إِلَّانَادِرًا لِتَمَكُّنِهِ مِنْ الِاسْتِعَانَةِ بِالسُّلْطَانِ أَوْبِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ،وَيُمْكِنُهُ دَفْعُهُ بِنَفْسِهِ بِالسِّلَاحِ، وَالنَّادِرُ لَاحُكْمَ لَهُ فَلَا يَسْقُطُ بِهِ الْحَدُّ،۴؎ بِخِلَافِ السُّلْطَانِ لِأَنَّهُ لَايُمْكِنُهُ الِاسْتِعَانَةُ بِغَيْرِهِ وَلَا الْخُرُوجُ بِالسِّلَاحِ عَلَيْهِ فَافْتَرَقَا

ارادے کے بھی آلہ تناسل کا انتشار ہوجاتا ہے، یہ طبعا ہوتا ہے اس میں کوئی ارادہ نہیں ہوتا جیسے سونے کی حالت میں ہوتا ہے اس لیے خوشی سے زنا کرنے میں شبہ ہوگیا [اس لیے حد نہیں لگے گی]

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول یہ تھا کہ بادشاہ نے مجبور کیا ہو اور اس کی وجہ سے زنا کیا ہو تب بھی زانی کو حد لگے گی، اور اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ زنا کرتے وقت آلہ تناسل منتشر ہوتا ہے یہ منتشر ہونا خوشی کی دلیل ہے، گویا کہ اس نے اپنی خوشی سے زنا کیا اس لیے حد لگے گی، بعد میں اس سے رجوع کر گئے اور دلیل یہ دی کہ آلہ تناسل کبھی بغیر ارادے کے بھی منتشر ہوجاتا ہے، جیسے خواب میں ہوتا ہے، اس لیے آلہ کا منتشر ہونا خوشی کی دلیل نہیں ہے، جب کہ بادشاہ کا جبر سامنے موجود ہے، اس لیے اس کو مجبور مانا جائے اور حد ساقط ہوجائے گی۔

لغت: طواعیة: خوشی سے کرنا، اطاعت سے کرنا۔ ملجی: الجاء سے مشتق ہے، مجبور کرنا۔ اورث: پیدا کردیا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر بادشاہ کے علاوہ نے مجبور کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پھر بھی حد لگے گی، اور صاحبین فرماتے ہیں کہ حد نہیں لگے گی اس لیے کہ ان دونوں کے نزدیک بادشاہ کے علاوہ سے بھی اکراہ متحقق ہوتا ہے، اس لیے کہ مجبوری کی اصل بنیاد ہلاکت کا خوف ہونا ہے، اور یہ بادشاہ کے علاوہ سے بھی متحقق ہوتا ہے [اس لیے حد نہیں لگے گی]

تشریح: اگر بادشاہ کے علاوہ نے مجبور کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ مجبوری نہیں ہے اس لیے حد لگے گی، اس کی دلیل آگے آرہی ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ اس سے بھی مجبوری ہوتی ہے اس لیے حد نہیں لگے گی۔

وجہ: صاحبین فرماتے ہیں کہ جان جانے کا خوف ہو تو یہ مجبوری ہے، اور یہ بادشاہ کے علاوہ بھی کسی سے ہوسکتا ہے، اس لیے کسی نے بھی مجبور کیا تو حد ساقط ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کے علاوہ سے مجبور کرنا ہمیشہ نہیں رہتا، کبھی نادر ایسا ہوتا ہے، اس لیے کہ بادشاہ سے مدد مانگ سکتا ہے، یا مسلمان کی جماعت سے مدد مانگ سکتا ہے، یا خود ہتھیار سے دفع کرسکتا ہے، اور نادر پر کوئی حکم صادر نہیں کر سکتے، اس لیے حد ساقط نہیں ہوگی۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کے علاوہ نے مجبور کیا تو یہ مجبوری ہمیشہ نہیں رہتی، کیوں کہ بادشاہ سے یا مسلمانوں سے مدد لے کر یہ مجبوری ختم کی جاسکتی ہے، اور کبھی کبھار ایسی مجبوری ہوجائے کہ بادشاہ، اور جماعت مسلمین سے بھی مدد نہیں لی جاسکے تو یہ نادر موقع ہے اس لیے اس پر عام حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف بادشاہ کے اس لیے کہ اس کے خلاف دوسرے سے مدد نہیں لے سکتا، اور نہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھا سکتا ہے، اس لیے بادشاہ اور عوام میں فرق ہوگیا۔

(۲۵۴۰)وَمَنْ أَقَرَّ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فِي مَجَالِسَ مُخْتَلِفَةٍ أَنَّهُ زَنَى بِفُلَانَةَ وَقَالَتْ هِيَ: تَزَوَّجَنِي أَوْ أَقَرَّتْ بِالزِّنَا وَقَالَ الرَّجُلُ تَزَوَّجْتهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِ الْمَهْرُ فِي ذٰلِكَ ۱ ؎ لِأَنَّ دَعْوَى النِّكَاحِ يَحْتَمِلُ الصِّدْقَ وَهُوَ يَقُومُ بِالطَّرَفَيْنِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً، وَإِذَا سَقَطَ الْحَدُّ وَجَبَ الْمَهْرُ تَعْظِيمًالِخَطَرِ الْبُضْعِ (۲۵۴۱)وَمَنْ زَنَى بِجَارِيَةٍ فَقَتَلَهَا فَإِنَّهُ يُحَدُّ وَعَلَيْهِ الْقِيمَةُ ۱ ؎ مَعْنَاهُ: قَتَلَهَا بِفِعْلِ الزِّنَا لِأَنَّهُ جَنَى جِنَايَتَيْنِ فَيُوَفِّرُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حُكْمَهُ. ۲ ؎ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّهُ لَا يُحَدُّ لِأَنَّ تَقَرُّرَ ضَمَانِ الْقِيمَةِ سَبَبٌ لِمِلْكِ الْأَمَةِ فَصَارَ

تشریح: بادشاہ مجبور کرے تو اس کے خلاف نہ لوگوں سے مدد لے سکے گا اور نہ اس کے خلاف ہتھیار اٹھا سکے گا، اس لیے کہ حقیقی مجبوری ہوئی اس لیے اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۴۰) اگر مرد نے چار مجلسوں میں چار مرتبہ اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے، اور عورت کہتی ہے کہ میں نے نکاح کر کے وطی کرائی ہے، یا عورت نے زنا کا اقرار کیا اور مرد کہتا ہے کہ میں نے اس سے نکاح کیا ہے تو مرد پر حد نہیں ہوگی، لیکن مرد پر اس بارے میں مہر لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۱ ؎ اس لیے کہ نکاح کا دعوی سچائی کا احتمال رکھتا ہے، اس لیے کہ نکاح دونوں طرف سے منعقد ہوتا ہے اس لیے شبہ پیدا ہو گیا، اور جب حد ساقط ہو گئی تو شرمگاہ کے احترام میں مرد پر مہر لازم ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ نکاح کا شبہ پیدا ہو گیا تو حد ساقط ہو جائے گی۔

تشریح: مرد نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کا اقرار کیا لیکن عورت کہتی ہے کہ نکاح ہوا ہے، یا عورت نے زنا کا اقرار کیا اور مرد کہتا ہے کہ نکاح ہوا ہے، اس لیے نکاح کا شبہ پیدا ہو گیا اس لیے حد ساقط ہو جائے گی، لیکن وطی بہر حال کی ہے اس لیے نکاح مان کر شرمگاہ کے احترام میں اس کا مہر دینا ہوگا۔

وجہ: نکاح دونوں طرف سے ہوتا ہے، یہاں ایک طرف سے زنا کا ثبوت ہے اور دوسری طرف سے نکاح کا ثبوت ہے اس لیے حد ساقط کرنے کے لیے نکاح کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لیے حد ساقط ہوگی اور مہر لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۲۵۴۱) کسی نے باندی سے زنا کیا اور اس کو مار دیا تو حد لگے گی اور اس پر باندی کی قیمت بھی لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۱ ؎ اس کا معنی یہ ہے کہ زنا کی وجہ سے باندی مری ہے، اس لیے کہ یہاں دو جرم ہیں اس لیے دونوں پر اس کا حکم لگے گا

اصول: حد لگنے سے پہلے اس چیز کا مالک بن جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔

اصول: باندی مر گئی اس کے بعد اس کی قیمت لازم ہوئی تو یہ قیمت اس کی دیت شمار ہوگی، اس لیے باندی کا مالک نہیں بنا اس لیے حد لگے گی۔

تشریح: باندی سے زنا کیا جسکی وجہ سے باندی مر گئی، تو زنا کی وجہ سے حد لگے گی، اور جو باندی مری ہے اس کی دیت لازم ہوگی، جس کو یہاں باندی کی قیمت کہا ہے۔

وجہ: یہاں دو جرم ہیں [۱] ایک ہے زنا کرنا، اس کی وجہ سے حد لگے گی [۲] دوسرا جرم ہے باندی کا مارنا اس کی وجہ سے اس پر دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲ ؎ امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ حد نہیں لگے گی، اس لیے کہ ضمان کا لازم ہونا باندی کے مالک ہونے کا سبب ہے، اس

كَمَا إِذَا اشْتَرَاهَا بَعْدَ مَا زَنَى بِهَا وَهُوَ عَلَى هَذَا الِاخْتِلَافِ، وَاعْتِرَاضُ سَبَبِ الْمِلْكِ قَبْلَ إِقَامَةِ الْحَدِّ يُوجِبُ سُقُوطَهُ، كَمَا إِذَا مَلَكَ الْمَسْرُوقَ قَبْلَ الْقَطْعِ. ۳؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ ضَمَانُ قَتْلٍ فَلَا يُوجِبُ الْمِلْكَ لِأَنَّهُ ضَمَانُ دَمٍ، ۴؎ وَلَوْ كَانَ يُوجِبُهُ فَإِنَّمَا يُوجِبُهُ فِي الْعَيْنِ كَمَا فِي هِبَةِ الْمَسْرُوقِ لَا فِي مَنَافِعِ الْبُضْعِ لِأَنَّهَا اُسْتُوْفِيَتْ وَالْمِلْكُ يَثْبُتُ مُسْتَنِدًا فَلَا يَظْهَرُ فِي الْمُسْتَوْفَى لِكَوْنِهَا مَعْدُومَةً. ۵؎ وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا زَنَى بِهَا فَأَذْهَبَ عَيْنَهَا حَيْثُ تَجِبُ عَلَيْهِ قِيمَتُهَا، وَيَسْقُطُ الْحَدُّ لِأَنَّ الْمِلْكَ هُنَالِكَ يَثْبُتُ فِي الْجُثَّةِ الْعَمْيَاءِ وَهِيَ عَيْنٌ

لیے ایسا ہو گیا کہ زنا کے بعد باندی کو خرید لیا، تو وہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے [امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حد لگے گی، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں لگے گی] حد قائم ہونے سے پہلے ملک کا سبب پیش آجائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے، جیسے ہاتھ کٹنے سے پہلے چرائی ہوئی چیز کا مالک بن جائے تو ہاتھ نہیں کٹتا ہے۔

تشریح: اس عبارت میں تین مسئلے ہیں [۱] پہلا مسئلہ۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ باندی کی قیمت ادا کی تو زانی اس باندی کا مالک بن گیا، اور قاعدہ ہے کہ حد لگنے سے پہلے باندی کا مالک بن جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے اس لیے یہاں حد ساقط ہو جائے گی۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ زنا کے بعد باندی کو خرید لیا، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد ساقط ہو جائے گی، کیوں کہ زانی باندی کا ملک بن گیا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں حد لگے گی [۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے جس کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔ کہ چور کے ہاتھ کٹنے سے پہلے مسروقہ مال کا مالک بن گیا تو چور کا ہاتھ نہیں کٹے گا، اسی طرح یہاں حد لگنے سے پہلے زانی باندی کا مالک بن گیا اس لیے اب حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ باندی کی قیمت قتل کا ضمان ہے اس لیے یہ ملک کا سبب نہیں بنے گی، اس لیے کہ یہ خون کا ضمان ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہ لا ور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ جو قیمت واجب ہوئی ہے وہ خون کا ضمان ہے اس لیے زانی باندی کا مالک نہیں بنے گا۔

ترجمہ: ۴؎ اور اگر ضمان مالک بننے کا سبب بنے تو عین باندی کا مالک بنے گا،، جیسا کہ مسروق مال کے ہبہ کی شکل میں ہوتا ہے، بضع کے منافع کا مالک نہیں بنے گا، اس لیے کہ وہ تو وصول کر چکا ہے، اور ملکیت قیمت دینے کے بعد ہوئی ہے، اس لیے منافع میں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوگا، اس لیے کہ منافع تو ختم ہو چکا ہے۔

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ باندی کی قیمت بھی نہیں بن سکتی کیوں کہ وہ مر چکی ہے، اور اس سے جو نفع حاصل کیا ہے [یعنی وطی کی ہے] اس کی بھی قیمت نہیں بن سکتی کیوں کہ وہ بھی معدوم ہو چکی ہے، اس لیے یہ قیمت باندی کی دیت بنے گی۔

ترجمہ: ۵؎ اور یہ مسئلہ اس کے خلاف ہے کہ باندی سے زنا کیا اور اس کی آنکھ کانی کر دی، جسکی وجہ سے باندی کی قیمت اس پر لازم ہو گئی تو حد ساقط ہو جائے گی اس لیے کہ یہاں کانی جسم میں ملک ثابت ہو گئی اور وہ آنکھ ہے اس لیے ملکیت کا شبہ ہو گیا اس لیے حد ساقط ہو جائے گی۔

تشریح: زنا کی وجہ سے باندی مری نہیں بلکہ وہ کانی ہو گئی ہے تو جو اس کی قیمت لازم ہوگی وہ باندی کی قیمت ہوگی، کیوں کہ وہ زندہ ہے، اور قیمت ادا کرنے کی وجہ سے زانی باندی کا مالک بن گیا اس لیے حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ: پہلے قاعدہ گزر چکا ہے کہ، حد لگنے سے پہلے باندی کا مالک ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

فَأَوْرَثَ شُبْهَةً. قَالَ (۲۵۴۲)وَكُلُّ شَيْءٍ صَنَعَهُ الْإِمَامُ الَّذِي لَيْسَ فَوْقَهُ إِمَامٌ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ إِلَّا الْقِصَاصُ فَإِنَّهُ يُؤْخَذُ بِهِ وَبِالْأَمْوَالِ ۱؎ لِأَنَّ الْحُدُودَ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى وَإِقَامَتُهَا إِلَيْهِ لَا إِلَى غَيْرِهِ وَلَا يُمْكِنُهُ أَنْ يُقِيمَ عَلَى نَفْسِهِ لِأَنَّهُ لَا يُفِيدُ، ۲؎ بِخِلَافِ حُقُوقِ الْعِبَادِ لِأَنَّهُ يَسْتَوْفِيهِ وَلِيُّ الْحَقِّ إِمَّا بِتَمْكِينِهِ أَوْ بِالِاسْتِعَانَةِ بِمَنَعَةِ الْمُسْلِمِينَ وَالْقِصَاصُ وَالْأَمْوَالُ مِنْهَا. وَأَمَّا حَدُّ الْقَذْفِ قَالُوا الْمُغَلَّبُ فِيهِ حَقُّ الشَّرْعِ فَحُكْمُهُ حُكْمُ سَائِرِ الْحُدُودِ الَّتِي هِيَ حَقُّ اللَّهِ تَعَالَى، وَاَللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ: (۲۵۴۲) ہر وہ کام جو صرف امام کرتا ہو، اور اس امام کے اوپر کوئی امام نہ ہوتو اس امام کے اوپر کوئی حد نہیں ہے، ہاں اس سے قصاص لیا جائے گا اور اس سے مال بھی لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ حدود اللہ کا حق ہے اور اس کو دوسرا کوئی آدمی قائم نہیں کرسکتا، اور یہ ممکن نہیں کہ امام خود اپنے اوپر حد قائم کرے، اس حد لازم کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تشریح: بڑے امام کوئی ایسی غلطی کر جائے جس سے حد لازم ہوتی ہوتو اس سے حد ساقط ہوجائے گی۔ اگر ایسی غلطی جس سے قصاص لازم ہوتا ہوتو وہ لیا جائے گا کیوں کہ یہ حقوق العباد ہے، اسی طرح ایسی غلطی کی جس سے مال لازم ہوتا ہوتو وہ لیا جائے گا، وہ حق والا لے گا یا جماعت مسلمین کی مدد سے وصول کرے گا۔

وجہ: حد جاری کرنے کے لیے امام چاہئے اور یہاں اس سے بڑا کوئی امام نہیں ہے تو اس پر حد کون جاری کرے گا! اور امام خود اپنے اوپر جاری نہیں کرسکتا، اس لیے حد لازم کرنے میں فائدہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف حقوق العباد کے اس لیے کہ حق والا اس سے وصول کرسکتا ہے، یا خود وصول کرے گا یا مسلمان کی جماعت سے مدد لے کر وصول کرے گا، اور قصاص اور مال کا معاملہ اسی میں ہے کہ امام سے وصول کیا جائے گا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۳؎ حد قذف کے بارے میں علماء نے فرمایا کہ شریعت کا حق اس میں غالب ہے، اس لیے اس کا حکم تمام حدود کی طرح ہے کہ وہ اللہ کا حق ہے۔

تشریح: حد قذف حقوق اللہ ہے یا حقوق العباد اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، غالب یہ ہے کہ یہ حقوق اللہ ہے، اس لیے بڑے امام پر حق قذف ہوتو وہ ساقط ہوجائے گا۔

لغت: حد قذف: کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی تو تہمت لگانے والے پر حد قذف لگتی ہے، اس میں بندے کا حق بھی ہے، کیوں کہ اس کو تہمت لگائی ہے، اور اللہ کا حق بھی ہے، کیوں کہ حد جاری کرنی ہے، لیکن حقوق اللہ غالب ہے۔

☆☆☆

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الزِّنَاوَالرُّجُوعِ عَنْهَا

(۲۵۴۳)وَإِذَا شَهِدَ الشُّهُودُ بِحَدٍّ مُتَقَادِمٍ لَمْ يَمْنَعْهُمْ عَنْ إقَامَتِهِ بُعْدُهُمْ عَنْ الْإِمَامِ لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمْ إلَّا فِي حَدِّ الْقَذْفِ خَاصَّةً وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: (۲۵۴۴)وَإِذَا شَهِدَ عَلَيْهِ الشُّهُودُ بِسَرِقَةٍ أَوْ بِشُرْبِ خَمْرٍ أَوْ بِزِنًا بَعْدَ حِينٍ لَمْ يُؤْخَذْ بِهِ وَضَمِنَ السَّرِقَةَ ١ وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ الْحُدُودَ الْخَالِصَةَ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى تَبْطُلُ بِالتَّقَادُمِ ٢ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ - رَحِمَهُ اللَّهُ - هُوَ يَعْتَبِرُهَا بِحُقُوقِ الْعِبَادِ وَبِالْإِقْرَارِ الَّذِي هُوَ إحْدَى الْحُجَّتَيْنِ.

باب الشهادة علی الزنا والرجوع عنها

ترجمہ: (۲۵۴۳)اگر گواہوں نے پرانی حد کی گواہی دی جس کو قائم کرنے سے امام سے دور ہونا اس کو روکتا نہ تھا تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر خاص طور پر حد قذف میں۔

تشریح: معاملات میں پرانی گواہی بھی قابل قبول ہے کیوں کہ وہ حقوق العباد ہیں۔ لیکن حد اور حقوق اللہ کے بارے میں اگر کوئی عذر نہیں تھا مثلا امام سے اتنا دور نہیں تھا کہ اتنی تاخیر کرنے کی ضرورت ہو پھر بھی گواہی دینے میں بہت تاخیر کی تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وجہ: (۱) ابتدا میں گواہی نہ دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مجرم پر پردہ پوشی کرنا چاہتا تھا جس کی حدیث میں ترغیب ہے۔ بعد میں کسی حسد اور بغض کی بنا پر گواہی کے لیے آمادہ ہو گیا تو گواہی اب حسد اور بغض کی بنیاد پر ہے۔ حقوق اللہ کی بنیاد پر نہیں ہے اس لیے ایسی گواہی مقبول نہیں ہوگی (۲) قول صحابی میں ہے۔ **عن ابی عون قال عمر بن الخطاب ؓ ایما رجل شھد علی حد لم یکن بحضرته فانما ذلک عن ضغن** (مصنف عبد الرزاق، باب لا یوجل فی الحدود ج سابع ص ۳۴۵، نمبر ۱۳۸۳۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دیر کا مطلب یہ ہے کہ اب کینہ کی وجہ سے گواہی دے رہا ہے۔ (۳) **عن الشعبی قال لا یوجل فی الحدود الا قدر ما یقوم القاضی۔** (مصنف عبد الرزاق، باب لا یوجل فی الحدود ج سابع ص ۳۴۵، نمبر ۱۳۸۳۲) اس قول تابعی میں ہے کہ حدود کی گواہی میں دیر نہ کرے۔

ترجمہ: (۲۵۴۴) جامع صغیر میں ہے کہ ایک زمانے کے بعد گواہ نے چوری کی گواہی دی، یا شراب پینے کی گواہی دی، یا زنا کی گواہی دی تو انکی گواہی نہیں لی جائے گی، البتہ چور کو چوری کے مال ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ١ اصل قاعدہ یہ ہے کہ حدود خالص اللہ کا حق ہے پرانا ہونے سے گواہی باطل ہو جاتی ہے۔

تشریح: جامع صغیر میں تین حدود کا ذکر ہے [۱] ایک زمانے کے بعد چوری کی گواہی دی [۲] شراب پینے کی گواہی دی۔ [۳] یا زنا کی گواہی دی تو یہ گواہی رد کر دی جائے گی، البتہ چوری کی گواہی میں بندے کا حق بھی ہے کہ اس کا مال گیا اس لیے حد تو نہیں لگے گی، لیکن مال دلوایا جائے گا۔

وجہ: جو خالص اللہ کا حق ہے اس کے پرانے ہونے سے اس کی گواہی رد کر دی جاتی ہے۔

ترجمہ: ٢ خلاف امام شافعیؒ کے وہ حقوق العباد پر قیاس کرتے ہیں اور اقرار پر قیاس کرتے ہیں جو دو حجت میں سے ایک ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قدیم زمانہ بھی گزر گیا ہو تب بھی حدود کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ: (۱) حقوق العباد میں زمانہ گزر جائے پھر بھی اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے حدود کی گواہی پر زمانہ گزر

۳ وَلَنَا أَنَّ الشَّاهِدَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ حِسْبَتَيْنِ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ وَالسَّتْرِ، فَالتَّأْخِيرُ إِنْ كَانَ لِاخْتِيَارِ السَّتْرِ فَالْإِقْدَامُ عَلَى الْأَدَاءِ بَعْدَ ذَلِكَ لِضَغِينَةٍ هَيَّجَتْهُ أَوْ لِعَدَاوَةٍ حَرَّكَتْهُ فَيُتَّهَمُ فِيهَا وَإِنْ كَانَ التَّأْخِيرُ لَا لِلسَّتْرِ يَصِيرُ فَاسِقًا آثِمًا فَتَيَقَّنَّا بِالْمَانِعِ، ۴ بِخِلَافِ الْإِقْرَارِ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يُعَادِي نَفْسَهُ، ۵ فَحَدُّ الزِّنَا وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالسَّرِقَةِ خَالِصُ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى يَصِحَّ الرُّجُوعُ عَنْهَا بَعْدَ الْإِقْرَارِ فَيَكُونَ التَّقَادُمُ فِيهِ مَانِعًا،

جائے تو بھی قبول کی جائے گی۔ (۲) زمانہ دراز کے بعد مجرم نے اقرار کیا ہو تو اس کا اقرار قبول کیا جاتا ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے گواہی پر زمانہ گزر جائے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہ کو دو نیکیوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا تو گواہی دے یا پردہ پوشی کر لے، اس لیے تاخیر اگر پردہ پوشی کے لیے ہے، اب ادا کرنے پر اقدام کرنا اس کے کینہ ابھرنے کی وجہ سے ہے، یا کوئی دشمنی پیدا ہوئی ہے اس لیے اس کی گواہی متہم ہے، اور اگر تاخیر پردہ پوشی کی وجہ سے نہیں ہے تو گواہ فاسق ہو گیا، گناہ گار ہو گیا یقین کے ساتھ یہی بات معلوم ہوئی اس لیے گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

تشریح: تاخیر کرنے پر اس کی گواہی کیوں قبول نہیں کی جائے گی اس کی دلیل ہے۔ گواہ کو دو اختیار تھے، [۱] ایک تو یہ کہ گواہی دے دیتا، اور گواہی دینے کا ثواب حاصل کرتا۔ [۲] دوسرا یہ کہ اس گناہ پر پردہ پوشی کرتا اور پردہ پوشی کرنے کا ثواب حاصل کرتا، لیکن جب اس نے ایک زمانے تک گواہی نہیں دی تو ایسا معلوم ہوا کہ پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے، اب اچانک گواہی دینے کے لیے تیار ہوا تو معلوم ہوا کہ مجرم سے کسی دشمنی کی بنا پر اب گواہی دے رہا ہے، اس لیے اس گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر پردہ پوشی کی نیت نہیں تھی تو گواہی کو چھپانا یہ فسق کی علامت ہے، اس لیے پھر بھی اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وجہ: (۱) وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ (آیت ۲۸۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ ضرورت کے موقع پر گواہی چھپایا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ (۲) **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ... و من ستر على مسلم ستره الله فى الدنيا و الآخرة**۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الستر علی المسلم، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۲۵) اس حدیث میں ہے کہ ستر پوشی کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ (۳) **عن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ قال تعافوا الحدود فيما بينكم فما بلغنى من حد فقد وجب**۔ (ابوداود شریف، باب یعفی عن الحدود ما لم تبلغ السلطان، ص ۶۱۵، نمبر ۴۳۷۶) اس حدیث میں ہے کہ آپس میں حد کو معاف کر دو۔ (۴) **ان ماعزا اتى النبى ﷺ فاقر عنده اربع مرات فامر برجمه و قال لهزال لو سترته بثوبك كان خيرا له** (ابوداود شریف، باب الستر علی اهل الحدود، ص ۶۱۵، نمبر ۴۳۷۷) اس حدیث میں ہے کہ حدود کے جرم کا چھپا دے تو بہتر ہے۔

لغت: حسبتين: حسبة سے مشتق ہے، دو اجر۔ ضغينة: ضيغ سے مشتق ہے، کینہ۔ هيجة: ابھر آیا، بھڑک آیا۔ حركته: متحرک کر دیا، بھڑکا دیا۔ فتيقنا: یقین کر لیا۔

ترجمہ: ۴ بخلاف اقرار کے اس لیے کہ انسان اپنی ذات کا دشمن نہیں ہوتا۔

تشریح: آدمی اپنی جان کا دشمن نہیں ہوتا اس لیے اقرار کرنے میں تاخیر ہوئی تب بھی اس کو قبول کیا جائے گا اور حد لگے گی۔

ترجمہ: ۵ پس زنا کی حد، شراب پینے کی حد اور چوری کی حد خالص اللہ کا حق ہے، یہی وجہ ہے کہ اقرار کے بعد بھی اس سے رجوع کرنا

٦ وَحَدُّ الْقَذْفِ فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ لِمَا فِيهِ مِنْ دَفْعِ الْعَارِ عَنْهُ، وَلِهَذَا لَا يَصِحُّ رُجُوعُهُ بَعْدَ الْإِقْرَارِ، وَالتَّقَادُمُ غَيْرُ مَانِعٍ فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ، وَلِأَنَّ الدَّعْوَى فِيهِ شَرْطٌ فَيُحْمَلُ تَأْخِيرُهُمْ عَلَى انْعِدَامِ الدَّعْوَى فَلَا يُوجِبُ تَفْسِيقَهُمْ، ٧ بِخِلَافِ حَدِّ السَّرِقَةِ لِأَنَّ الدَّعْوَى لَيْسَتْ بِشَرْطٍ لِلْحَدِّ لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى مَا مَرَّ، وَإِنَّمَا شُرِطَتْ لِلْمَالِ، ٨ وَلِأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارُ عَلَى كَوْنِ الْحَدِّ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى فَلَا يُعْتَبَرُ وُجُودُ التُّهْمَةِ فِي

صحیح ہے، اس لیے گواہی میں پرانا ہونا گواہی کو روکتی ہے۔

تشریح: زنا کی حد، شراب پینے کی حد خالص اللہ کی حد ہے، یہی وجہ ہے کہ اقرار کرنے کے بعد اس سے رجوع کر سکتا ہے، یعنی رجوع کرنے سے حد ساقط ہو جائے گی، اس لیے اس حد میں گواہی پرانی ہو گئی تو گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

چوری کی حد کی دو حیثیت ہیں [۱] ایک ہے مال کا وصول کرنا یہ بندے کا حق ہے، اس بارے میں گواہی پرانی بھی ہو گی تو قبول کی جائے گی۔ [۲] اور دوسری حیثیت ہے حد لگنے کی، یہ خالص اللہ کا حق ہے اس میں گواہی پرانی ہو گی تو قبول نہیں کی جائے گی، اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

ترجمہ: ٦ اور حد قذف اس میں بندے کا حق ہے کیوں کہ بندے سے عار کو دفع کرنا ہے، اسی لیے اقرار کے بعد اس سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے، اور حقوق العباد میں پرانا ہونا بھی مانع نہیں ہے، اس لیے کہ دعوی کرنا شرط ہے، اس لیے تاخیر کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ دعوی نہیں کیا تھا اس لیے اس کو فاسق قرار دینا واجب نہیں ہے۔

تشریح: یہاں تین باتیں بیان کر رہے ہیں [۱] حد قذف میں بندے کا حق زیادہ ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ بندے کے عار کو ختم کرنا ہے [۲] چونکہ یہ بندے کا حق ہے اس لیے اس کے اقرار کے بعد اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔ [۳] گواہی پرانی ہو جائے تب بھی اس کو قبول کی جائے گی۔

وجہ: اور اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ حد قذف جاری کرنے کے لیے متہم آدمی کا دعوی کرنا شرط ہے، اس لیے ممکن ہے کہ دعوی کرنے میں ہی دیر ہوئی ہو، اس لیے گواہی میں دیر ہوئی تو نہ اس کو فاسق قرار دیں گے اور نہ اس کو رد کیا جائے گا۔

ترجمہ: ٧ بخلاف چوری کے حد کے اس لیے کہ اس میں دعوی کرنا شرط نہیں ہے اس لیے کہ یہ خالص اللہ کا حق ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ہاں مال وصول کرنے کے لیے دعوی شرط ہے۔

تشریح: پہلے گزر چکا ہے کہ چوری کی حد میں دو حیثیت ہیں [۱] ایک ہے حد، یہ خالص اللہ کا حق ہے، اس کو ثابت کرنے کے لیے دعوی کی ضرورت نہیں ہے [۲]، اور دوسری ہے مال کا وصول کرنا، یہ بندے کا حق ہے، اس کو ثابت کرنے کے لیے دعوی کی ضرورت ہے

ترجمہ: ٨ اور اس لیے کہ حکم کا مدار اس بات پر ہے کہ حد اللہ کا حق ہے اس لیے ہر فرد میں تہمت کے پائے جانے کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: ہر گواہ میں ضروری نہیں ہے کہ کینہ ہو تب ہی ایک زمانے کے بعد گواہی دینے کے لیے تیار ہوا ہے، بلکہ صرف یہ دیکھا جائے گا کہ اللہ کا حق ہے، اور دیر کر کے گواہی دے رہا ہے تو اس کی گواہی کو رد کر دی جائے گی۔

وجہ: کینہ چھپی ہوئی چیز ہے اس پر مطلع ہونا مشکل ہے، اس لیے گواہی رد کرنے کے لیے حقوق اللہ کا ہونا کافی ہے۔

كُلِّ فَرْدٍ، ۹ وَلِأَنَّ السَّرِقَةَ تُقَامُ عَلَى الِاسْتِسْرَارِ عَلَى غِرَّةٍ مِنْ الْمَالِكِ فَيَجِبُ عَلَى الشَّاهِدِ إعْلَامُهُ فَبِالْكِتْمَانِ يَصِيرُ فَاسِقًا آثِمًا، ۱۰ ثُمَّ التَّقَادُمُ كَمَا يَمْنَعُ قَبُولَ الشَّهَادَةِ فِي الِابْتِدَاءِ يَمْنَعُ الْإِقَامَةَ بَعْدَ الْقَضَاءِ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ حَتَّى لَوْ هَرَبَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ بَعْضَ الْحَدِّ ثُمَّ أُخِذَ بَعْدَ مَا تَقَادَمَ الزَّمَانُ لَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ لِأَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنْ الْقَضَاءِ فِي بَابِ الْحُدُودِ. ۱۱ وَاخْتَلَفُوا فِي حَدِّ التَّقَادُمِ، وَأَشَارَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ إلَى سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِنَّهُ قَالَ بَعْدَ حِينٍ، وَهَكَذَا أَشَارَ الطَّحَاوِيُّ، وَأَبُو حَنِيفَةَ لَمْ يُقَدِّرْ فِي ذَلِكَ وَفَوَّضَهُ إلَى رَأْيِ الْقَاضِي فِي كُلِّ عَصْرٍ. وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَدَّرَهُ بِشَهْرٍ؛ لِأَنَّ مَا دُونَهُ عَاجِلٌ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَهُوَ الْأَصَحُّ. وَهَذَا إذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْقَاضِي وَبَيْنَهُمْ مَسِيرَةُ شَهْرٍ، أَمَّا إذَا كَانَ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمْ؛ لِأَنَّ الْمَانِعَ بُعْدُهُمْ عَنْ الْإِمَامِ فَلَا تَتَحَقَّقُ التُّهْمَةُ.

ترجمہ: ۹ اور اس لیے کہ چوری مالک کو دھوکہ دیکر چپکے سے ہوتی ہے اس لیے گواہ پر اس کا اعلان کرنا واجب ہے، اور گواہی چھپانے سے فاسق اور گناہ گار ہوگا۔

تشریح: حد سرقہ میں دیر کرنے سے گواہی کیوں رد کرتے ہیں اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔ چوری اتنا چھپ کر کرتے ہیں کہ مالک کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ کس نے چور کو دیکھا ہے، اس لیے گواہ کو چاہئے کہ خود سے جا کر گواہی دے، اور اس نے نہیں دیا بلکہ دیر کی، اتنا ہی اس کے فاسق ہونے کے لیے اور اس کی گواہی رد ہونے کے لیے کافی ہے۔

لغت: استسرار: سر سے مشتق ہے، چپکے سے۔ غرۃ: دھوکہ۔ کتمان: چھپانا۔

ترجمہ: ۱۰ پھر گواہی پرانی ہوجائے تو ابتداء میں اس کو قبول نہیں کیا جاتا ہے اسی طرح فیصلے کے بعد اگر پرانا ہوجائے تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی ہمارے نزدیک، خلاف امام زفرؒ کے یہاں تک کہ اگر بعض حد قائم کرنے کے بعد مجرم بھاگ جائے پھر ایک زمانے کے بعد پکڑا جائے تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی اس لیے کہ حد کے باب میں حد کو جاری کرنا بھی قضا کا حصہ ہے۔

تشریح: گواہی میں دیر ہوجائے تو رد ہوجاتی ہے، اسی طرح فیصلہ ہو گیا ہے لیکن حد قائم کرنے میں ایک ماہ کی دیر کر دی تب بھی حد ساقط ہوجائے گی، یا آدھی حد قائم کی اور مجرم بھاگ گیا، اور ایک ماہ کے بعد پکڑا گیا تب بھی حد ساقط ہوجائے گی۔

وجہ: گواہی لینے سے اس کو مکمل جاری کرنے تک کو قضا کہتے ہیں اور قضا میں تاخیر ہوجائے تو حد ساقط ہوجاتی ہے اس لیے اب یہ حد ساقط ہوجائے گی۔

ترجمہ: ۱۱ گواہی کے پرانے ہونے کی حد میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے جامع صغیر میں اشارہ کیا ہے کہ وہ چھ مہینے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے کہا ہے ,بعد حین،، اور ایسے ہی امام طحاویؒ نے اشارہ کیا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ نے اس بارے میں کوئی وقت متعین نہیں کیا، بلکہ ہر زمانے کے قاضی کی رائے پر سونپا، اور امام محمدؒ روایت ہے ایک ماہ، اس لیے کہ اس سے کم جو ہے وہ جلدی ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

تشریح: کتنی مدت دیر ہے اور کتنی مدت قریب ہے اس بارے میں تین رائیں ہیں [۱] چھ ماہ، یہ جامع صغیر اور طحاوی کی عبارت سے

۱۲ وَالتَّقَادُمُ فِي حَدِّ الشُّرْبِ كَذَلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ، وَعِنْدَهُمَا يُقَدَّرُ بِزَوَالِ الرَّائِحَةِ عَلَى مَا يَأْتِي فِي بَابِهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى(۲۵۴۵)وَإِذَا شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ زَنَى بِفُلَانَةَ وَفُلَانَةُ غَائِبَةٌ فَإِنَّهُ يُحَدُّ، وَإِنْ شَهِدُوا أَنَّهُ سَرَقَ مِنْ فُلَانٍ وَهُوَ غَائِبٌ لَمْ يُقْطَعْ ۱ وَالْفَرْقُ أَنَّ بِالْغَيْبَةِ تَنْعَدِمُ الدَّعْوَى وَهِيَ شَرْطٌ فِي السَّرِقَةِ دُونَ الزِّنَا،

پتہ چلتا ہے۔ [۲] امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ایک ماہ سے کم یہ قریب کی مدت ہے، اور ایک ماہ، اور اس سے زیادہ یہ دیر کی مدت ہے۔ اور یہی مدت زیادہ صحیح ہے [۳] امام ابوحنیفہؒ کی روایت یہ ہے کہ یہ امام کی رائے پر چھوڑ دیا جائے، وہ جس مدت کو دیر سمجھے اس کو دیر سمجھا جائے اور جس کو قریب سمجھے اس کو قریب سمجھا جائے۔

اور یہ تفصیل اس وقت ہے جب کہ قاضی اور گواہ کے درمیان ایک ماہ کی مسافت نہ ہو، اور اگر ایک ماہ کی مسافت ہے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی، اس لیے کہ یہاں امام سے دوری کی وجہ سے دیر ہوئی ہے اس لیے تہمت نہیں ہوگی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۱۲ اور شراب پینے کی حد میں امام محمدؒ کے نزدیک ایک مہینے کے پرانے کو پرانہ کہیں گے، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شراب کی بو زائل نہ ہو جائے اتنی مدت ہے، اس کی تفصیل حد شرب کے باب میں آئے گی ان شاء اللہ۔

تشریح: شراب پینے کی گواہی ایک مہینہ ہوگئی تو یہ پرانی ہوگئی، اور ایک ماہ سے کم ہے تو یہ تازہ گواہی ہے اس کو رد نہیں کر سکتے امام محمدؒ کی یہی رائے ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے کہ منہ سے شراب کی بو زائل ہونے سے پہلے گواہی دی تو یہ جدید ہے اور بو زائل ہوگئی اس کے بعد گواہی دی تو یہ قدیم ہے اس کو قدیم ہونے کی بنا پر رد کی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۴۵) چار آدمیوں نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں سے زنا کیا ہے، لیکن فلاں عورت غائب ہے تو اس آدمی پر حد جاری ہوگی، اور اگر گواہی دی کہ فلاں آدمی کا مال چوری کی ہے، اور وہ غائب ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

وجہ: زنا میں حد لگے گی اس کے لیے یہ آیت ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (آیت ۲، سورۃ النور ۲۴)

ترجمہ: ۱ فرق یہ ہے کہ جب مرد غائب ہے تو اس کی جانب سے دعوی نہیں ہے، اور چوری میں دعوی شرط ہے زنا میں دعوی شرط نہیں ہے۔

اصول: حد زنا ثابت کرنے کے لیے عورت کی جانب سے دعوی کرنا شرط نہیں ہے۔

اصول: چوری ثابت کرنے کے لیے جس آدمی کا مال چوری ہوئی ہے اس کی جانب سے چوری کا دعوی شرط ہے۔

تشریح: چار آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے ساجدہ سے زنا کیا ہے، اور ساجدہ شہر میں نہیں ہے تب بھی حد لگے گی، کیوں کہ زنا میں ساجدہ کی جانب سے زنا کا دعوی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے ساجد کا مال چوری کی ہے اور ساجد شہر میں نہیں ہے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیوں کہ ساجد کی جانب سے چوری کا دعوی ضروری ہے، اور وہ چونکہ غائب ہے اس لیے اس کی جانب سے دعوی نہیں ہوا اس لیے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، زنا میں اور چوری میں یہ فرق ہے۔

۲ِوَبِالْحُضُورِ يُتَوَهَّمُ دَعْوَى الشُّبْهَةِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِالْمَوْهُومِ (۲۵۴۶)وَإِنْ شَهِدُوا أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ لَا يَعْرِفُونَهَا لَمْ يُحَدَّ ۱ِلِاحْتِمَالِ أَنَّهَاامْرَأَتُهُ أَوْ أَمَتُهُ بَلْ هُوَ الظَّاهِرُ (۲۵۴۷)وَإِنْ أَقَرَّ بِذَلِكَ حُدَّ؛ ۱ِلِأَنَّهُ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ أَمَتُهُ أَوْ امْرَأَتُهُ(۲۵۴۸)وَإِنْ شَهِدَ اثْنَانِ أَنَّهُ زَنَى بِفُلَانَةَ فَاسْتَكْرَهَهَا وَآخَرَانِ أَنَّهَا طَاوَعَتْهُ دُرِئَ الْحَدُّ عَنْهُمَا جَمِيعًا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَقَالَا: يُحَدُّ الرَّجُلُ خَاصَّةً ۱ِلِاتِّفَاقِهِمَا عَلَى الْمُوجِبِ وَتَفَرَّدَ أَحَدُهُمَا بِزِيَادَةِ جِنَايَةٍوَهُوَالْإِكْرَاهُ،بِخِلَافِ جَانِبِهَا؛لِأَنَّ طَوَاعِيَتَهَا شَرْطُ تَحَقُّقِ الْمُوجِبِ فِي حَقِّهَا وَلَمْ يَثْبُتْ لِاخْتِلَافِهِمَا.

ترجمہ: ۲ِفلاں حاضر ہوکر نکاح کا دعوی کرنے کا گمان ہے، لیکن یہ ایک شبہ ہے جس کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: جس عورت کے ساتھ زنا کی گواہی دی گئی اگر وہ حاضر ہوتی تو ممکن ہے کہ وہ یہ ثابت کر دیتی کہ اس نے اس مرد سے نکاح کیا ہے، اس طرح حد ساقط ہوجاتی، اس شبہ کے باوجود حد کیسے جاری کر دی گئی!، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ ایک وہم ہے اس لیے اس کی طرف توجہ دئے بغیر حد جاری کر دی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۴۶) اگر گواہی دی کہ ایک عورت سے زنا کیا ہے جس کو گواہ پہچانتے نہیں ہیں تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱ِکیوں کہ یہ احتمال ہے کہ وہ عورت اس کی بیوی ہو، یا اس کی باندی ہو، بلکہ مسلمان سے ظاہر یہی ہے کہ اس کی بیوی یا باندی ہے۔

تشریح: جس عورت کے ساتھ زنا کی گواہی دی اس کے بارے میں معلوم نہیں ہے کہ کون عورت ہے تو ممکن ہے کہ وہ عورت اس کی بیوی، یا باندی ہو اس لیے اس گواہی سے حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: (۲۵۴۷) اور اگر زانی نے خود ہی اقرار کیا تو اس پر حد لگ جائے گی۔

ترجمہ: ۱ِاس لیے کہ اسکو معلوم ہے کہ یہ اس کی بیوی، یا باندی نہیں ہے تب ہی تو زنا کا اقرار کیا۔

تشریح: زانی خود اقرار کر رہا ہے کہ میں نے زنا کیا ہے تو اس کو معلوم ہوگا کہ یہ اس کی بیوی، یا باندی نہیں ہے، اس لیے یہ نہ پہچانتا ہو کہ وہ عورت کون ہے پھر بھی حد لگ جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۴۸) دو آدمیوں نے گواہی دی کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے، اور زبردستی کیا ہے، اور دوسرے دو نے گواہی دی کی اس کی رضامندی سے کیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مرد اور عورت دونوں سے حد ساقط ہوجائے گی، [اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے]، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ صرف مرد پر حد لگے گی۔

ترجمہ: ۱ِکیوں کہ حد کے سبب پر چاروں گواہ متفق ہیں، اور ایک فریق نے زیادہ جرم کی گواہی دی ہے اور وہ ہے عورت کی جانب کے خلاف زبردستی کرنا، اس لیے کہ عورت کے زنا کا سبب متحقق ہونے کے لیے اس کی رضامندی شرط ہے، اور دونوں فریق کے اختلاف کی وجہ سے یہ ثابت نہیں ہوا۔

اصول: رضامندی کے ساتھ زنا کرانے کی چار آدمیوں کی گواہی ہو تب ہی حد لگتی ہے، اور رضامندی کے ساتھ زنا کرانے کی چار آدمیوں کی گواہی نہ ہو تو حد نہیں لگے گی۔

لغت: لھما: اس مسئلے میں ھما، کی ضمیر دو طرح ہیں، کبھی زنا کرنے والے مرد اور عورت کی طرف ھما کی ضمیر لوٹتی ہے۔ گواہ دینے

۲؎ وَلَهُ أَنَّهُ اخْتَلَفَ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّ الزِّنَا فِعْلٌ وَاحِدٌ يَقُومُ بِهِمَا، وَلِأَنَّ شَاهِدَيْ الطَّوَاعِيَةِ صَارَا قَاذِفَيْنِ لَهَا. ۳؎ وَإِنَّمَا يَسْقُطُ الْحَدُّ عَنْهُمَا بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْ الْإِكْرَاهِ؛ لِأَنَّ زِنَاهَا مُكْرَهَةً يُسْقِطُ إحْصَانَهَا فَصَارَا خَصْمَيْنِ فِي ذَلِكَ(۲۵۴۹)وَإِنْ شَهِدَ اثْنَانِ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ بِالْكُوفَةِ وَآخَرَانِ أَنَّهُ زَنَى بِهَا بِالْبَصْرَةِ دُرِئَ الْحَدُّ عَنْهُمَا جَمِيعًا ۱؎ لِأَنَّ الْمَشْهُودَ بِهِ فِعْلُ الزِّنَا وَقَدْ اخْتَلَفَ بِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ وَلَمْ يَتِمَّ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصَابُ الشَّهَادَةِ

والے چار ہیں، جن میں دو فریق ہو گئے، دو گواہ زبردستی کی گواہی دینے والے، اور دو گواہ رضامندی کے ساتھ زنا کی گواہی دینے والے، اس طرح گواہ کے دو فریق ہو گئے، تو ھما کی ضمیر ان دو فریقوں کی طرف بھی لوٹتی ہے۔ اس کا خیال کر کے اس مسئلے کو سمجھیں۔

تشریح: چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی، لیکن اس میں دو فریق ہو گئے، ایک فریق نے کہا کہ عورت سے زبردستی کر کے زنا کیا ہے، جس کی بنا پر عورت کو حد نہیں لگنی چاہئے، اور دوسرے فریق نے کہا کہ عورت کی رضامندی سے زنا کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت پر بھی حد جاری ہونی چاہئے۔

صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر حد نہیں لگے گی، کیوں کہ اس کی رضامندی پر چار گواہ نہیں ہوئے، البتہ مرد کی زنا پر چار گواہ ہیں اس لیے صرف مرد پر حد لگے گی۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس پر گواہی دی ہے اس میں اختلاف ہو گیا، اس لیے کہ زنا ایک فعل ہے جو مرد اور عورت دونوں سے ہوتا ہے اور اس لیے کہ جس نے عورت کی رضامندی کی گواہی دی اس نے دونوں پر زنا کی تہمت لگائی

تشریح: یہاں عبارت کم ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں سے زنا کا فعل ہوتا ہے۔ یہاں عورت کے اوپر دو گواہ وہ ہیں جسنے زبردستی سے زنا کی گواہی دی، اور دوسرے دو نے اطاعت کے ساتھ زنا کی گواہی دی، تو گویا کہ عورت دو قسم کی ہو گئی، ایک زبردستی والی اور دوسری اطاعت والی، اور دونوں پر دو دو ہی گواہی ہے، چار گواہی کسی پر نہیں ہے اس لیے مرد پر بھی حد جاری نہیں ہوگی۔ اختلف المشهود عليه، کا یہی مطلب ہے۔

لغت: شاهدی الطواعية صار قاذفين لهما: جس گواہ نے اطاعت کے ساتھ زنا کی گواہی دی ہے اس نے گویا کہ مرد اور عورت دونوں پر زنا کی تہمت ڈالی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور گواہوں سے حد قذف اس لیے ساقط ہو جائے گی کہ اس لیے کہ جب دو آدمیوں نے زبردستی کی گواہی دی تو عورت سے احصان کی صفت ختم ہو گئی، تو دونوں اس بارے میں خصم بن گئے۔

تشریح: یہ اس اشکال کا جواب ہے کہ گواہوں نے زنا کی تہمت ڈالی تو اپر حد قذف کیوں نہیں لگی، تو اس کا جواب یہ دے رہے ہیں کہ جب زبردستی زنا کی گواہی دی تو عورت محصن نہیں رہی اس لیے تہمت لگانے پر حد لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۵۴۹) اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ عورت سے کوفہ میں زنا کیا ہے اور دوسرے دو نے گواہی دی کہ بصرہ میں زنا کیا ہے، تو مرد اور عورت دونوں سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ زنا کے فعل کی گواہی دی ہے، اور مکان کے اختلاف کی وجہ سے زنا مختلف ہو گئے، اور دونوں پر گواہی کا نصاب

۲ وَلَا يُحَدُّ الشُّهُودُ خِلَافًا لِزُفَرَ لِشُبْهَةِ الِاتِّحَادِ نَظَرًا إِلَى اتِّحَادِ الصُّورَةِ وَالْمَرْأَةِ (۲۵۵۰)وَإِنْ اخْتَلَفُوا فِي بَيْتٍ وَاحِدٍ حُدَّ الرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ ۱ مَعْنَاهُ: أَنْ يَشْهَدَ كُلُّ اثْنَيْنِ عَلَى الزِّنَى فِي زَاوِيَةٍ، وَهَذَا اسْتِحْسَانٌ. وَالْقِيَاسُ أَنْ لَايَجِبَ الْحَدُّ لِاخْتِلَافِ الْمَكَانِ حَقِيقَةً. وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ التَّوْفِيقَ مُمْكِنٌ بِأَنْ يَكُونَ ابْتِدَاءُ الْفِعْلِ فِي زَاوِيَةٍ وَالِانْتِهَاءُ فِي زَاوِيَةٍ أُخْرَى بِالِاضْطِرَابِ، أَوْ لِأَنَّ الْوَاقِعَ فِي وَسَطِ الْبَيْتِ فَيَحْسِبُهُ مَنْ فِي الْمُقَدَّمِ فِي الْمُقَدَّمِ وَمَنْ فِي الْمُؤَخَّرِ فِي الْمُؤَخَّرِ فَيَشْهَدُ بِحَسَبِ مَا عِنْدَهُ

پورا نہیں ہوا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ زنا کا مکان بھی متحد ہو تب حد لگے گی۔

تشریح: دو آدمیوں نے گواہی دی کہ کوفہ میں زنا کیا ہے، اور دوسرے دو نے گواہی دی کہ بصرہ میں زنا کیا ہے تو مرد اور عورت کسی پر حد نہیں لگے گی۔

وجہ: (۱) مکان کے مختلف ہونے کی وجہ سے گویا کہ دو زنا ہو گئے، اور ہر زنا پر دو دو گواہی ہی ہیں، اس لیے نصاب شہادت پورا نہ ہونے کی وجہ سے کسی پر حد لازم نہیں ہوگی (۲) اس قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهيم فى اربعة شهدوا على امراة بالزنا ثم اختلفوا فى المواضع فقال بعضهم بالكوفة و قال بعضهم بالبصرة قال يدرأ عنهم جميعا۔ (مصنف عبد الرزاق، باب شهادة اربعة على المراة عذراء و اختلافهم فى الموضع، ج سابع، ص ۲۶۶، نمبر ۱۳۴۵۰) اس قول صحابی میں ہے کہ جگہ میں اختلاف ہو جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲ اور گواہ کو حد اس لیے نہیں لگے گی کہ صورت ایک ہے اور عورت بھی ایک ہے، اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے۔

تشریح: گواہ نے زنا کی تہمت لگائی ہے اس لیے اس کو حد لگنی چاہئے، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ عورت بھی ایک ہے جس پر زنا کی گواہی ہوئی ہے، اور صورت کے اعتبار سے زنا کا معاملہ بھی ایک ہے اس لیے شبہ ہے کہ ایک زنا پر چار گواہی ہوئی ہو اس لیے گواہ پر حد قذف نہیں لگے گی۔ امام زفرؒ کی رائے ہے کہ گواہوں کو حد قذف لگے گی۔

ترجمہ: (۲۵۵۰) اور ایک ہی گھر کے کونے میں اختلاف ہوا تو مرد اور عورت کو حد لگے گی۔

ترجمہ: ۱ اس کا معنی یہ ہے کہ دو آدمیوں نے گواہی ایک کونے کا اور دوسرے دو نے گواہی دی دوسرے کونے میں ہونے کا، اور یہ استحسان کا تقاضہ ہے، ورنہ قیاس کا تقاضہ ہے حد نہ ہو گیا اس لیے کہ حقیقت میں مکان میں اختلاف ہو گیا، استحسان کا کی وجہ یہ ہے کہ توفیق ممکن ہے کہ زنا کا فعل شروع کیا ہو ایک کونے میں اور الٹ پلٹ کر کے ختم کیا ہو دوسرے کونے میں، یا دوسری صورت یہ ہے کہ گھر کے بیچ میں زنا کیا ہو پس جو آگے تھا اس نے اگلے کونے میں خیال کیا اور جو پیچھے تھا اس نے پچھلے کونے میں زنا کا خیال کیا اور اپنے گمان کے مطابق گواہی دی، جب کہ مکان ایک ہی تھا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ گھر ایک ہو تو اس کے سارے کونے ایک ہی مکان شمار ہوتا ہے۔

تشریح: چار آدمیوں نے ایک گھر میں زنا کرنے کی گواہی دی، لیکن دو آدمیوں نے کہا کہ اس کونے میں زنا کیا ہے اور دوسرے دو نے کہا کہ دوسرے کونے میں کیا ہے تو حد لازم ہوگی۔

(۲۵۵۱)وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ أَنَّهُ زَنَى بِامْرَأَةٍ بِالنُّخَيْلَةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَأَرْبَعَةٌ أَنَّهُ زَنَى بِهَا عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ بِدَيْرِ هِنْدٍدُرِئَ الْحَدُّ عَنْهُمْ جَمِيعًا لِ أَمَّا عَنْهُمَافَلِأَنَّاتَيَقَّنَّابِكَذِبِ أَحَدِالْفَرِيقَيْنِ غَيْرِ عَيْنٍ ٢ وَأَمَّا عَنْ الشُّهُودِ فَلِاحْتِمَالِ صِدْقِ كُلِّ فَرِيقٍ(۲۵۵۲)وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى امْرَأَةٍ بِالزِّنَا وَهِيَ بِكْرٌ دُرِئَ الْحَدُّ عَنْهُمَا وَعَنْهُمْ؛ لِ لِأَنَّ الزِّنَا لَا يَتَحَقَّقُ مَعَ بَقَاءِ الْبَكَارَةِ، وَمَعْنَى الْمَسْأَلَةِ أَنَّ النِّسَاءَ نَظَرْنَ إلَيْهَا فَقُلْنَا إنَّهَا بِكْرٌ، وَشَهَادَتُهُنَّ حُجَّةٌ فِي إسْقَاطِ الْحَدِّ وَلَيْسَتْ بِحُجَّةٍ فِي إيجَابِهِ فَلِهَذَا سَقَطَ الْحَدُّ عَنْهُمَا وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ

وجه: یہاں مکان ایک ہے، البتہ کونے دو ہیں تو اس پر اتفاق کرنا ممکن ہے، مثلا ایک کونے میں زنا شروع کیا اور الٹتے پلٹتے دوسرے کونے میں پہنچ گیا ہو، اب جس گواہ نے شروع میں دیکھا اس نے پہلے کونے کی گواہی دی، اور جس نے آخری میں دیکھا اس نے دوسرے کونے کی گواہی دی، اس لیے دونوں نے ایک ہی زنا کی گواہی دی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گھر کے بیچ میں زنا کیا، اب جس نے آگے سے دیکھا اس نے پہلے کونے کی گواہی دی، اور جس نے پیچھے سے دیکھا اس نے دوسرے کونے کی گواہی دی، تاہم ایک ہی زنا کی گواہی دی ہے اس لیے سب گواہ کے متفق ہونے کی وجہ اس پر حد لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۲۵۵۱) چار آدمیوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی آفتاب نکلتے وقت نخیلہ جگہ میں، اور دوسرے چار نے گواہی دی کہ آفتاب نکلتے وقت زنا کیا ہے مقام دیر ہند میں تو سب سے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ مرد اور عورت پر تو اس لیے کہ دو فریقوں میں سے ایک یقینا جھوٹا ہے، لیکن متعین نہیں ہے کہ کون جھوٹا ہے۔

تشریح: یہاں آٹھ آدمیوں نے گواہی دی ہے، اور گواہی دینے والے دو فریق ہیں ایک فریق ہے جس نے نخیلہ میں زنا کی گواہی دی ہے، اور دوسرا فریق ہے جس نے دیر ہند میں زنا کی گواہی دی ہے اور دونوں جگہ دور دور ہیں اس لیے دونوں میں زنا نہیں ہوسکتا، اس لیے دونوں فریقوں میں سے ایک جھوٹا ہے، لیکن معلوم نہیں کہ کون سا فریق جھوٹا ہے، پھر یہ کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے ضد ہیں اس لیے گواہ جھوٹے ہونے کا شبہ ہو گیا اس لیے حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ اور گواہوں سے حد قذف اس لیے ساقط ہو جائے گا کہ ہر فریق کے سچے ہونے کا احتمال ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۵۵۲) اگر چار آدمیوں نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ باکرہ ہے تو عورت سے حد ساقط ہو جائے گی، اور گواہوں سے بھی حد قذف ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ باکرہ ہونے کے ساتھ زنا متحقق نہیں ہوسکتا۔ اور مسئلہ کا معنی یہ ہے کہ عورتوں نے باکرہ عورت کی شرمگاہ دیکھا اور کہا کہ یہ باکرہ ہے، اور عورتوں کی گواہی حد کے ساقط کرنے میں حجت ہے حد کے لازم کرنے میں حجت نہیں ہے اس لیے باکرہ عورت سے حد ساقط ہو جائے گی، اور گواہوں پر بھی حد قذف نہیں ہوگی۔

تشریح: چار آدمیوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے زنا کیا ہے، اور عورتوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ابھی باکرہ ہی ہے تو عورت پر حد نہیں ہوگی۔

(۲۵۵۳) وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا وَهُمْ عُمْيَانٌ أَوْ مَحْدُودُونَ فِي قَذْفٍ أَوْ أَحَدُهُمْ عَبْدٌ أَوْ مَحْدُودٌ فِي قَذْفٍ فَإِنَّهُمْ يُحَدُّونَ ۱ وَلَا يُحَدُّ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمْ الْمَالُ فَكَيْفَ يَثْبُتُ الْحَدُّ وَهُمْ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ أَدَاءِ الشَّهَادَةِ، ۲ وَالْعَبْدُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلتَّحَمُّلِ وَالْأَدَاءِ فَلَمْ تَثْبُتْ شُبْهَةُ الزِّنَا؛ لِأَنَّ الزِّنَا

وجه: (۱) جب باکرہ ہے تو زنا کیسے کرائی۔ اور زنا کو ثابت کرنے کے لیے عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، البتہ حد ساقط کرنے کے لیے قبول کی جائے گی۔ اور گواہوں سے اس لیے حد ساقط ہو جائے گی کہ ہوسکتا ہے کہ وہ سچے ہوں۔ (۲) **عن الشعبی فی اربعة شهداء علی امراة بالزنا فاذا هی عذراء فقال اضربها و علیها خاتم ربها؟ فترکها و درأعنها الحد۔** (باب شهادة اربعة علی امراة عذراء و اختلافهم فی الموضع، ج سابع، ص ۲۶۶، نمبر ۱۳۴۴۹) اس قول تابعی میں ہے کہ عورت باکرہ ہو تو اس پر حد نہیں لگے گی

(۲) خود گواہ میں خامی ہو تب گواہوں پر حد قذف لگتی ہے، اور اگر اس میں کوئی خامی نہ ہو تو اس پر حد قذف نہیں لگتی۔

ترجمہ: (۲۵۵۳) اگر چار آدمیوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، اور وہ چاروں اندھے ہیں، یا حد قذف لگی ہوئی ہے، یا ان میں سے ایک غلام ہے۔ یا ایک کو حد قذف لگی ہوئی ہے تو ان سارے گواہوں پر حد قذف لگے گی، اور جس کے خلاف گواہی دی اس کو حد نہیں لگے گی۔

اصول: خود گواہ میں خامی ہو تو مجرم پر حد زنا نہیں لگے گی، بلکہ گواہ کو ہی حد قذف لگ جائے گی، کیوں کہ اس نے گواہی دیکر مجرم پر زنا کی تہمت ڈالی ہے۔

تشریح: زنا کی گواہی دینے کے لیے یہ تین شرطیں ہیں [۱] کہ وہ دیکھنے والا ہو اس لیے، اگر گواہ نابینا ہوں تو ان پر حد قذف لگے گی [۲] گواہ پر پہلے حد قذف نہیں لگی ہو۔ اگر ان سب پر حد قذف لگی ہو، یا ایک پر بھی حد قذف لگی ہو تو ان گواہی دینے سے مجرم پر حد زنا نہیں لگے گی بلکہ خود گواہ پر حد قذف لگ جائے گی [۳] گواہ آزاد ہو غلام نہ ہو، اس لیے اگر وہ غلام ہو تو حد قذف لگے گی۔

وجه: (۱) اندھے کی گواہی مقبول نہیں ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ **ان علیا لم یجز شهادة اعمی فی سرقة۔** (مصنف عبد الرزاق، باب شهادة الاعمی، ج سابع، ص ۲۵۰، نمبر ۱۵۴۵۹) (۲) حد قذف لگی ہو اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہے اس کے لیے یہ آیت ہے۔ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (آیت ۴، سورہ النور ۲۴) (۳) اور غلام کی گواہی قابل قبول نہیں اس کے لیے یہ قول تابعی ہے۔ **عن عطاء قال.... و لا شهادة لعبد۔** (مصنف عبد الرزاق، باب العبد یفتری علی الحر، ج سابع، ص ۳۴۹، نمبر ۱۳۸۶۰)

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ ان گواہوں سے مال ثابت نہیں ہوسکتا تو حد کیسے ثابت ہوگی، کیوں کہ یہ لوگ گواہی کے ادا کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

تشریح: گواہوں میں اوپر کی خامیوں میں سے کوئی ایک ہو تو اس کی گواہی سے مال ثابت نہیں ہوتا تو حد کیسے ثابت ہوگی؟ البتہ ان گواہوں پر حد قذف لگ جائے گی۔

ترجمہ: ۲ اور غلام تو نہ گواہی کو لے سکتا ہے اور نہ ادا کرسکتا ہے، اس لیے زنا کا شبہ بھی ثابت نہیں ہوا، اس لیے کہ زنا گواہی ادا کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

يَثْبُتُ بِالْأَدَاءِ (۲۵۵۴)وَإِنْ شَهِدُوا بِذَلِكَ وَهُمْ فُسَّاقٌ أَوْ ظَهَرَ أَنَّهُمْ فُسَّاقٌ لَمْ يُحَدُّوا؛ ١؎ لِأَنَّ الْفَاسِقَ مِنْ أَهْلِ الْأَدَاءِ وَالتَّحَمُّلِ وَإِنْ كَانَ فِي أَدَائِهِ نَوْعُ قُصُورٍ لِتُهْمَةِ الْفِسْقِ. وَلِهَذَا لَوْ قَضَى الْقَاضِي بِشَهَادَةِ فَاسِقٍ يَنْفُذُ عِنْدَنَا، وَيَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمْ شُبْهَةُ الزِّنَا، وَبِاعْتِبَارِ قُصُورٍ فِي الْأَدَاءِ لِتُهْمَةِ الْفِسْقِ يَثْبُتُ شُبْهَةُ عَدَمِ الزِّنَا فَلِهَذَا امْتَنَعَ الْحَدَّانِ، ٢؎ وَسَيَأْتِي فِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ بِنَاءً عَلَى أَصْلِهِ أَنَّ الْفَاسِقَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ فَهُوَ كَالْعَبْدِ عِنْدَهُ (۲۵۵۵)وَإِنْ نَقَصَ عَدَدُ الشُّهُودِ عَنْ أَرْبَعَةٍ حُدُّوا؛

تشریح: غلام نہ گواہی لے سکتا ہے اور نہ اس کو ادا کر سکتا ہے، اس لیے جب اس نے گواہی دی تو یہ گواہی دینا ہی غلط ہے اس لیے زنا کا شبہ بھی ثابت نہیں ہوا، صرف زنا کی تہمت لگانا ہوا اس لیے غلام پر حد قذف لگ جائے گی۔

لغت: تحمل الشهادة: گواہی کو برداشت کرنا، اس کو لینا۔

ترجمہ: (۲۵۵۴) اگر فاسقوں نے گواہی دی، یا بعد میں ظاہر ہوا کہ یہ فاسق ہیں تو نہ فاسقوں کو حد قذف لگے گی، اور نہ مجرم کو حد زنا لگے گی۔

ترجمہ: ١؎ اس لیے کہ فاسق گواہی کو ادا کرنے کا بھی اہل ہے، برداشت کرنے کا بھی اہل ہے اگر چہ اس کی ادائیگی میں نقص ہے کیوں کہ فسق کی تہمت ہے، اسی لیے قاضی اس کی گواہی پر فیصلہ کرے تو ہمارے نزدیک وہ نافذ ہو جائے گا، اس لیے اس کی گواہی سے زنا کا شبہ پیدا ہو جائے گا۔ اور فسق کی تہمت کی وجہ سے ادا کرنے میں کچھ قصور ہے اس لیے زنا کے نہ ہونے کا بھی شبہ ہے، اس لیے دونوں قسم کی حد [حد زنا بھی اور حد قذف بھی] ثابت نہیں ہوں گی۔

تشریح: فاسق گواہ میں دو حیثیت ہیں [۱] وہ گواہ ہے اس لیے وہ گواہی دے بھی سکتا ہے، اور گواہی کو برداشت بھی کر سکتا ہے، اس بنیاد پر زنا کا شبہ پیدا ہو جائے گا، اس لیے ان گواہوں پر حد قذف نہیں لگے گی۔ [۲] دوسری حیثیت یہ ہے کہ اس میں فسق کا نقص ہے اس لیے اس کی گواہی سے مجرم کو حد زنا نہیں لگے گی۔

وجہ: (۱) وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴﴾ (آیت ۴، سورہ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ فاسق کی گاہی سے احتیاط کرو۔ (۲) فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ (آیت ۳۰، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ جھوٹی گواہی سے بچو۔

لغت: امتنع الحدان: دونوں حد ممتنع ہوں گی، یعنی مجرم کو حد زنا بھی نہیں لگے گی، اور فاسق گواہ کو حد قذف بھی نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ٢؎ اور اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف آ رہا ہے، ان شاء اللہ، اس لیے کہ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ فاسق گواہی کا اہل نہیں ہے، اس لیے فاسق انکے نزدیک غلام کی طرح ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک فاسق گواہ گواہی دینے کے قابل نہیں ہے، وہ غلام کی طرح ہے اس لیے اس پر حد قذف لگے گی، اس کی پوری تفصیل بعد میں آئے گی۔

ترجمہ: (۲۵۵۵) زنا میں گواہ چار سے کم ہو گئے تو گواہوں کو حد لگے گی۔

۱؎ لِأَنَّهُمْ قَذَفَةٌ إِذْ لَا حِسْبَةَ عِنْدَ نُقْصَانِ الْعَدَدِ وَخُرُوجِ الشَّهَادَةِ عَنْ الْقَذْفِ بِاعْتِبَارِهَا (۲۵۵۶)وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَضُرِبَ بِشَهَادَتِهِمْ ثُمَّ وُجِدَ أَحَدُهُمْ عَبْدًا أَوْ مَحْدُودًا فِي قَذْفٍ فَإِنَّهُمْ يُحَدُّونَ؛ ۱؎ لِأَنَّهُمْ قَذَفَةٌ إِذْ الشُّهُودُ ثَلَاثَةٌ (۲۵۵۷)وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَلَى بَيْتِ الْمَالِ أَرْشُ الضَّرْبِ، وَإِنْ رُجِمَ فَدِيَتُهُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ، ۱؎وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَا: أَرْشُ الضَّرْبِ أَيْضًا عَلَى بَيْتِ الْمَالِ قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَصَمَهُ اللَّهُ: مَعْنَاهُ إِذَا كَانَ جَرَحَهُ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا مَاتَ مِنْ الضَّرْبِ، وَعَلَى هَذَا إِذَا رَجَعَ الشُّهُودُ

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ تہمت لگانی ہے، اس لیے کہ عدد کم ہوتو ثواب بھی نہیں ملے گا، اور تہمت لگانے سے اس وقت نکلتی ہے جب کہ چار گواہ ہوں۔

تشریح: چار گواہ ہوں تب تو یہ زنا کی گواہی ہے، اور چار سے کم ہوتو یہ زنا کی تہمت لگانا ہے، یہاں چار سے کم گواہی ہے اس لیے یہ تہمت لگانا ہے اس لیے ان گواہوں پر حد قذف لازم ہوگی۔

وجہ: وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (آیت ۴، سورہ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ چار گواہ سے کم ہوں تو گواہوں کو حد قذف میں سو کوڑے مارو۔ حسبۃ: ثواب۔

ترجمہ: (۲۵۵۶) اگر چار گواہوں نے کسی مرد پر زنا کی گواہی دی اور ان کی گواہی سے کوڑے لگائے گئے، بعد میں معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک گواہ غلام ہے، یا قذف میں حد لگی ہوئی ہے تو ان گواہوں کو بھی حد لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ تہمت لگانا ہے، کیوں کہ اب تین ہی گواہ باقی رہ گئے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۵۵۷) لیکن گواہوں پر یا بیت المال پر کوڑے مارنے کا تاوان لازم نہیں ہوگا، اور اگر رجم کر دیا گیا تو اس کی دیت بیت المال پر ہے۔

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبین نے فرمایا کہ مارنے کا تاوان بھی بیت المال پر ہوگا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اگر مارنے سے زخمی ہوا ہو، اور اسی اختلاف پر ہے اگر کوڑے مارنے سے مجرم مر گیا ہو تو۔ اور اسی اختلاف پر ہے اگر گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا ہو تو، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گواہ ضامن نہیں ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوں گے۔

تشریح: اس مسئلے کی عبارت میں کمی ہے۔۔ یہاں گواہ کی تین صورتیں ہیں [۱] چار گواہ میں سے ایک غلام ہو [۲] چار گواہ میں سے ایک کو حد قذف لگی ہوئی ہو [۳] گواہوں نے رجوع کر لیا ہو۔

یہاں مارنے کی تین صورتیں ہیں [۱] ایسی مار جس سے زخمی نہ ہوا ہو [۲] ایسی مار جس سے مجرم زخمی ہو گیا ہو [۳] ایسی مار جس سے مجرم مر گیا ہو [۴] اور چوتھی صورت ہے کہ مجرم کو رجم کیا ہو۔ ان صورتوں کو مصنف نے ایک ساتھ بیان کیا ہے اور اس کا اختلاف بھی بیان کیا ہے مار کی تینوں صورتوں میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہ گواہ پر ضمان ہے اور نہ بیت المال پر ضمان ہے۔ ہاں مجرم کو رجم کیا ہو تو اس کا

لَا يَضْمَنُونَ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُونَ. ٢ لَهُمَا أَنَّ الْوَاجِبَ بِشَهَادَتِهِمْ مُطْلَقُ الضَّرْبِ، إِذْ الِاحْتِرَازُ عَنْ الْجَرْحِ خَارِجٌ عَنْ الْوُسْعِ فَيَنْتَظِمُ الْجَارِحُ وَغَيْرُهُ فَيُضَافُ إِلَى شَهَادَتِهِمْ فَيَضْمَنُونَ بِالرُّجُوعِ، وَعِنْدَ عَدَمِ الرُّجُوعِ تَجِبُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ؛ لِأَنَّهُ يَنْتَقِلُ فِعْلُ الْجَلَّادِ إِلَى الْقَاضِي وَهُوَ عَامِلٌ لِلْمُسْلِمِينَ فَتَجِبُ الْغَرَامَةُ فِي مَالِهِمْ فَصَارَ كَالرَّجْمِ وَالْقِصَاصِ. ٣ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ الْجَلْدُ وَهُوَ ضَرْبٌ مُؤْلِمٌ غَيْرُ جَارِحٍ وَلَا مُهْلِكٍ، فَلَا يَقَعُ جَارِحًا ظَاهِرًا إِلَّا لِمَعْنًى فِي الضَّارِبِ وَهُوَ قِلَّةُ هِدَايَتِهِ فَاقْتَصَرَ عَلَيْهِ، إِلَّا أَنَّهُ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الضَّمَانُ فِي الصَّحِيحِ كَيْ لَا يَمْتَنِعَ النَّاسُ عَنْ الْإِقَامَةِ مَخَافَةَ الْغَرَامَةِ

تاوان بیت المال پر ہے۔ اس مسئلے میں صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ کا اتفاق ہے کہ غلط طور پر رجم کا تاوان بیت المال پر ہے،

وجه: جلاد پر ضروری ہے کہ ایسی مار مارے جس سے اس کو زخم نہ ہو، اب زخمی ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو مارنے کا تجربہ نہیں ہے، اس لیے اس کا تاوان جلاد پر ہونا چاہئے، لیکن اس طرح جلاد پر تاوان لازم کیا جائے گا تو کوئی حد جاری نہیں کرے گا اس لیے جلاد پر تاوان لازم نہ کیا جائے۔

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر گواہ رجوع کر گیا ہو تو اس کا تاوان گواہ پر ہوگا، اور اگر وہ رجوع نہیں کیا لیکن اس میں سے ایک غلام ہے، یا محدود فی القذف ہے، اس صورت میں مار کا تاوان بیت المال پر ہوگا، اور مجرم کے رجم کا تاوان بھی بیت المال پر ہوگا۔

لغت: ارش: تاوان۔

ترجمه: ٢ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان کی گواہی سے مطلق مارنا واجب ہوا [یعنی زخمی والا بھی اور بغیر زخمی کے بھی] کیوں کہ زخمی ہونے سے بچنا ممکن نہیں ہے اس لیے زخمی اور زخمی دونوں کو شامل ہے اس لیے اس کی گواہی کی طرف منسوب ہوگا اور گواہی سے رجوع کرنے پر وہ ضامن ہوں گے، اور گواہ رجوع نہ کرے تو بیت المال پر واجب ہوگا، اس لیے کہ جلاد کا فعل قاضی کی طرف منتقل ہوگا، اور قاضی مسلمانوں کے لیے کام کرتا ہے، اس لیے تاوان مسلمانوں کے مال [یعنی بیت المال میں واجب ہوگا]، اس لیے مارنا بھی قصاص اور رجم کی طرح ہو گیا۔

تشریح: صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جلاد زخمی کر کے نہ مارے اس سے بچنا ناممکن ہے اس لیے گواہ کی گواہی زخمی اور غیر زخمی دونوں کو شامل ہے، اور جلاد کا کام قاضی کی طرف منسوب ہوگا اور قاضی مسلمانوں کے لیے کام کرتا ہے اس لیے ہر قسم کے مار کا تاوان بیت المال پر ہوگا

ترجمه: ٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ واجب ایسا مارنا تھا جو تکلیف دہ تو ہو زخمی کرنے والا نہ ہو، اور نہ ہلاک کرنے والا ہو، اس لیے مارنے والے کی غلطی کی وجہ سے زخم ہوا ہے، کیوں کہ اس کو تجربہ نہیں تھا اس لیے جلاد پر ہی تاوان واجب ہونا چاہئے، لیکن اس پر بھی ضمان اس لیے واجب نہیں ہوگا کہ لوگ تاوان کے ڈر سے حد قائم کرنا چھوڑ دے گا۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ جلاد کو ایسا مار مارنا چاہئے جس سے زخمی نہ ہو اور زخمی ہوا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جلاد کو مارنے کا تجربہ نہیں ہے، اس لیے یہ تاوان جلاد پر ہونا چاہئے، لیکن اس پر بھی لازم نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ لوگ اس ڈر حد جاری نہیں کریں گے۔ غرامۃ: تاوان۔

(۲۵۵۸)وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى شَهَادَةِ أَرْبَعَةٍ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا لَمْ يُحَدَّ ۱؎ لَمَا فِيهَا مِنْ زِيَادَةِ الشُّبْهَةِ وَلَا ضَرُورَةَ إِلَى تَحَمُّلِهَا(۲۵۵۹)فَإِنْ جَاءَ الْأَوَّلُونَ فَشَهِدُوا عَلَى الْمُعَايَنَةِ فِي ذَلِكَ الْمَكَانِ لَمْ يُحَدَّ أَيْضًا ۱؎ مَعْنَاهُ شَهِدُوا عَلَى ذَلِكَ الزِّنَا بِعَيْنِهِ؛ لِأَنَّ شَهَادَتَهُمْ قَدْ رُدَّتْ مِنْ وَجْهٍ بِرَدِّ شَهَادَةِ الْفُرُوعِ فِي عَيْنِ هَذِهِ الْحَادِثَةِ إِذْ هُمْ قَائِمُونَ مَقَامَهُمْ بِالْأَمْرِ وَالتَّحْمِيلِ، ۲؎ وَلَا يُحَدُّ الشُّهُودُ؛ لِأَنَّ عَدَدَهُمْ مُتَكَامِلٌ وَامْتِنَاعُ الْحَدِّ عَلَى الشُّهُودِ عَلَيْهِ لِنَوْعِ شُبْهَةٍ. وَهِيَ كَافِيَةٌ لِدَرْءِ الْحَدِّ لَا لِإِيجَابِهِ

ترجمہ: (۲۵۵۸)اگر چار فرع گواہوں نے چار اصلی گواہ پر کسی آدمی پر زنا کی گواہی دی تو اس کی وجہ سے مجرم پر حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ گواہ میں شبہ پیدا ہو گیا، اور ایسی گواہی کو لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اصول: حد میں اصلی گواہ چاہئے، فرعی گواہ سے حد جاری نہیں کی جاتی، کیوں کہ اس میں بہت شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اصول: دوسرا اصول یہ ہے کہ فرعی گواہ ایک مرتبہ رد ہو گئے تو اب اصلی گواہ بھی گواہی دے گا تب بھی حد جاری نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ گواہی ایک مرتبہ رد ہو چکی ہے۔

تشریح: چار فرع گواہ نے چار اصلی گواہ پر زنا کی گواہی دی تو اس گواہی کو قبول نہیں کی جائے گی، کیوں کہ اس میں بہت زیادہ شبہ ہے، پتہ نہیں کہ اصلی گواہ نے کیا دیکھا اور کیا نہیں دیکھا۔

وجہ: (۱)عن الشعبی قال لا تجوز شهادة علی شهادة فی حد، و لا یکفل فی حد۔ (مصنف عبد الرزاق، باب لا یکفل فی حد، ج سابع، ص ۳۴۵، نمبر ۱۳۸۳۴) (۲) سمعت حماد یقول لا تجوز شهادة علی شهادة ف حد۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الشهادة علی الشهادة فی الحد، ج خامس۔ ص ۵۴۸، نمبر ۲۸۸۹۷)ان دو قول تابعی میں ہے کہ حد میں شہادۃ علی الشہادۃ جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۵۵۹) پھر اصلی گواہ آ گئے اور انہوں نے اس مکان پر دیکھنے گواہی دی تب بھی حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی آنکھ سے دیکھنے کی گواہی دی، اس لیے کہ اس کی گواہی ایک مرتبہ فرع گواہوں کی رد ہو چکی ہے، اس لیے کہ فرع گواہ معاملے میں اور برداشت کرنے میں اصل کی طرح ہے۔

تشریح: فرع گواہ نے زنا کی گواہی دی وہ رد ہو گئی، اس کے بعد اصلی گواہ آ کر خود سے دیکھنے کی گواہی دی تب بھی قبول نہیں ہوگی۔

وجہ: فرع نے جو گواہی دی تھی وہ بھی اصلی گواہی کی گواہی تھی، اور وہ ایک مرتبہ رد ہو گئی، اس لیے اس میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے اب دوبارہ اس بارے میں گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

لغت: فی الامر و التحمیل: معاملے میں اور گواہی کو لینے میں، اصل کے قائم مقام ہے۔

ترجمہ: ۲؎ گواہوں پر بھی حد قذف نہیں لگے گی اس لیے کہ اس کی عدد مکمل ہے، اور مجرم پر حد نہ لگنا ایک قسم کی شبہ کی وجہ سے ہے اور حد کو ختم کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے، اور حد واجب کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے

تشریح: ان گواہوں کی گواہی رد ہو گئی تو اب ان گواہوں کو حد قذف نہیں لگے گی، کیوں کہ گواہ صحیح بھی ہیں اور ان کی عدد بھی چار ہیں، اس لیے گواہوں پر حد قذف نہیں لگے گی۔ کیوں کہ بدلیت کا شبہ ہو گیا، اور حد ساقط کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے، البتہ حد ثابت

(۲۵۶۰) وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَرُجِمَ فَكُلَّمَا رَجَعَ وَاحِدٌ حُدَّ الرَّاجِعُ وَحْدَهُ وَغَرِمَ رُبْعَ الدِّيَةِ ۱؎ أَمَّا الْغَرَامَةُ فَلِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ الْحَقِّ فَيَكُونُ التَّالِفُ بِشَهَادَةِ الرَّاجِعِ رُبْعَ الْحَقِّ ۲؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجِبُ الْقَتْلُ دُونَ الْمَالِ بِنَاءً عَلَى أَصْلِهِ فِي شُهُودِ الْقِصَاصِ، وَسَنُبَيِّنُهُ فِي الدِّيَاتِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

کرنے کے لیے یہ کافی نہیں ہے۔

وجہ: پہلے گزر چکا ہے کہ خود گواہوں میں خامی ہو تب ان پر حد قذف لگتی ہے۔

ترجمہ: (۲۵۶۰) چار گواہوں نے ایک آدمی پر زنا کی گواہی دی، جسکی بنا پر وہ رجم کیا گیا پھر ایک گواہ رجوع کر گیا تو اس کو حد قذف لگے گی، اور چوتھائی دیت کا تاوان بھی ادا کرنا ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ چوتھائی تاوان اس لیے ہے کہ تین گواہ باقی ہیں جسکی وجہ سے تین تہائی باقی ہیں، اس لیے کہ رجوع کرنے والے کی وجہ سے چوتھائی فوت ہوگئی۔

تشریح: چار گواہوں نے ایک آدمی پر زنا کی گواہی دی وہ محصن تھا اس لیے وہ رجم کیا گیا۔ بعد میں ایک گواہ نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا، تو جس گواہ نے رجوع کیا اس پر حد قذف لگے گی، اور اس پر چوتھائی دیت بھی لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) حد قذف اس لیے لازم ہوگی کہ اس کے رجوع کرنے کی وجہ سے اس کی گواہی ختم ہوگئی، اور اس کے حق میں قاضی کا فیصلہ بھی ختم ہوگیا، اور ایسا سمجھا جائے گا کہ مجرم کی زندگی میں اس پر زنا کی تہمت لگائی، اس لیے حد قذف لگے گی۔ (۲) اور چوتھائی دیت اس لیے کہ تین گواہ باقی ہیں اس لیے تین چوتھائی دیت باقی ہے اور ایک چوتھائی دیت رجوع کرنے والے پر لازم ہوگی۔ (۳) عن عکرمة قال فی اربعة شهدوا علی رجل و امراة بالزنا ثم رجع احدهم قال علیه ربع الدیة فی ماة (مصنف عبد الرزاق، باب الشاهد یرجع عن شهادته او یشهد ثم یجحد، ج ثامن، ص ۲۷۵، نمبر ۱۵۶۰۳) اس قول تابعی میں ہے کہ گواہ رجوع کر جائے تو اس پر چوتھائی دیت لازم ہوگی۔ (۴) عن قتادة قال نکل عن شهادته بعد القتل فعلیه الدیة بقدر حصته قال معمر و کان الحسن یقول القتل۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الشاهد یرجع عن شهادته او یشهد ثم یجحد، ج ثامن، ص ۲۷۵، نمبر ۱۵۶۰۴) اس قول تابعی میں ہے کہ گواہ کی وجہ سے قتل ہوا ہو تو اس کے رجوع کے بعد اس کو بھی قتل کیا جائے گا

ترجمہ: ۲؎ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رجوع کرنے والے پر قتل واجب ہے مال نہیں، قصاص کے گواہوں کے بارے میں ان کا قاعدہ گزر چکا ہے، اس کو دیت میں ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رجوع کرنے والے گواہ کی وجہ سے مجرم کو سنگسار کیا گیا ہے اس لیے اس گواہ کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا، کتاب القصاص میں یہ بات گزر چکی ہے۔

وجہ: عن قتادة قال نکل عن شهادته بعد القتل فعلیه الدیة بقدر حصته قال معمر و کان الحسن یقول القتل۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الشاهد یرجع عن شهادته او یشهد ثم یجحد، ج ثامن، ص ۲۷۵، نمبر ۱۵۶۰۴) اس قول تابعی میں ہے کہ گواہ کو قتل کر دیا جائے گا۔

۳؎ وَأَمَّا الْحَدُّ فَمَذْهَبُ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ. وَقَالَ زُفَرُ لَا يُحَدُّ؛ لِأَنَّهُ إنْ كَانَ الرَّاجِعُ قَاذِفَ حَيٍّ فَقَدْ بَطَلَ بِالْمَوْتِ، وَإِنْ كَانَ قَاذِفَ مَيِّتٍ فَهُوَ مَرْجُومٌ بِحُكْمِ الْقَاضِي فَيُورِثُ ذَلِكَ شُبْهَةً. ۴؎ وَلَنَا أَنَّ الشَّهَادَةَ إنَّمَا تَنْقَلِبُ قَذْفًا بِالرُّجُوعِ؛ لِأَنَّ بِهِ تُفْسَخُ شَهَادَتُهُ فَجُعِلَ لِلْحَالِ قَذْفًا لِلْمَيِّتِ وَقَدْ انْفَسَخَتْ الْحُجَّةُ فَيَنْفَسِخُ مَا يَبْتَنِي عَلَيْهِ وَهُوَ الْقَضَاءُ فِي حَقِّهِ فَلَا يُورِثُ الشُّبْهَةَ، ۵؎ بِخِلَافِ مَا إذَا قَذَفَهُ غَيْرُهُ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُحْصَنٍ فِي حَقِّ غَيْرِهِ لِقِيَامِ الْقَضَاءِ فِي حَقِّهِ (۲۵۶۱) فَإِنْ لَمْ يُحَدَّ الْمَشْهُودُ عَلَيْهِ حَتَّى رَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ حُدُّوا جَمِيعًا

ترجمہ: ۳؎ رجوع کرنے والے پر حد قذف لگے گی یہ ہمارے تین علماء کا قول ہے، اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ حد قذف نہیں لگے گی، اس لیے کہ رجوع کرنے والا گواہ اگر مجرم کی زندگی میں زنا کی تہمت لگانے والا ہے تو مقذوف کی موت کی وجہ حد ساقط ہو گئی [کیوں کہ حد قذف کا دعوی کرنے والا کوئی نہیں رہا] اور اگر یوں سمجھا جائے کہ مرنے کے بعد تہمت لگائی تو یہ قاضی کے حکم سے مرا ہے اس لیے شبہ پیدا ہو گیا

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ مقذوف حد قذف کا دعوی کرے تب حد قذف لگتی ہے اور یہاں مقذوف مر چکا ہے اس لیے دعوی نہیں ہوگا اس لیے حد قذف بھی نہیں لگے گی، اور اگر یوں سمجھا جائے کہ موت کے بعد تہمت لگائی ہے تو قاضی کے فیصلے سے رجم ہوا ہے اس لیے گواہ نے مارا ہے اس میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے گواہ پر حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۴؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنے کی وجہ سے گواہی اب تہمت لگانے والی بن گئی، اس لیے کہ رجوع کرنے کی وجہ سے گواہی ختم ہو جاتی ہے تو یوں سمجھا جائے گا کہ ابھی اس نے میت پر زنا کی تہمت ڈالی، اور گواہی ختم ہوئی تو اس پر فیصلہ بھی ختم ہو گیا اس لیے شبہ نہیں رہا [اس لیے رجوع کرنے والے گواہ پر حد قذف ہوگی]

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے، عبارت کا حاصل یہ ہے کہ رجوع کرنے کی وجہ سے گواہی بھی ختم اور اس کی بنیاد پر جو فیصلہ ہوا تھا وہ بھی ختم، اس لیے گویا کہ قاضی نے سنگسار نہیں کیا ہے، اب باقی یہ رہ گیا کہ اس نے تہمت لگائی ہے اس لیے اس پر حد قذف ہوگی۔

ترجمہ: ۵؎ بخلاف جب کہ دوسرے نے زنا کی تہمت لگائی [تو اس پر حد قذف نہیں لگے گی] اس لیے کہ اس کے فیصلہ کے قائم ہونے کی وجہ سے اس کے حق محصن نہیں رہا۔

تشریح: دوسرا آدمی مجرم پر تہمت لگائے تو اس پر حد قذف نہیں لگے گی، کیوں کہ قاضی کے فیصلے کی وجہ سے اس کے حق میں یہ مجرم محصن نہیں رہا۔

ترجمہ: (۲۵۶۱) اگر جس کے خلاف گواہی دی ہے اس کو حد نہیں لگی تھی کہ گواہوں میں سے ایک رجوع کر گیا تو سب گواہوں کو حد لگے گی، اور جس کے خلاف گواہی دی اس کو اب حد نہیں لگے گی۔

تشریح: گواہوں کی گواہی کے بعد رجم کا فیصلہ ہوا لیکن رجم کرنے سے پہلے سبھی گواہ یا ایک دو گواہ انکار کر گئے تو رجم ساقط ہو جائے گا۔ اور جن لوگوں نے گواہی دی تھی ان پر حد قذف لگے گی۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ وَ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡہُمۡ ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَۃً (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) یہاں ایک گواہ رجوع کر گیا تو اب چار گواہ نہیں رہے اس لیے ان گواہوں کو حد لگے گی (۲)۔ دوسری

وَسَقَطَ الْحَدُّ عَنْ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ ١ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: حُدَّ الرَّاجِعُ خَاصَّةً؛ لِأَنَّ الشَّهَادَةَ تَأَكَّدَتْ بِالْقَضَاءِ فَلَا يَنْفَسِخُ إلَّا فِي حَقِّ الرَّاجِعِ، كَمَا إذَا رَجَعَ بَعْدَ الْإِمْضَاءِ ٢ وَلَهُمَا أَنَّ الْإِمْضَاءَ مِنْ الْقَضَاءِ فَصَارَ كَمَا إذَا رَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قَبْلَ الْقَضَاءِ وَلِهَذَا سَقَطَ الْحَدُّ عَنْ الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ. ٣ وَلَوْ رَجَعَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ قَبْلَ الْقَضَاءِ حُدُّوا

آیت میں ہے۔ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٣﴾ (آیت ١٣، سورۃ النور ٢٤) اس آیت میں بھی چار گواہ ضروری قرار دیا اور وہ نہ لا سکے تو تہمت لگانے والا جھوٹا ہے۔ اور چونکہ رجم سے پہلے چار گواہ نہ رہے اس لیے گواہوں کو حد لگے گی (٣) حضرت عمرؓ کے سامنے حضرت ابو بکرہ اور سفیرہ کے سلسلے میں تین گواہ پیش ہوئے اور چوتھے گواہ زیاد نے گواہی دینے سے انکار کیا تو حضرت عمرؓ نے تینوں گواہوں کو حد لگایا۔ **قال فدعا الشهود فشهد ابو بكرة و شبل بن سعيد و ابو عبد الله نافع فقال عمر عنه حين شهد هؤلاء الثلاثة شق على عمر شأنه فلما قام زياد قال ان تشهد ان شاء الله الا بحق قال الزياد اما الزنا فلا اشهد به و لكن قد رأيت امرا قبيحا قال عمر الله اكبر حدوهم فجلدوهم** (سنن للبیھقی ٧ ٢باب شهود الزنا اذا لم يكملوا اربعة جلد ثامن: ص ٤٠٨ نمبر ١٧٠٤٢) اس قول صحابی میں گواہ کے رجوع کے بعد باقی تین گواہوں کو حضرت عمر نے حد لگائی۔

ترجمہ: ١ امام محمدؒ نے فرمایا کہ صرف رجوع کرنے والے پر حد لگے گی اس لیے کہ فیصلے کی وجہ سے گواہی موکد ہوگئی رجوع کرنے والے کے حق کے علاوہ میں فسخ نہیں ہوگی، جیسے رجم ہونے کے بعد رجوع کرتا۔

تشریح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ سب گوہوں کو حد نہیں لگے گی، بلکہ جس نے رجوع کیا صرف اس کو حد لگے گی، جیسے حد جاری کرنے کے بعد ایک گواہ رجوع کر جائے تو صرف رجوع کرنے والے کو حد لگتی ہے، ایسے ہی اس صورت میں ہوگا

وجہ: (١) قاضی کے فیصلے کے بعد اس کی گواہی موکد ہوگئی ہے، اس لیے صرف رجوع کرنے والے کے حق میں گواہی فسخ ہوگی، باقی کے حق میں فسخ نہیں ہوگی۔ **ان شريحا شهد عنده رجل بشهادة فامضى الحكم فيها فرجع الرجل بعد فلم يصدق قوله.** (مصنف عبد الرزاق، باب الشاهد يرجع عن شهادته او يشهد ثم يجحد، ج ثامن، ص ٢٧٤، نمبر ١٥٥٩٧) اس قول تابعی میں ہے کہ گواہ رجوع کر جائے تو فیصلے کے بعد اس کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ٢ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے دلیل یہ ہے کہ حد جاری کر دینا بھی فیصلے کا حصہ ہے تو ایسا ہو گیا کہ فیصلے سے پہلے گواہ رجوع کر گیا ہو، یہی وجہ ہے کہ مشہود علیہ سے حد ساقط ہو جائے گی

تشریح: فیصلے کے دو حصے ہیں [١] فیصلہ کرنا [٢] اور دوسرا ہے حد کو جاری کرنا۔ پس حد جاری نہیں کیا ہے تو گویا کہ ابھی آدھا فیصلہ بھی نہیں کیا ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ فیصلے سے پہلے گواہ رجوع کر جائے تو یہ گواہی نہیں رہے گی بلکہ زنا کی تہمت ہو جائے گی، اس لیے ان سب گواہوں پر حد قذف لگے گی، یہی وجہ ہے کہ جس کے خلاف گواہی دی ہے اس کو اب حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ٣ اور اگر فیصلے سے پہلے ہی ایک گواہ رجوع کر جائے تو سب کو حد لگے گی۔

تشریح: واضح ہے۔

جَمِيعًا. ۴ وَقَالَ زُفَرُ: يُحَدُّ الرَّاجِعُ خَاصَّةً؛ لِأَنَّهُ لَا يُصَدَّقُ عَلَى غَيْرِهِ. ۵ وَلَنَا أَنَّ كَلَامَهُمْ قَذْفٌ فِي الْأَصْلِ وَإِنَّمَا يَصِيرُ شَهَادَةً بِاتِّصَالِ الْقَضَاءِ بِهِ، فَإِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ بَقِيَ قَذْفًا فَيُحَدُّونَ (۲۵۶۲)فَإِنْ كَانُوا خَمْسَةً فَرَجَعَ أَحَدُهُمْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ؛ ۱ لِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ كُلُّ الْحَقِّ وَهُوَ شَهَادَةُ الْأَرْبَعَةِ (۲۵۶۳)فَإِنْ رَجَعَ آخَرُ حُدَّا وَغَرِمَا رُبْعَ الدِّيَةِ ۱ أَمَّا الْحَدُّ فَلِمَا ذَكَرْنَا وَأَمَّا الْغَرَامَةُ فَلِأَنَّهُ بَقِيَ مَنْ يَبْقَى بِشَهَادَتِهِ ثَلَاثَةُ أَرْبَاعِ الْحَقِّ، وَالْمُعْتَبَرُ بَقَاءُ مَنْ بَقِيَ لَا رُجُوعُ مَنْ رَجَعَ عَلَى مَا عُرِفَ

ترجمہ: ۴ اور زفرؒ نے فرمایا کہ صرف رجوع کرنے والے کو حد لگے گی اس لیے کہ رجوع کرنے والی کی بات دوسرے پر نہیں تھوپی جائے گی۔

تشریح: فیصلے سے پہلے ہی ایک گواہ نے رجوع کیا تو اس میں امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ صرف رجوع کرنے والے کو حد لگے گی۔

وجہ: رجوع کرنے والے نے اپنے لیے رجوع کیا ہے اس لیے اس کی بات دوسرے گواہ پر نہیں ڈالی جائے گی، کیوں کہ دوسرے گواہ نے تو رجوع نہیں کیا ہے اس لیے ان پر حد کیوں لگائی جائے؟

ترجمہ: ۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہوں کی بات اصل میں تہمت ہی ہے وہ گواہ بنتی ہے فیصلے کی وجہ سے اور ابھی فیصلہ نہیں ہوا تو گویا کہ تہمت ہی ہے اس لیے حد لگے گی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۵۶۲) اگر پانچ گواہ تھے ان میں سے ایک نے رجوع کیا تو باقی چاروں پر کوئی حد نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ جو باقی ہیں وہ چار گواہ ہیں اور انہیں کا اعتبار ہے۔

اصول: جتنے گواہ باقی ہیں ان کا اعتبار ہے۔

تشریح: پانچ آدمیوں نے زنا کی گواہی دی تھی اور رجم کے بعد ایک نے رجوع کر لیا تو ابھی چار باقی ہیں، اس لیے فیصلے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس لیے کہ جو باقی ہیں ان کا اعتبار ہے جس نے رجوع کیا اس کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۵۶۳) لیکن اگر پانچویں کے بعد چوتھے نے بھی رجوع کر لیا تو ان دونوں کو حد لگے گی اور دونوں پر چوتھائی دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۱ حد کی وجہ پہلے ذکر کیا ہے اور تاوان تو اس لیے کہ تین چوتھائی گواہی باقی ہے، اور جو باقی رہا اس کا اعتبار ہے اور جو رجوع کر جائے اس کا اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

تشریح: پہلے ایک نے رجوع کیا تھا تو کوئی اثر نہیں پڑا تھا، اب دوسرے نے بھی رجوع کر لیا تو ان دونوں گواہوں کو حد لگے گی اور ان دونوں پر ایک چوتھائی دیت لازم ہوگی۔

وجہ: (۱) ابھی تین گواہ باقی ہیں اس لیے تین چوتھائی دیت باقی ہے، اور ان دونوں کے رجوع کرنے سے ایک چوتھائی کی کمی ہوئی ہے اس لیے ان دونوں پر ایک چوتھائی دیت لازم ہوگی۔ (۲) یہاں بھی وہی قاعدہ ہے کہ جو باقی ہے اس کا اعتبار ہے، جس نے رجوع کیا اس کا اعتبار نہیں ہے۔ غرامۃ: تاوان۔

(۲۵۶۴)وَإِنْ شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَزُكُّوا فَرُجِمَ فَإِذَا الشُّهُودُ مَجُوسٌ أَوْ عَبِيدٌ فَالدِّيَةُ عَلَى الْمُزَكِّينَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ١ مَعْنَاهُ إِذَا رَجَعُوا عَنِ التَّزْكِيَةِ ٢ وَقَالَ أبويوسف ومحمد هُوَ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ وَقِيلَ هَذَا إِذَا قَالُوا تَعَمَّدْنَا التَّزْكِيَةَ مَعَ عِلْمِنَا بِحَالِهِمْ، لَهُمَا أَنَّهُمْ أَثْنَوْا عَلَى الشُّهُودِ خَيْرًا فَصَارَ كَمَا إِذَا أَثْنَوْا عَلَى الْمَشْهُودِ عَلَيْهِ خَيْرًا بِأَنْ شَهِدُوا بِإِحْصَانِهِ. ٣ وَلَهُ أَنَّ الشَّهَادَةَ إِنَّمَا تَصِيرُ حُجَّةً عَامِلَةً بِالتَّزْكِيَةِ، فَكَانَتْ

ترجمہ: (۲۵۶۴) اگر چار آدمیوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور مزکی نے اس کا تزکیہ کیا، اور مجرم رجم کیا گیا، پھر بعد میں پتہ چلا کہ گواہ مجوسی ہیں، یا غلام ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مزکی پر اس کی دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ١ اس کا معنی یہ ہے کہ مزکی تزکیہ سے رجوع کر گئے۔

لغت: تزکیہ: گواہوں کے بارے میں یہ معلوم کرے کہ یہ آزاد ہے، مسلمان ہے، عادل ہے، اس کو تزکیہ کہتے ہیں، اور یہ معلوم فراہم کرنے والے کو مزکی، کہتے ہیں۔

تشریح: چار آدمیوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، ان کا تزکیہ ہوا، اور رجم کیا گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ گواہ مجوسی تھے مسلمان نہیں تھے، گلام تھے آزاد نہیں تھے، اور مزکی کی غلطی تھی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مزکی پر اس مجرم کی دیت لازم ہوگی۔

وجہ: شہادت اس وقت شہادت بنی جب کہ مزکی نے اس کا تزکیہ کیا اس لیے تزکیہ رجم کی علت کے درجے میں ہوا اس لیے اس کو دیت دینی ہوگی۔

ترجمہ: ٢ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ضمان بیت المال پر ہوگا، بعض حضرات نے فرمایا کہ مزکی نے یہ کہا تھا کہ گواہ کی حالت کو جانتے ہوئے جان کر ہم نے تزکیہ کیا ہے، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ مزکی نے گواہوں پر اچھائی کی گواہی دی، تو ایسا ہو گیا کہ مشہود علیہ [مجرم] پر اچھائی کی گواہی دی مثلا یہ کہا کہ مشہود علیہ محصن ہے [اور اس صورت میں بیت المال پر دیت لازم ہوتی ہے تو تزکیہ کی صورت میں بھی بیت المال پر دیت لازم ہوگی]

تشریح: صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بیت المال پر دیت لازم ہوگی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ تزکیہ انکے نزدیک علت کے درجے میں نہیں ہے بلکہ گواہی کی اچھائی بیان کرنا ہے، تو جیسے مجرم کے بارے میں یہ خبر دے کہ یہ محصن ہے اور بعد میں محصن ثابت نہ ہو تو محصن کہنے والے پر دیت لازم نہیں ہوتی اسی طرح یہاں مزکی پر دیت لازم نہیں ہوگی بلکہ قاضی کے فیصلے سے رجم ہوا ہے اس لیے بیت المال پر دیت لازم ہوگی۔

لغت: تعمدنا التزکیة مع علمنا بحالهم: مزکی کے رجوع کرنے کی دو صورتیں ہیں [١] ایک یہ کہ، کہے میں نے غلطی کی ہے، اس صورت میں مزکی پر ضمان نہیں ہے۔ [٢] دوسری صورت یہ ہے کہ کہے کہ مجھے معلوم تھا کہ گواہ صحیح نہیں ہیں پھر بھی جان کر میں نے تزکیہ کر دیا، اس صورت میں یہ اختلاف ہے کہ صاحبین کے نزدیک اس کی دیت بیت المال پر ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی دیت خود مزکی پر ہے۔

ترجمہ: ٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تزکہ کی وجہ سے گواہی حجت بنتی ہے اس لیے تزکیہ علت کی علت کے معنی میں ہوئی، اس لیے حکم تزکیہ کی طرف منسوب ہوگا۔

التَّزْكِيَةُ فِي مَعْنَى عِلَّةِ الْعِلَّةِ فَيُضَافُ الْحُكْمُ إِلَيْهَا ٤ بِخِلَافِ شُهُودِ الْإِحْصَانِ؛ لِأَنَّهُ مَحْضُ الشَّرْطِ. ٥ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا شَهِدُوا بِلَفْظَةِ الشَّهَادَةِ أَوْ أَخْبَرُوا، ٦ وَهَذَا إِذَا أَخْبَرُوا بِالْحُرِّيَّةِ وَالْإِسْلَامِ، أَمَّا إِذَا قَالُوا هُمْ عُدُولٌ وَظَهَرُوا عَبِيدًا لَا يَضْمَنُونَ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ قَدْ يَكُونُ عَدْلًا، (٢٥٦٥)وَلَا ضَمَانَ عَلَى الشُّهُودِ؛ ١ لِأَنَّهُ لَمْ يَقَعْ كَلَامُهُمْ شَهَادَةً، ٢ وَلَا يُحَدُّونَ حَدَّ الْقَذْفِ؛ لِأَنَّهُمْ قَذَفُوا حَيًّا وَقَدْ مَاتَ فَلَا يُورَثُ عَنْهُ

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تزکیہ کی وجہ سے گواہی اس قابل بنی کہ مجرم کو رجم کیا جائے اس لیے تزکیہ رجم کی علت کے درجے میں ہے، اس لیے اس کے رجوع کرنے پر مجرم کی دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ٤ بخلاف احصان کی گواہی کے اس لیے کہ وہ محض ایک شرط ہے۔

تشریح: مزکی نے یہ گواہی دی کہ مجرم محصن ہے تو اس سے یہ ہوا کہ وہ رجم کیا گیا، اور محصن نہیں ہوتا تو کوڑا لگتا، پس احصان کی گواہی دینا ایک شرط کے درجے میں ہے علت کے درجے میں نہیں ہے اس لیے احصان کی گواہی دینے والے پر دیت لازم نہیں ہوگی، اور تزکیہ علت کے درجے میں ہے اس لیے اس پر دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ٥ اور کوئی فرق نہیں ہے کہ شہادت کے لفظ سے تزکیہ کیا ہو تو خبر کے لفظ سے۔

تشریح: تزکیہ کرنے کی دو صورتیں ہیں [١] اشهد: کے لفظ سے یہ شہادت مضبوط ہے [٢] اخبرتُ کے لفظ سے، یہ اتنی مضبوط تزکیہ نہیں ہے، لیکن دونوں کا حکم برابر ہے۔

ترجمہ: ٦ اور یہ تفصیل اس وقت ہے جب کہ گواہ کے آزاد ہونے اور مسلمان ہونے کی خبر دی ہو، اور یہ کہا ہو کہ گواہ عادل ہیں اور وہ غلام نکل گئے تو مزکی ضامن نہیں ہوگا اس لیے کہ غلام بھی کبھی عادل ہوتا ہے۔

تشریح: مزکی کے تزکیہ کرنے کی دو صورتیں ہیں [١] یوں کہے کہ وہ گواہ آزاد ہے مسلمان ہے، اور عادل ہے، پھر غلام نکل جائے تو ضمان دینا ہوگا [٢] اور اگر یوں کہے کہ وہ عادل ہے، پھر گواہ غلام نکل جائے تو ضمان نہیں دینا ہوگا، کیوں کہ غلام بھی عادل ہوتا ہے، تو اس نے کوئی غلط بست نہیں کہی۔

ترجمہ: (٢٥٦٥) مزکی کی غلطی ہوئی ہو تو گواہوں پر مجرم کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ گواہوں کی گواہی اب شہادت نہیں رہی۔

تشریح: مزکی کی غلطی کی وجہ سے گواہوں کی گواہی نہیں رہی اس لیے گواہوں پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٢ اور گواہوں پر حد قذف بھی لازم نہیں ہوگی، اس لیے کہ گواہوں نے زندہ کو تہمت لگائی تھی اور وہ اب مر چکے ہیں اس لیے اس کی جانب سے حد کا مطالبہ نہیں کیا جا سکے گا، اس لیے گواہوں پر حد بھی لازم نہیں ہوگی۔ اور حد قذف کا وارث بھی نہیں بنے گا۔

تشریح: حد قذف کے لیے یہ ضروری ہے کہ مقذوف کی جانب سے حد قذف کا مطالبہ ہو، اور یہاں گواہوں نے مجرم کے زندہ ہونے کی حالت میں تہمت لگائی تھی، اور اب وہ مر چکا ہے اس لیے اس کی جانب سے مطالبہ نہیں ہوسکتا اس لیے حد قذف بھی نہیں لگے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ میت کے مرنے کے بعد اس وارث حد قذف کا مطالبہ نہیں کرسکتا، کیوں کہ یہ وراثت میں منتقل نہیں ہوتی۔

(۲۵۶۶)وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَأَمَرَ الْقَاضِي بِرَجْمِهِ فَضَرَبَ رَجُلٌ عُنُقَهُ ثُمَّ وَجَدَ الشُّهُودَ عَبِيدًا فَعَلَى الْقَاتِلِ الدِّيَةُ ۱؎ وَفِي الْقِيَاسِ يَجِبُ الْقِصَاصُ؛ لِأَنَّهُ قَتَلَ نَفْسًا مَعْصُومَةً بِغَيْرِ حَقٍّ. وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْقَضَاءَ صَحِيحٌ ظَاهِرًا وَقْتَ الْقَتْلِ فَأَوْرَثَ شُبْهَةً، ۲؎ بِخِلَافِ مَا إذَا قَتَلَهُ قَبْلَ الْقَضَاءِ؛ لِأَنَّ الشَّهَادَةَ لَمْ تَصِرْ حُجَّةً بَعْدُ، ۳؎ وَلِأَنَّهُ ظَنَّهُ مُبَاحَ الدَّمِ مُعْتَمِدًا عَلَى دَلِيلٍ مُبِيحٍ فَصَارَ كَمَا إذَا ظَنَّهُ حَرْبِيًّا وَعَلَيْهِ عَلَامَتُهُمْ، ۴؎ وَيَجِبُ الدِّيَةُ فِي مَالِهِ؛ لِأَنَّهُ عَمْدٌ، وَالْعَوَاقِلُ لَا تَعْقِلُ الْعَمْدَ، وَيَجِبُ ذَلِكَ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ؛

ترجمہ: (۲۵۶۶) چار گواہ نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، قاضی نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا، لیکن جلاد نے اس کی گردن ماردی، پھر یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام ہیں، تو قاتل پر دیت ہوگی [قصاص نہیں ہوگا]

ترجمہ: ۱؎ حالانکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر قصاص واجب ہو، کیوں کہ ناحق معصوم جان کا قتل کیا ہے۔ اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قتل کرتے وقت میں ظاہری طور پر فیصلہ صحیح تھا، اس لیے قتل عمد میں شبہ پیدا ہو گیا [اس لیے دیت واجب ہوگی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قاضی کے فیصلے کی وجہ سے قتل عمد میں شبہ پیدا ہو گیا ہے اس لیے قاتل پر قصاص کے بجائے دیت لازم ہوگی۔

تشریح: ایک آدمی پر چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی، قاضی نے رجم کا فیصلہ کیا، لیکن جلاد نے رجم کرنے کے بجائے اس کو قتل کر دیا، بعد میں پتہ چلا کہ گواہ غلام ہیں تو قاتل پر قصاص کے بجائے دیت لازم ہوگی۔ حلانکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پر قصاص لازم ہو۔

وجہ: استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قتل کے وقت قاضی کا فیصلہ صحیح تھا کہ اس کو رجم کردو اس لیے مباح الدم ہونے کا شبہ پیدا ہو گیا، اس لیے قصاص کے بجائے دیت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف اگر فیصلہ سے پہلے قتل کر دیتا [تو قصاص لازم ہوتا] اس لیے کہ اس وقت شہادت حجت نہیں ہوئی ہے۔

تشریح: قاضی کے فیصلے سے پہلے جلاد مجرم کو قتل کر دیتا تو یہاں فیصلے کا شبہ نہیں ہے اس لیے قاتل پر قصاص لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ ہے اس لیے قاضی نے مجرم کو مباح الدم شمار کیا، جیسا کہ آدمی کو حربی گمان کرلے اور اس آدمی پر حربی کی علامت موجود ہو [تو دیت لازم ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی دیت لازم ہوگی]

تشریح: قاضی کا فیصلہ تھا اس لیے قاتل نے اس کو مباح الدم سمجھ کر قتل کیا ہے، اس لیے قصاص لازم نہیں ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی پر حربی ہونے کی علامت زنار وغیرہ تھا، اس کو کسی آدمی نے حربی سمجھ کر قتل کر دیا تو اس پر دیت لازم ہوتی ہے، کیوں کہ یہاں حربی ہونے کا شبہ پیدا ہو گیا۔

ترجمہ: ۴؎ اور قاتل کے مال میں دیت لازم ہوگی اس لیے کہ یہ قتل عمد ہے، اور قتل عمد میں عاقلہ خون بہا دیتے، اور تین سال میں دیت ادا کرنا لازم ہوگا، کیوں کہ قتل کی وجہ سے دیت واجب ہوئی ہے۔

تشریح: شبہ کی وجہ سے دیت لازم ہوئی ہے، لیکن حقیقت میں یہ قتل عمد ہے اس لیے خود قاتل کے مال میں دیت ہوگی اور تین سال میں یہ دیت وصول کی جائے گی۔

لِأَنَّهُ وَجَبَ بِنَفْسِ الْقَتْلِ (۲۵۶۷)وَإِنْ رُجِمَ ثُمَّ وُجِدُوا عَبِيدًا فَالدِّيَةُ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ؛ ل لِأَنَّهُ امْتَثَلَ أَمْرَ الْإِمَامِ فَنَقَلَ فِعْلَهُ إِلَيْهِ، وَلَوْ بَاشَرَهُ بِنَفْسِهِ تَجِبُ الدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِمَا ذَكَرْنَا كَذَا هَذَا، بِخِلَافِ مَا إِذَا ضَرَبَ عُنُقَهُ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَأْتَمِرْ أَمْرَهُ (۲۵۶۸)وَإِذَا شَهِدُوا عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا وَقَالُوا تَعَمَّدْنَا النَّظَرَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُمْ؛ ل لِأَنَّهُ يُبَاحُ النَّظَرُ لَهُمْ ضَرُورَةَ تَحَمُّلِ الشَّهَادَةِ فَأَشْبَهَ الطَّبِيبَ وَالْقَابِلَةَ(۲۵۶۹)وَإِذَا شَهِدَ أَرْبَعَةٌ عَلَى رَجُلٍ بِالزِّنَا فَأَنْكَرَ الْإِحْصَانَ وَلَهُ امْرَأَةٌ قَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ فَإِنَّهُ يُرْجَمُ ل مَعْنَاهُ أَنْ يُنْكِرَ الدُّخُولَ بَعْدَ وُجُودِ سَائِرِ الشَّرَائِطِ؛لِأَنَّ الْحُكْمَ بِثَبَاتِ النَّسَبِ مِنْهُ حُكْمٌ بِالدُّخُولِ عَلَيْهِ،وَلِهَذَالَوْطَلَّقَهَا يُعْقِبُ الرَّجْعَةَ وَالْإِحْصَانَ

ترجمہ: (۲۵۶۷) اگر رجم کیا گیا پھر گواہ کو غلام پایا تو دیت بیت المال پر ہے۔

ترجمہ: ل اس لیے کہ امام کے حکم کو مانا اس لیے جلاد کا رجم امام کی طرف منتقل ہو جائے گا، اگر خود امام رجم کرتا تو اس کی دیت بیت المال پر ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے بیان کیا، بخلاف اگر اس کو قتل کیا تو امام کے حکم کو نہیں مانا۔

تشریح: اگر امام کے حکم سے رجم کیا پھر یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام تھا تو آدمی کی دیت بیت المال پر ہے، کیوں کہ جو کچھ کیا ہے وہ امام کے حکم سے کیا ہے اس لیے اس کی دیت بیت المال پر ہے، اور اگر قتل کر دیا تو قاضی کا حکم نہیں مانا اس لیے اس کی دیت بیت المال پر نہیں ہوگی، کیوں کہ قاضی کی بات کو نہیں مانی۔

ترجمہ: (۲۵۶۸) ایک مرد پر زنا کی گواہی دی اور گواہوں نے کہا کہ ہم نے جان کر زنا کرتے دیکھا تھا تب بھی ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمہ: ل گواہ بننے کے لیے دیکھنا مباح ہے، تو ایسا ہو گیا ڈاکٹر اور دائی دیکھے۔

تشریح: جان کر زنا کرتے دیکھنے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے، لیکن یہاں چونکہ گواہی دینے کے لیے دیکھنے کی ضرورت ہے اس لیے فاسق نہیں ہوگا، اس کی دو مثال دیتے ہیں [۱] ضرورت کے وقت ڈاکٹر کے دیکھنے سے فاسق نہیں ہوتا، [۲] اسی طرح دائی کے دیکھنے سے فاسق نہیں ہوتا اسی طرح گواہ کے دیکھنے سے بھی فاسق نہیں ہوگا۔ قابلہ: دائی جو بچہ کے زنتے وقت عورت کے پاس ہوتی ہے۔

ترجمہ: (۲۵۶۹) چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، لیکن اس نے محصن ہونے کا انکار کیا، لیکن اس کی بیوی تھی اور اس سے اس کا بچہ تھا تو آدمی کو رجم کیا جائے گا۔

ترجمہ: ل اس کا معنی یہ ہے کہ تمام شرائط پائے جانے کے بعد بیوی سے دخول کرنے کا انکار کیا، اس لیے کہ بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہونا بیوی سے دخول ہونے کی دلیل ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی کو طلاق دے رجعت کر سکتا ہے، اور اس طرح کے حکم سے احصان ثابت ہو جاتا ہے۔

تشریح: چار گواہوں نے ایک مرد پر زنا کی گواہی دی، اور رجم کی باقی شرائط پائے گئے، لیکن مجرم کہتا ہے کہ میں بیوی سے وطی نہیں کی ہے اور میں محصن نہیں ہوں اس لیے مجھے رجم نہیں کیا جائے، لیکن مجرم کے پاس بیوی ہے اور اس سے اس کا بچہ بھی پیدا ہوا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے بیوی سے وطی کی ہے اور آدمی محصن ہے۔ اس لیے بچہ پیدا ہونے سے اس کو محصن مانا جائے گا، اور آدمی کو رجم کیا جائے گا۔

يَثْبُتُ بِمِثْلِهِ (۲۵۷۰)فَإِنْ لَمْ تَكُنْ وَلَدَتْ مِنْهُ وَشَهِدَ عَلَيْهِ بِالْإِحْصَانِ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ رُجِمَ ۱؎ خِلَافًا لِزُفَرَ وَالشَّافِعِيِّ؛ فَالشَّافِعِيُّ مَرَّ عَلَى أَصْلِهِ أَنَّ شَهَادَتَهُنَّ غَيْرُ مَقْبُولَةٍ فِي غَيْرِ الْأَمْوَالِ، ۲؎ وَزُفَرُ يَقُولُ إنَّهُ شَرْطٌ فِي مَعْنَى الْعِلَّةِ؛ لِأَنَّ الْجِنَايَةَ تَتَغَلَّظُ عِنْدَهُ فَيُضَافُ الْحُكْمُ إلَيْهِ فَأَشْبَهَ حَقِيقَةَ الْعِلَّةِ فَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِيهِ احْتِيَالًا لِلدَّرْءِ، ۳؎ فَصَارَ كَمَا إذَا شَهِدَ ذِمِّيَّانِ عَلَى ذِمِّيٍّ زَنَى عَبْدُهُ الْمُسْلِمُ أَنَّهُ أَعْتَقَهُ قَبْلَ الزِّنَا لَا تُقْبَلُ لِمَا ذَكَرْنَا. ۴؎ وَلَنَا أَنَّ الْإِحْصَانَ عِبَارَةٌ عَنْ الْخِصَالِ الْحَمِيدَةِ، وَأَنَّهَا مَانِعَةٌ مِنْ الزِّنَا عَلَى مَا ذَكَرْنَا فَلَا يَكُونُ

وجہ: قاعدہ یہ ہے کہ دخول سے پہلے طلاق رجعی دی ہوتو وہ طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے، رجعی نہیں رہتی، اور نہ رجعت کر سکتا ہے، لیکن بچہ پیدا ہوا ہوتو اس پر طلاق رجعی واقع ہوگی، یہاں بیوی سے بچہ پیدا ہوا ہوتو اس پر طلاق رجعی واقع ہوگی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرد محصن ہے اس لیے اس پر رجم ہوگا۔

ترجمہ: (۲۵۷۰) اگر بیوی سے مرد کا بچہ نہ ہوا اور ایک مرد اور دو عورتوں نے محصن ہونے کی گواہی دی تو بھی رجم کیا جائے گا۔

تشریح: زنا کے ثبوت میں عورت کی گواہی نہیں چلتی، تو کیا محصن ثابت کرنے میں عورت کی گواہی قابل قبول ہے یا نہیں۔ اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ عورت کی گواہی سے محصن ثابت ہوگا اور مرد کو رجم کیا جائے گا۔

وجہ: محصن ہونے کی گواہی دینا زنا کی گواہی دینا نہیں ہے، بلکہ مرد کے اچھے اخلاق کی گواہی دینا ہے اس لیے عورت کی گواہی بھی چل جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے، امام شافعیؒ اپنے قاعدے پر گئے کہ مال کے علاوہ میں عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

تشریح: امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کی گواہی سے احصان ثابت نہیں ہوگا، اور نہ آدمی کو رجم کیا جائے گا۔

وجہ: امام شافعیؒ کے یہاں مال کے علاوہ میں عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ احصان کی شرط زنا کے معنی میں ہے اس لیے کہ احصان کی وجہ سے زنا کا معاملہ سنگین ہوجاتا ہے اس لیے حقیقت زنا کی طرح ہو گیا اس لیے احصان کے سلسلے میں عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

تشریح: امام زفرؒ کے یہاں احصان کی شرط پائے جانے کی وجہ سے زنا کا معاملہ سنگین ہوجاتا ہے اس لیے یہ زنا کی طرح ہو گیا اس لیے احصان کے ثابت کرنے میں بھی عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے۔۔علۃ: علۃ سے مراد زنا کا حکم ہے۔

ترجمہ: ۳؎ تو ایسا ہو گیا کہ ذمی کا مسلمان غلام تھا، دو ذمیوں نے گواہی دی کہ غلام نے زنا کیا ہے اور زنا سے پہلے ذمی نے اس کو آزاد کیا ہے تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے پہلے ذکر کیا۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کی دلیل ہے۔ ذمی کا ایک غلام مسلمان تھا، دو ذمیوں نے گواہی دی کہ اس مسلمان نے زنا کیا ہے، اور یہ بھی گواہی دی کہ زنا سے پہلے مالک نے اس کو آزاد کیا ہے، یعنی آزاد ہونے کی حالت میں زنا کیا ہے اس لیے آزاد کی سزا اسی کوڑے لگے، تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اسی طرح احصان کے بارے میں عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ: ۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ اچھی خصلتوں کے ذکر کرنے کا نام احصان ہے، جس کی وجہ سے زنا نہیں کرنا چاہئے اس لیے احصان کی گواہی زنا کی گواہی کے درجے میں نہیں ہے، اور ایسا ہو گیا کہ زنا کے علاوہ میں عورت نے گواہی دی [پس جس طرح زنا کے علاوہ میں

فِي مَعْنَى الْعِلَّةِ وَصَارَ كَمَا إذَا شَهِدُوا بِهِ فِي غَيْرِ هَذِهِ الْحَالَةِ. ٥ بِخِلَافِ مَا ذُكِرَ؛ لِأَنَّ الْعِتْقَ يَثْبُتُ بِشَهَادَتِهِمَا، وَإِنَّمَا لَا يَثْبُتُ سَبْقُ التَّارِيخِ؛ لِأَنَّهُ يُنْكِرُهُ الْمُسْلِمُ أَوْ يَتَضَرَّرُ بِهِ الْمُسْلِمُ (٢٥٧١)فَإِنْ رَجَعَ شُهُودُ الْإِحْصَانِ لَا يَضْمَنُونَ ١ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ وَهُوَ فَرْعُ مَا تَقَدَّمَ.

بَابُ حَدِّ الشُّرْبِ

(٢٥٧٢)وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَأُخِذَ وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ أَوْ جَاءُوا بِهِ سَكْرَانَ فَشَهِدَ الشُّهُودُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ فَعَلَيْهِ

عورت کی گواہی قبول کی جاتی ہے احصان کے بارے میں بھی قبول کی جائے گی]۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ احصان کی گواہی زنا کی گواہی کی طرح نہیں ہے، بلکہ صرف اچھے اخلاق کی گواہی دینا ہے، تو ایسا ہوگیا کہ زنا کے علاوہ کی گواہی دی۔

ترجمہ: ٥ بخلاف جو امام زفرؒ نے ذکر کیا اس لیے کہ گواہی سے آزادگی ثابت ہوگی، لیکن تاریخ پہلے ہے یہ ثابت نہیں ہوگی اس لیے کہ ایک مسلمان اس کا انکار کرتا ہے، اور اس سے مسلمان کو نقصان ہے۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کو جواب ہے۔ یہاں دو قسم کی گواہی ہے، [١] ایک ہے ذمی کی گواہی سے مسلمان غلام کی آزادگی ثابت کرنا، یہ ہوجائے گا، [٢] اور دوسرا ہے کہ زنا سے پہلے آزاد کیا ہے، یہ ثابت نہیں ہوگا، کیوں کہ مسلمان غلام اس کا انکار کر رہا ہے، اور اس سے مسلمان کا نقصان ہے اس لیے یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ: (٢٥٧١) محصن ہونے کے گواہ رجوع کر جائے تو وہ ضامن نہیں ہوں گے۔

ترجمہ: ١ ہمارے نزدیک، خلاف امام زفرؒ کے، یہ اختلاف اوپر کے اختلاف پر ہے۔

تشریح: گواہوں نے محصن ہونے کی گواہی دی جسکی بنیاد پر وہ رجم کیا گیا، بعد میں یہ گواہ رجوع کر گئے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گواہ دیت کا ضامن نہیں ہوں گے، کیوں کہ انکے یہاں محصن ہونے کی گواہی دینا زنا کی گواہی کے درجے میں نہیں ہے، اور نہ رجم کرنے کا سبب ہے، بلکہ وہ ایک شرط کے درجے میں ہے۔

اور امام زفرؒ کے یہاں احصان کی گواہی دینا زنا کے درجے میں ہے، اور رجم کا سبب ہے اس لیے گواہ نے رجوع کیا تو وہ دیت کا ضامن ہوں گے۔

باب حد الشرب

ضروری نوٹ: شراب یا نشہ آور چیزوں کے پینے کو شرب کہتے ہیں اس میں حد ہے۔

(١) اس کے حرام ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (آیت ٩٠، سورہ المائدۃ ٥) اس آیت سے شراب حرام ہونے کا علم ہوا۔

ترجمہ: (٢٥٧٢) کسی نے شراب پی اور پکڑا گیا اس حال میں کہ اس کی بو موجود ہے اور گواہوں نے اس کی گواہی دی یا اقرار کیا اس

الْحَدُّ، وَكَذَلِكَ إذَا أَقَرَّ وَرِيحُهَا مَوْجُودَةٌ ١ لِأَنَّ جِنَايَةَ الشُّرْبِ قَدْ ظَهَرَتْ وَلَمْ يَتَقَادَمْ الْعَهْدُ. وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ (٢٥٧٣)وَإِنْ أَقَرَّ بَعْدَ ذَهَابِ رَائِحَتِهَا لَمْ يُحَدَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُحَدُّ وَكَذَلِكَ إذَا شَهِدُوا عَلَيْهِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رِيحُهَا ١ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ

حال میں کہ اس کی بوموجود ہوتو اس پر حد ہے۔

ترجمه: ١ اس لیے کہ پینے کی جنایت ظاہر ہوگئی ہے اور وہ ابھی پرانا بھی نہیں ہوا ہے، اور اصل اس بارے میں حضور علیہ السلام کا قول ہے جس نے شراب پی تو اس کو کوڑے مارو، اور دوبارہ پئے تو پھر مارو۔

تشریح: حد لگنے کے لیے دو شرطیں ہیں۔[ا] ایک یہ کہ شراب پینے کی حالت میں اس حال میں پکڑا گیا ہو کہ اس کے منہ میں شراب کی بو ہو۔[۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس پر گواہ گواہی دیں کہ اس نے خوشی سے پی ہے تب حد لگے گی۔ اگر بہت پہلے پی تھی یہاں تک کہ اس کے منہ سے بد بو جاتی رہی اس حال میں پکڑا گیا، یا بد بو کی حالت میں پکڑا تو گیا لیکن اس پر کوئی گواہ نہیں ہے تو حد نہیں لگے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شراب کی بو کی حالت میں پکڑا گیا اور پینے والا اس کا اقرار کرے کہ میں نے خوشی سے پی ہے تب حد لگے گی۔ اس حد میں اصول یہ ہے کہ پرانی گواہی یا پرانے اقرار کا اعتبار نہیں ہے۔ اور منہ کی بد بو جانے کے بعد اس کو پرانا سمجھا جائے گا۔ اس لیے بد بو جانے کے بعد پکڑ نا اقرار کرنا قابل قبول نہیں ہے۔

وجه: (ا) کان عمر اذا وجد من رجل ریح شراب جلده جلدات ان کان ممن یدمن الشراب و ان کان غیر مدمن ترکه۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الریح، ج تاسع، ص ۱۴۰، نمبر ۱۷۳۴۲) اس قول صحابی میں ہے کہ شراب کی بو ہوتی تو حد لگاتے اور بو نہیں ہوتی تو چھوڑ دیتے (۲) عن عمر بن الخطاب ﷺ انه جلد رجلا وجد منه ریح شراب الحد تاما (دار قطنی، کتاب الاشربة وغیرها ۴/ ۱۷۵ نمبر ۴۶۴۳/ سنن للبیهقی، باب من وجد منه ریح شراب او لقی سکران جلد ثامن: ص/ ۵۴۷ نمبر ۱۷۵۱۳) اس سے اشارہ ہوا کہ بو کی حالت میں پکڑا گیا ہو تب حد لگے گی۔ اور گواہ یا اقرار کے بغیر تو حد جاری ہوتی ہی نہیں۔ (۲) اور اس کے پینے سے حد لگے اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ عن معاوية بن ابی سفیان قال قال رسول الله ﷺ اذا شربوا الخمر فاجلدوهم ثم ان شربوا فاجلدوهم ثم ان شربوا فاجلدوهم ثم ان شربوا فاقتلوهم (ابو داؤد شریف، باب اذا تتابع فی شرب الخمر، ص ۶۲۷، نمبر ۴۴۸۲/ ترمذی شریف، باب ماجاء من شرب الخمر فاجلدوه و من عاد فی الرابعة فاقتلوه، ص ۲۶۲، نمبر ۱۴۴۴) اس حدیث سے پتا چلا کہ شراب پینے والوں کو حد لگے گی۔

ترجمه: (۲۵۷۳) بو جانے کے بعد پینے کا اقرار کیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں لگے گی، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ حد لگے گی۔ ایسے ہی اگر بو جانے کے بعد گواہی دی۔

ترجمه: ١ تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد نہیں لگے گی

تشریح: شراب ایک دن پہلے پی تھی اور اب شراب کی بو جا چکی ہے اس کے بعد پینے کا اقرار کیا تو امام ابو حنیفہ، اور امام ابو یوسفؒ کے

۲ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُحَدُّ، فَالتَّقَادُمُ يَمْنَعُ قَبُولَ الشَّهَادَةِ بِالِاتِّفَاقِ، غَيْرَ أَنَّهُ مُقَدَّرٌ بِالزَّمَانِ عِنْدَهُ اعْتِبَارًا بِحَدِّ الزِّنَا، وَهَذَا لِأَنَّ التَّأْخِيرَ يَتَحَقَّقُ بِمُضِيِّ الزَّمَانِ وَالرَّائِحَةُ قَدْ تَكُونُ مِنْ غَيْرِهِ، كَمَا قِيلَ:

يَقُولُونَ لِي انْكَهْ شَرِبْت مُدَامَةً ☆فَقُلْت لَهُمْ لَا بَلْ أَكَلْت السَّفَرْجَلَا

نزدیک حد نہیں لگے گی۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک ماہ کے اندر اندر پیا ہے تو یہ پرانا نہیں ہے اس لیے حد لگے گی۔

وجہ: (۱) کان عمر اذا وجد من رجل ریح شراب جلده جلدات ان کان ممن یدمن الشراب و ان کان غیر مدمن ترکه۔ (مصنف عبدالرزاق، باب الریح، ج تاسع، ص ۱۴۰، نمبر ۱۷۳۴۲) اس قول صحابی میں ہے کہ شراب کی بو ہوتی تو حد لگاتے اور بو نہیں ہوتی تو چھوڑ دیتے (۲) دوسری میں ہے۔ عن عقبة بن الحارث ان النبی ﷺ اتی بنعمان او بابن نعمان و هو سکران فشق علیه و امر من فی البیت ان یضربوه فضربوه بالجرید و النعال (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید والنعال ص ۱۰۰۲ نمبر ۶۷۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سکران اور مست کی حالت میں پکڑا جائے تو حد لازم ہوگی (۳)۔ اثر میں ہے۔ عن الشعبی قال لا یؤجل فی الحدود و الا قدر ما یقوم القاضی۔ (مصنف عبدالرزاق، باب لا یوجل فی الحدود ج سابع، ص ۳۴۵، نمبر ۱۳۸۳۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ پرانی باتوں کا اعتبار نہیں۔

ترجمہ: ۲ امام محمدؒ نے فرمایا کہ حد لگے گی، پرانے ہونے سے بالاتفاق گواہی قبول نہیں ہوگی، یہ اور بات ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک زمانے سے پرانہ ہوتا ہے، وحد زنا پر قیاس کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ گرزنے سے تاخیر متحقق ہوتی ہے، اور بو کبھی شراب کے علاوہ کی بھی ہوتی ہے، چناں چہ شعر میں کہا ہے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ منہ سونگھو تم نے شراب پی ہے، میں نے کہا کہ بلکہ میں نے سفرجل کھایا ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کے نزدیک زمانے کے اعتبار سے پرانہ گنا جائے گا، یعنی ایک ماہ پرانہ ہو تو حد نہیں لگے گی، اور ایک ماہ کے اندر شراب پی ہو اور اس پر گواہی دی گئی تو حد لگے گی۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا میں ایک ماہ کے پرانے کو پرانہ شمار کرتے ہیں اسی پر قیاس کرتے ہوئے ایک ماہ کے پرانے کو پرانہ شمار کیا جائے گا۔ (۲) بو پر پرانے کا مدار رکھنا ٹھیک نہیں ہے، بو تو کسی اور چیز کی بھی ہو سکتی ہے، چناں چہ شعر میں ایسا سمجھا گیا کہ شراب کی بو ہے حالانکہ وہ سفرجل پھل کی بو تھی۔ (۳) قلت لعطاء الریح و هو یعقل ؟قال لا احد الا ببینة، ان الریح یکون من الشراب الذی لیس به بأس قال و قال عمر بن دینار لا احد فی الریح۔ (مصنف عبدالرزاق، باب الریح، ج تاسع، ص ۱۴۲، نمبر ۱۷۳۴۹) اس قول تابعی میں ہے کہ صرف بو سے حد نہیں لگے گی۔

لغت: انکه: افتح کے وزن پر ہے، نکہة، سے مشتق ہے، منہ کی بو، اس کا ترجمہ ہے منہ سونگھو۔ مدامة: انگور کی شراب کو مدامة کہتے ہیں۔ سفرجل: سیب کی طرح ایک پھل ہوتا ہے جو کڑوا ہوتا ہے۔ شعر کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے کہا کہ اس کا منہ سونگھو، ہو سکتا ہے کہ شراب پی ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں نے سفرجل کھایا ہے، یہاں شراب اور سفرجل کی بو قریب قریب ہے اس لیے بو سے یہ پتہ نہیں لگے گا کہ کیا چیز کھائی ہے۔

۳ وَعِنْدَهُمَا يُقَدَّرُ بِزَوَالِ الرَّائِحَةِ لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ: فَإِنْ وَجَدْتُمْ رَائِحَةَ الْخَمْرِ فَاجْلِدُوهُ. وَلِأَنَّ قِيَامَ الْأَثَرِ مِنْ أَقْوَى دَلَالَةٍ عَلَى الْقُرْبِ، ۴ وَإِنَّمَا يُصَارُ إِلَى التَّقْدِيرِ بِالزَّمَانِ عِنْدَ تَعَذُّرِ اعْتِبَارِهِ، ۵ وَالتَّمْيِيزُ بَيْنَ الرَّوَائِحِ مُمْكِنٌ لِلْمُسْتَدِلِّ، وَإِنَّمَا تَشْتَبِهُ عَلَى الْجُهَّالِ. ۶ وَأَمَّا الْإِقْرَارُ فَالتَّقَادُمُ لَا يُبْطِلُهُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ كَمَا فِي حَدِّ الزِّنَا عَلَى مَا مَرَّ تَقْرِيرُهُ. ۷ وَعِنْدَهُمَا لَا يُقَامُ الْحَدُّ إِلَّا عِنْدَ قِيَامِ الرَّائِحَةِ، لِأَنَّ حَدَّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ، وَلَا إِجْمَاعَ إِلَّا بِرَأْيِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَقَدْ شَرَطَ قِيَامَ الرَّائِحَةِ عَلَى مَا رَوَيْنَا.

ترجمہ: ۳ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شراب کی بو زائل ہوگئی پھر گواہی ہوئی، یا اقرار کیا تو حد نہیں لگے گی، حضرت عبد اللہ بن مسعود کے قول کی وجہ سے کہ تم شراب کی بو پاؤ تو حد لگاؤ، اور اس لیے کہ شراب کا اثر ہونا پینے پر قوی دلیل ہے۔

تشریح: شیخینؒ کے نزدیک شراب کی بو زائل ہو جائے پھر گواہ ہو یا اقرار کرے تو حد نہیں لگے گی، گویا کہ پینا پرانا ہو گیا۔

وجہ: (۱) ایک تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ بو دیکھو تو کوڑے مارو۔ صاحب ہدایہ کی قول صحابی شاید یہ ہے۔ **کنا بحمص فقرأ ابن مسعود سورۃ یوسف فقال رجل ما ھکذا انزلت فقال قرأت علی رسول اللہ ﷺ فقال احسنت و وجد منہ ریح الخمر فقال أتجمع ان تکذب بکتاب اللہ و تشرب الخمر فضربہ الحد۔** (بخاری شریف، باب القرأۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ ص ۸۹۷، نمبر ۵۰۰۱ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی رجل یوجد منہ ریح الخمر ما علیہ، جلد خامس: ص/ ۵۲۰، نمبر ۲۸۶۲۰) اس قول صحابی میں ہے کہ شراب کی بو پائی تو حد لگائی۔ (۲) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شراب کی بو ہونا قوی دلیل ہے کہ اس نے شراب ہی پی ہے تب حد لگائی جائے گی۔

ترجمہ: ۴ زمانہ سے اندازہ لگانے کا سوال اس وقت ہوگا جب کہ اس کے اثر کا اعتبار کرنا متعذر رہو۔

تشریح: یہ امام محمدؒ کو جواب ہے، کہ زمانے سے پرانے ہونے کا اندازہ اس وقت لگایا جائے گا جب کہ بو سے شراب کا اندازہ لگانا ناممکن ہو، اور یہاں بو سے شراب کا اندازہ لگانا ممکن ہے اس لیے زمانے سے یعنی ایک ماہ سے پرانے ہونے کا اندازہ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ۵ ماہر آدمی کے لیے شراب کی بو اور اس کے علاوہ کی بو میں تمیز کرنا ممکن ہے اور اس سے شراب پر استدلال کیا جا سکتا ہے، جو جاہل ہوتا ہے اس پر یہ مشکل ہوتا ہے۔

تشریح: یہ بھی امام محمدؒ کو جواب ہے، کہ جس کو شراب کی بو کا تجربہ ہے اس کے لیے شراب کی بو اور غیر شراب کی بو میں تمیز کرنا کوئی مشکل نہیں ہے، اس لیے شراب کی بو ہو تب ہی حد لگے گی۔

ترجمہ: ۶ پینے کا اقرار کرلے تو زمانہ قدیم بھی ہو جائے تب بھی امام محمدؒ کے نزدیک حد ساقط نہیں ہوتی، جیسا کہ حد زنا میں زمانہ قدیم ہو جائے تو حد ساقط نہیں ہوتی، اس کی تقریر پہلے گزر چکی ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ شراب پینے پر ایک زمانہ گزر چکا ہے اور مجرم اب اقرار کر رہا ہے تو اس کو حد لگے گی، جیسے زنا کئے ہوئے ایک زمانہ گزر چکا ہے، اور اب اقرار کر رہا ہے تو اس کو حد لگتی ہے، ایسے حد شرب کا بھی معاملہ ہے۔

ترجمہ: ۷ شراب کی بو ختم ہوگئی ہو تو شیخین کے نزدیک حد نہیں لگے گی، اس لیے کہ شراب کی حد اجماع صحابہ سے ثابت ہوتی ہے، اور عبداللہ بن مسعود کی رائے کے بغیر اجماع ہی نہیں ہو سکتا۔ اور عبداللہ بن مسعود نے بو کی شرط لگائی ہے، جیسے کہ ہم نے پہلے روایت کی۔

(۲۵۷۴)وَإِنْ أَخَذَهُ الشُّهُودُ وَرِيحُهَا تُوجَدُ مِنْهُ أَوْ سَكْرَانُ فَذَهَبُوا بِهِ مِنْ مِصْرٍ إِلَى مِصْرٍ فِيهِ الْإِمَامُ فَانْقَطَعَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَنْتَهُوا بِهِ حُدَّ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا ۱؎ لِأَنَّ هَذَا عُذْرٌ كَبُعْدِ الْمَسَافَةِ فِي حَدِّ الزِّنَا وَالشَّاهِدُ لَا يُتَّهَمُ فِي مِثْلِهِ.(۲۵۷۵)وَمَنْ سَكِرَ مِنْ النَّبِيذِ حُدَّ ۱؎لِمَا رُوِيَ أَنَّ عُمَرَ أَقَامَ الْحَدَّ عَلَى أَعْرَابِيٍّ سَكِرَ مِنْ النَّبِيذِ. وَسَنُبَيِّنُ الْكَلَامَ فِي حَدِّ السُّكْرِ وَمِقْدَارِ حَدِّهِ الْمُسْتَحَقِّ عَلَيْهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى.(۲۵۷۶)وَلَا حَدَّ عَلَى مَنْ وُجِدَ مِنْهُ رَائِحَةُ الْخَمْرِ أَوْ تَقَيَّأَهَا ۱؎ لِأَنَّ الرَّائِحَةَ مُحْتَمَلَةٌ، وَكَذَا الشُّرْبُ قَدْ يَقَعُ عَنْ إِكْرَاهٍ أَوْ

تشریح: شراب کی بومنہ سے ختم ہوچکی ہوتو مجرم اقرار کرے گا تب بھی شیخین کے یہاں حد نہیں لگے گی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اجماع صحابہ سے حد شرب ثابت ہوتی ہے، اور عبد اللہ بن مسعود کے بغیر اجماع نہیں ہوسکتا، کیوں کہ وہ بڑے صحابہ میں سے ہیں، اور انکی رائے گزری کہ بوختم ہوجائے تو حد نہ لگے اس لیے بوختم ہونے پر حد نہیں لگے گی۔

نوٹ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے قول میں یہ تو گزرا کہ بو تھی تو حد لگائی، لیکن یہ نہیں ہے کہ بوختم ہوجائے تو حد بھی ساقط ہوجائے گی، دوسری بات یہ ہے کہ شراب کی حد حدیث سے ثابت ہے، اجماع صحابہ اس کی بنیاد نہیں ہے، جیسا کہ پہلے حد شرب کے بارے میں کئی حدیث گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۲۵۷۴) گواہوں نے مجرم کو اس حال میں پکڑا کہ شراب کی بو آرہی تھی، یا وہ نشہ میں مست تھا، اس کو ایک شہر سے ایسے شہر کی طرف لیجارہے تھے جہاں امام تھا، پس وہاں سے پہلے اس کی بوختم ہوگئی تب بھی بالاتفاق حد لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ عذر ہے، جیسے حد زنا میں مسافت کی دوری ہو، اور اس قسم کے عذر سے گواہ بھی متہم نہیں ہوگا۔

تشریح: جہاں حد جاری کرنے کے لیے امام ہے وہاں لیجانا عذر ہے اس لیے وہاں تک لیجانے کے لیے بوختم ہوجائے یا نشہ ختم ہوجائے تو اس سے حد ساقط نہیں ہوگی

ترجمہ: (۲۵۷۵) اور جو نبیذ سے مست ہوا تو اس کو بھی حد لگے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ حضرت عمر سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبیذ سے مست ہوا تو اس کو حد لگائی، نشہ کی حد کتنی ہے اور کتنی مقدار پینے سے حد لگتی ہے اس کو ان شاء اللہ بعد میں بیان کریں گے۔

اصول: حلال چیز میں بھی اگر نشہ آجائے تو اس سے حد لگے گی۔

تشریح: نبیذ ایک حلال مشروب ہے، لیکن اس میں نشہ پیدا ہوجائے اور اس کے پینے سے آدمی مست ہوجائے تو حد لگے گی۔

وجہ: صاحب ہدائی کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ اتی برجل قد سکر من نبیذ فجلدہ۔** (دار قطنی، کتاب الاشربۃ ص ۷۷ ا ج رابع نمبر ۴۶۵۴ / سنن للبیھقی، باب ماجاء فی وجوب الحد علی من شرب خمرا او نبیذا او سکر ج ثامن: ص / ۵۴۳ نمبر ۱۷۴۹۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیذ پیئے اور نشہ آجائے اور بوکی حالت میں پکڑا جائے اور گواہ ہوتو حد لگے گی۔

ترجمہ: (۲۵۷۶) اور حد اس پر نہیں ہے جس سے شراب کی بدبو آئے یا جو شراب قے کرے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ بو میں احتمال ہے کہ کسی اور چیز کی بو ہو، ایسے ہی پینے میں یہ ہوسکتا ہے کہ زبردستی سے یا مجبوری میں پی ہو، اسی طرح

اضْطِرَارٍ وَلَا يُحَدُّ السَّكْرَانُ حَتَّى يُعْلَمَ أَنَّهُ السَكِرَ مِنْ النَّبِيذِ وَشَرِبَهُ طَوْعًا لِأَنَّ السُّكْرَ مِنْ الْمُبَاحِ لَا يُوجِبُ الْحَدَّ كَالْبَنْجِ وَلَبَنِ الرِّمَاكِ، وَكَذَا شُرْبُ الْمُكْرَهِ لَا يُوجِبُ الْحَدَّ (۲۵۷۷)وَلَا يُحَدُّ حَتَّى يَزُولَ عَنْهُ السُّكْرُ ا۔ تَحْصِيلًا لِمَقْصُودِ الِانْزِجَارِ.

مست کو حد نہیں لگے گی یہاں تک کہ معلوم ہوجائے کہ نبیذ سے مست ہوا ہے اور اپنی رضا مندی سے پیا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مباح چیز پی ہو اور اس سے نشہ ہو گیا ہو تو حد نہیں لگے گی، جیسے بھنگ پیا ہو، یا گھوڑی کا دودھ پیا ہو، ایسے ہی زبردستی پلایا ہو تو حد نہیں لگے گی۔

تشریح: کسی آدمی کے منہ سے شراب کی بو آئے اور اس پر گواہ نہ ہو یا اقرار نہ کیا ہو تو صرف بو آنے سے یا شراب کی قے کرنے سے حد لازم نہیں ہوگی۔۔ تین شرطیں ہوں تب حد جاری ہوگی۔[۱] بو پائی جائے [۲] یہ ثابت ہوجائے کہ خوشی سے شراب پی ہے، کسی نے زبردستی نہیں پلائی ہے [۳] اس کا اقرار کرے، کہ میں نے شراب پی ہے، [۴] یا شراب پینے پر گواہ ہو تب حد جاری ہوگی

وجہ: (۱) ممکن ہے کہ دوائی کے طور پر استعمال کی ہو یا کسی نے زبردستی پلائی ہو جس کی وجہ سے بد بو آرہی ہے یا قے کی ہے۔ اس لیے یہ معذور ہے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ (۲) اخرجاه فی الصحیح من حدیث الاعمش ویحتمل ان عبید الله بن مسعود لم یجلده حتی ثبت عنده شربه ما یسکر ببینة او اعتراف (سنن للبیهقی، باب من وجد منه سیح شراب او لقی سکران جلد ثامن: ص ۵۴۷ نمبر ۱۷۵۱۵) (۳) قلت لعطاء الریح وهو یعقل؟ قال لا احد الا ببینة ان الریح لیکون من الشراب الذی لیس به بأس وقال عمر بن دینار لا احد فی الریح (مصنف عبد الرزاق، باب الریح، ج تاسع، ص ۱۴۲، نمبر ۱۷۳۴۹/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۱ فی رجل یوجد منه ریح الخمر ما علیه؟ ۵/ ۵۲۰ نمبر ۲۸۶۲۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بد بو کے ساتھ گواہ ہو تب حد لازم ہوگی۔ صرف بد بو آنے سے حد لازم نہیں ہوگی۔ (۴) آیت میں ہے کہ مجبور کر کے زنا کیا ہو تو وہ معاف ہے۔ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۳ (آیت ۳۳، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ مجبور کر کے زنا کیا ہو تو اللہ ان باندیوں کو معاف کرنے والا ہے (۵) حدیث میں ہے کہ مستکرہ پر حد لازم نہیں ہے۔ ان صفیة بنت ابی عبید اخبرته ان عبدا من رقیق الامارة وقع علی ولیدة من الخمس فاستکرهها حتی اقتضها، فجلده عمر الحد ونفاه ولم یجلد الولیدة من اجل انه استکرها (بخاری شریف، باب اذا استکرهت المرأة علی الزنا فلا حد علیها ص ۱۰۲۷ نمبر ۶۹۴۹) اس حدیث میں ہے کہ مجبور باندی پر حد نہیں لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شراب یا نبیذ خوشی سے پی ہو تب حد لگے گی، مجبور کر کے پلایا ہو تو حد نہیں لگے گی۔ اور یہی حال قے کا ہے کہ جب تک قے کے بعد خوشی سے شراب پینے پر گواہ نہ ہو حد لازم نہیں ہوگی۔

لغت: تقیا: قیء سے مشتق ہے، قی کی ہو۔ اضطرار: مجبوری سیب۔ سکران: نشہ میں مست ہو، طوعا: رضا مندی سے، خوشی سے۔ بنج: اردو میں اس کو بھنگ، کہتے ہیں۔ لبن الرماک: گھوڑی کا دودھ۔

ترجمہ: (۲۵۷۷) اور نہیں حد لگے گی یہاں تک کہ نشہ اتر جائے۔

ترجمہ: ا۔ تا کہ جو تنبیہ کرنا مقصد ہے وہ حاصل ہوجائے۔

(۲۵۷۸)وَحَدُّ الْخَمْرِ وَالسُّكْرِ فِي الْحُرِّ ثَمَانُونَ سَوْطًا لِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (۲۵۷۹)يُفَرَّقُ عَلَى بَدَنِهِ كَمَا فِي حَدِّ الزِّنَا عَلَى مَا مَرَّ لـ ثُمَّ يُجَرَّدُ فِي الْمَشْهُودِ مِنْ الرِّوَايَةِ.۲ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ لَا يُجَرَّدُ إِظْهَارًا لِلتَّخْفِيفِ لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ بِهِ نَصٌّ. وَوَجْهُ الْمَشْهُورِ أَنَّا أَظْهَرْنَا التَّخْفِيفَ مَرَّةً فَلَا يُعْتَبَرُ ثَانِيًا

وجه:(۱) حد لگانے کا مقصد تنبیہ کرنا ہے اور نشہ کے عالم میں مارنے سے اس کو کچھ پتا نہیں چلے گا کہ مجھے کیوں مارا جارہا ہے۔ اس لیے نشہ اترنے کے بعد حد لگائے (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ اتی بر جل سکران او قال نشوان فلما ذهب سکره امر بجلده (سنن للبیهقی، باب ماجاء فی اقامة الحد فی حال السکر او حتی یذهب سکره جلد ثامن: ص/ ۵۵۱ نمبر ۱۷۵۲۵/مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۰ ماجاء فی السکران متی یضرب اذا صحا او فی حال سکره؟ ۵/ ۵۱۹ نمبر ۲۸۶۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نشہ اترنے کے بعد حد لگائے۔

لغت:السکر: نشہ۔

ترجمہ:(۲۵۷۸) شراب اور نشہ کی حد آزاد میں اسی کوڑے ہیں

ترجمہ:لـ صحابہ کے اجماع کی وجہ سے۔

تشریح: حدیث میں ہے کہ شراب اور نشہ کی حد پہلے چالیس کوڑے تھی بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگوں کی زیادتی کی وجہ سے اسی کوڑے کر دیئے گئے۔

وجہ:(۱) حدیث میں ہے۔ عن السائب بن یزید قال کنا نوتی بالشارب علی عهد رسول اللہ ﷺ و امرة ابی بکر و صدرا من خلافة عمر رضی اللہ عنہ فنقوم الیه بایدنا و نعالنا و اردیتنا حتی کان اخرة امرأة عمر فجلد اربعین حتی اذا عتوا و فسقوا جلد ثمانین (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید و النعال ص ۱۰۰۲ نمبر ۶۷۷۹/مسلم شریف، باب حد الخمر ص ۷۱ نمبر ۱۷۰۶/ ۴۴۵۲) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد کی حد شراب میں اسی کوڑے ہیں۔

ترجمہ:(۲۵۷۹) اس کے بدن پر متفرق جگہ مارے جائے

ترجمہ:لـ جیسا کہ میں نے زنا میں ذکر کیا۔

وجہ:(۱) اور جسم میں الگ الگ جگہ مارے جائے اس کے لیے قول صحابی گزر چکا ہے۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال اتی بر جل سکران او فی حد فقال اضرب و اعط کل عضو حقه و اتق الوجه و المذاکیر (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۰ ماجاء فی الضرب فی الحد ۵/ ۵۲۴ نمبر ۲۸۶۶۶/مصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود و هل ضرب النبی ﷺ بالسوط؟ جلد سابع: ص/ ۲۹۶، نمبر ۱۳۵۸۷) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ سب عضو پر تھوڑے تھوڑے کوڑے مارے جائیں گے۔ البتہ چہرہ، سر اور شرمگاہ پر نہیں ماریں گے کیوں کہ یہ نازک اعضاء ہیں۔

ترجمہ:۲ پھر مشہور روایت یہ ہے کہ بدن سے کپڑا کھول دیا جائے گا، اور امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ حد شرب میں تخفیف ظاہر کرنے کے لیے کپڑا نہیں نکالا جائے گا، اس لیے کہ کپڑا نکالنے کے لیے کوئی روایت نہیں ہے، اور مشہور رویت کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تخفیف کر دی کہ [سو کوڑے نہیں مارے] تو اب دوبارہ تخفیف نہیں ہوگی۔

(۲۵۸۰)وَإِنْ كَانَ عَبْدًا فَحَدُّهُ أَرْبَعُونَ لـ **لِأَنَّ الرِّقَّ مُتَّصِفٌ عَلَى مَا عُرِفَ. (۲۵۸۱)وَمَنْ أَقَرَّ بِشُرْبِ الْخَمْرِ وَالسَّكَرِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُحَدَّ** لـ **لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى.(۲۵۸۲)وَيَثْبُتُ الشُّرْبُ بِشَهَادَةِ شَاهِدَيْنِ وَ يَثْبُتُ بِالْإِقْرَارِ مَرَّةً وَاحِدَةً**

تشریح: مشہور روایت یہ ہے کہ شراب کی حد میں کوڑے لگاتے وقت ستر پر کپڑا رکھا جائے گا اور باقی جسم سے کپڑا ہٹا دیا جائے گا تا کہ کوڑے کی ضرب اچھی طرح لگے، کیوں کہ اس میں تعداد کے اعتبار سے ایک مرتبہ تخفیف ہو چکی ہے کہ زنا کی طرح سو کوڑے نہیں لگائے، اسی کوڑے لگائے اس لیے بدن پر کپڑا رکھ کر دوبارہ تخفیف نہیں کی جائے گی۔

امام محمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ کپڑا اتار دیا جائے گا تا کہ اس مار میں تخفیف ہو جائے اور کم مار لگے۔۔ جرد: تجرید سے مشتق ہے، کپڑا نکالنا۔

ترجمہ: (۲۵۸۰) پس اگر غلام ہو تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں۔

ترجمہ: لـ اس لیے کہ غلامیت سے حد آدھی ہو جاتی ہے

وجہ: (۱) پہلے کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ غلام اور باندی کی سزا آزاد سے آدھی ہے۔ اس لیے آزاد کی سزا اسی کوڑے ہیں تو غلام باندی کی سزا چالیس کوڑے ہوں گے۔ (۲) آیت ہے۔ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط (آیت ۲۵، سورۃ النساء ۴) (۳) عمل صحابی میں ہے کہ غلام کو آزاد سے آدھی سزا دی۔ **عن ابن شهاب انه سئل عن جلد العبد فی الخمر فقال بلغنا ان علیه نصف جلد الحر و ان عمر بن الخطاب** رضی اللہ عنہ **و عثمان** رضی اللہ عنہ **بن عفان و عبد الله بن عمر** رضی اللہ عنہ **قد جلدوا عبیدهم نصف حد الحر فی الخمر** (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی عدد حد الخمر جلد ثامن: ص ۵۵۷ نمبر ۱۷۵۴۸) اس عمل صحابی سے معلوم ہوا کہ غلام کی سزا آدھی ہوگی یعنی چالیس کوڑے ہوں گے۔

ترجمہ: (۲۵۸۱) کسی نے اقرار کیا شراب اور نشہ پینے کا پھر بعد میں اس سے پھر گیا تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: لـ اس لیے کہ یہ خالص اللہ کا حق ہے [اس لیے رجوع کرنے سے حد ساقط ہو جائے گی]

تشریح: کسی نے شراب پینے کا اقرار کیا یا نشہ پینے کا اقرار کیا پھر بعد میں اس سے پھر گیا تو حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ: پہلے زنا کی حد کے سلسلے میں گزر چکا ہے کہ رجوع کر جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **هلا ترکتموه لعله ان یتوب فیتوب الله علیه** (ابوداؤد شریف، باب رجم ماعز بن مالک ص ۲۶۰ نمبر ۴۴۱۹ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی درء الحد عن المعترف اذا رجع ص ۲۶۴ نمبر ۱۴۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد شرب سے رجوع کر جائے تو حد ساقط ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۸۲) حد شرب ثابت ہوگی دو گواہوں کی گواہی سے یا ایک مرتبہ اقرار کرنے سے۔

ترجمہ: زنا ثابت کرنے کے لیے چار گواہوں کی ضرورت تھی اس لیے آیت کی وجہ سے وہاں چار گواہ ضروری قرار دیا۔ لیکن حد شرب میں آیت میں چار گواہ کی شرط نہیں ہے اس لیے وہ اصلی مقام پر آئے گا۔ اور عام حالات میں دو گواہ سے کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے اس لیے دو گواہ سے حد شرب ثابت ہو جائے گی۔

لے وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَشْتَرِطُ الْإِقْرَارَ مَرَّتَيْنِ وَهُوَ نَظِيرُ الِاخْتِلَافِ فِي السَّرِقَةِ، وَسَنُبَيِّنُهَا هُنَاكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ (۲۵۸۳)وَلَا تُقْبَلُ فِيهِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ لے لِأَنَّ فِيهَا شُبْهَةَ الْبَدَلِيَّةِ وَتُهْمَةَ الضَّلَالِ وَالنِّسْيَانِ.

وجه: (۱) آیت میں ہے۔ وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (آیت ۲۸۲ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں معاملات کے لیے کہا گیا ہے کہ دو مرد چاہئے یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہئے۔ اس لیے دو مرد حد شرب ثابت کرنے کے لیے کافی ہوں گے (۲) اس قول صحابی میں ہے۔ **جاء رجلان برجل الی علی ؓ بن طالب فشهدا علیه بالسرقة فقطعه** (دار قطنی، کتاب الحدود: ج ثالث، ص ۱۲۸، نمبر ۳۳۶۱) اس اثر میں دو مرد کی گواہی سے ہاتھ کاٹا گیا۔

(۲) ایک مرتبہ اقرار سے بھی حد شرب یا حد سرقہ ثابت ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابی هریرة قال اتی رسول الله ﷺ بسارق سرق شملة فقالوا ان هذا سرق فقال لا اخاله سرق فقال بلی یا رسول الله! قد سرقت قال اذهبوا به فاقطعوه ثم احسموه ثم ائتونی به** (سنن للبیهقی، باب ماجاء فی الاقرار بالسرقة والرجوع عنه جلد ثامن: ص ۴۷۹ نمبر ۱۷۲۷۵/دار قطنی، کتاب الحدود ج ثالث ص ۸۲ نمبر ۳۱۳۹/نسائی شریف، باب تلقین السارق ص ۶۷۲ نمبر ۴۸۸۱) اس حدیث میں ایک مرتبہ اقرار کیا اور قال بلی کہا جس پر حد سرقہ لازم کر دی گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ حد شرب بھی ایک مرتبہ اقرار کرنے سے ثابت ہو جائے گی۔

ترجمه: لے امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اقرار میں بھی دو مرتبہ کی شرط ہے، چوری کے ثبوت میں بھی یہی اختلاف ہے، اس مسئلے کو ہم وہاں ان شاء اللہ بیان کریں گے

ترجمه: لے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ اقرار کرے تب حد شرب ثابت ہوگی۔ چوری کے ثبوت کے بارے میں بھی ان کی رائے ہے کہ دو مرتبہ اقرار کرے گا تب چوری کی حد لگے گی۔

وجه: (۱) جس طرح حد کے ثبوت کے لیے دو گواہ ضروری ہیں اسی طرح دو مرتبہ اقرار بھی ہو، تب حد شرب لگے گی (۲) عمل صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ **رأیت علیا ؓ اقر عنده سارق مرتین فقطع یده وعلقها فی عنقه** (سنن للبیهقی، باب ماجاء فی تعلیق الید فی عنق السارق جلد ثامن: ص ۴۷۸ نمبر ۱۷۲۷۴) اس اثر میں دو مرتبہ چوری کا اقرار کیا تب حد سرقہ ثابت کیا جس سے پتا چلا کہ حد شرب میں بھی دو مرتبہ اقرار کرے تب حد شرب ثابت ہوگی۔

ترجمه: (۲۵۸۳) اور حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مردوں کے ساتھ۔

وجه: اور عورت کی گواہی حدود میں اس لیے کافی نہیں کہ حدیث مرسل میں اس کو منع فرمایا ہے۔ **عن الزهری قال مضت السنة من رسول الله ﷺ والخلیفتین من بعدہ الا تجوز شهادة النساء فی الحدود** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۰۹ فی شهادة النساء فی الحدود ۵/ ۵۲۸ نمبر ۲۸۷۰۵/مصنف عبد الرزاق، باب هل تجوز شهادة النساء مع الرجال فی الحدود وغیرها، ج ثامن، ص ۲۵۴، نمبر ۱۵۴۸۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ اس لیے صرف دو مردوں کی گواہی سے حد شرب ثابت ہوگی۔

ترجمه: لے اس لیے کہ عورت کی گواہی میں مرد کا بدل ہونے کا شبہ ہے، گمراہی کی بھی تہمت ہے اور بھولنے کی بھی تہمت ہے۔

(۲۵۸۴)وَالسَّكْرَانُ الَّذِي يُحَدُّ هُوَ الَّذِي لَا يَعْقِلُ مَنْطِقًا لَا قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا وَلَا يَعْقِلُ الرَّجُلَ مِنْ الْمَرْأَةِ ١ قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، ٢ وَقَالَا: هُوَ الَّذِي يَهْذِي وَيَخْتَلِطُ كَلَامُهُ لِأَنَّهُ هُوَ السَّكْرَانُ فِي الْعُرْفِ، وَإِلَيْهِ مَالَ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ. ٣ وَلَهُ أَنَّهُ يُؤْخَذُ فِي أَسْبَابِ الْحُدُودِ بِأَقْصَاهَا دَرْءًا لِلْحَدِّ. وَنِهَايَةُ السَّكْرَانِ يَغْلِبُ السُّرُورُ عَلَى الْعَقْلِ فَيَسْلُبُهُ التَّمْيِيزَ بَيْنَ شَيْءٍ وَشَيْءٍ، وَمَا دُونَ ذَلِكَ لَا يَعْرَى عَنْ شُبْهَةِ

تشریح: عورت میں تین خامیاں ہیں[١] حد میں بدل گواہی نہیں چلتی، اورعورت میں شبہ ہے کہ وہ مرد کا بدل ہے، اس لیے عورت کی گواہی نہیں چلے گی۔[٢] عورت واقعہ بیان کرنے میں گمراہ بھی ہوتی ہے[٣] عورت واقعہ کو بھولتی بھی ہے اس لیے اس کی گواہی حد میں نہیں چلے گی۔

وجه: ان تینوں باتوں کا اشارہ اس آیت میں موجود ہے۔ وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ (آیت ۲۸۲، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں دو باتیں ہیں [١] مرد نہ ہوں تب عورت کی گواہی لو، جس سے یہ نکلتا ہے کہ عورت مرد کا بدل ہے[٢] عورت گواہی دینے میں گمراہ ہوتی ہے [٣] اور بھولتی بھی ہے، اسی لیے ایک مرد کے بدلے میں دو عورتوں کو قائم مقام بنایا، اور یہ بھی بتایا کہ ایک بھول جائے تو دوسری عورت اس کو واقعہ یاد دلائے۔

ترجمه: (۲۵۸۴) وہ نشہ جس سے حد لگتی ہے تھوڑا یا زیادہ بات نہیں سمجھتا ہو، اور مرد اور عورت میں فرق نہیں کر پاتا ہو۔

ترجمه: ١ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے۔

تشریح: کتنا نشہ ہو تو اس میں حد لگے گی؟ تو امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ اتنا نشہ ہو جائے کہ نہ تھوڑی بات سمجھتا ہو اور نہ زیادہ بات کو سمجھتا ہو، اور مرد اور عورت میں فرق نہیں کر پاتا ہو تو اس نشہ میں حد لگے گی اس سے کم نشہ ہوا ہو تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمه: ٢ صاحبین نے فرمایا کہ اتنا نشہ ہو کہ بکواس کرتا ہو، اور اکثر باتیں مختلط ہوں، اس لیے کہ عرف میں اسی کو نشہ کہتے ہیں، اور اکثر مشائخ اسی کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

تشریح: واضح ہے۔

لغت: یهذی: هذیان سے مشتق ہے، بکواس کرنا، بغیر سر پیر کے باتیں کرنا۔ یختلط: خلط سے مشتق ہے، کلام اس طرح مل جائے کہ کچھ پتہ ہی نہ چلتا ہو کہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

ترجمه: ٣ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ حدود کے سبب میں آخری درجہ کو لیا جائے تا کہ حد کو ساقط کی جائے، اور آخری نشہ یہ ہے کہ سرور عقل پر اتنا غالب ہو جائے کہ چیزوں کے درمیان تمیز نہ کر سکے، اور اس سے جو کم ہے اس میں شبہ ہے کہ ہوش باقی ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے حد کو ساقط کرنا چاہئے اس لیے نشہ میں اس کا آخری درجہ لے، اور وہ یہ ہے کہ اتنا نشہ ہو چکا ہو کہ چیزوں کے درمیان فرق نہ کر سکے، کیوں کہ اس سے کم ہے تو ممکن ہے کہ اس میں ابھی ہوش باقی ہے۔

وجه: اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ ان یعلی بن امیة قال قلت لعمر انا بارض فیها شراب کثیر۔ یعنی الیمن۔ فکیف نجلده؟ قال اذا استقریء ام القرآن فلم یقرأها و لم یعرف ردائه اذا القته مین الاردیة فاحدده۔ (مصنف عبد الرزاق، باب

الصَّحْوِ، ۴ وَالْمُعْتَبَرُ فِي الْقَدَحِ الْمُسْكِرُ فِي حَقِّ الْحُرْمَةِ مَا قَالَاهُ بِالْإِجْمَاعِ أَخْذًا بِالِاحْتِيَاطِ ۵ وَالشَّافِعِيُّ يَعْتَبِرُ ظُهُورَ أَثَرِهِ فِي مِشْيَتِهِ وَحَرَكَاتِهِ وَأَطْرَافِهِ ۶ وَهَذَا مِمَّا يَتَفَاوَتُ فَلَا مَعْنَى لِاعْتِبَارِهِ. (۲۵۸۵) وَلَا يُحَدُّ السَّكْرَانُ بِإِقْرَارِهِ عَلَى نَفْسِهِ ۱ لِزِيَادَةِ احْتِمَالِ الْكَذِبِ فِي إِقْرَارِهِ فَيُحْتَالُ لِدَرْئِهِ لِأَنَّهُ خَالِصُ حَقِّ اللَّهِ تَعَالَى. ۲ بِخِلَافِ حَدِّ الْقَذْفِ لِأَنَّ فِيهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَالسَّكْرَانُ فِيهِ كَالصَّاحِي عُقُوبَةً عَلَيْهِ كَمَا فِي سَائِرِ تَصَرُّفَاتِهِ،

الربیح، ج تاسع، ص ۱۴۱، نمبر ۱۷۳۴۳) اس قول صحابی میں ہے کہ قرآن نہ پڑھ سکے اور چادروں کے درمیان اپنی چادر نہ پہچان سکے اتنا نشہ ہو چکا ہو تو اب اس کو حد لگاؤ۔

لغت: سرور: مستی، نشہ، خوشی۔ الصحو: ہوش وحواس۔

ترجمہ: ۴ حرام ہونے کے لیے وہ پیالہ معتبر ہے جس سے نشہ ہو جائے جیسا کہ صاحبینؒ نے فرمایا، یہ بات بالاجماع ہے احتیاط کو لیتے ہوئے۔

تشریح: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حد لگنے کے لیے تو اتنا نشہ چاہئے کہ مرد عورت میں تمیز نہ کر سکتا ہو، اور حرام ہونے کے لیے اتنا ہی نشہ کافی ہے کہ اس کی بات میں اختلاط پیدا ہو جائے، یعنی پیالہ کے پینے سے بات میں اختلاط پیدا ہو جائے تو اس پیالے کو پینا حرام ہوگا، تینوں ائمہ نے اسی بات کو لیا ہے، اسی میں احتیاط ہے۔

ترجمہ: ۵ امام شافعیؒ پینے والے کے چلنے میں اس کے حرکات میں اس کے ہاتھ اور پاؤں میں نشہ کا اثر ظاہر ہونے لگے تو یہ حرام ہے۔

تشریح: پینے والے کے چلنے میں، اس کے حرکات میں، اور اس کے ہاتھ اور پاؤں کے اندر نشہ کا اثر ظاہر ہونے لگے مثلا ہاتھ پاؤں لڑکھڑانے لگے تو یہ سمجھو کہ اس کو نشہ آ گیا ہے اور اور اتنا پینا حرام ہے۔

ترجمہ: ۶ ہاتھ پاؤں لڑکھڑانے میں بہت تفاوت ہوتا ہے اس لیے اس کے اعتبار کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ بعض آدمی مضبوط ہوتا ہے، اس لیے پوری بیہوشی کے باوجود اس کا ہاتھ پاؤں نہیں لڑکھڑاتا ہے، اور بعض آدمی کمزور ہوتا ہے اس لیے تھوڑا سا پینے سے بھی اس کا ہاتھ پاؤں لڑکھڑانے لگتا ہے، اس لیے لڑکھڑانے کا اعتبار کرنا اور اس پر حرمت کا مدار رکھنا صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۵۸۵) نشہ میں مست آدمی اپنی ذات پر اقرار کرے تو حد نہیں لگائی جائے گی۔

ترجمہ: ۱ اقرار میں زیادہ جھوٹ بولنے کا احتمال ہے، اس لیے حد کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ کیا جائے گا، کیوں کہ یہ خالص اللہ کا حق ہے۔

تشریح: نشہ کی حالت میں اپنے اوپر پینے کا اقرار کیا تو حد نہیں لگے گی، کیوں کہ نشہ کی حالت میں اور جھوٹ بول سکتا ہے، اور حد شرب خالص اللہ کا حق ہے اس لیے اس کو ساقط کرنے کے لیے نشہ کا عذر پیش کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ بخلاف حد قذف کے اس لیے کہ اس میں بندے کا حق ہے، اور اس میں نشہ ہونا گویا کہ وہ ہوش حواس میں ہے اس پر سزا دینے کے لیے جیسا کہ اور تصرفات میں ہوتا ہے۔

تشریح: نشہ کی حالت میں کسی پر زنا کی تہمت ڈالی تو اس پر حد قذف لگے گی، کیوں کہ یہ بندے کا حق ہے، پس جس طرح نشے کی حالت میں اور تصرفات کرے تو اس کو ادا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح حد قذف بھی لگے گی۔

۳ وَلَوْ ارْتَدَّ السَّكْرَانُ لَا تَبِينُ مِنْهُ امْرَأَتُهُ لِأَنَّ الْكُفْرَ مِنْ بَابِ الِاعْتِقَادِ فَلَا يَتَحَقَّقُ مَعَ السُّكْرِ، وهٰذا قول ابى حنيفة ومحمد وفى ظاهر الرواية تكون ردةً. وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.

بَابُ حَدِّ الْقَذْفِ

(۲۵۸۶)وَإِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ رَجُلًا مُحْصَنًا أَوْ امْرَأَةً مُحْصَنَةً بِصَرِيحِ الزِّنَا، وَطَالَبَ الْمَقْذُوفُ بِالْحَدِّ حَدَّهُ الْحَاكِمُ ثَمَانِينَ سَوْطًا إنْ كَانَ حُرًّا ۱ لِقَوْلِهِ تَعَالَى {وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ} إلَى أَنْ قَالَ {فَاجْلِدُوهُمْ

وجه: حقوق العباد میں بیہوش وحواس کی طرح ہے۔

ترجمه: ۳ اور نشہ کی حالت میں آدمی مرتد ہوجائے تو اس کی بیوی بائنہ نہیں ہوگی اس لیے کہ کفر اعتقاد کے باب میں سے ہے اس لیے نشہ کی حالت میں یہ متحقق نہیں ہوگی، یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے، اور ظاہر روایت میں یہ ہے کہ وہ مرتد ہوگیا۔

تشریح: نشہ کی حالت میں کفر بک دے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی رائے ہے کہ اس کی بیوی بائنہ نہیں ہوگی اور نہ اس کو مرتد شمار کیا جائے گا۔

وجه: کیوں کہ کفر یہ اعتقاد سے آدمی کافر ہوتا ہے، اور مست آدمی کو ہوش ہی نہیں ہے کہ کیا بک رہا ہوں تو کفر کا اعتقاد کیسے ہوگا! اس لیے وہ کافر نہیں بنے گا، لیکن ظاہر روایت میں یہ ہے کہ وہ کافر بن جائے گا۔

باب حد القذف

ضروري نوٹ: کسی پاکدامن مرد یا عورت پر تہمت ڈالے کہ تم نے زنا کرایا ہے یا کیا ہے اور اس کو چار گواہوں سے ثابت نہ کر سکے اور جس پر تہمت ڈالی ہے وہ حد کا مطالبہ کرے تو اس پر حد لگے گی۔ اس حد کو حد قذف کہتے ہیں۔ قذف کا معنی ہے زنا کی تہمت لگانا۔

وجه: (۱) ثبوت اس آیت میں ہے۔ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝ (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ کسی محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے پھر چار گواہ نہ لا سکے تو اس کو اسی کوڑے مارو اور کبھی اس کی گواہی قبول نہ کرو (۲) (۲) حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت لما نزل عذری قام النبی ﷺ علی المنبر فذکر ذلک وتلا تعنی القرآن، فلما نزل من المنبر امر بالرجلین والمرأة فضربوا احدهم۔ (ابوداؤد شریف، باب فی حد القذف ص ۲۶۶ نمبر ۴۴۷۴ / ابن ماجہ شریف، باب حد القذف ص ۳۶۹ نمبر ۲۵۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد قذف لگائی جا سکتی ہے۔

ترجمه: (۲۵۸۶) اگر زنا کی تہمت لگائی کسی آدمی نے محصن مرد کو یا محصنہ عورت کو صریح زنا کی اور مقذوف نے حد کا مطالبہ کیا تو حاکم اس کو اسی کوڑے لگائیں گے اگر وہ آزاد ہو۔

ترجمه: ۱ اللہ تعالیٰ کا قول وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً تک آیت پڑھیں۔

تشریح: کسی آدمی نے محصن مرد یا محصنہ عورت کو زنا کی تہمت لگائی اور اشارہ کنایہ سے نہیں بلکہ زنا کی صریح لفظ سے تہمت لگائی اور جس کو تہمت لگائی اس نے حد کا مطالبہ کیا۔ پس اگر تہمت لگانے والا آزاد ہے تو حاکم اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائے۔

ثَمَانِينَ جَلْدَةً﴾ الْآيَةَ، ۲ وَالْمُرَادُ الرَّمْيُ بِالزِّنَا بِالْإِجْمَاعِ، وَفِي النَّصِّ إشَارَةٌ إلَيْهِ وَهُوَ اشْتِرَاطُ أَرْبَعَةٍ مِنْ الشُّهَدَاءِ إذْ هُوَ مُخْتَصٌّ بِالزِّنَا، ۳ وَيُشْتَرَطُ مُطَالَبَةُ الْمَقْذُوفِ لِأَنَّ فِيهِ حَقَّهُ مِنْ حَيْثُ دَفْعُ الْعَارِ ۴ وَإِحْصَانُ الْمَقْذُوفِ لِمَا تَلَوْنَا.

وجه: (۱) صاحب ہدایہ کی آیت یہ ہے۔ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ کسی محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے پھر چار گواہ نہ لا سکے تو اس کو اسی کوڑے مارو۔

زنا کے صریح لفظ سے تہمت لگائے تب حد لگے گی۔

وجه: قول صحابی میں ہے۔ عن القاسم بن محمد قال ما کنا نری الجلد الا فی القذف البین و النفی البین (سنن للبیہقی، باب من قال لا حد الا فی القذف الصریح جلد ثامن: ص ۴۴۰ نمبر ۱۷۱۴۵ مصنف عبد الرزاق، باب التعریض جلد سابع: ص ۴۳۹، نمبر ۱۳۷۸۷) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ جب تک صریح نہ کہے حد لازم نہیں ہوگی (۲) حدیث میں اعرابی نے اشارہ سے بیوی پر تہمت لگائی تو آپ ﷺ نے حد نہیں لگائی۔ لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ جاءہ اعرابی فقال یا رسول اللہ ﷺ ان امرأتی ولدت غلاما اسود فقال ھل لک من ابل؟ الخ۔ (بخاری شریف، باب ما جاء فی التعریض ص ۱۰۱۲ نمبر ۶۸۴۷ مسلم شریف، کتاب اللعان ص ۴۸۸ نمبر ۱۵۰۰/۳۷۶۶) اس حدیث میں اشارہ سے بیوی پر تہمت لگائی اس لیے آپ ﷺ نے اس پر حد قذف نہیں لگائی۔

اسی کوڑے کی وجہ خود آیت میں موجود ہے۔ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴)

ترجمه: ۲ آیت میں رمی سے مراد بالا جماع زنا کی تہمت لگانا ہے، اور آیت میں اس کا اشارہ ہے، کہ چار گواہوں کی شرط لگائی جو زنا کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح: رمی کا ترجمہ ہے تیر پھینکنا، لیکن آیت میں اس سے مراد زنا کی تہمت لگانا ہے

وجه: سب کا اجماع ہے کہ آیت میں رمی کا ترجمہ تہمت لگانا ہے۔ (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ آیت میں چار گواہ لانے کے لیے کہا جو زنا کے ساتھ خاص ہے، اس سے بھی پتہ چلا کہ یہاں رمی سے مراد زنا کی تہمت لگانا ہے۔

ترجمه: ۳ جس پر زنا کی تہمت لگائی حد لگنے کے لیے اس کا مطالبہ کرنا شرط ہے، اس لیے کہ اپنے سے عار کو دفع کرنے کے لیے اس کا حق ہے۔

تشریح: مقذوف مطالبہ کرے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس کا حق ہے۔ اگر وہ معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا جیسے دیت میں وارث معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا۔

ترجمه: ۴ حد لگنے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ مقذوف محصن ہو، اس آیت کی بنا پر جو ہم نے تلاوت کی۔

تشریح: اگر مقذوف محصن نہیں ہے تو اس پر تہمت لگانے کو حد نہیں لگے گی، البتہ تعزیر کی جائے گی۔ کیوں کہ آیت میں ہے کہ محصنات کو تہمت لگائی تو حد لگے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ مقذوف محصن نہ ہو تو حد نہیں لگے گی

وجه: آیت یہ ہے۔ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ

قَالَ(۲۵۸۷)وَيُفَرَّقُ عَلَى أَعْضَائِهِ لِمَامَرَّفِي حَدِّالزِّنَا(۲۵۸۸)وَلَايُجَرَّدُمِنْ ثِيَابِهِ لِأَنَّ سَبَبَهُ غَيْرُمَقْطُوعٍ فَلَا يُقَامُ عَلَى الشِّدَّةِ،بِخِلَافِ حَدِّالزِّنَا(۲۵۸۹)غَيْرَأَنَّهُ يُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُوَالْحَشْوُ لِأَنَّ ذَلِكَ يَمْنَعُ إِيصَالَ الْأَلَمِ بِهِ

لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (آیت ۴، سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ محصنات پر تہمت لگائی تو اسی کوڑے حد لگے گی۔

ترجمہ: (۲۵۸۷) مجرم کے اعضاء پر تفریق کر کے مارے۔

ترجمہ: ا جیسا کہ حد زنا میں تفصیل سے گزری کی عضو کے متفرق جگہ پر کوڑے مارے۔

وجہ: پہلے قول صحابی گزر چکا ہے۔ عن.... قال اتی علیا رضی اللہ عنہ رجل فی حد فقال اضرب و اعط کل عضو حقه و اجتنب وجهه و مذاکیره (مصنف عبد الرزاق، باب ضرب الحدود ھل ضرب النبی ﷺ بالسوط جلد سابع: ص ۲۹۶، نمبر ۱۳۵۸۷) اس عمل صحابی سے معلوم ہوا کہ مختلف اعضاء پر مارے۔

ترجمہ: (۲۵۸۸) مجرم کا کپڑا نہ اتارے علاوہ یہ کہ اس سے پوستین اور روئی بھرا ہوا کپڑا اتارے۔ [اس لیے کہ حد قذف کا سبب یقینی نہیں ہے اس لیے شدت کے ساتھ حد جاری نہیں کی جائے گی، بخلاف حد زنا کہ [اس میں کوڑا شدت کے ساتھ مارا جائے گا۔] یہ اور بات ہے کہ اس سے پوستین، اور روئی کا موٹا کپڑا اتار دیا جائے گا۔

ترجمہ: ا اس لیے کہ اس کے رہتے ہوئے تکلیف نہیں ہوگی۔

تشریح: کوڑا لگاتے وقت مجرم سے کپڑا نہ اتارے، قمیص وغیرہ پہنے ہوئے ہی کوڑا لگائے۔ البتہ موٹا کپڑا اور پوستین اتروالے تاکہ کوڑا لگ سکے۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ تہمت لگانے والا سچ بول رہا کہ واقعی زنا کیا ہے، لیکن اس پر چار گواہ قائم نہ کرسکا اس لیے اس پر حد جاری کی جارہی ہے، اس لیے اس میں کوڑا آہستہ مارا جائے گا، زنا کی طرح سخت نہیں مارا جائے گا۔ (۲) اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ سألت المغیرة بن شعبة عن القاذف انتزع عنه ثیابه؟ قال لا لا تنزع عنه الا ان یکون فروا او محشوا (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء جلد سابع: ص ۲۹۹، نمبر ۱۳۵۹۶ مصنف ابن ابی شیبة ۳۸ فی الزانیة و الزانی یخلع عنهما ثیابهما او یضربان فیها ۵، ۹۲ ۴ نمبر ۲۸۳۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوڑا لگاتے وقت موٹا کپڑا اتروادے باقی کپڑے نہ اتارے۔

ترجمہ: (۲۵۸۹) اگر غلام ہو تو اس کو چالیس کوڑے لگائیں گے۔

ترجمہ: ا غلام ہونے کی وجہ سے سزا آدھی ہوجائے گی۔

وجہ: (۱) پہلے گزر چکا ہے کہ غلام کی سزا آزاد کی سزا سے آدھی ہے۔ اس لیے آزاد کو اسی کوڑے لگائیں گے تو غلام باندی کو چالیس کوڑے لگائے جائیں گے۔ آیت یہ ہے۔ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ۭ (آیت ۲۵، سورۃ النساء ۴) (۲) قول صحابی میں ہے۔ قال ادرکت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ و الخلفاء هلم جرا ما رأیت احدا جلد عبدا فی فریة اکثر من اربعین۔ (سنن للبیهقی، باب العبد یقذف حرا جلد ثامن: ص ۴۳۸ نمبر ۱۷۱۳۹ /

(۲۵۹۰)وَإِنْ كَانَ الْقَاذِفُ عَبْدًا جُلِدَ أَرْبَعِينَ سَوْطًا لِمَكَانِ الرِّقِّ. وَالْإِحْصَانُ أَنْ يَكُونَ الْمَقْذُوفُ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا عَفِيفًا عَنْ فِعْلِ الزِّنَا ١ه أَمَّا الْحُرِّيَّةُ فَلِأَنَّهُ يُطْلَقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْإِحْصَانِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ} أَيْ الْحَرَائِرِ، ٢ه وَالْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ لِأَنَّ الْعَارَ لَا يَلْحَقُ بِالصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ لِعَدَمِ تَحَقُّقِ فِعْلِ الزِّنَا مِنْهُمَا، ٣ه وَالْإِسْلَامُ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – مَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ

مصنف عبد الرزاق، باالعبد یفتری علی الحر جلد سابع: ص/ ۳۵۰، نمبر ۱۳۸۶۷) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ غلام یا باندی تہمت لگائے تو ان کو چالیس کوڑے حد قذف لگائی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۵۹۰) محصن ہونا یہ ہے کہ مقذوف آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو زنا کے فعل سے پاک دامن ہو۔

تشریح: آیت میں گزرا کہ محصن مرد یا محصنہ عورت کو زنا کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔ یہاں فرماتے ہیں کہ محصن مرد یا محصنہ عورت کس کو کہیں گے۔ اس لیے فرماتے ہیں کہ جو آزاد ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، مسلمان ہو اور زنا سے پاک ہو اس کو محصن کہتے ہیں۔

وجہ: ہر ایک شرط کی تفصیل کتاب الحدود مسئلہ نمبر ۲۵۱۵ میں گزر چکی ہے اور دلائل بھی گزر چکے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

ترجمہ: ١ه آزاد ہونا اس لیے ہے کہ آزاد پر ہی احصان کا لفظ بولا جاتا ہے، چناں چہ اللہ تعالی نے فرمایا، **فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب**، اور اس آیت میں محصنات سے مراد آزاد ہیں۔

تشریح: محصن ہونے کے لیے ایک شرط آزاد ہونا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں گزری کہ محصن پر زنا کی تہمت ڈالے گا تب اس کو اسی کوڑے لگیں گے، اور دوسری آیت سے پتہ چلتا ہے کہ آزاد کو محصن، کہتے ہیں، اس لیے محصن ہونے کے لیے آزاد ہونا شرط ہے وجہ: آیت یہ ہے۔ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط (آیت ۲۵، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں محصنات سے مراد آزاد عورت ہے۔

ترجمہ: ٢ه آدمی عاقل اور بالغ ہو اس لیے کہ بچے اور مجنون کو عار نہیں ہوتی، کیوں کہ ان سے زنا کا فعل نہیں ہوتا ہے۔

تشریح: محصن ہونے کے لیے دوسری اور تیسری شرط یہ ہے کہ آدمی عاقل اور بالغ ہو۔

وجہ: (۱) بچے اور مجنون کو عار نہیں ہوتی، کیوں کہ ان دونوں سے زنا نہیں ہوتا، بچہ تو اس لیے کہ اس کو منی ہی نہیں ہے، اور مجنون زنا کرے بھی تو اس کو ہوش نہیں ہے اس لیے اس کا فعل زنا شمار نہیں ہوتا (۲) یہ دونوں شریعت کا مخاطب نہیں ہیں۔ **عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یحتلم و عن المجنون حتی یعقل** (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق او یصیب ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۳) اس حدیث میں ہے کہ بچہ اور مجنون شریعت کا مخاطب نہیں ہیں۔

ترجمہ: ٣ه محصن ہونے کے لیے مسلمان ہونا بھی شرط ہے، حضور ﷺ کے قول کی وجہ سے کہ مشرک محصن نہیں ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن** (دارقطنی، کتاب الحدود و الدیات ج ثالث ص ۱۰۷ نمبر ۳۲۶۶/ سنن للبیھقی، باب من قال من اشرک باللہ فلیس بمحصن جلد ثامن: ص/ ۳۷۵ نمبر ۱۶۹۳۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرک محصن نہیں ہے۔

فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ ؈ وَالْعِفَّةُ لِأَنَّ غَيْرَ الْعَفِيفِ لَا يَلْحَقُهُ الْعَارُ، وَكَذَا الْقَاذِفُ صَادِقٌ فِيهِ.(۲۵۹۱)وَمَنْ نَفَى نَسَبَ غَيْرِهِ فَقَالَ لَسْت لِأَبِيك فَإِنَّهُ يُحَدُّ ؀ وَهَذَا إذَا كَانَتْ أُمُّهُ حُرَّةً مُسْلِمَةً، لِأَنَّهُ فِي الْحَقِيقَةِ قَذْفٌ لِأُمِّهِ لِأَنَّ النَّسَبَ إنَّمَا يُنْفَى عَنْ الزَّانِي لَا عَنْ غَيْرِهِ. (۲۵۹۲)وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ فِي غَضَبٍ لَسْت بِابْنِ فُلَانٍ لِأَبِيهِ الَّذِي يُدْعَى لَهُ يُحَدُّ،وَلَوْقَالَ فِي غَيْرِغَضَبٍ لَايُحَدُّ ؀ لِأَنَّ عِنْدَالْغَضَبِ يُرَادُ بِهِ حَقِيقَتُهُ سَبَّالَهُ، وَفِي غَيْرِهِ يُرَادُ

ترجمه: ؈ محصن ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ آدمی پاک دامن ہو، اس لیے کہ جو پاک دامن نہیں ہوتا اس کو عار محسوس نہیں ہوتی، اور اس کو تہمت لگانے والا سچا ہے۔

تشریح: زنا سے پاکدامن کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نہ کبھی زنا کیا ہو نہ وطی بالشبہ کیا ہو اور نہ نکاح فاسد کیا ہو تو اس کو زنا سے پاکدامن کہتے ہیں۔

وجه: (۱) جو لوگ ان میں سے ایک بھی کر چکا ہو اس کو زنا کی تہمت لگانے سے عار نہیں ہوتی کیوں کہ وہ تو اس کام میں مبتلا ہے (۲) دوسری بات یہ ہے کہ جو اس کو تہمت لگا رہا ہے وہ اپنی بات میں سچا ہے۔ (۳) قول تابعی میں ہے کہ نکاح فاسد بھی کر کے وطی کیا ہو تو وہ محصن نہیں ہوتا۔ **عن عطاء فی رجل تزوج بامرأة ثم دخل بها فاذا هی اخته من الرضاعة قال لیس باحصان و قاله معمر عن قتادة۔** (مصنف عبد الرزاق، باب هل یکون النکاح الفاسد احسانا؟ ج سابع ص ۲۴۴، نمبر ۱۳۳۰۷) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ نکاح فاسد کر کے نکاح کرے تب بھی وہ محصن باقی نہیں رہتا تو زنا کیا ہو یا وطی بالشبہ کیا ہو تو کیسے محصن باقی رہے گا؟

ترجمه: (۲۵۹۱) جس نے کسی کے نسب کی نفی کی، پس کہا تم اپنے باپ کا نہیں ہو۔

تشریح: کہا کہ تم اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہو یعنی تمہاری ماں نے زنا کرایا ہے اس سے تم پیدا ہوئے ہو۔ پس اگر ماں زندہ ہوتی تو وہ حد کا، طالبہ کرتی تب حد لگتی کیوں کہ پہلے گزر چکا ہے کہ مقذوف کے مطالبے کے بعد حد لگے گی۔ لیکن ماں مر چکی ہے اور وہ بھی محصنہ تھی تو اب بیٹے کو حد کے مطالبے کا حق ہوگا۔

وجه: اثر میں ہے۔ **قال عبد الله لا حد الا علی رجلین رجل قذف محصنة او نفی رجلا من ابیه و ان کانت امه امة** (مصنف ابن ابی شیبة ۲۵ فی الرجل ینفی الرجل من ابیه و امه ۵ / ۴۸۴ نمبر ۲۸۲۳۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی باپ سے نسب کی نفی کرے تو اس کے مطالبے پر حد لازم ہوگی۔ اور اسی میں یہ آیا کہ اس کی ماں کو زنا کے ساتھ متہم کرے تو بیٹے کو حد کے مطالبے کا حق ہوگا۔

ترجمه: ؀ یہ حد اس وقت لگے گی کہ اس کی ماں آزاد ہو مسلمان ہو، اس لیے کہ حقیقت میں ماں کو تہمت ڈالی ہے، اس لیے کہ زانی سے نسب کی نفی کی جاتی ہے دوسرے سے نہیں۔

تشریح: یہ حد اس وقت لگے گی جب کہ اس کی ماں آزاد عورت ہو اور مسلمان ہو، کیوں کہ حقیقت میں اس نے اس کی ماں پر زنا کی تہمت ڈالی ہے، وہ محصنہ ہوگی تب ہی قاذف کو حد لگے گی۔

ترجمه: (۲۵۹۲) کسی نے دوسرے سے غصے میں کہا کہ تم فلاں کا بیٹا نہیں ہو، اس کے اس باپ کے بارے میں کہا جس کی طرف وہ منسوب تھا تو حد لگے گی، اور اگر غصے کے علاوہ میں کہا تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمه: ؀ اس لیے کہ غصے میں حقیقت میں گالی دینا ہوتا ہے، اور غصے کے علاوہ میں عتاب کرنا مقصود ہوتا ہے، کہ مروت کے اسباب

بِهِ الْمُعَاتَبَةُ بِنَفْيِ مُشَابَهَتِهِ أَبَاهُ فِي أَسْبَابِ الْمُرُوءَةِ (۲۵۹۳)وَلَوْ قَالَ لَسْت بِابْنِ فُلَانٍ يَعْنِي جَدَّهُ لَمْ يُحَدَّ ل لِأَنَّهُ صَادِقٌ فِي كَلَامِهِ، ٢ وَلَوْ نَسَبَهُ إلَى جَدِّهِ لَا يُحَدُّ أَيْضًا لِأَنَّهُ قَدْ يُنْسَبُ إلَيْهِ مَجَازًا. (۲۵۹۴)وَلَوْ قَالَ لَهُ يَا ابْنَ الزَّانِيَةِ وَأُمُّهُ مَيِّتَةٌ مُحْصَنَةٌ فَطَالَبَ الِابْنُ بِحَدِّهِ حُدَّ الْقَاذِفُ ل لِأَنَّهُ قَذَفَ مُحْصَنَةً بَعْدَ مَوْتِهَا (۲۵۹۵)وَلَا يُطَالِبُ بِحَدِّ الْقَذْفِ لِلْمَيِّتِ إلَّا مَنْ يَقَعُ الْقَدْحُ فِي نَسَبِهِ بِقَذْفِهِ وَهُوَ الْوَالِدُ وَالْوَلَدُ

میں تم باپ جیسا نہیں ہو۔

تشریح: لست بابن فلاں کے دو مطلب ہیں [۱] اگر غصے میں کہا تو اس کا مطلب گالی دینا اور اس کی ماں کو زانیہ قرار دینا ہے اس لیے حد لگے گی، اس وقت لفظ کا ترجمہ ہے کہ تم باپ کا بیٹا نہیں ہو [۲] اور خوشی کے موقع پر کہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اخلاق مندی میں تم باپ کی طرح نہیں ہو، اس لیے حد نہیں لگے گی۔

وجہ: سب: گالی دینا۔ معاتبة: عتاب کرنا، تنبیہ کرنا۔ مروۃ: اخلاق مندی، مروت کی بات۔

ترجمہ: (۲۵۹۳) اور اگر دادا کے بارے میں کہا کہ تم اس کا بیٹا نہیں ہو تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ل اس لیے کہ اپنے کلام میں سچا ہے [کہ واقعی یہ دادا کا بیٹا نہیں ہے]

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اگر دادا کے بارے میں کہا کہ تم اس کا بیٹا ہے تب بھی حد نہیں لگے گی، اس لیے کہ مجازا دادا کو باپ کہا جاتا ہے۔

دادا کا نام زید تھا، کسی نے کہا کہ تم زید کا بیٹا ہو تب بھی حد نہیں لگے گی، کیوں کہ مجازا دادا کو بھی باپ کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۵۹۴) اور اگر کہا کہ اے زانیہ کے بیٹے، اور اس کی ماں مر چکی تھی، اور وہ محصنہ تھی، پس بیٹے نے حد کا مطالبہ کیا تو تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔

ترجمہ: ل اس لیے کہ ماں کی موت کے بعد تہمت لگائی ہے۔

اصول: قاعدہ یہ ہے کہ ماں زندہ ہو اور اس پر تہمت لگائی تو ماں کو ہی حد کے مطالبہ کا حق ہے، بیٹا حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا، لیکن ماں مر چکی ہو اس کے بعد تہمت لگائی تو اب اس کے بیٹے کو اور اس کے والد کو حد کے مطالبہ کرنے کا حق ہے، اس لیے بیٹا حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

ترجمہ: (۲۵۹۵) اور میت کے لیے حد قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے مگر جس کے نسب میں فرق آتا ہو تہمت لگانے سے۔ وہ والد اور بچے ہیں

تشریح: تہمت لگانے سے جس کے نسب میں فرق آتا ہو وہ میت کی جانب سے حد قذف کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور یہ حق فروع میں بیٹے اور اصول میں باپ کو ہے۔ مثلا کہا کہ تمہاری ماں زانیہ تھی اور ماں مر چکی ہے تو اس سے خود اس آدمی کے نسب میں فرق آتا ہے کہ اس کو حرامی کہہ رہا ہے اور بغیر باپ کے بیٹے ہوا ایسا کہہ رہا ہے اس لیے بیٹا انتقال شدہ ماں کی جانب سے حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ کیوں کہ میت کو زانی کہنے سے بیٹے کے علاوہ کسی اور کے نسب میں فرق نہیں آتا۔

وجہ: قول صحابی میں ہے۔ قال عبد اللہ لا حد الا علی رجلین رجل قذف محصنة او نفی رجلا من ابیه و ان کانت امه امة (مصنف ابن ابی شیبة ۲۵ فی الرجل ینفی الرجل من ابیه و امه ۵ / ۴۸۴ نمبر ۲۸۲۳۲) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ کوئی باپ سے نسب کی

لے لِأَنَّ الْعَارَ يَلْتَحِقُ بِهِ لِمَكَانِ الْجُزْئِيَّةِ فَيَكُونُ الْقَذْفُ مُتَنَاوِلًا لَهُ مَعْنًى ۲ وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يَثْبُتُ حَقُّ الْمُطَالَبَةِ لِكُلِّ وَارِثٍ لِأَنَّ حَدَّ الْقَذْفِ يُورَثُ عِنْدَهُ عَلَى مَا نُبَيِّنُ ۳ وَعِنْدَنَا وِلَايَةُ الْمُطَالَبَةِ لَيْسَتْ بِطَرِيقِ الْإِرْثِ بَلْ لِمَا ذَكَرْنَاهُ، وَلِهَذَا يَثْبُتُ عِنْدَنَا لِلْمَحْرُومِ عَنْ الْمِيرَاثِ بِالْقَتْلِ، وَيَثْبُتُ لِوَلَدِ الْبِنْتِ كَمَا يَثْبُتُ لِوَلَدِ الِابْنِ ۴ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ ۵ وَيَثْبُتُ لِوَلَدِ الْوَلَدِ حَالَ قِيَامِ الْوَلَدِ خِلَافًا لِزُفَرَ.

نفی کرے تو اس کے مطالبے پر حد لازم ہوگی۔

اصول: نسب میں جس کو عار ہوتی ہے وہی حد کا مطالبہ کرسکتا ہے، مثلا بیٹا، پوتا، باپ، دادا، یہ حق میراث کے طور پر نہیں ہوگا،

لغت: القدح: عیب، عار۔

ترجمہ: لے اس لیے کہ جز ئیت کی وجہ سے اس کو عار ہوگی، اس لیے معنوی طور پر اس کو بھی تہمت لگائی۔

تشریح: بیٹا ماں کا جز ہے اس لیے ماں پر تہمت لگانے کی وجہ سے بیٹے کو بھی شرمندگی ہوگی، اس لیے گویا کہ بیٹے پر بھی تہمت لگائی اس لیے وہ حد کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

ترجمہ: ۲ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر وارث کو مطالبے کا حق ہے اس لیے کہ انکے یہاں حد قذف میں وراثت ہوتی ہے، جیسا کہ ہم بعد میں بیان کریں گے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں جن لوگوں کو وراثت ملتی ہے ان لوگوں کو حد قذف کے مطالبے کا حق ہے، ان کے یہاں حد قذف میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

ترجمہ: ۳ اور ہمارے یہاں مطالبے کی ولایت وراثت کے طور پر نہیں ہے بلکہ اس طور پر ہے جس کو ہم نے ذکر کیا، یعنی عار لاحق ہونے کے طور پر، یہی وجہ ہے کہ قتل کی وجہ سے جو بیٹا میراث سے محروم ہوا اس کو بھی حد قذف کے مطالبے کا حق ہوتا ہے، اور نواسے کو بھی حق ہوتا ہے جیسے پوتے کو حق ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کے یہاں جس کو عار ہوتی ہے اس کو مطالبے کا حق ہوتا ہے، وراثت کے طور پر نہیں، چناں چہ بیٹا اگر ماں کا قاتل ہو تو اس کو وراثت نہیں ملتی، لیکن اس کو حد قذف کے مطالبے کا حق ہوتا ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ نواسا کو وراثت نہیں ملتی لیکن اس کو حد قذف کے مطالبے کا حق ہوتا ہے، جس سے پتہ چلا کہ وراثت کے طاور پر نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴ خلاف امام محمدؒ کے۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ نواسے کو حد قذف کے مطالبے کا حق نہیں ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ نواسا اپنے باپ دادے کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور اسی سے نسب چلتا ہے، نانا کی طرف منسوب نہیں ہوتا، اس لیے اس کو عار نہیں ہوگا اس لیے مطالبے کا بھی حق نہیں ہوگا۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ نانا کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے اسی لیے کہا جاتا ہے، نجیب الطرفین، اس لیے نانا کو گالی دینے سے بھی عار ہوتی ہے اس لیے نواسے کو بھی مطالبے کا حق ہوگا۔

ترجمہ: ۵ اور بیٹا کے موجودگی میں پوتے کو بھی مطالبے کا حق ہوتا ہے، امام زفرؒ اس کے خلاف ہیں۔

(۲۵۹۶) وَإِذَا كَانَ الْمَقْذُوفُ مُحْصَنًا جَازَ لِابْنِهِ الْكَافِرِ وَالْعَبْدِ أَنْ يُطَالِبَ بِالْحَدِّ ۱؎ خِلَافًا لِزُفَرَ. هُوَ يَقُولُ: الْقَذْفُ يَتَنَاوَلُهُ مَعْنًى لِرُجُوعِ الْعَارِ إِلَيْهِ، وَلَيْسَ طَرِيقُهُ الْإِرْثَ عِنْدَنَا فَصَارَ كَمَا إِذَا كَانَ مُتَنَاوِلًا لَهُ صُورَةً وَمَعْنًى ۲؎ وَلَنَا أَنَّهُ عَيَّرَهُ بِقَذْفِ مُحْصَنٍ فَيَأْخُذُهُ بِالْحَدِّ، وَهَذَا لِأَنَّ الْإِحْصَانَ فِي الَّذِي يُنْسَبُ إِلَى الزِّنَا شَرْطٌ لِيَقَعَ تَعْيِيرًا عَلَى الْكَمَالِ ثُمَّ يَرْجِعُ هَذَا التَّعْيِيرُ الْكَامِلُ إِلَى وَلَدِهِ

تشریح: بیٹا موجود ہواس کے باوجود پوتا حدقذف کا مطالبہ کرے تو ہمارے یہاں کرسکتا ہے، امام زفرؒ کے یہاں بیٹے کی موجودگی میں پوتا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

وجہ: ہمارا نظریہ یہ ہے کہ عار جس طرح بیٹے کو ہوتی ہے اسی طرح پوتے کو بھی ہوتی ہے، اس لیے بیٹے کی موجودگی پوتا بھی حدقذف کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ خود مقذوف موجود ہو تو بیٹا مطالبہ نہیں کرسکتا، اسی طرح بیٹا موجود ہو جو اہم ہے تو پوتا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ترجمہ: (۲۵۹۶) اگر مقذوف محصن ہو تو اس کے کافر بیٹے یا غلام بیٹے کے لیے بھی جائز ہے کہ حد کا مطالبہ کرے۔

اصول: جس پر تہمت لگائی اس کا محصن ہونا ضروری ہے، جو حد کا مطالبہ کررہا اس کا محصن ہونا ضروری نہیں ہے۔

تشریح: ماں محصنہ تھی اور انتقال کرگئی تھی۔ اس کو کسی نے تہمت ڈالا تو چاہے بیٹا کافر ہو یا غلام ہو پھر بھی ان دونوں کو حدقذف کے مطالبے کا حق ہوگا۔

وجہ: (۱) خود بیٹا پر تہمت ڈالتا تو حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا کیوں کہ وہ محصن نہیں ہے کیوں کہ وہ کافر ہے یا غلام ہے۔ لیکن یہاں زنا کی تہمت اس کی ماں پر ہے بیٹے پر نہیں ہے۔ وہ تو صرف حد کا مطالبہ کرنے والا ہے اور کافر بیٹے یا غلام بیٹے کو حد کے مطالبہ کا حق ہے۔ اور چونکہ ماں جس پر اصل میں تہمت ڈالی ہے محصنہ ہے اس لیے تہمت لگانے والے کو حد لگے گی۔ (۲) قول تابعی میں ہے۔ **سألت الزهری عن رجل نفی رجلا من اب له فی الشرک فقال علیه الحد لانه نفاه من نسبه** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۴۰ فی الرجل ینفی الرجل من اب له فی الشرک جلد خامس، ص ۵۴۶، نمبر ۲۸۸۷۶) اس قول تابعی میں ہے کہ بیٹا مشرک ہو اور ماں پر تہمت ڈالی ہو تو اس کو حد لگائی۔

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام زفرؒ کے وہ فرماتے ہیں کہ بیٹے کو بھی معنوی طور پر تہمت لگانا شامل ہے، کیوں کہ اس کو بھی شرمندگی ہوتی ہے، اور ہمارے یہاں ارث کے طور پر تو ہے نہیں، تو ایسا ہوا کہ صورت اور معنی کے اعتبار سے بیٹے کو بھی تہمت ڈالی، اس لیے اس کا بھی محصن ہونا ضروری ہے۔

اصول: امام زفرؒ کے یہاں مطالبہ کرنے والے کا بھی محصن ہونا ضروری ہے۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا کافر ہو یا غلام ہو تو ماں کے لیے حدقذف کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ تہمت جس طرح ماں کو شامل ہے، عار کی وجہ سے بیٹے کو بھی صورت اور معنی کے اعتبار سے شامل ہے اس لیے اس کا بھی محصن ہونا ضروری ہے، اور یہ کافر، یا غلام ہونے کی وجہ سے محصن نہیں ہے اس لیے یہ حد کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ محصن پر تہمت ڈال کر خود بیٹے کو عار دلایا اس لیے وہ حد کا مطالبہ کرسکتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس پر تہمت ڈالی اس کا محصن ہونا شرط ہے، تا کہ پورے طور پر عار ہو پھر یہ کامل عار بیٹے کی طرف منتقل ہوگی۔

۳؎ وَالْكُفْرُ لَا يُنَافِي أَهْلِيَّةَ الِاسْتِحْقَاقِ، ۴؎ بِخِلَافِ إِذَا تَنَاوَلَ الْقَذْفُ نَفْسَهُ لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَدْ التَّعْيِيرُ عَلَى الْكَمَالِ لِفَقْدِ الْإِحْصَانِ فِي الْمَنْسُوبِ إِلَى الزِّنَا (۲۵۹۷)وَلَيْسَ لِلْعَبْدِ أَنْ يُطَالِبَ مَوْلَاهُ بِقَذْفِ أُمِّهِ الْحُرَّةِ، وَلَا لِلِابْنِ أَنْ يُطَالِبَ أَبَاهُ بِقَذْفِ أُمِّهِ الْحُرَّةِ الْمُسْلِمَةِ ۱؎ لِأَنَّ الْمَوْلَى لَا يُعَاقَبُ بِسَبَبِ عَبْدِهِ، وَكَذَا الْأَبُ بِسَبَبِ ابْنِهِ، وَلِهَذَا لَا يُقَادُ الْوَالِدُ بِوَلَدِهِ وَلَا السَّيِّدُ بِعَبْدِهِ، ۲؎ وَلَوْ كَانَ لَهَا ابْنٌ مِنْ غَيْرِهِ لَهُ أَنْ يُطَالِبَ

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ جس پر تہمت ڈالی وہ محصن ہے جسکی وجہ سے اس میں کامل عار ہوئی، اور وہ عار بیٹے کی طرف منتقل ہوئی، اس لیے وہ حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور کفر حد کے مطالبہ کرنے کے منافی نہیں ہے۔

تشریح: کافر بیٹا حد قذف کا مطالبہ کر سکتا ہے، یہ مطالبہ کفر کے منافی نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف تہمت خود کافر بیٹے پر ڈالی تو حد نہیں لگے گی، اس لیے کہ احصان نہ ہونے کی وجہ سے زنا کی تہمت سے پوری عار نہیں ہوئی۔

تشریح: خود بیٹے پر تہمت ڈالی اور وہ کافر ہے تو وہ حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ محصن نہ ہونے کی وجہ سے اس کو کامل عار نہیں ہوگی

ترجمہ: (۲۵۹۷) جائز نہیں ہے غلام کے لیے کہ مطالبہ کرے اپنے آقا پر اپنی آزاد ماں کی تہمت کی حد کا۔ اور نہ بیٹے کو حق ہے کہ اپنے باپ سے آزاد مسلمان ماں کی حد قذف کا مطالبہ کرے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ غلام کی وجہ سے آقا پر سزا نہیں ہوتی، ایسے ہی باپ کو بیٹے کی وجہ سے سزا نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ بیٹے کو قتل کرنے کی بنا پر باپ پر قصاص نہیں ہوتا، اور نہ غلام کے قتل سے آقا پر قصاص ہوتا ہے۔

تشریح: آقا نے اپنے غلام کی آزاد ماں پر زنا کی تہمت لگائی، ماں مر چکی تھی۔ اب غلام چاہے کہ اپنی ماں پر تہمت لگانے کی وجہ سے آقا کو حد قذف لگوائے تو اس کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح باپ نے بیوی پر تہمت لگائی اور بیٹا اس کا مطالبہ کرے تو بیٹے کی وجہ سے باپ پر حد قذف نہیں لگے گی، جیسے آقا غلام کو قتل کر دے تو آپ پر قصاص نہیں ہے، یا باپ بیٹے کو قتل کر دے تو باپ پر قصاص نہیں ہے، کیوں کہ احترام مانع ہے۔

وجہ: (۱) ماں اگر چہ آزاد تھی۔ وہ زندہ ہوتی اور حاکم سے حد کا مطالبہ کرتی تو کر سکتی تھی۔ لیکن غلام اپنے آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے۔ کیوں کہ آقا کا احترام مانع ہے (۲) اس قول تابعی میں ہے کہ باپ بیٹے کو تہمت لگائے تو بیٹا باپ کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا اسی طرح غلام آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ **عن عطاء فی الرجل یقذف ابنہ فقال لا یجلد** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۴ فی الرجل یقذف ابنہ ما علیہ ؟ ج ۵، ص ۴۸۴، نمبر ۲۸۲۳۰ / مصنف عبد الرزاق، باب الاب یفتری علی ابنہ ج سابع ص ۳۵۲، نمبر ۱۳۸۸۱) اس اثر میں ہے کہ بیٹا باپ کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا جب کہ وہ آزاد ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے غلام آقا کے خلاف حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر بیٹا اس باپ کا نہیں ہے اور وہ مطالبہ کرے تو حد لگے گی اس لیے کہ تہمت متحقق ہے اور بیٹا ہونے کا مانع نہیں ہے۔

تشریح: بیٹا اس باپ سے نہیں تھا بلکہ دوسرے باپ سے تھا اور اس سوتیلے باپ نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تو یہ بیٹا اپنی ماں کی حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

لِتَحَقُّقِ السَّبَبِ وَانْعِدَامِ الْمَانِعِ.(۲۵۹۸)وَمَنْ قَذَفَ غَيْرَهُ فَمَاتَ الْمَقْذُوفُ بَطَلَ الْحَدُّ ۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا يَبْطُلُ (وَلَوْ مَاتَ بَعْدَمَا أُقِيمَ بَعْضُ الْحَدِّ بَطَلَ الْبَاقِي ۱؎ عِنْدَنَا خِلَافًا لَهُ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ يُورَثُ عِنْدَهُ وَعِنْدَنَا لَا يُورَثُ، ۲؎ وَلَا خِلَافَ أَنَّ فِيهِ حَقَّ الشَّرْعِ وَحَقَّ الْعَبْدِ فَإِنَّهُ شُرِعَ لِدَفْعِ الْعَارِ عَنْ الْمَقْذُوفِ وَهُوَ الَّذِي يَنْتَفِعُ بِهِ عَلَى الْخُصُوصِ، فَمِنْ هَذَا الْوَجْهِ حَقُّ الْعَبْدِ، ۳؎ ثُمَّ إنَّهُ شُرِعَ زَاجِرًا وَمِنْهُ سُمِّيَ حَدًّا، وَالْمَقْصُودُ مِنْ شَرْعِ الزَّاجِرِ إخْلَاءُ الْعَالَمِ عَنْ الْفَسَادِ، وَهَذَا آيَةُ حَقِّ الشَّرْعِ وَبِكُلٍّ ذَلِكَ تَشْهَدُ الْأَحْكَامُ.

وجه: یہ بیٹا اس باپ سے نہیں ہے اس لیے باپ ہونے کا احترام نہیں ہے، اور اس نے تہمت ڈالی ہے اس لیے بیٹے کے لیے حد کے مطالبہ کرنے کا حق ہے۔

لغت: تحقق السبب: سبب متحقق ہے، یعنی تہمت ڈالی ہے۔ انعدام المانع: چونکہ یہ بیٹا نہیں ہے اس لیے احترام مانع نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۵۹۸) دوسرے کو زنا کی تہمت لگائی اور وہ مر گیا تو حد باطل ہو جائے گی [امام شافعیؒ کے نزدیک حد باطل نہیں ہوگی وارث حد کا مطالبہ کر سکتا ہے] اور اگر کچھ حد جاری کی تھی کہ مقذوف مر گیا تو باقی حد باطل ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ ہمارے یہاں۔ خلاف امام شافعیؒ کے، اس کی بنیاد یہ ہے کہ انکے نزدیک حد قذف کے مطالبے میں وراثت جاری ہوتی ہے، اور ہمارے یہاں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

تشریح: مقذوف زندہ تھا اس حال میں اس کو تہمت لگائی، پھر وہ مر گیا تو دوسرا کوئی اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، اسی طرح آدھی حد جاری کی تھی کہ مقذوف مر گیا تو باقی حد ساقط ہو جائے گی۔

وجہ: ہمارے یہاں حد قذف میں شرعی حق زیادہ ہے اس لیے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس لیے دوسرا کوئی اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا، پہلے جو بیٹا مطالبہ کر رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ماں مر چکی تھی اس کے بعد کسی نے اس پر تہمت لگائی، تو بیٹا مطالبہ کر سکتا ہے، اور یہاں یہ ہے کہ ماں زندہ ہے اور اس پر کسی نے تہمت لگائی، اس کے بعد ماں مر گئی تو بیٹا بھی حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: ۲؎ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حد قذف میں شریعت کا بھی حق ہے، اور بندے کا بھی حق ہے، اس لیے کہ مقذوف سے عار دفع کرنے کے لیے مشروع ہوئی ہے، اور مقذوف اس سے خاص طور پر فائدہ اٹھاتا ہے، اس اعتبار سے بندے کا حق ہے۔

تشریح: حد قذف میں بندے کا بھی حق ہے اور شریعت کا بھی حق ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ مقذوف سے عار کو دور کرنا ہے، اور مقذوف اس سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے تو یہی بندے کا حق ہے

ترجمہ: ۳؎ پھر یہ تنبیہ کے لیے مشروع ہوئی ہے اسی لیے اس کا نام حد [یعنی فساد سے روکنے والی چیز] اور تنبیہ کو مشروع کرنے کا مقصد دنیا کو فساد سے خالی کرنا ہے، اور یہ شریعت کے حق کی علامت ہے۔ اور بہت سے احکام ہیں جن میں دونوں قسم کی علامتیں ہیں۔

تشریح: حد قذف کی وجہ تہمت لگانے والے کو تنبیہ ہوتی ہے، اور آئندہ لگانے سے رکنے کا سبب ہوتا ہے، اور اس کا مقصد یہ کہ دنیا کو فساد سے خالی کیا جائے، ان علامتوں کی طرف دیکھا جائے تو یہ شریعت کا حق ہے، اس طرح کے بہت سے احکام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بندے کا بھی حق ہے اور شریعت کا بھی حق ہے۔

۴ وَإِذَا تَعَارَضَتْ الْجِهَتَانِ، فَالشَّافِعِيُّ مَالَ إِلَى تَغْلِيبِ حَقِّ الْعَبْدِ تَقْدِيمًا لِحَقِّ الْعَبْدِ بِاعْتِبَارِ حَاجَتِهِ وَغِنَى الشَّرْعِ، ۵ وَنَحْنُ صِرْنَا إِلَى تَغْلِيبِ حَقِّ الشَّرْعِ لِأَنَّ مَا لِلْعَبْدِ مِنْ الْحَقِّ يَتَوَلَّاهُ مَوْلَاهُ فَيَصِيرُ حَقُّ الْعَبْدِ مَرْعِيًّا بِهِ، وَلَا كَذَلِكَ عَكْسُهُ لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لِلْعَبْدِ فِي اسْتِيفَاءِ حُقُوقِ الشَّرْعِ إِلَّا نِيَابَةً عَنْهُ، ۶ وَهَذَا هُوَ الْأَصْلُ الْمَشْهُورُ الَّذِي يَتَخَرَّجُ عَلَيْهِ الْفُرُوعُ الْمُخْتَلَفُ فِيهَا ۷ مِنْهَا الْإِرْثُ، إِذْ الْإِرْثُ يَجْرِي فِي حُقُوقِ الْعِبَادِ لَا فِي حُقُوقِ الشَّرْعِ. ۸ وَمِنْهَا الْعَفْوُ فَإِنَّهُ لَا يَصِحُّ عَفْوُ الْمَقْذُوفِ عِنْدَنَا وَيَصِحُّ عِنْدَهُ.

لغت: زاجرا: زجر کرنا، تنبیہ کرنا۔ منه: یہ نہی سے مشتق ہے، روکنا۔ آیة: علامت، نشانی۔

ترجمه: ۴ جب دونوں جہتیں متعارض ہوگئیں تو امام شافعیؒ بندے کی حق کو غالب کرنے کی طرف مائل ہوئے، بندے کے حق کو مقدم سمجھتے ہوئے، کیوں کہ بندوں کو ضرورت ہے اور شریعت اس سے بے نیاز ہے۔

تشریح: حد قذف میں دونوں جہتیں ہیں اب امام شافعیؒ اس طرف مائل ہوئے کہ بندے کا حق اس میں زیادہ غالب ہے۔ کیوں کہ شریعت کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور بندے کو حد قذف کی ضرورت ہے اس لیے بندے کے حق کو غالب سمجھا۔

لغت: غناء الشرع: یہ غنی سے مشتق ہے، شریعت کو اس کی ضرورت نہیں ہے

ترجمه: ۵ اور ہم شریعت کے حق کو غالب کرنے کی طرف گئے، اس لیے کہ اللہ تعالی کے حق میں بندوں کے حق کی رعایت ہوتی ہے، اور اس کے الٹے میں یہ بات نہیں ہوتی [یعنی بندے کے حق میں اللہ کے حق کی رعایت نہیں ہوتی] اس لیے کہ بندہ شریعت کے حق کو نیابت میں وصول کرتا ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ اس بات کی طرف گئے کہ حد قذف میں شریعت کا حق غالب ہے۔

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کا حق لیں گے تو اس میں بندے کے حق کی بھی رعایت ہو جائے گی، جب کہ بندے کا حق لیں گے تو اس کے تحت میں اللہ کا حق نہیں آئے گا، اور بندہ جو شریعت کا حق وصول کرتا ہے وہ اللہ کا نائب بن کر وصول کرتا ہے۔

ترجمه: ۶ یہ مشہور قاعدے ہیں جن پر بہت سارے مختلف فیہ مسئلے متفرع ہوتے ہیں۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک حد قذف میں بندے کا حق غالب ہے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اللہ کا حق غالب ہے، ان دو اصولوں پر کئی مسئلے متفرع ہیں۔ جن کا بیان آگے آرہا ہے۔

ترجمه: ۷ اس میں سے ایک مسئلہ حد قذف کا وارث ہونا ہے، اس لیے کہ بندے کے حقوق میں وراثت جاری ہوتی ہے، شریعت کے حقوق میں نہیں۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں حد قذف بندے کا حق ہے اس لیے اس میں وراثت جاری ہوگی، اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ حقوق اللہ ہے اس لیے اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، یعنی وارث حد قذف کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ترجمه: ۸ دوسرا مسئلہ حد قذف کو معاف کرنا ہے، اس لیے کہ ہمارے نزدیک مقذوف کو معاف کرنا صحیح نہیں ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے۔

۹ وَمِنْهَا أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الِاعْتِيَاضُ عَنْهُ ۱۰ وَيَجْرِي فِيهِ التَّدَاخُلُ وَعِنْدَهُ لَا يَجْرِي. ۱۱ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ فِي الْعَفْوِ مِثْلُ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ؛ ۱۲ وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ: إنَّ الْغَالِبَ حَقُّ الْعَبْدِ وَخَرَّجَ الْأَحْكَامَ، وَالْأَوَّلُ أَظْهَرُ. قَالَ (۲۵۹۹)وَمَنْ أَقَرَّ بِالْقَذْفِ ثُمَّ رَجَعَ لَمْ يُقْبَلْ رُجُوعُهُ ۱ لِأَنَّ لِلْمَقْذُوفِ فِيهِ حَقًّا فَيُكَذِّبُهُ فِي الرُّجُوعِ، بِخِلَافِ مَا هُوَ خَالِصُ حَقِّ اللَّهِ لِأَنَّهُ لَا مُكَذِّبَ لَهُ فِيهِ.

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں قاذف مقذوف کو معاف کرنا چاہئے تو کرسکتا ہے، اور ہمارے یہاں حقوق اللہ ہے اس لیے معاف نہیں کرسکتا۔

ترجمہ: ۹ تیسرا مسئلہ حد قذف کے بدلے میں کوئی چیز لینا جائز ہیں [شافعیؒ کے یہاں جائز ہے]

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک حقوق العباد ہے اس لیے اس کے بدلے میں کوئی چیز لینا چاہے تو لے سکتا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حقوق اللہ ہے اس لیے اس کے بدلے میں کوئی چیز لینا چاہے تو نہیں لے سکتا۔

ترجمہ: ۱۰ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک تداخل جائز ہے [یعنی کئی حد قذف کے لیے ایک ہی حد کافی ہے] اور شافعیؒ کے یہاں یہ جائز نہیں ہے [انکے یہاں ہر ہر تہمت کے لیے الگ الگ حد ضروری ہے]

تشریح: ایک آدمی نے چار آدمیوں کو تہمت لگائی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سب کے لیے ایک ہی حد کافی ہے، حد میں تداخل ہوجائے گا، کیوں کہ یہ حقوق اللہ ہے جن میں تداخل ہوجاتا ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حقوق العباد ہے اس لیے ہر تہمت پر الگ الگ حد لگے گی، حد میں تداخل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱۱ حد کو معاف کرنے کے بارے میں امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت امام شافعیؒ کی طرح ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ امام شافعیؒ کی طرح ہے، یعنی مقذوف حد قذف کو معاف کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، کیوں کہ انکے یہاں بھی یہ حقوق العباد ہے۔

ترجمہ: ۱۲ ہمارے اصحاب میں سے کچھ نے کہا ہے کہ حد قذف میں بندے کا حق غالب ہے، اور اس قاعدے پر بہت سے احکام متفرع کئے ہیں، لیکن پہلا قول کہ [اللہ کا حق غالب ہے] زیادہ ظاہر ہے۔

تشریح: ہمارے اصحاب میں سے کچھ نے کہا کہ حد قذف میں حقوق العباد غالب ہے، اور اس قاعدے پر بہت سے احکام متفرع کئے ہیں۔ لیکن پہلی روایت کہ یہ حقوق اللہ ہے زیادہ ظاہر ہے۔

ترجمہ: (۲۵۹۹) اگر اقرار کیا تہمت لگانے کا پھر پھر گیا تو اس کا پھرنا قبول نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ اس میں مقذوف کا بھی حق ہے اس لیے رجوع کرنے میں مقذوف اس کو جھٹلائے گا، بخلاف اگر خالص اللہ کا حق ہو تو وہاں کوئی جھٹلانے والا نہیں ہے۔

تشریح: ایک آدمی نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔ بعد میں انکار کر گیا۔ اس کے انکار کرنے سے حد ساقط نہیں ہوگی۔

وجہ: (۱) یہ حد خالص حقوق اللہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق بندے سے ہے اس لیے بندے کو جب معلوم ہوگیا کہ مجھ پر تہمت لگائی ہے تو وہ اب حد کا مطالبہ کرے گا۔ اس لیے حد قذف ساقط نہیں ہوگی (۲) اثر میں ہے۔ **عن الزھری قال لو ان رجلا قذف رجلا فعفا**

(۲۶۰۰)وَمَنْ قَالَ لِعَرَبِيٍّ يَا نَبَطِيُّ لَمْ يُحَدَّ لِ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّشْبِيهُ فِي الْأَخْلَاقِ أَوْ عَدَمِ الْفَصَاحَةِ، وَكَذَا إذَا قَالَ لَسْت بِعَرَبِيٍّ لِمَا قُلْنَا.(۲۶۰۱)وَمَنْ قَالَ لِرَجُلٍ يَا ابْنَ مَاءِ السَّمَاءِ فَلَيْسَ بِقَاذِفٍ لِ لِأَنَّهُ يُرَادُ بِهِ التَّشْبِيهُ فِي الْجُودِ وَالسَّمَاحَةِ وَالصَّفَاءِ، لِأَنَّ مَاءَ السَّمَاءِ لُقِّبَ بِهِ لِصَفَائِهِ وَسَخَائِهِ

و اشهد ثم جاء به الی الامام بعد ذلک اخذ له بحقه و لو مکث ثلاثین سنة (مصنف ابن ابی شیبة ۱۴۳ فی الرجل یفتری علیه ماقالوا فی عفوه عنه؟ ۵/۵۴۶ نمبر ۲۸۸۸۲) اس اثر میں ہے کہ جس پر تہمت ڈالا ہے وہ معاف کردے اور اس پر گواہ بھی بنا دے پھر بھی اگر حد لگوانا چاہے تو لگوا سکتا ہے۔ اسی طرح قاذف کے اقرار کے بعد رجوع کرنا چاہئے تو رجوع نہیں کرسکتا کیوں کہ یہ حقوق العباد ہے۔

ترجمہ: (۲۶۰۰) اگر کسی نے عربی سے کہا اے نبطی تو حد نہیں لگے گی۔

تشریح: عربی آدمی سے کہا کہ اے نبطی تو گویا کہ اشارۃ یوں کہا کہ تیری ماں زانیہ ہے اور نبطی سے زنا کروایا ہے جس سے تم پیدا ہوئے ہو۔ پھر بھی اس جملے کے کہنے والے کو حد نہیں لگے گی۔

وجہ: (۱) اس میں صراحت سے زنا کی تہمت نہیں ہے بلکہ اشارے سے زنا کی تہمت ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ جب تک صراحت سے زنا کی تہمت نہ لگائے حد نہیں لگے گی۔ (۲) عن القاسم بن محمد قال ما کنا نری الجلد الا فی القذف البین و النفی البین (سنن للبیھقی، باب من قال لا حد الا فی القذف الصریح جلد ثامن: ص ۴۴۰ نمبر ۱۷۱۴۵) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ صریح طور پر تہمت لگائے تب حد لگے گی اور یہاں اشارے سے تہمت لگائی اس لیے حد نہیں لگے گی (۳) قول تابعی میں ہے۔ عن الشعبی انه سئل عن رجل قال لرجل عربی یا نبطی !قال کلنا نبطی لیس فی هذا حدا (مصنف عبد الرزاق، باب القول سوی الفریة جلد سابع: ص ۴۲۳، نمبر ۱۳۸۱۰) اس قول تابعی میں ہے کہ عربی کو نبطی کہا تو حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ اخلاق میں تشبیہ مراد ہے، یا عربی کی طرح فصیح نہیں ہے۔

تشریح: اے نبطی کہنے کا دو مطلب ہے [۱] ایک یہ کہ اخلاق وعادات میں تم نبطی کی طرح ہو۔ [۲] دوسرا یہ کہ تم عربی کی طرح فصیح نہیں ہو، بلکہ تمہاری زبان نبطی کی طرح ہے۔

ترجمہ: ۲ اور ایسے ہی کہا کہ تم عربی نہیں ہو تو حد نہیں لگے گی، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا۔

تشریح: اگر عربی آدمی سے کہا کہ تم عربی نہیں ہو تو اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تمہارا اخلاق وعادات عربی کی طرح نہیں ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تمہاری زبان عربی کی طرح فصیح نہیں ہے، اس لیے یہ گالی نہیں ہوئی اس لیے حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: (۲۶۰۱) کسی نے آدمی سے کہا اے آسمان کے پانی کے بیٹے تو یہ تہمت زنا نہیں ہے۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ سخاوت میں جواں مردی میں اور صفائی میں تشبیہ دینا ہے، اس لیے کہ ماء السماء ایک آدمی کا صفائی اور سخاوت کی وجہ سے لقب تھا۔

وجہ: آسمان کے پانی طرف منسوب سخاوت میں کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کے پانی میں سخاوت ہے کہ ہر ایک دوست و دشمن کو نوازتا ہے اسی طرح تمہارے اندر بھی سخاوت ہے کہ آسمان کے پانی کی طرح سخاوت کرتے ہو گویا کہ تم آسمان کے پانی کا بیٹا ہو۔ اس

(۲۶۰۲)وَإِنْ نَسَبَهُ إِلَى عَمِّهِ أَوْ خَالِهِ أَوْ إِلَى زَوْجِ أُمِّهِ فَلَيْسَ بِقَذْفٍ ۱ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْ هٰؤُلَاءِ يُسَمَّى أَبًا، أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِقَوْلِهِ تَعَالَى {نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ} وَإِسْمَاعِيلُ كَانَ عَمًّا لَهُ. ۲ وَالثَّانِي لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْخَالُ أَبٌ. ۳ وَالثَّالِثُ لِلتَّرْبِيَةِ. (۲۶۰۳)وَمَنْ قَالَ لِغَيْرِهِ زَنَأْتَ فِي الْجَبَلِ وَقَالَ عَنَيْتُ صُعُودَ الْجَبَلِ حُدَّ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، (۲۶۰۴)وَقَالَ مُحَمَّدٌ: لَا يُحَدُّ

لیےاس میں زنا کی تہمت ہے ہی نہیں بلکہ تعریف ہے۔اس لیے حد کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

لغت: جود: سخاوت۔سماحة: جواں مردی، درگزر کرنا۔صفاء: معاملات میں صفائی، یا پانی کی طرح صاف ستھرا معاملہ۔حضرت ہاجرہ علیہ السلام کی اولاد کو یا بنی ماءالسماء، کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۲۶۰۲) اگر کسی کو منسوب کیا اس کے چچا کی طرف یا اس کے ماموں کی طرف یا اس کی ماں کے شوہر کی طرف تو وہ تہمت لگانے والا نہیں ہوا۔

ترجمہ: ۱ ان میں سے ہر ایک کو باپ کہتے ہیں، پہلی بات [یعنی چچا کو باپ کہا] تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ نعبد الھاک والہ آبائک ابراہیم واسماعیل واسحاق، اور اسماعیل علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے۔

تشریح: یوں کہے کہ تم چچا کے بیٹے ہو یا ماموں کے بیٹے ہو یا سوتیلے باپ کے بارے میں کہا کہ تم اس کے بیٹے ہو تو ان صورتوں میں ماں پر تہمت لگانے والا نہیں ہوا۔

وجہ: (۱) ان حضرات کی طرف پیار سے بیٹے کی نسبت کر دیتے ہیں، زنا کی تہمت کے لیے نسبت نہیں کرتے۔ چچا، ماموں اور سوتیلے باپ کی طرف نسبت کر دیا تو تہمت لگانے والا نہیں ہوگا (۲) قرآن میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرمایا تمہارا باپ اسماعیل علیہ السلام حالانکہ وہ باپ نہیں چچا ہیں۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (آیت ۱۳۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں حضرت اسماعیل کو حضرت یعقوب کا باپ کہا ہے جب کہ وہ چچا ہیں۔ سوتیلا باپ تو تربیت کے اعتبار سے باپ ہے ہی۔اس لیے بھی تہمت نہیں ہوئی۔ ماموں کو بھی باپ کے درجے میں لوگ مانتے ہیں اس لیے بھی تہمت نہیں ہوئی۔

ترجمہ: ۲ دوسرا یعنی ماموں کو لوگ باپ کہتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث نہیں ملی۔

ترجمہ: ۳ تیسرا یعنی سوتیلے باپ کو تربیت کرنے کی بنا پر لوگ باپ کہتے ہیں۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۶۰۳) اگر کسی نے زنأت فی الجبل، کہا اور کہ میں پہاڑ پر چڑھنا مراد لیا ہے تب بھی حد لگے گی، یہ امام ابو حنیفہ: اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں ہے۔

تشریح: زنأتَ فی الجبل، کہا تو اس کا معنی ہوا تم نے پہاڑ میں زنا کیا، تو اس سے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد لگے گی۔

ترجمہ: (۲۶۰۴) اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ حد نہیں لگے گی۔

۱؎ لِأَنَّ الْمَهْمُوزَ مِنْهُ لِلصُّعُودِ حَقِيقَةٌ قَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْ الْعَرَبِ:

وَارْقَ إلَى الْخَيْرَاتِ زَنَأً فِي الْجَبَلِ ☆وَذِكْرُ الْجَبَلِ يُقَرِّرُهُ مُرَادًا

۲؎ وَلَهُمَا أَنَّهُ يُسْتَعْمَلُ فِي الْفَاحِشَةِ مَهْمُوزًا أَيْضًا لِأَنَّ مِنْ الْعَرَبِ مَنْ يَهْمِزُ الْمُلَيَّنَ كَمَا يُلَيِّنُ الْمَهْمُوزَ، وَحَالَةُ الْغَضَبِ وَالسِّبَابِ تُعَيِّنُ الْفَاحِشَةَ مُرَادًا بِمَنْزِلَةِ مَا إذَا قَالَ يَا زَانِي أَوْ قَالَ زَنَأْت، ۳؎ وَذِكْرُ الْجَبَلِ إنَّمَا يُعَيِّنُ الصُّعُودَ مُرَادًا إذَا كَانَ مَقْرُونًا بِكَلِمَةِ عَلَى إذْ هُوَ لِلْمُسْتَعْمَلِ فِيهِ، ۴؎ وَلَوْ قَالَ زَنَأْت عَلَى الْجَبَلِ لَا يُحَدُّ لِمَا قُلْنَا، وَقِيلَ يُحَدُّ لِلْمَعْنَى الَّذِي ذَكَرْنَاهُ. (۲۶۰۵)وَمَنْ قَالَ لِآخَرَ يَا زَانِي فَقَالَ لَا بَلْ أَنْتَ فَإِنَّهُمَا يُحَدَّانِ ۱؎ لِأَنَّ مَعْنَاهُ لَا بَلْ أَنْتَ زَانٍ،

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ زنأت، ہمزہ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھنے کے معنی میں ہوتا ہے، چناں چہ عرب کی ایک عورت نے کہا ع:۔ خیر کی طرف چڑھتا جا جیسے لوگ پہاڑ پر چڑھتے ہیں، اور جبل کو ذکر کرنا اس معنی کو زیادہ واضح کرتے ہیں۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ زنأت کے ساتھ جبل کر ذکر نے سے یہ بات طے ہوگئی یہاں پہاڑ پر چڑھنے کے معنی میں ہے اس لیے حد نہیں لگے گی، چناں چہ عرب کی عورت نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جس طرح پہاڑ پر چڑھتے ہیں اس طرح خیر کی طرف ترقی کرتا جا۔

ترجمہ:۲؎ اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ زنأت ہمزے کے ساتھ، زنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس لیے کہ عرب میں وہ ہیں جو خفیف الف کو ہمزہ بدل لیتے ہیں، جیسے الف کو ہمزہ سے بدل لیتے ہیں، اور غصے اور گالی کی حالت میں زنا ہی مراد ہے، جیسے یا زانی کہے، یا زنأت کہے۔

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ عرب میں ہمزہ کو الف، اور الف کو ہمزہ بولتے ہیں، اس لیے زنأتَ کا ترجمہ زنا کرنا ہے، خاص طور پر غصے کی حالت میں بولے تو یہی معنی مراد لیتے ہیں، جیسے یا زانی، یا زنأتَ کہے تو زنا کا معنی ہوتا ہے، اس لیے حد لگے گی۔

لغت: ملین: لین سے مشتق ہے، الف، کو لین کہتے ہیں۔ مھموز: ہمزہ والے حرف کو مہموز کہتے ہیں۔

ترجمہ:۳؎ اور جبل سے چڑھنا اس وقت مراد لیتے ہیں کہ جب کہ اس کے ساتھ علی، لگا ہوا ہو، اس لیے کہ جبل کے ساتھ علی لگا ہوا ہو تو چڑھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: جبل کے ساتھ علی ہو تو اس کا معنی پہاڑ پر چڑھنے کے معنی میں ہے۔

ترجمہ:۴؎ اور اگر زنات علی الجبل، کہا تو حد نہیں لگے گی، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا [یعنی پہاڑ پر چڑھنے کے معنی میں ہے] اور بعض حضرات نے کہا کہ زنا کے معنی لینے کی وجہ سے حد لگے گی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ:(۲۶۰۵) کسی نے دوسرے سے کہا کہ یا زانی، دوسرے نے کہا کہ بلکہ تم زانی ہو، تو دونوں کو حد لگے گی۔

ترجمہ:۱؎ اس لیے کہ اس کا معنی ہے کہ تم بھی زانی ہو۔

تشریح: زید نے عمر سے کہا کہ تم زانی ہو، عمر نے کہا کہ بلکہ تم ہو، تو عمر نے بھی زید کو زنا کی تہمت لگائی اس لیے زید کے ساتھ عمر کو بھی حد لگ جائے۔

٢ إِذْ هِيَ كَلِمَةُ عَطْفٍ يُسْتَدْرَكُ بِهَا الْغَلَطُ فَيَصِيرُ الْخَبَرُ الْمَذْكُورُ فِي الْأَوَّلِ مَذْكُورًا فِي الثَّانِي.
(٢٦٠٦)وَمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا زَانِيَةُ فَقَالَتْ لَا بَلْ أَنْتَ حُدَّتْ الْمَرْأَةُ وَلَا لِعَانَ ١ لِأَنَّهُمَا قَاذِفَانِ وَقَذْفُهُ يُوجِبُ اللِّعَانَ وَقَذْفُهَا الْحَدَّ، وَفِي الْبُدَاءَةِ بِالْحَدِّ إبْطَالُ اللِّعَانِ؛ لِأَنَّ الْمَحْدُودَ فِي الْقَذْفِ لَيْسَ بِأَهْلٍ لَهُ وَلَا إبْطَالَ فِي عَكْسِهِ أَصْلًا فَيُحْتَالُ لِلدَّرْءِ، إذْ اللِّعَانُ فِي مَعْنَى الْحَدِّ (٢٦٠٧)وَلَوْ قَالَتْ زَنَيْت بِك فَلَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ ١ مَعْنَاهُ قَالَتْ بَعْدَمَا قَالَ لَهَا يَا زَانِيَةُ لِوُقُوعِ الشَّكِّ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهَا أَرَادَتْ الزِّنَا قَبْلَ النِّكَاحِ فَيَجِبُ الْحَدُّ دُونَ اللِّعَانِ لِتَصْدِيقِهَا إيَّاهُ وَانْعِدَامِهِ مِنْهُ، وَيَحْتَمِلُ أَنَّهَا أَرَادَتْ زِنَايَ مَا كَانَ مَعَك بَعْدَ النِّكَاحِ لِأَنِّي مَا مَكَّنْت أَحَدًا غَيْرَك. وَهُوَ الْمُرَادُ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْحَالَةِ، وَعَلَى هَذَا الِاعْتِبَارِ يَجِبُ

ترجمہ: ٢ اس لیے کہ لا بل، عطف کا لفظ ہے اور غلط کو درست کرنے کے لیے آتا ہے، پس پہلے جملے میں جو خبر ہوگی وہی خبر دوسرے میں ہوگی۔

تشریح: دوسرے جملے میں لا بل، ہے جو استدراک کے لیے آتا ہے، یعنی غلط کو درست کرنے کے لیے آتا ہے، اور پہلے جملے میں جو خبر ہے دوسرے جملے میں وہی خبر ہوگی، اور پہلے جملے میں یا زانی ہے تو دوسرے جملے میں بھی یا زانی ہوا اس لیے جب اس نے بھی زنا کی تہمت لگائی تو اس کو بھی حد لگے گی۔

ترجمہ: (٢٦٠٦) اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اے زانیہ اور بیوی نے کہا کہ بلکہ تم زانی ہو تو عورت کو حد لگے گی اور لعان نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ دونوں ایک دوسرے کو تہمت لگانے والے ہیں، اور شوہر زنا کی تہمت لگائے تو لعان واجب ہوتا ہے، اور بیوی تہمت ڈالے تو حد لازم ہوتی ہے، اور پہلے حد لگا دیں تو لعان ختم ہو جائے گا، اس لیے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیں رہتی، اور اس کے الٹے میں لعان باطل نہیں کر سکتا،، اس لیے لعان کو ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کیا جائے گا [کہ پہلے بیوی پر حد لگائی جائے]، اس لیے کہ لعان بھی حد کے معنی میں ہے۔

تشریح: یہاں شوہر نے عورت پر زنا کی تہمت ڈالی ہے، جسکی وجہ سے لعان واجب ہے۔ اور بیوی نے بھی شوہر پر زنا کی تہمت ڈالی ہے جسکی وجہ سے بیوی پر حد لازم ہے۔

پس اگر بیوی پر پہلے حد لگا دی جائے تو شوہر پر لعان واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ بیوی پر حد قذف لگی ہو تو اس پر تہمت لگانے کی وجہ سے لعان واجب نہیں ہوتا ہے، اس لیے لعان ساقط کرنے کے لیے یہی حیلہ کیا جائے کہ بیوی کو پہلے حد لگا دی جائے تا کہ وہ محدود فی القذف ہو جائے، اور لعان ساقط ہو جائے۔

ترجمہ: (٢٦٠٧) اگر بیوی نے شوہر کے جواب میں کہا کہ میں نے تم ہی سے زنا کرایا ہے تو نہ حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس کا معنی یہ ہے کہ شوہر نے جب کہا کہ اے زانیہ تو دونوں کی باتوں میں شک ہو گیا اس لیے کہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ نکاح سے پہلے زنا کرایا ہو، تو عورت پر حد واجب ہوگی، اور لعان واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ عورت نے شوہر کی تصدیق کر لی، اور شوہر کی جانب سے اس کا انکار نہیں ہے۔ اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے نکاح کے بعد تم ہی سے زنا کرایا ہے، اس لیے کہ تمہارے علاوہ کسی کو قدرت نہیں دی ہے اور اس قسم کی حالت میں یہی مراد ہو سکتی ہے، اس اعتبار سے مرد پر لعان واجب ہوگا، اور عورت پر حد واجب نہیں ہوگی اس

اللِّعَانُ دُونَ الْحَدِّ عَلَى الْمَرْأَةِ لِوُجُودِ الْقَذْفِ مِنْهُ وَعَدَمِهِ مِنْهَا فَجَاءَ مَا قُلْنَا. (۲٦۰۸)وَمَنْ أَقَرَّ بِوَلَدٍ ثُمَّ نَفَاهُ فَإِنَّهُ يُلَاعَنُ لِ لِأَنَّ النَّسَبَ لَزِمَهُ بِإِقْرَارِهِ وَبِالنَّفْيِ بَعْدَهُ صَارَ قَاذِفًا فَيُلَاعَنُ (۲٦۰۹)وَإِنْ نَفَاهُ ثُمَّ أَقَرَّ بِهِ حُدَّ لِ لِأَنَّهُ لَمَّا أَكْذَبَ نَفْسَهُ بَطَلَ اللِّعَانُ لِأَنَّهُ حَدٌّ ضَرُورِيٌّ صُيِّرَ إِلَيْهِ ضَرُورَةَ التَّكَاذُبِ، وَالْأَصْلُ فِيهِ حَدُّ الْقَذْفِ. فَإِذَا بَطَلَ التَّكَاذُبُ يُصَارُ إِلَى الْأَصْلِ، وَفِيهِ خِلَافٌ ذَكَرْنَاهُ فِي اللِّعَانِ (۲٦۱۰)وَالْوَلَدُ وَلَدُهُ

لیے کہ شوہر کی جانب سے عورت پر زنا کی تہمت ہے، اور عورت کی جانب سے زنا کی تہمت نہیں ہے [اس لیے دونوں طرف شک کی بنیاد پر نہ حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا]

تشریح: شوہر نے بیوی سے کہا کہ تم نے زنا کرایا ہے، بیوی نے اس کے جواب میں کہا کہ تم سے ہی زنا کرایا ہے، تو اس صورت میں نہ لعان ہوگا اور نہ حد ہوگی۔

وجہ: تم سے ہی زنا کرایا ہے، اس عبارت کے دو مطلب ہیں [۱] ایک مطلب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے تم سے زنا کرایا ہے اس کی تصدیق کی تو عورت پر حد لازم ہوگی کیوں کہ اس نے زنا کا اقرار کیا ہے، اور محدود فی القذف عورت کو تہمت لگانے میں لعان نہیں ہے۔

[۲] اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے بعد تم سے حلال وطی کی ہے، اور کسی سے زنا نہیں کرایا ہے، اس صورت میں شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہے اس لیے لعان ہوگا، اور عورت پر حد واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ اس نے شوہر پر زنا کی تہمت نہیں لگائی ہے۔، چونکہ عبارت کے دو مطلب ہیں، اور کوئی ایک متعین نہیں ہے اس لیے شک کی وجہ سے نہ حد ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

ترجمہ: (۲٦۰۸) کسی نے اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کیا پھر اس کی نفی کر دی تو لعان کرے گا۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ اقرار کرنے کی وجہ سے بچے کا نسب لازم ہوگیا، پھر اس کے بعد نسب کی نفی کی تو بیوی پر زنا کی تہمت لگانے والا ہوا اس لیے لعان کرے گا۔

تشریح: پہلے اپنا بیٹا ہونے کا اقرار کیا، بعد میں یہ کہا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، تو یہ کہہ کر گویا کہ بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اس لیے لعان ہوگا۔

ترجمہ: (۲٦۰۹) کسی نے اپنی اولاد ہونے کی نفی کی پھر اقرار کر لیا کہ یہ بچہ میرا ہے تو شوہر پر حد لگے گی۔

ترجمہ: لِ اس لیے کہ جب اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو لعان ختم ہوگیا، اس لیے کہ لعان تو اس وقت ہوتا ہے جب میاں بیوی ایک دوسرے کو جھٹلائے، اور اصل تو حد قذف ہے یہاں شوہر نے اپنے آپ کا جھٹلا دیا تو اصل حد کی طرف جائیں گے۔

تشریح: شوہر نے پہلے بچے کی نفی کی تو گویا کہ اس نے بیوی پر زنا کی تہمت ڈالی، پھر اقرار کر لیا کہ بچہ میرا ہے تو شوہر نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا اس لیے شوہر پر حد قذف لازم ہوگی۔

وجہ: شوہر بیوی پر زنا کی تہمت ڈالے اور اس کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہ نہ ہو تب لعان ہوتا ہے، اور یہاں تو شوہر نے اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو لعان کی ضرورت نہیں رہی اس لیے حد قذف لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۲٦۱۰) اور بچہ دونوں صورتوں میں باپ کا ہوگا۔

۱ فِي الْوَجْهَيْنِ لِإِقْرَارِهِ بِهِ سَابِقًا أَوْ لَاحِقًا، ۲ وَاللِّعَانُ يَصِحُّ بِدُونِ قَطْعِ النَّسَبِ كَمَا يَصِحُّ بِدُونِ الْوَلَدِ (۲۶۱۱)وَإِنْ قَالَ لَيْسَ بِابْنِي وَلَا بِابْنِك فَلَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ ۱ لِأَنَّهُ أَنْكَرَ الْوِلَادَةَ وَبِهِ لَا يَصِيرُ قَاذِفًا. (۲۶۱۲)وَمَنْ قَذَفَ امْرَأَةً وَمَعَهَا أَوْلَادٌ لَمْ يُعْرَفْ لَهُمْ أَبٌ أَوْ قَذَفَ الْمُلَاعَنَةَ بِوَلَدٍ وَالْوَلَدُ حَيٌّ أَوْ قَذَفَهَا بَعْدَ مَوْتِ الْوَلَدِ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ ۱ لِقِيَامِ أَمَارَةِ الزِّنَا مِنْهَا وَهِيَ وِلَادَةُ وَلَدٍ لَا أَبَ لَهُ فَفَاتَتْ الْعِفَّةُ نَظَرًا إلَيْهَا وَهِيَ شَرْطُ الْإِحْصَانِ(۲۶۱۳)وَلَوْ قَذَفَ امْرَأَةً لَاعَنَتْ بِغَيْرِ وَلَدٍ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ ۱ لِانْعِدَامِ أَمَارَةِ الزِّنَا.

ترجمہ: ۱ کیوں کہ پہلے بچے کا اقرار کیا ہو یا بعد میں اقرار کیا ہو۔

تشریح: شوہر نے پہلے بچے کا اقرار کیا پھر انکار کیا یا پہلے بچے کا انکار کیا، بعد میں بچے کا اقرار کیا دونوں سورتوں میں بچہ شوہر کا ہی ہوگا، کیوں کہ اس نے اقرار کیا ہے۔

ترجمہ: ۲ اولعان تو نسب کو ختم کئے بغیر بھی درست ہوتا ہے، جیسا کہ بچہ نہ ہوتب بھی لعان ہوتا ہے۔

تشریح: باپ سے بچے کا نسب ختم کئے بغیر بھی لعان ہوسکتا ہے، جیسے بچہ پیدا نہ ہوا ہو اور باپ نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی تو لعان ہوجاتا ہے، اسی طرح باپ سے بچے کا نسب ثابت رکھیں تب بھی لعان ہوگا۔

ترجمہ: (۲۶۱۱) شوہر نے کہا کہ میرا بیٹا بھی نہیں ہے اور تیرا بیٹا بھی نہیں ہے تو نہ لعان ہوگا اور نہ حد ہوگی،

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ بچہ پیدا ہونے کا ہی انکار کردیا، اس سے زنا کی تہمت لگانے والا نہیں ہوا اس لیے نہ حد لازم ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

تشریح: عبارت کا حاصل یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کا ہی انکار کیا ہے، اس سے زنا کی تہمت نہیں ہوتی اس لیے نہ حد لازم ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔

ترجمہ: (۲۶۱۲) کسی نے عورت کو تہمت ڈالی، اور حال یہ ہے کہ اس کے ساتھ بچہ ہے جسکے باپ کا پتہ نہیں ہے۔ یا بچے کی وجہ سے لعان کی ہوئی عورت پر زنا کی تہمت ڈالی اور بچہ زندہ ہے، یا بچہ مر چکا ہے تو مرد پر حد نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ کیوں کہ زنا کی علامت موجود ہے اور وہ ہے بغیر باپ کا بچہ ہونا اس لیے عورت محصن نہیں رہی زنا کی علامت دیکھتے ہوئے۔

اصول: زنا کی علامت موجود ہو اور عورت محصن نہ ہو تو اس پر تہمت لگانے پر حد قذف نہیں ہے۔

تشریح: کسی نے عورت پر زنا کی تہمت ڈالی اور عورت کے ساتھ ایک بچہ ہے جس کا باپ معلوم نہیں ہے، یا بچہ مر چکا ہے اس کے بعد عورت پر زنا کی تہمت ڈالی تو مرد پر حد قذف نہیں لگے گی، کیوں کہ زنا کی علامت بغیر باپ کا بچہ موجود ہے۔

وجہ: (۱) بچہ موجود ہے اور اس کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہے تو زنا کی علامت موجود ہے اس لیے ایسی صورت میں ماں مکمل محصنہ نہیں ہوئی اس لیے قاذف کو حد نہیں لگے گی (۲) اثر میں ہے۔ **وقال ابو حنیفة علیہ الرحمۃ لا یجلد فی قذف الام من قذفها لان معها ولدا لا نسب له** (د) (کتاب الآثار لامام محمد، باب اللعان والانتفاء من الولد ص ۱۳۱ نمبر ۵۹۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بچہ موجود ہو تو لعان شدہ عورت کو تہمت لگائے تو حد نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۲۶۱۳) اگر ایسی عورت کو زنا کی تہمت ڈالی جس نے بغیر بچے کے لعان کیا تھا تو اس مرد پر حد قذف ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ عورت کے پاس زنا کی علامت نہیں ہے۔

فَقَالَ (۲۶۱۴)وَمَنْ وَطِئَ وَطْئًا حَرَامًا فِي غَيْرِ مِلْكِهِ لَمْ يُحَدَّ قَاذِفُهُ ۱؎ لِفَوَاتِ الْعِفَّةِ وَهِيَ شَرْطُ الْإِحْصَانِ، وَلِأَنَّ الْقَاذِفَ صَادِقٌ، ۲؎ وَالْأَصْلُ فِيهِ أَنَّ مَنْ وَطِئَ وَطْئًا حَرَامًا لِعَيْنِهِ لَا يَجِبُ الْحَدُّ بِقَذْفِهِ؛ لِأَنَّ الزِّنَا هُوَ الْوَطْءُ الْمُحَرَّمُ لِعَيْنِهِ، وَإِنْ كَانَ مُحَرَّمًا لِغَيْرِهِ يُحَدُّ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِزِنًا فَالْوَطْءُ فِي غَيْرِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ أَوْ مِنْ وَجْهٍ حَرَامٌ لِعَيْنِهِ وَكَذَا الْوَطْءُ فِي الْمِلْكِ، وَالْحُرْمَةُ مُؤَبَّدَةٌ، فَإِنْ كَانَتْ الْحُرْمَةُ مُؤَقَّتَةً فَالْحُرْمَةُ لِغَيْرِهِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ يَشْتَرِطُ أَنْ تَكُونَ الْحُرْمَةُ الْمُؤَبَّدَةُ ثَابِتَةً بِالْإِجْمَاعِ، أَوْ بِالْحَدِيثِ الْمَشْهُورِ لِتَكُونَ ثَابِتَةً مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ

وجه: چونکہ اس کے پاس بچہ نہیں ہے اس لیے زنا کی کوئی علامت نہیں ہے اور لعان کر چکی ہے اس لیے مکمل محصنہ ہے اس لیے اس کے قاذف پر حد ہوگی (۲) اثر میں ثبوت ہے۔ عن الزهری و قتادة قال من قذف الملاعنة جلد الحد (مصنف عبد الرزاق، باب من قذف الملاعنة ج سابع ص ۹۲، نمبر ۱۲۵۱۲ رمصنف، ابن ابی شیبة ۲۶ فی قاذف الملاعنة او ابنها ۵ / ۵۰۵ نمبر ۲۸۴۶۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ لعان کردہ عورت پر تہمت لگائے اور بچہ نہ ہو تو حد لگے گی۔

ترجمہ: (۲۶۱۴) کسی نے حرام وطی کی دوسرے کی ملکیت میں تو اس کے تہمت لگانے والے کو حد نہیں لگے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ پاک دامنی فوت ہوگئی ہے اور محصن بننے کے لیے یہ شرط ہے کہ آدمی پاک دامن ہو، اور اس لیے کہ جس نے تہمت لگائی وہ اپنی بات میں سچا ہے۔

اصول: آدمی محصن نہ ہو تو اس پر تہمت لگانے والے کو حد قذف نہیں لگتی۔

تشریح: کوئی عورت اس کی بیوی نہیں تھی یا اس کی باندی نہیں تھی اس سے وطی کرنا حرام تھا پھر بھی اس سے وطی کر لی تو یہ آدمی محصن نہیں رہا اس لیے اس کو کوئی آدمی زنا کی تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

وجہ: (۱) آیت میں تھا کہ محصنہ پر تہمت لگائے اور چار گواہ نہ لا سکے تو اس پر حد ہے۔ اور یہ محصن نہیں رہا اس لیے اس کے قاذف پر حد نہیں ہے۔ (۲) آیت میں ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں محصن مرد یا محصن عورت پر تہمت لگانے پر حد کا تذکرہ ہے۔ اور یہ آدمی محصن نہیں رہا۔

ترجمہ: ۲؎ اس میں اصل قاعدہ یہ ہے کہ کسی نے حرام لعینہ وطی کی تو اس پر تہمت لگانے والے پر حد نہیں لگتی ہے، اس لیے کہ زنا کہتے ہی ہیں اس کو کہ حرام لعینہ وطی کی ہو، اور اگر حرام لغیرہ وطی کی ہو تو اس کے اوپر تہمت لگانے والے پر حد قذف لگے گی، اس لیے کہ وہ زنا نہیں ہے، اس لیے ہر طرح سے دوسرے کی ملک میں وطی کی ہو، یا من وجہ ملک ہو لیکن حرام لعینہ ہو، ایسے ہی اپنی ملکیت ہو لیکن حرمت موبدہ ہو [تو وہ زنا ہے] اور اگر وقتی حرمت ہو [جیسے اپنی حائضہ بیوی سے وطی کرنا تو یہ حرمت لغیرہ ہے، پس امام ابو حنیفہؒ زنا کے لیے شرط یہ لگاتے ہیں کہ ہمیشہ کی حرمت ہو جو اجماع سے ثابت ہو، یا حدیث مشہور سے ثابت ہو، تا کہ بغیر کسی تردد کے حرمت ثابت ہو۔

تشریح: اس لمبی عبارت میں پانچ باتیں ذکر کر رہے ہیں، جنکی تفصیل اگے متن میں رہی ہے۔ ایک ہے حرمت لغیرہ، اور دوسرا ہے حرمت لعینہ اگر حرمت لغیرہ ہو تو اس میں وطی کرنے سے آدمی کا احصان نہیں جاتا، اس لیے اس پر تہمت لگانے والے کو حد لگے گی، جیسے بیوی حائضہ ہو تو اس حال میں وطی کرنا حرام ہے، لیکن یہ حرمت لیکن یہ حرمت حیض کی وجہ سے آئی ہے اس لیے اس حال میں وطی کرنے والے پر کوئی تہمت ڈالے تو اس

(۲۶۱۵)وَبَيَانُهُ أَنَّ مَنْ قَذَفَ رَجُلًا وَطِئَ جَارِيَةً مُشْتَرَكَةً بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ ۱؎ لِانْعِدَامِ الْمِلْكِ مِنْ وَجْهٍ (۲۶۱۶)وَكَذَا إِذَا قَذَفَ امْرَأَةً زَنَتْ فِي نَصْرَانِيَّتِهَا ۱؎ لِتَحَقُّقِ الزِّنَا مِنْهَا شَرْعًا لِانْعِدَامِ الْمِلْكِ وَلِهَذَا

پر حد قذف جاری ہوگی[اس بات کو صاحب ہدایہ نے فان کانت الحرمۃ موقتۃ فالحرمۃ لغیرہ ،] سے ذکر کیا۔

دوسرا ہے حرمت لعینہ ۔ اس کی چار قسمیں ہیں[۱] ہر اعتبار سے عورت حرام ہو جیسے اجنبی عورت سے زنا کر لے تو اس کا احصان ختم ہو گیا، اس پر تہمت لگانے والے پر حد جاری نہیں ہوگی[اس بات کو صاحب ہدایہ نے فالوطی فی غیر الملک من کل وجہ سے بیان کیا ہے]

[۲] من وجہ ملک ہو اور من وجہ ملک نہ ہو اس عورت سے وطی کر لی تب بھی احصان ختم ہو گیا، جیسے مشترک باندی سے وطی کر لی، یہ باندی من وجہ اس کی ہے اور من وجہ اس کی نہیں ہے، اس لیے اس سے وطی کرنے سے احصان ختم ہو گیا۔ [اس بات کو من وجہ حرام لعینہ سے ذکر کیا ہے]

[۳] اس کی ملکیت ہو لیکن اس کے ساتھ حرمت موبدہ ہو، جیسے رضاعی بہن باندی تھی، اس سے وطی کر لی تو احصان ختم ہو گیا، کیوں کہ یہ اس کی باندی تو ہے، لیکن رضاعی بہن سے ہمیشہ کے لیے وطی کرنا حرام ہے۔ یا باپ کی موطوۃ کو بیٹے نے خرید لیا تو یہ اس کی باندی تو ہے لیکن باپ کی موطوۃ ہونے کے وجہ سے ہمیشہ کے لیے اس سے نکاح حرام ہے اس لیے اس سے وطی کر لی تو احصان ختم ہو گیا۔ [اس بات کو صاحب ہدایہ، کذا الوطی فی الملک والحرمۃ موبدۃ، سے ذکر کیا ہے]

[۴] بغیر گواہ کے نکاح کر لیا تو حدیث کی بنا پر اس عورت سے وطی کرنا حرام ہے اس لیے احصان ختم ہو گیا، اس لیے ان چاروں پر زنا کی تہمت ڈالی تو تہمت لگانے والے پر حد قذف لازم نہیں ہوگی ۔۔ یہ باتیں آگے پھیلی ہوئی ہیں اس کو غور سے دیکھیں ۔[اس بات کو صاحب ہدایہ نے بالحدیث المشہو رلتکون ثابتۃ من غیر تر دد سے ذکر کیا ہے]

ترجمہ: (۲۶۱۵) کسی نے ایسے آدمی کو تہمت لگائی جس نے اس کے درمیان اور دوسرے کے درمیان مشترک باندی سے وطی کی تھی تو اس پر حد نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ من وجہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔

تشریح: یہ مثال من وجہ ملکیت کی ہے ۔۔ اس کے درمیان اور دوسرے کے درمیان باندی مشترک تھی اس سے وطی کر لی تو چونکہ آدھی باندی اس کی نہیں ہے، اس لیے اس سے وطی کرنے سے احصان ختم ہو گیا اس لیے اس پر تہمت ڈالنے سے حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ: (۲۶۱۶) ایسے ہی ایسی عورت کو زنا کی تہمت ڈالی جس نے نصرانیت میں زنا کیا ۔ تو تہمت ڈالنے والے پر حد نہیں لگے گی]

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ شرعا اس نے زنا کرایا ہے اس لیے کہ یہ عورت زانی کی ملکیت میں نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس عورت پر حد زنا لگ سکتی ہے۔

اصول: کفر میں زنا کرایا ہو تو اسلام لانے کے بعد اس پر زنا کی تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

تشریح: ایک عورت نے نصرانی ہونے ، یا کفر کی حالت میں زنا کرایا ہے، اب مسلمان ہونے کے بعد اس پر کسی نے زنا کی تہمت ڈالی تو تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

وَجَبَ عَلَيْهَا الْحَدُّ. (۲٦١٧)وَلَوْ قَذَفَ رَجُلًا أَتَى أَمَتَهُ وَهِيَ مَجُوسِيَّةٌ أَوْ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ أَوْ مُكَاتَبَةً لَهُ فَعَلَيْهِ الْحَدُّ ۱ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ وَهِيَ مُؤَقَّتَةٌ فَكَانَتْ الْحُرْمَةُ لِغَيْرِهِ فَلَمْ يَكُنْ زِنًا. ۲ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ وَطْءَ الْمُكَاتَبَةِ يُسْقِطُ الْإِحْصَانَ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ لِأَنَّ الْمِلْكَ زَائِلٌ فِي حَقِّ الْوَطْءِ وَلِهَذَا يَلْزَمُهُ الْعُقْرُ بِالْوَطْءِ، ۳ وَنَحْنُ نَقُولُ مِلْكُ الذَّاتِ بَاقٍ وَالْحُرْمَةُ لِغَيْرِهِ إِذْ هِيَ مُؤَقَّتَةٌ.

وجه: اس لیے کہ حقیقت میں عورت نے زنا تو کرایا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ عورت دار الاسلام میں ہوتی اور ثابت ہوجاتا تو اس پر حد زنا لگتی، اس لیے تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ: (۲٦١٧) کسی نے ایسے مرد پر زنا کی تہمت ڈالی جس نے اپنی مجوسیہ باندی سے وطی کی ہے۔ یا اپنی بیوی سے حائضہ ہونے کی حالت میں وطی کی ہے۔ یا اپنی مکاتبہ سے وطی کی ہے تو تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری ہوگی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ ملک قائم رہتے ہوئے جو وطی حرام ہے وہ وقتی طور پر ہے، اس لیے حرمت لغیرہ ہے اس لیے زنا نہیں ہوا [اس لیے تہمت لگانے والے پر حد قذف ہوگی]

لغت: حرمت لغیرہ: ذاتی طور پر عورت پر باندی والی ملکیت ہو یا بیوی والی ملکیت ہو، لیکن حیض کی وجہ سے، یا مجوسیہ ہونے کی وجہ سے، یا مکاتبہ ہونے کی وجہ سے ابھی وطی کرنا ممنوع ہو تو اس کو حرمت لغیرہ، کہتے ہیں، یعنی ذات کے اعتبار سے جائز ہے اور کسی عارض کی بنا پر جائز نہیں ہے۔

اصول: حرمت لغیرہ میں زنا نہیں ہوتا اس لیے ایسے شخص پر زنا کی تہمت ڈالنے سے حد قذف لازم ہوگی۔

تشریح: یہاں تین مثالیں دے رہے ہیں جن میں ذاتی اعتبار سے وطی جائز ہے، لیکن وقتی عارض کی بنا پر وطی جائز نہیں ہے، اس لیے ایسی وطی کرنے والا زنا کا مرتکب نہیں ہے اس لیے اس کے اوپر تہمت ڈالنے سے حد قذف لازم ہوگی۔

[۱] آقا کی باندی ہے، لیکن مجوسیہ ہے اس لیے اس کے اسلام لانے تک وطی نہیں کرنی چاہئے لیکن کر لی تو زنا نہیں ہے، اس لیے کہ یہ اس کی باندی ہے۔ [۲] بیوی حائضہ ہے اس لیے ابھی وطی نہیں کرنی چاہئے، لیکن کر لی تو زنا نہیں ہے اس لیے کہ یہ اس کی بیوی ہے۔ [۳] مکاتبہ ذات کے اعتبار سے آقا کی باندی ہوتی ہے، لیکن کمائی کے اعتبار سے وہ آزاد ہوتی ہے، اور وطی کرانا یہ کمائی ہے، اس لیے آقا کو اس سے وطی نہیں کرنی، اور اگر کرے گا تو اس کا مہر، یعنی عقر لازم ہوگا، لیکن کر لی تو زنا نہیں ہے اس لیے کہ حقیقت میں یہ اس کی باندی ہے۔ اب ان تینوں صورتوں میں مرد نے زنا نہیں کیا اس لیے اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر اپنی مکاتبہ سے وطی کی تو اس کا احصان ساقط ہوجائے گا اور یہی قول امام زفرؒ کا ہے اس لیے کہ وطی کے حق میں آقا کی ملکیت ختم ہوچکی ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے وطی سے عقر لازم ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ذات کے اعتبار سے آقا کی باندی ہے، لیکن وطی، اور کمائی کے اعتبار سے وہ آزاد ہے اس لیے اس سے وطی کرنے سے آقا کا احصان ختم ہوجائے گا، اس لیے اس پر زنا کی تہمت لگانے سے حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۳ ہم کہتے ہیں کہ مکاتبہ کی ذات پر ملکیت باقی ہے اس لیے حرمت لغیرہ ہے اور وہ بھی وقتی حرمت ہے۔ [اس لیے اس سے وطی کرنے سے آقا کا احصان ختم نہیں ہوا، اس لیے اس پر تہمت ڈالنے پر حد قذف ہوگی]

(۲۶۱۸)وَلَوْ قَذَفَ رَجُلًا وَطِئَ أَمَتَهُ وَهِيَ أُخْتُهُ مِنْ الرَّضَاعَةِ لَا يُحَدُّ ۖ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ مُؤَبَّدَةٌ وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ (۲۶۱۹)وَلَوْ قَذَفَ مُكَاتَبًا مَاتَ وَتَرَكَ وَفَاءً لَا حَدَّ عَلَيْهِ ۖ لِتَمَكُّنِ الشُّبْهَةِ فِي الْحُرِّيَّةِ لِمَكَانِ اخْتِلَافِ الصَّحَابَةِ. (۲۶۲۰)وَلَوْ قَذَفَ مَجُوسِيًّا تَزَوَّجَ بِأُمِّهِ ثُمَّ أَسْلَمَ يُحَدُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَا: لَا حَدَّ عَلَيْهِ ۖ وَهَذَا بِنَاءً عَلَى أَنَّ تَزَوُّجَ الْمَجُوسِيِّ بِالْمَحَارِمِ لَهُ حُكْمُ الصِّحَّةِ فِيمَا بَيْنَهُمْ عِنْدَهُ خِلَافًا لَهُمَا. وَقَدْ

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۶۱۸) اگر ایسے آدمی پر زنا کی تہمت ڈالی جس نے اپنی باندی سے وطی کی ہو، لیکن وہ اس کی رضاعی بہن بھی تھی تو قاذف پر حد نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ رضاعی بہن سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہے، اور یہی صحیح ہے۔

تشریح: یہ حرمت موبدہ کی مثال ہے۔ رضاعی بہن سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہے اس لیے اس سے وطی کرنا زنا ہے، چاہے وہ اس کی باندی بھی تھی اس لیے اس پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

وجه: عن عطاء فی رجل تزوج بامرأة ثم دخل بها فاذا هی اختہ من الرضاعة قال لیس باحصان وقاله معمر عن قتادة (مصنف عبد الرزاق، باب هل یکون النکاح الفاسد احصانا، ج سابع، ص ۲۴۴ نمبر ۱۳۳۰۷) اس قول تابعی میں ہے کہ رضاعی بہن سے وطی کی تو محصن نہیں رہا، کیوں کہ وہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔

ترجمہ: (۲۶۱۹) مکاتب پر زنا کی تہمت ڈالی، اور وہ مر گیا، اور اس کے پاس مال کتابت ادا کرنے کا مال موجود تھا، تو تہمت لگانے والے پر حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱ مکاتب کے آزاد ہونے میں شبہ ہے، کیوں کہ اس بارے میں خود صحابہ میں اختلاف تھا۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ غلام پر زنا کی تہمت ڈالے تو تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں ہے، اس کو تعزیر کی جائے گی۔۔ مکاتب غلام کے پاس مال کتابت ادا کر کے آزاد ہونے کی صلاحیت تھی، اس حال میں کسی نے اس پر زنا کی تہمت ڈالی، مکاتب مر گیا تو تہمت ڈالنے والے پر حد قذف نہیں لگے گی،

وجه: کیونہ صحابہ میں اختلاف رہا ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ مکاتب آزاد ہو کر مرا، اس لیے اس کے قاذف کو حد قذف ہوگی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ غلام ہی کی حالت میں مرا، اس لیے اس کے قاذف کو حد قذف نہیں ہوگی۔ اس شک کی بنا پر قاذف کو حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ: (۲۶۲۰) اگر ایسے مجوسی کو زنا کی تہمت ڈالی جس نے اپنی ماں سے نکاح کیا تھا پھر اسلام لایا تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں تہمت لگانے والے کو حد قذف لگے گی، اور صاحبینؒ کے یہاں حد قذف نہیں لگے گی۔

ترجمہ: ۱ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ مجوسی اپنی ذی رحم محرم کے ساتھ نکاح کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوگا۔

مَرَّ فِي النِّكَاحِ.(۲۶۲۱)وَإِذَا دَخَلَ الْحَرْبِيُّ دَارَنَا بِأَمَانٍ فَقَذَفَ مُسْلِمًا حُدَّ ل لِأَنَّ فِيهِ حَقَّ الْعَبْدِ وَقَدْ الْتَزَمَ إِيفَاءَ حُقُوقِ الْعِبَادِ، وَلِأَنَّهُ طَمِعَ فِي أَنْ لَا يُؤْذِيَ فَيَكُونَ مُلْتَزِمًا أَنْ لَا يُؤْذِيَ وَمُوجِبُ أَذَاهُ الْحَدُّ (۲۶۲۲)وَإِذَا حُدَّ الْمُسْلِمُ فِي قَذْفٍ سَقَطَتْ شَهَادَتُهُ وَإِنْ تَابَ ل وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تُقْبَلُ إِذَا تَابَ وَهِيَ

تشریح: مجوسی لوگ اپنی ماں سے نکاح کرنا حلال سمجھتے ہیں، اس بنیاد پر اگر اس نے اپنی ماں سے نکاح کر لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہے، اور اس سے وطی کرنا زنا نہیں ہے، اس لیے مجوسی کے اسلام لانے کے بعد کسی نے اس پر زنا کی تہمت ڈالی تو قاذف پر حد لگے گی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ نکاح صحیح نہیں ہے، اس لیے اس سے وطی کرنا زنا ہوا، اب اسلام لانے کے بعد کسی نے زنا کی تہمت ڈالی تو قاذف پر حد نہیں لگے گی، کیوں کہ زنا کی وجہ سے مجوسی محصن نہیں رہا۔

ترجمہ: (۲۶۲۱) حربی دار الاسلام میں امن لے کر داخل ہوا اور مسلمان پر زنا کی تہمت ڈالی تو اس پر حد قذف ہوگی۔

ترجمہ: ل اس لیے کہ اس میں بندے کا حق ہے، اس کی خود کی امید یہ ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ دے تو وہ بھی کسی کو تکلیف نہ دے، اور زنا کی تہمت ڈالنا مسلمان کو تکلیف دینے کا سبب ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، حد قذف میں حقوق العباد غالب ہے، اس لیے حربی پر بھی حد قذف جاری ہوگی۔

تشریح: حربی امن لے کر دار الاسلام میں آیا تو اس پر لازم ہے کہ کسی مسلمان کو زنا کی تہمت نہ ڈالے اور اگر ڈالے گا تو اس کو حد قذف لگے گی۔

وجہ: اس نے وعدہ کیا ہے کہ حقوق العباد کی پابندی کرے گا، اور وہ امید کرتا ہے کہ کوئی اس کو تکلیف نہیں دے گا تو اس پر بھی لازم ہے کہ وہ کسی کو تکلیف نہ دے، اور زنا کی تہمت ڈالنا دوسرے کو تکلیف دینا ہے اس لیے اس پر حد لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۲۶۲۲) اگر مسلمان کو قذف میں حد لگی ہو تو اس کی شہادت ساقط ہو جائے گی اگر چہ توبہ کی ہو۔

تشریح: مسلمان آدمی نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ نہ لا سکے اس لیے اس پر حد قذف لگ گئی۔ اب اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی اگر چہ قذف سے توبہ کر چکا ہو۔

وجہ: (۱) آیت میں اس کا تذکرہ ہے۔ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (آیت ۴ سورۃ النور ۲۴) اس آیت میں ہے کہ محدود فی القذف والے کی کبھی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (۲) حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ لا تجوز شهادة خائن و لا خائنة و لا مجلود حدا و لا مجلودة (ترمذی شریف، باب ما جاء فیمن لا تجوز شهادته ص ۵۵ نمبر ۲۲۹۸ / سنن للبیہقی، باب من قال لا تقبل شهادته ج عاشر ص ۲۶۱ نمبر ۲۰۵۶۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محدود فی القذف کی گواہی مقبول نہیں۔ کیوں کہ وہ بھی حد میں کوڑے کھاتا ہے۔

ترجمہ: ل اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ توبہ کر لے تو گواہی قبول کی جائے گی، اور کتاب الشہادات میں اس کی تفصیل معلوم ہوگی۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر محدود توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ: (۱) ان کی دلیل یہ یہ قول صحابی ہے۔ و جلد عمر ابا بكرة و شبل بن معبد و نافعا بقذف المغيرة ثم استتابهم و قال من

تُعْرَفُ فِي الشَّهَادَاتِ (۲۶۲۳)وَإِذَا حُدَّ الْكَافِرُ فِي قَذْفٍ لَمْ تَجُزْ شَهَادَتُهُ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ ۱؎ لِأَنَّ لَهُ الشَّهَادَةَ عَلَى جِنْسِهِ فَتُرَدُّ تَتِمَّةً لِحَدِّهِ (۲۶۲۴)فَإِنْ أَسْلَمَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ عَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمُسْلِمِينَ ۱؎ لِأَنَّ هَذِهِ شَهَادَةٌ اسْتَفَادَهَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَلَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ الرَّدِّ، ۲؎ بِخِلَافِ الْعَبْدِ إِذَا حُدَّ حَدَّ الْقَذْفِ ثُمَّ أُعْتِقَ حَيْثُ لَاتُقْبَلُ شَهَادَتُهُ لِأَنَّهُ لَاشَهَادَةَلَهُ أَصْلًافِي حَالِ الرِّقِّ فَكَانَ رَدُّ شَهَادَتِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ مِنْ تَمَامِ حَدِّهِ.

تاب قبلت شهادته و اجازه عبد الله بن عتبه و عمر بن عبد العزیز (بخاری شریف، باب شهادة القاذف و السارق و الزانی ص ۴۳۶ نمبر ۲۶۴۸/سنن للبیهقی، باب شهادة القاذف ج عاشر ص ۲۵۶ نمبر ۲۰۵۴۵) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ قاذف توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمہ: (۲۶۲۳) کافر کو حد قذف لگی تو اہل ذمہ پر اس کی گواہی قبول نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ اپنے ہم جنس پر گواہی دینا تو اس کو پورا کرنے کے لیے اس کی گواہی رد کی جائے گی۔

تشریح: اہل ذمہ حد قذف لگی تو اس کی اپنی قوم کے لیے گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وجہ: حد قذف کا دو حصہ ہیں [۱] ایک کوڑا لگنا، [۲] دوسرا گواہی قبول نہ کرنا، تو اپنی قوم کے خلاف گواہی قبول نہیں کی جائے گی تا کہ حد کا دوسرا حصہ مکمل ہو۔

ترجمہ: (۲۶۲۴) اگر کافر کو قذف میں حد لگی ہو پھر اسلام لایا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ کافر کے لیے بھی اور مسلمان کے لیے بھی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ یہ شہادت اسلام لانے کے بعد حاصل کی ہے اس لیے رد نہیں ہوگی

تشریح: کفر کی حالت میں کسی پر زنا کی تہمت لگائی جس کی وجہ سے حد قذف لگی اب مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ: (۱) اسلام نے پہلے زمانے کا قصور معاف کر دیا تو گویا کہ نیا آدمی پیدا ہوا اس لیے اس کی گواہی قبول کی جائے گی (۲) قول تابعی میں ہے۔ اخبرنا الثوری علیہ الرحمۃ قال اذا جلد الیهودی و النصرانی فی قذف ثم اسلما جازت شهادتهما لان الاسلام یهدم ما کان قبله و اذا جلد العبد فی قذف ثم عتق لم تجز شهادته (مصنف عبد الرزاق، باب شهادة القاذف، جلد ثامن: ص/ ۲۸۴، نمبر ۱۵۶۵۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ کافر مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف غلام کے اگر اس کو حد قذف لگ گئی ہو پھر آزاد ہوا ہو تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ غلامیت کی حالت میں اس کی گواہی بالکل قبول نہیں کی گئی ہے، اس لیے آزادگی کے بعد اس کی گواہی کو رد کرنا حد کو پورا کرنا ہے۔

تشریح: آیت میں تہمت کی دو سزا ہیں، ایک ہے کوڑا لگنا، اور دوسرا ہے اس کی گواہی قبول نہ کرنا، غلامیت کی حالت میں اس کی گواہی ہی مقبول نہیں تھی، اس لیے گواہی کو رد کرنا یہ سزا نہیں ملی تھی، اس لیے آزاد ہونے کے بعد اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی تا کہ یہ سزا بحال رہے

وجہ: (۱) قول تابعی میں ہے۔ اخبرنا الثوری... و اذا جلد العبد فی قذف ثم عتق لم تجز شهادته (مصنف عبد الرزاق، باب شهادة القاذف، جلد ثامن: ص/ ۲۸۴، نمبر ۱۵۶۵۰) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ غلام کو حد قذف لگی ہو تو اس کے آزاد ہونے کے بعد اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

(۲۶۲۵)وَإِنْ ضُرِبَ سَوْطًا فِي قَذْفٍ ثُمَّ أَسْلَمَ ثُمَّ ضُرِبَ مَا بَقِيَ جَازَتْ شَهَادَتُهُ ۱ لِأَنَّ رَدَّ الشَّهَادَةِ مُتَمِّمٌ لِلْحَدِّ فَيَكُونُ صِفَةً لَهُ وَالْمُقَامُ بَعْدَ الْإِسْلَامِ بَعْضُ الْحَدِّ فَلَا يَكُونُ رَدُّ الشَّهَادَةِ صِفَةً لَهُ. ۲ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ تُرَدُّ شَهَادَتُهُ إِذْ الْأَقَلُّ تَابِعٌ لِلْأَكْثَرِ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ. قَالَ (۲۶۲۶)وَمَنْ زَنَى أَوْ شَرِبَ أَوْ قَذَفَ غَيْرَ مَرَّةٍ فَحُدَّ فَهُوَ لِذَلِكَ كُلِّهِ ۱ أَمَّا الْأَوَّلَانِ فَلِأَنَّ الْمَقْصِدَ مِنْ إِقَامَةِ الْحَدِّ حَقًّا لِلَّهِ تَعَالَى الِانْزِجَارُ، وَاحْتِمَالُ

ترجمہ: (۲۶۲۵)اگر کافر کو ایک کوڑا مارا پھر وہ اسلام لے آیا پھر باقی کوڑے مارے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

اصول: حد قذف میں دو باتیں ہیں [۱] کوڑے لگنا۔ [۲] گواہی قبول نہ کرنا۔

تشریح: یہاں تین باتیں یاد رکھیں [۱] اگر سارے کوڑے کفر کی حالت میں مارے جاتے تو اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی قبول کی جاتی۔ [۲] اسلام لانے کے بعد سارے کوڑے مارے جاتے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔ [۳] تیسری صورت یہ ہے کہ ایک دو کوڑے کفر کی حالت میں مارا اور باقی اکثر کوڑے اسلام کی حالت میں مارا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

وجہ: ایک کوڑا بھی کفر کی حالت میں مارا تو گویا کہ اس کی گواہی بھی رد کردی گئی، اس لیے اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ترجمہ: ۱ اس لیے کہ شہادت کو رد کرنا حد کو پورا کرنے کے لیے ہے اس لیے گواہی کو رد کرنا کوڑے کی صفت بن گئی، اور اسلام لانے کے بعد جو حد لگی ہے وہ بعض حد ہے اس لیے گواہی کو رد کرنا اس کی صفت نہیں بنے گی۔

تشریح: یہ عبارت پیچیدہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک دو کوڑے کفر کی حالت میں لگے تو اس کے ساتھ اس کی گواہی بھی صفت بن کر رد ہوگئی، پس جب اس کی گواہی رد ہوگئی تو اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی رد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

لغت: فیکون صفۃ لہ: گواہی کو رد کرنا ایک دو کوڑے کی صفت بن جائے گی۔ والمقام: اسلام لانے کے بعد جو صورت ہے۔

ترجمہ: ۲ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی رد کی جائے گی، اس لیے کہ ایک دو کوڑے اکثر کوڑے کے تابع ہے۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ زیادہ کوڑے مسلمان ہونے کے بعد مارے ہیں، اس لیے یوں سمجھا جائے گا کہ اکثر گواہی کفر میں رد نہیں ہوئی ہے، اس لیے اب اسلام لانے کے بعد اس کی گواہی رد کی جائے گی۔۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔

ترجمہ: (۲۶۲۶) کسی نے کئی مرتبہ تہمت ڈالی، یا کئی مرتبہ زنا کیا، یا کئی مرتبہ شراب پی اور ایک مرتبہ حد لگ گئی تو سب کے لیے کافی ہو جائے گی۔

اصول: حد قذف، حد زنا، حد شراب، چوری کی حد یہ حقوق اللہ ہیں اس لیے کئی کئی مرتبہ کئے ہوں تو تداخل ہو جائے گا اور ایک مرتبہ حد مارنا کئی مرتبہ کے لیے کافی ہوگا۔

تشریح: کسی نے کئی مرتبہ زنا کی تہمت ڈالی اور ایک مرتبہ حد لگ گئی تو سب کے لیے کافی ہے، اسی طرح کئی مرتبہ زنا کیا، یا کئی مرتبہ چوری کی، یا کئی مرتبہ شراب پی اور ایک مرتبہ حد لگ گئی تو سب کے لیے کافی ہے، کیوں کہ یہ حقوق اللہ ہیں، اور حقوق اللہ میں تداخل ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: ۱ بہر حال دوسرے دو جرم [زنا اور شراب] تو یہ اللہ کی حد ہیں اور تنبیہ کرنا مقصود ہے۔

حُصُولِهِ بِالْأَوَّلِ قَائِمٌ فَتَتَمَكَّنُ شُبْهَةُ فَوَاتِ الْمَقْصُودِ فِي الثَّانِي، ۲ وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إذَا زَنَى وَقَذَفَ وَسَرَقَ وَشَرِبَ، لِأَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ كُلِّ جِنْسٍ غَيْرُ الْمَقْصُودِ مِنْ الْآخَرِ فَلَا يَتَدَاخَلُ. ۳ وَأَمَّا الْقَذْفُ فَالْمُغَلَّبُ فِيهِ عِنْدَنَا حَقُّ اللَّهِ فَيَكُونُ مُلْحَقًا بِهِمَا. ۴ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: إنْ اخْتَلَفَ الْمَقْذُوفُ أَوْ الْمَقْذُوفُ بِهِ وَهُوَ الزِّنَا لَا يَتَدَاخَلُ، لِأَنَّ الْمُغَلَّبَ فِيهِ حَقُّ الْعَبْدِ عِنْدَهُ.

پس پہلے سے ہی تنبیہ ہوگئی تو دوسری مرتبہ تنبیہ کرنے کی ضرورت کیا ہے۔

تشریح: زنا اور شراب یہ دونوں حقوق اللہ ہیں، اور اس میں سزا دینے کا مقصد تنبیہ کرنا ہے، اب ایک مرتبہ سزا دی گئی، اور اس سے تنبیہ ہوگئی تو دوسری مرتبہ سزا دینے کی ضرورت باقی نہیں رہی، اس لیے تداخل ہو جائے گا۔

لغت: یتمکن شبهة فوات المقصود فی الثانی: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ سزا دی گئی تو اس سے تنبیہ ہوگئی تو دوسری مرتبہ سزا دے تو اس سے تنبیہ ہوگی یا نہیں اس میں شبہ ہو گیا، اس لیے دوسری مرتبہ سزا نہیں دی جائے گی۔

ترجمہ: ۲ یہ بخلاف زنا کیا ہو، اور تہمت ڈالی ہو، اور چوری کی ہو، اور شراب پی ہو تو ہر جنس کا مقصد الگ الگ تنبیہ کرنا ہے اس لیے تداخل نہیں ہوگا۔

تشریح: کئی مرتبہ زنا کیا ہو تو سب کے لیے ایک مرتبہ حد لگے گی، لیکن زنا کیا ہو اور شراب پی ہو تو دونوں کے لیے الگ الگ حد ہوگی، یہاں تداخل نہیں ہوگا۔

وجہ: زنا کی حد کا مقصد زنا سے روکنا ہے، اور شراب کی حد کا مقصد شراب پینے سے روکنا ہے، چونکہ دونوں کا مقصد الگ الگ ہے اس لیے زنا کی حد شراب کی حد میں تداخل نہیں ہوگا، اسی طرح قذف کی حد کا مقصد تہمت سے روکنا ہے، اور چوری کی حد کا مقصد چوری سے روکنا ہے، چونکہ دونوں کا مقصد الگ الگ ہے اس لیے ایک دوسرے میں تداخل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ اور حد قذف میں غالب ہمارے نزدیک حقوق اللہ ہے اس لیے تداخل ہونے میں زنا اور شراب کی حد کی طرح ہوگئی۔

تشریح: حد قذف میں بندے کا بھی حق ہے اور اللہ کا بھی حق ہے، لیکن اس میں اللہ کا حق غالب ہے، اس لیے یہ زنا اور شراب کی طرح ہو گیا، اس لیے حد قذف میں بھی تداخل ہوگا۔

ترجمہ: ۴ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر مقذوف الگ الگ ہوں، یا مقذوف بہ الگ الگ ہوں مثلا زنا ہو تو تداخل نہیں ہوگا اس لیے کہ انکے نزدیک اس میں غالب بندے کا حق ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک ہی آدمی کو کئی مرتبہ زنا کی تہمت ڈالی تب تو ایک ہی حد لگے گی، لیکن اگر چار الگ الگ آدمیوں کو زنا کی تہمت ڈالی تو مقذوف الگ الگ ہو گئے اس لیے چار حد لگے گی۔ اسی طرح مثلا زید کو خالدہ کے ساتھ زنا کی تہمت ڈالی، کچھ دنوں کے بعد زید کو عامرہ کے ساتھ زنا کی تہمت ڈالی، پھر کچھ دنوں کے بعد زید کو ساجدہ کے ساتھ زنا کی تہمت ڈالی تو یہاں عورت بدل گئی، جس کو مقذوف بہ، کہتے ہیں تو تین حد لگے گی۔

لغت: مقذوف: جس کو تہمت ڈالی ہے۔ مقذوف بہ: جس عورت کے ساتھ زنا کی تہمت ڈالی ہے۔

فَصْلٌ فِي التَّعْزِيرِ

(٢٦٢٧)وَمَنْ قَذَفَ عَبْدًا أَوْ أَمَةً أَوْ أُمَّ وَلَدٍ أَوْ كَافِرًا بِالزِّنَا عُزِّرَ ۱؎ لِأَنَّهُ جِنَايَةُ قَذْفٍ، وَقَدْ امْتَنَعَ وُجُوبُ الْحَدِّ لِفَقْدِ الْإِحْصَانِ فَوَجَبَ التَّعْزِيرُ (٢٦٢٨)وَكَذَا إذَا قَذَفَ مُسْلِمًا بِغَيْرِ الزِّنَا فَقَالَ يَا فَاسِقُ أَوْ يَا كَافِرُ أَوْ يَا خَبِيثُ أَوْ يَا سَارِقُ ۱؎ لِأَنَّهُ آذَاهُ وَأَلْحَقَ الشَّيْنَ بِهِ، وَلَا مَدْخَلَ لِلْقِيَاسِ فِي الْحُدُودِ فَوَجَبَ التَّعْزِيرُ، ٢؎ إلَّا أَنَّهُ يَبْلُغُ بِالتَّعْزِيرِ غَايَتَهُ فِي الْجِنَايَةِ الْأُولَى لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِ مَا يَجِبُ بِهِ الْحَدُّ، وَفِي الثَّانِيَةِ: الرَّأْيُ إلَى

فصل فی التعزیر

ترجمہ: (٢٦٢٧) کسی نے باندی یا غلام یا کافر کو زنا کی تہمت لگائی تو تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ زنا کی تہمت ڈالی ہے، لیکن احصان نہ ہونے کی وجہ سے حد نہ لگا سکے تو تعزیر ہوگی۔

تشریح: آیت میں گزرا کہ محصن مرد یا محصنہ عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو حد لگے گی۔ اور باندی، غلام اور کافر محصن نہیں ہیں اس لیے ان پر زنا کی تہمت ڈالے تو حد نہیں لگے گی۔

وجہ: (۱) قول تابعی میں ہے۔ عن الزهری فی رجل افتری علی عبد او امة قال یعزر (مصنف عبد الرزاق باب فریة الحر علی المملوک جلد سابع :ص ۴۵۰، نمبر ١٣٨٧٢ / مصنف ابن ابی شیبة ٢٦ ما قالوا فی قاذف ام الولد؟ ۵/ ۴۸۵ نمبر ٢٨٢۴٠) اس اثر سے معلوم ہوا کہ غلام، باندی پر تہمت لگائے تو تہمت لگانے والے پر حد نہیں ہے البتہ تعزیر ہوگی۔ (٢) اور کافر کے بارے میں یہ قول تابعی ہے۔ عن ابراهیم انه قال من قذف یهودیا او نصرانیا فلا حد علیه (مصنف ابن ابی شیبة ١٩ فی المسلم یقذف الذی علیه حد ام لا؟ ۵/ ۴٨١ نمبر ٢٨١٩۵ مصنف عبد الرزاق، باب الفریة علی اهل الجاهلیة جلد سابع :ص ٣۴٨ نمبر ١٣٨۵٨) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کافر پر تہمت ڈالے تو تہمت ڈالنے والے پر حد نہیں ہے۔

ترجمہ: (٢٦٢٨) یا مسلمان کو زنا کے علاوہ کی تہمت لگائی مثلا کہا اے فاسق یا اے کافر یا اے خبیث یا ائے چور تو تعزیر کی جائے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لیے کہ اس کو تکلیف دی اور عیب لگائی اور حدود میں قیاس کو دخل نہیں ہے اس لیے تعزیر ہوگی۔

تشریح: اور مسلمان کو زنا کی تہمت نہ ڈالے بلکہ فاسق، کافر یا خبیث کہے تو اس سے حد نہیں لگے گی بلکہ حاکم مناسب سمجھے تو تعزیر کرے۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ حد جو جاری کی جاتی ہے وہ حدیث، یا آیت سے جاری کی جاتی ہے، قیاس سے جاری نہیں کی جاتی، اور آیت، یا حدیث میں ان لوگوں کے لیے حد نہیں ہے، اس لیے تعزیر لازم ہوگی (٢) قول صحابی میں ہے۔ قال علی قول الرجل للرجل یا خبیث یا فاسق قال هن فواحش و فیهم عقوبة و لا تقولهن فتعودهن (مصنف ابن ابی شیبة ١٦١ فی الرجل یقول للرجل یا خبیث یا جلد خامس :ص ۵۵۴، نمبر ٢٨٩۵۵ / سنن للبیهقی، باب ماجاء فی الشتم دون القذف جلد ثامن :ص ۴۴٠ نمبر ١٧١۴٩) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حد تو نہیں ہوگی البتہ تعزیر ہوگی۔

لغت: شین: عیب، اور عار۔

ترجمہ: ٢؎ مگر یہ کہ پہلی جنایت [یعنی کافر کو زنا کی زنا کی تہمت لگائی] میں اتنی تعزیر کرے جو زنا کی حد کے برابر ہو اس لیے کہ یہ حد کی

الْإِمَامِ (۲۶۲۹)وَلَوْ قَالَ يَا حِمَارُ أَوْ يَا خِنْزِيرُ لَمْ يُعَزَّرْ ۱؎ لِأَنَّهُ مَا أُلْحِقَ الشَّيْنُ بِهِ لِلتَّيَقُّنِ بِنَفْيِهِ. وَقِيلَ فِي عُرْفِنَا يُعَزَّرُ لِأَنَّهُ يُعَدُّ شَيْنًا، ۲؎وَقِيلَ إنْ كَانَ الْمَسْبُوبُ مِنْ الْأَشْرَافِ كَالْفُقَهَاءِ وَالْعَلَوِيَّةِ يُعَزَّرُ لِأَنَّهُ يَلْحَقُهُمْ الْوَحْشَةُ بِذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ مِنْ الْعَامَّةِ لَا يُعَزَّرُ، وَهَذَا أَحْسَنُ.(۲۶۳۰)وَالتَّعْزِيرُ أَكْثَرُهُ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُونَ سَوْطًا

جنس میں سے ہے، اور دوسری وجہ میں [یعنی یا فاسق، یا کافر، کہا] تو اس میں امام کی رائے پر چھوڑ دی جائے گی۔

تشریح: پہلی جنایت میں جس میں غیر مسلم کو زنا کی تہمت ڈالی ہو اس کی تعزیر میں اتنے کوڑے مارے جائیں جو حد کے برابر ہوں، کیوں کہ یہ حد ہی کی جنس میں سے ہے، صرف اس کے محصن نہ ہونے کی وجہ سے حد نہیں لگی۔ اور دوسری تمام صورتیں، جن میں اے فاسق کہا، یا اے کافر کہا تو اس میں امام جتنا کوڑے مناسب سمجھے مارے، کیوں کہ یہ زنا کی تہمت کے درجے میں نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۶۲۹) اور اگر کہا اے گدھا یا اے سور تو تعزیر نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ یہ یقین ہے کہ وہ ہی گدھا یا سور نہیں ہے اس لیے اس سے اس کو کوئی عار نہیں ہوئی، لیکن فرمایا کہ ہمارے یعنی صاحب ہدایہ کے عرف میں تعزیر کی جائے گی کیوں کہ یہ گالی ہے۔

وجہ: (۱) مصنف کے یہاں یہ الفاظ گالی نہیں تھے اس لیے تعزیر بھی نہیں ہوگی۔ لیکن جس معاشرے میں یہ الفاظ گالی ہیں اس میں تعزیر ہوگی۔ (۲) قول صحابی میں ہے۔ **سمعت علیا رضی اللہ عنہ یقول انکم سألتمون عن الرجل یقول للرجل یا کافر یا فاسق یا حمار و لیس فیہ حد و انما فیہ عقوبۃ من السطان فلا تعودوا فتقولوا۔** (سنن للبیھقی، باب ماجاء فی الشتم دون القذف ۴۴۱/۵ نمبر ۱۷۱۵۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یا حمار کہنے سے تعزیر ہو سکتی ہے اگر معاشرہ اس کو گالی سمجھتا ہو۔

ترجمہ: ۲؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ جس کو گالی دی ہے وہ شریف ہے جیسے فقہاء اور سادات کے لوگ تو تعزیر کی جائے گی اس لیے کہ حمار کے لفظ سے اس کو وحشت ہوتی ہے۔ اور اگر عام لوگ ہے تو تعزیر نہیں کی جائے گی، [اس لیے کہ اس کو گدھا کہنے سے وحشت نہیں ہوتی]۔ یہ تفصیل بہت اچھی ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۲۶۳۰) تعزیر کے زیادہ سے زیادہ انچاس کوڑے ہیں اور کم سے کم تین کوڑے ہیں۔

وجہ: (۱) قول تابعی میں ہے کہ تعزیر کے لیے چالیس کے درمیان کوڑے ہوں اس لیے ایک کوڑا کم کر کے انچالیس کوڑے رکھا۔ **عن الشعبی قال التعزیر مابین السوط الی الا ربعین** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۶ فی التعزیر کم ھو و کم یبلغ، جلد خامس: ص ۵۴۴، نمبر ۲۸۸۶۳) (۲) یوں بھی شراب اور حد قذف میں غلام کی حد چالیس کوڑے ہیں اور یہ حد کا کم سے کم درجہ ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ تعزیر میں حد کے درجے کو نہیں پہنچنا چاہئے۔ حدیث مرسل میں ہے۔ **عن الضحاک بن مزاحم قال قال رسول اللہ ﷺ من بلغ حدا فی غیر حد فھو من المعتدین، قال محمد فادنی الحدود اربعون فلا یبلغ بالتعزیر اربعون جلدۃ** (کتاب الآثار لامام محمدؒ، باب التعزیر ص ۱۳۳ نمبر ۶۱۰/ سنن بیہقی، باب ما جاء فی التعزیر و انہ لا یبلغ بہ اربعین، جلد ثامن: ص ۵۶۷، نمبر ۱۷۵۸۴) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ تعزیر حد کے کم سے کم درجے کو نہیں پہنچنا چاہئے جو انچالیس کوڑے ہیں۔

وَأَقَلُّهُ ثَلَاثُ جَلَدَاتٍ. ۱ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: يَبْلُغُ بِالتَّعْزِيرِ خَمْسَةً وَسَبْعِينَ سَوْطًا. ۲ وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – مَنْ بَلَغَ حَدًّا فِي غَيْرِ حَدٍّ فَهُوَ مِنْ الْمُعْتَدِينَ وَإِذَا تَعَذَّرَ تَبْلِيغُهُ حَدًّا ۳ فَأَبُو حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٌ نَظَرَا إلَى أَدْنَى الْحَدِّ وَهُوَ حَدُّ الْعَبْدِ فِي الْقَذْفِ فَصَرَفَاهُ إلَيْهِ وَذَلِكَ أَرْبَعُونَ سَوْطًا فَنَقَصَا مِنْهُ سَوْطًا. ۴ وَأَبُو يُوسُفَ اعْتَبَرَ أَقَلَّ الْحَدِّ فِي الْأَحْرَارِ إذْ الْأَصْلُ هُوَ الْحُرِّيَّةُ ثُمَّ نَقَصَ سَوْطًا فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ، وَهُوَ قَوْلُ زُفَرَ وَهُوَ الْقِيَاسُ، وَفِي هَذِهِ الرِّوَايَةِ نَقَصَ خَمْسَةً وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ عَلِيٍّ فَقَلَّدَهُ

ترجمہ: ۱ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا تعزیر پچھتر کوڑے پہنچ سکتا ہے۔

تشریح: وہ فرماتے ہیں کہ آزاد کی حد اسی کوڑے ہیں اس لیے اس سے پانچ کوڑے کم کر کے پچھتر کوڑے تک لگا سکتا ہے۔ یعنی ایک کوڑے سے لے کر پچھتر کوڑے تک مار سکتے ہیں۔

فائدہ: بعض ائمہ کی رائے ہے کہ تعزیر دس کوڑے سے زیادہ نہ ہو۔

وجہ: ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابی بردۃ انه سمع رسول اللہ ﷺ یقول لا یجلد احد فوق عشرۃ اشواط الا فی حد من حدود اللہ (مسلم شریف، باب قدر اسواط التعزیر ص ۷۶۲ نمبر ۱۷۰۸/۴۴۶۰ بخاری شریف، باب کم التعزیر و الادب ص ۱۰۱۲ نمبر ۶۸۴۸)

ترجمہ: ۲ اصل اس میں حضور ﷺ کا قول ہے جو حد کی چیز نہیں ہے اس میں حد جتنے کوڑے مار دے تو یہ حد سے گزرنے والے لوگ ہیں۔

تشریح: حدیث مرسل یہ ہے۔ عن الضحاک بن مزاحم قال قال رسول اللہ ﷺ من بلغ حدا فی غیر حد فھو من المعتدین، قال محمد فادنی الحدود اربعون فلا یبلغ بالتعزیر اربعون جلدۃ (کتاب الآثار لامام محمدؒ، باب التعزیر ص ۱۳۳ نمبر ۶۱۰ سنن بیہقی، باب ما جاء فی التعزیر و انه لا یبلغ به اربعین، جلد سابع: ص ۵۶۷، نمبر ۱۷۵۸۴) اس حدیث مرسل سے معلوم ہوا کہ تعزیر حد کے کم سے کم درجے کو نہیں پہنچنا چاہئے جو انچالیس کوڑے ہیں۔

ترجمہ: ۳ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے دیکھا کہ کم سے کم حد حد قذف میں غلام کی حد ہے اور وہ چالیس کوڑے ہیں، تو اس سے ایک کوڑا کم کر دیا [اور تعزیر کے انچالیس کوڑے متعین کئے]

تشریح: اوپر والی حدیث مرسل کو دیکھتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ نے یہ فرمایا کہ کم سے کم حد چالیس کوڑے ہیں تو اس سے ایک کم کر کے انچالیس کوڑے تعزیر متعین کر دئے جائیں

ترجمہ: ۴ اور امام یوسفؒ نے آزاد کی حد کا اعتبار کیا، اس لیے کہ اصل آزادگی ہے پھر اس سے ایک روایت میں ہے کہ ایک کوڑا کم کر دیا [اور انہتر کوڑے متعین کئے] اور یہی زفرؒ کا قول ہے اور وہی قیاس بھی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ پانچ کوڑے کم کئے اور یہ حضرت علی سے منقول ہے اور اس کو لے لیا۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ نے اس کا اعتبار کیا کہ اصل آزاد کی حد ہے، اور وہ اسی کوڑے ہیں اس لیے اس سے ایک کم کر کے انہتر کوڑے تعزیر کے رکھے، کہ زیادہ سے زیادہ انہتر کوڑے تعزیر میں مار سکتے ہیں، اور دوسری روایت یہ ہے کہ پانچ کوڑے کم کر دو اور پچھتر کوڑے تک مار سکتے ہیں اس بارے میں حضرت علیؓ سے بھی ایک روایت ہے اس لیے اس کو لے لیا۔

۵ ثُمَّ قَدَّرَ الْأَدْنَى فِي الْكِتَابِ بِثَلَاثِ جَلَدَاتٍ لِأَنَّ مَا دُونَهَا لَا يَقَعُ بِهِ الزَّجْرُ، ٦ وَذَكَرَ مَشَايِخُنَا أَنَّ أَدْنَاهُ عَلَى مَا يَرَاهُ الْإِمَامُ فَيُقَدَّرُ بِقَدْرِ مَا يُعْلَمُ أَنَّهُ يَنْزَجِرُ لِأَنَّهُ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ النَّاسِ. ٧ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ عَلَى قَدْرِ عِظَمِ الْجُرْمِ وَصِغَرِهِ، ٨ وَعَنْهُ أَنْ يُقَرَّبَ كُلُّ نَوْعٍ مِنْ بَابِهِ؛ فَيُقَرَّبُ الْمَسُّ وَالْقُبْلَةُ مِنْ حَدِّ الزِّنَا، وَالْقَذْفُ بِغَيْرِ الزِّنَا مِنْ حَدِّ الْقَذْفِ. قَالَ (٢٦٣١)وَإِنْ رَأَى الْإِمَامُ أَنْ يَضُمَّ إلَى الضَّرْبِ فِي التَّعْزِيرِ الْحَبْسَ فَعَلَ ١ لِأَنَّهُ صَلُحَ تَعْزِيرًا وَقَدْ وَرَدَ الشَّرْعُ بِهِ فِي الْجُمْلَةِ حَتَّى جَازَ أَنْ يَكْتَفِيَ بِهِ فَجَازَ أَنْ يُضَمَّ

ترجمہ: ۵ پھر متن میں ادنی کی مقدار تین کوڑے ہیں اس لیے کہ اس سے کم سے تنبیہ نہیں ہوتی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ٦ اور ہمارے مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ کم سے کم جتنا امام سمجھے وہ دے سکتا ہے، اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ کتنے کوڑے سے تنبیہ ہوگی، اس لیے کہ لوگوں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔

تشریح: ہمارے بعض مشائخ اس طرف گئے کہ زیادہ سے زیادہ انچالیس کوڑے مارے، لیکن اس سے کم کوڑے کتنے مارے اس میں امام کی رائے پر چھوڑ دے، کیوں کہ لوگوں کے حالات دیکھ کر وہ جانتا ہے کہ کس کو کتنے سے تنبیہ ہوجائے گی۔

ترجمہ: ٧ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ بڑے جرم اور چھوٹے جرم کے اعتبار سے تعزیر کرے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی ایک رویت یہ ہے کہ بڑا جرم ہو تو زیادہ کوڑے مارے اور چھوٹا جرم ہو تو کم کوڑے مارے۔

ترجمہ: ٨ انہیں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس قسم کا جرم ہو اس کو حد کے باب کے قریب کرو، اس لیے اجنبی عورت کا بوسہ لیا اور عورت کو چھویا تو زنا کی حد کے قریب مارو، اور زنا کے علاوہ سے تہمت ڈالی ہے تو حد قذف کے قریب مارو۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ گناہ کو دیکھو کہ وہ کس حد کے قریب ہے اس حد کے قریب تعزیر مارو۔ مثلا اجنبی عورت کو بوسہ دیا یا چھویا ہے کہ حد زنا کے قریب انہتر کوڑے تعزیر مارو، اور زنا کے علاوہ سے کسی کو تہمت ڈالی ہے تو یہ تہمت ہے اس لیے حد قذف کے قریب تعزیر کے کوڑے مارو۔

ترجمہ: (٢٦٣١) اگر مناسب سمجھے تعزیر میں مارنے کے ساتھ قید کرنا تو کر سکتا ہے۔

تشریح: امام مناسب سمجھے کہ تعزیر میں کوڑے مارنے کے ساتھ ساتھ قید بھی کیا جائے تو قید کر سکتا ہے۔

وجہ: حد میں کوڑے مارنے کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی کر سکتا ہے تو تعزیر میں بھی ایسا کر سکتا ہے اس کے لیے حدیث یہ ہے۔ **عن زید بن خالد الجهنی قال سمعت النبی ﷺ یأمر فیمن زنی و لم یحصن جلد مائة و تغریب عام** (بخاری شریف، باب البکران یجلدان وینفیان ص ١٠١١، نمبر ٦٨٣١) اس حدیث میں ہے کہ کوڑے لگانے کے ساتھ ایک سال جلاوطن کرے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے تعزیر میں مناسب سمجھے تو مجرم کو قید کرے۔

ترجمہ: ١ اس لیے کہ قید کرنے میں بھی تعزیر کی صلاحیت ہے اور حدیث میں بھی قید کا ذکر ہے اس لیے، تو یہ بھی جائز ہے کہ صرف قید کردے، اور یہ بھی جائز ہے کہ تعزیر کے ساتھ قید کو ملا دے۔

إِلَيْهِ، ٢ـ وَلِهَذَا لَمْ يُشْرَعْ فِي التَّعْزِيرِ بِالتُّهْمَةِ قَبْلَ ثُبُوتِهِ كَمَا شُرِعَ فِي الْحَدِّ لِأَنَّهُ مِنْ التَّعْزِيرِ. قَالَ (۲۶۳۲) وَأَشَدُّ الضَّرْبِ التَّعْزِيرُ ١ـ لِأَنَّهُ جَرَى التَّخْفِيفُ فِيهِ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدُ فَلَا يُخَفَّفُ مِنْ حَيْثُ الْوَصْفُ كَيْ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى فَوَاتِ الْمَقْصُودِ، وَلِهَذَا لَمْ يُخَفَّفْ مِنْ حَيْثُ التَّفْرِيقُ عَلَى الْأَعْضَاءِ قَالَ (۲۶۳۳)ثُمَّ حَدُّ الزِّنَا ١ـ لِأَنَّهُ ثَابِتٌ بِالْكِتَابِ، وَحَدُّ الشُّرْبِ ثَبَتَ بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ، وَلِأَنَّهُ أَعْظَمُ جِنَايَةً حَتَّى شُرِعَ فِيهِ الرَّجْمُ

تشریح: تعزیر کے ساتھ قید کرنا مناسب سمجھے تو قید بھی کر دے، اور اگر یہ مناسب سمجھے کہ صرف قید کر دے تو صرف قید بھی کر سکتا ہے، کیوں کہ حد کے تذکرے میں قید کا ذکر ہے، اس لیے تعزیر میں بھی اس کی گنجائش ہوگی، تغریب عام کی حدیث اوپر گزری۔

ترجمہ: ٢ـ اس لیے تہمت کی وجہ سے تعزیر کرنی ہو تو اس کے ثابت ہونے سے پہلے قید نہیں کی جائے گی، جیسے حد میں قید کی جاتی ہے، کیوں کہ قید بھی تعزیر کا حصہ ہے۔

تشریح: قید کرنا یہ بھی تعزیر کا حصہ ہے، اس لیے تہمت کی وجہ سے تعزیر کرنی ہو تو جب تک تہمت ثابت نہ ہو جائے قید نہیں کی جائے گی، کونکہ ثابت ہونے سے پہلے اس کو تعزیر نہیں کر سکتے تو قید بھی نہیں کر سکتے، حد میں ایسا ہوتا ہے کہ ثابت ہونے سے پہلے قید کیا جائے گا، کیوں کہ قید حد کا حصہ نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۶۳۲) سب سے سخت مار تعزیر کی ہے۔

تشریح: تعزیر میں مار سخت ماری جائے گی، پھر اس سے ہلکی زنا کی مار ہوگی، پھر اس سے ہلکی مار حد شرب کی ہوگی اور اس سے ہلکی مار حد قذف کی ہوگی۔

وجہ: (۱) ان دو اثروں میں اس کا اشارہ ہے۔ مثلا زنا کی حد کے بارے میں ہے کہ زانی کا تمام کپڑا اتار دیا جائے گا سوائے لنگی کے۔ اور حد قذف کے بارے میں ہے کہ صرف موٹا کپڑا اور پوستین اتارے جائیں گے۔ باقی قمیص وغیرہ اس کے بدن پر رہنے دیا جائے گا۔ جس سے اندازہ ہوا کہ زنا کی مار سخت ہے اور قذف کی مار اس سے ہلکی ہے۔ قول تابعی یہ ہے۔ **عن قتادۃ قال یجلد القاذف والشارب وعلیھما ثیابھما، وینزع عن الزانی ثیابہ حتی یکون فی ازارہ** (مصنف عبد الرزاق، باب وضع الرداء جلد سابع: ص ر ۲۹۹، نمبر ۱۳۵۹۸) اس قول تابعی میں قاذف اور شارب کا کپڑا باقی رکھا اور زانی کا کپڑا اتروایا جس سے معلوم ہوا کہ حد زنا سخت ہے اس کے بعد حد شرب اس کے بعد حد قذف ہے۔

ترجمہ: ١ـ اس لیے کہ عدد کے اعتبار سے کمی کر دی گئی اس لیے زور سے مار میں کمی نہیں کی جائے گی تا کہ مقصود فوت نہ ہو، اسی لیے اعضاء پر تفریق نہیں کی جائے گی۔

تشریح: حد میں کوڑے زیادہ ہیں اور تعزیر میں کوڑے کم ہیں، پس جب عدد کے اعتبار سے کمی کر دی گئی تو سخت مار میں کمی نہیں کی جائے گی، یہی وجہ ہے کہ حد میں متفرق اعضاء پر کوڑے مارے جاتے ہیں اور تعزیر میں متفرق اعضاء پر مارنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: (۲۶۳۳) پھر زنا کی حد ہے۔

ترجمہ: ١ـ اس لیے کہ حد زنا آیت سے ثابت ہے اور حد شرب صحابہ کے قول سے ثابت ہے [اس لیے حد زنا سخت ہوگی اور حد شرب اس

(۲۶۳۴)ثُمَّ حَدُّ الشُّرْبِ ا؎لِأَنَّ سَبَبَهُ مُتَيَقَّنٌ بِهِ(۲۶۳۵)ثُمَّ حَدُّ الْقَذْفِ ا؎ لِأَنَّ سَبَبَهُ مُحْتَمِلٌ لِاحْتِمَالِ كَوْنِهِ صَادِقًا وَلِأَنَّهُ جَرَى فِيهِ التَّغْلِيظُ مِنْ حَيْثُ رَدُّالشَّهَادَةِفَلَايُغَلَّظُ مِنْ حَيْثُ الْوَصْفُ.(۲۶۳۶)وَمَنْ حَدَّهُ الْإِمَامُ

سے کم سخت ہوگی]۔ پھر یہ کہ زنا کا جرم زیادہ ہے اسی لیے اس میں رجم مشروع ہے۔

تشریح: حد زنا دو وجہ سے سخت ہے[۱] ایک یہ کہ زنا کی حد آیت سے ثابت ہے۔[۲] دوسری یہ کہ زنا میں رجم مشروع ہے اس لیے وہ اہم ہے اس لیے اس میں سخت سزا ہوگی، اور حد شرب حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے وہ زنا سے کم اہم ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ **عن عقبة بن الحارث ان النبی ﷺ اتی بنعمان او بابن نعمان و هو سکران فشق علیه و امر من فی البیت ان یضربوه فضربوه بالجرید و النعال** (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید و النعال ص ۱۰۰۲ نمبر ۶۷۷۵) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شراب کی حد ہے۔

ترجمه: (۲۶۳۴) پھر شرب کی حد کم سخت ہے۔

ترجمه: ا؎ شراب پینا یقینی ہے اس لیے حد ہے، [اور حد قذف یقینی نہیں ہے۔]

تشریح: زنا کی تہمت ڈالا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس میں وہ سچا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس میں سچا نہیں ہے، اس میں دونوں احتمال ہونے کی وجہ سے، اس کی حد شراب سے کم ہے اور شراب پینے کی حد یقینی ہے کیوں کہ اس کو پیتے ہوئے پکڑا گیا ہے اس لیے اس کی حد حد قذف سے سخت ہے۔

ترجمه: (۲۶۳۵) پھر حد قذف ہے۔

ترجمه: ا؎ اس لیے کہ حد قذف کے سبب میں احتمال ہے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ تہمت لگانے والا سچا ہو [اور ہوسکتا ہے کہ جھوٹا ہو]، اور اس لیے بھی کہ حد قذف میں گواہی رد کر دی گئی ہے اس لیے تغلیظ ہوگئی اس لیے سخت مار کے اعتبار سے تغلیظ نہیں کی جائے گی۔

تشریح: زنا کی تہمت لگانے والا ممکن ہے کہ سچا ہو اور ممکن ہے کہ جھوٹا ہو اس لیے یہ حد حد شرب سے کم سخت ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ حد قذف میں کوڑے لگنے کے ساتھ قاذف کی گواہی رد کر دی گئی تو ایک سختی آ گئی اس لیے مار کے اعتبار سے سختی نہیں ہونی چاہئے۔

ترجمه: (۲۶۳۶) امام نے حد لگائی یا تعزیر کی پس مر گیا تو اس کا خون معاف ہے۔

اصول: امام ابوحنیفہؒ کے یہاں حد میں ہلاک کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔

اصول: امام شافعیؒ کے یہاں حد میں ہلاک کا ضمان بیت المال پر ہے۔

وجه: (۱) حد لگانے یا تعزیر کرنے کے بعد مر جائے اور اس کا تاوان حاکم پر لازم کرنے لگ جائیں تو کوئی حاکم عہدے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ اس لیے اس کا خون معاف ہے (۲) قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن علی رضی اللہ عنہ قال ما کنت اقیم علی احد حدا فیموت فیه فاجد منه فی نفسی الا صاحب الخمر لانه ان مات و دیته لان رسول اللہ ﷺ لم یسنه** (مسلم شریف، باب حد الخمر ص ۷۱ نمبر ۱۷۰۷/۴۴۵۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ شرابی کے علاوہ کوئی حد یا تعزیر میں مر جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ شرابی پر حد زیادہ لگ جائے اور مر جائے تو اس کا احساس ہے۔ کیوں کہ اس کی حد کے بارے میں کوئی صاف عدد مذکور نہیں ہے۔

أَوْ عَزَّرَهُ فَمَاتَ فَدَمُهُ هَدَرٌ ۱ؔ لِأَنَّهُ فَعَلَ مَا فَعَلَ بِأَمْرِ الشَّرْعِ، وَفِعْلُ الْمَأْمُورِ لَا يَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالْفِصَادِ وَالْبَزَّاغِ، ۲ؔ بِخِلَافِ الزَّوْجِ إذَا عَزَّرَ زَوْجَتَهُ لِأَنَّهُ مُطْلَقٌ فِيهِ، وَالْإِطْلَاقَاتُ تَتَقَيَّدُ بِشَرْطِ السَّلَامَةِ كَالْمُرُورِ فِي الطَّرِيقِ. ۳ؔ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: تَجِبُ الدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِأَنَّ الْإِتْلَافَ خَطَأٌ فِيهِ، إذْ التَّعْزِيرُ لِلتَّأْدِيبِ غَيْرَ أَنَّهُ تَجِبُ الدِّيَةُ فِي بَيْتِ الْمَالِ لِأَنَّ نَفْعَ عَمَلِهِ يَرْجِعُ عَلَى عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَيَكُونُ الْغُرْمُ فِي

ترجمہ:۱ؔ اس لیے کہ شریعت کے معاملے کو اس نے انجام دیا ہے، اور کوئی ضروری نہیں ہے کہ جس کو مارا وہ سلامت رہے جیسے فصد لگانے والا اور جانور کو نشتر لگانے والا۔

تشریح: حد میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ اس کو وصول کرو اس لیے کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہلاک نہ ہو اور آدمی محفوظ رہے اس لیے ہلاک ہو گیا تو اس کی دیت لازم نہیں ہو گی، جیسے پچھنا لگانے والا اور جانور کو نشتر لگانے والا نشتر لگائے تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ آدمی ہلاک نہ ہو اور ہلاک ہوتا ہے تو اس کا ضمان پچھنا لگانے والے پر نہیں ہے، اسی طرح اس حد میں ہلاک ہونے والے کا ضمان لازم نہیں ہوگا

ترجمہ:۲ؔ بخلاف شوہر بیوی کو تعزیر کی تو تعزیر کی اجازت ہے، ضروری نہیں ہے، اور جس میں اجازت ہوتی ہے وہ سلامت کی شرط کے ساتھ مقید ہوتی ہے، جیسے راستے میں گزرنا۔

تشریح: یہاں دو باتوں میں فرق بیان کر رہے ہیں [۱] [مطلق] ایک ہے مار کی اجازت، جیسے شوہر کو مار کی اجازت ہے، اس میں آدمی کا محفوظ رہنا ضروری ہے، اور اگر مار کی وجہ سے بیوی ہلاک ہو گئی تو شوہر پر اس کی دیت لازم ہو گی۔ [۲] اور دوسرا ہے مار کا حکم دینا، جیسے حد میں مار کی اجازت نہیں ہے بلکہ مار کا حکم ہے، اس لیے اس میں آدمی کا صحیح سالم رہنا کوئی ضروری نہیں ہے، اس لیے حد سے آدمی ہلاک ہو گیا تو اس کی دیت نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال دی ہے کہ کسی کے کھیت میں راستہ ہے اس سے گزرنے کی اجازت ہے، تو وہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ کھیتی کو خراب نہ کرے۔ اور اگر فصل کو خراب کیا تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

لغت: مطلق: کا معنی ہے اجازت۔ اس کا جمع ہے اطلاقات۔

ترجمہ:۳ؔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ہلاک ہونے کی دیت بیت المال پر ہو گی اس لیے کہ ہلاک ہونا غلط بات ہے اس لیے تعزیر ادب کے لیے تھی، یہ اور بات ہے کہ دیت بیت المال پر ہو گی، اس لیے کہ امام کا نفع عام مسلمانوں کو ہے تو تاوان بھی عام مسلمانوں پر ہوگا۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حد مارنے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا تو اس کی دیت بیت المال پر ہو گی۔

وجہ: وہ فرماتے ہیں کہ تعزیر صرف ادب دینے کے لیے ہے ہلاک کرنے کے لیے نہیں ہے، اور ہلاک کر دیا تو یہ غلطی ہے، لیکن امام چونکہ عوام کے لیے کام کیا ہے اس لیے اس کا تاوان بھی عوام کے مال میں ہوگا، بیت المال پر ہوگا۔۔ غرم: تاوان۔ ضمان۔

مَالِهِمْ. ۴ قُلْنَا لَمَّا اسْتَوْفَى حَقَّ اللَّهِ تَعَالَى بِأَمْرِهِ صَارَ كَأَنَّ اللَّهَ أَمَاتَهُ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ فَلَا يَجِبُ الضَّمَانُ.

ترجمہ: ۴ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے اللہ کا حق وصول کیا ہے، تو ایسا ہوگیا کہ بغیر واسطے کے اللہ ہی نے اس کو مارا ہے اس لیے ضمان لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جب اللہ کے حکم سے حد ماری تو گویا کہ اللہ ہی نے اس آدمی کو مار دیا، اس لیے امام پر ضمان نہیں ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

اللہ کے فضل سے آج چھٹی جلد کی شرح ختم ہوئی۔

آخر الدعوان الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الکریم

احقر ثمیر الدین قاسمي

۱۳/۲/۲۰۱۵ء



الشرح الثمیری شرح اردو قدوری مکمل چار جلدوں میں

شارح: حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب مدظلہ

(۱) ہر مسئلہ کو الگ الگ لکھا گیا ہے اور اس پر نمبر ڈالا گیا ہے تا کہ مسئلہ سمجھنے اور نکالنے میں آسانی ہو۔
(۲) ہر مسئلہ کا بامحاورہ ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔
(۳) ہر مسئلہ کی وجہ یعنی دلیل عقلی پیش کی گئی ہے۔
(۴) ہر مسئلہ کے تحت احادیث کا ذخیرہ پیش کیا گیا ہے تا کہ ہر ہر مسئلہ کو احادیث سے نکالنے میں آسانی ہو۔
(۵) کونسا مسئلہ اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بیان کیا گیا ہے۔
(۶) لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔
(۷) فائدہ کے تحت ائمہ کرام کا اختلاف مختصر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔
(۸) تشریح کے تحت پیچیدہ مسئلہ کو سہل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔
(۹) دلیل وغیرہ کو بہت طول نہیں دیا گیا ہے تا کہ طلباء تنگ نہ آجائیں۔
(۱۰) زبان سلیس اور آسان استعمال کی گئی ہے۔
(۱۱) دلیل اور اصول وغیرہ ہدایہ اور صحاح ستہ جیسی اہم کتابوں سے لیے گئے ہیں۔
(۱۲) وراثت کے مسئلے کو کلکولیٹر کی مدد سے نئے انداز میں سیٹ کیا ہے جس سے پورا مناسخہ دومنٹ میں حل ہو جاتا ہے۔

مسائل نماز، مکمل، مدلل، مفصل

تالیف: ابوحماد غلام رسول منظور القاسمی پیہراوی

نماز اسلام کا اہم رکن اور مقدس عبادت ہے، اللہ کے نزدیک نماز سے زیادہ محبوب کوئی عبادت نہیں ہے، نماز پڑھنے سے ایسی برکتوں کا ظہور ہوتا ہے کہ آدمی گناہوں اور بے حیائی سے دور ہو جاتا ہے۔

جس طرح نماز اہم عبادت ہے، اسی طرح نماز کے ''مسائل'' بھی بہت اہم ہے، بہت سے لوگ نماز کے صحیح مسائل سے ناواقف اور بے خبر ہے، اس کے مسائل کو سیکھنے اور سیکھ کر سنت نبوی کے مطابق نماز پڑھنے کی فکر نہیں کر رکھتے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا مفتی ''غلام رسول'' القاسمی پیہراوی کو کہ انہوں نے ''مسائل نماز''، مکمل ومدلل اور مفصل لکھ کر احسان عظیم فرمایا۔

کتاب کی ابتداء میں نماز کی اہمیت وفضیلت، تاریخ وفرضیت نماز پڑھنے پر اجر وثواب، ترک کرنے پر گناہ نیز نماز کے شرائط اور ارکان نماز کی حکمت وغیرہ امور پر احادیث شریفہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

❋ نماز کے احکام ومسائل کو نہایت آسان زبان میں نہایت مفصل طور پر تحریر کیا گیا ہے۔

❋ ذکر کردہ جملہ مسائل بڑے تحقیق اور معتمد کتب فقہ کی مراجعت کر کے لکھی گئی ہے۔

❋ ہر ایک مسئلہ کے حوالہ میں کتب فقہ وفتاوی کی عبارتیں جلد وصفحات کے ساتھ نیچے لکھ دی گئی ہے، جس سے کتاب قابل اعتماد اور اس کی افادیت دوچند ہو جاتی ہے۔ یوں تو اس موضوع پر بہت سی کتاب لکھی گئی مگر مذکورہ تفصیل وخصوصیات اسی کتاب کا حق ہیں۔

مسائل امامت

مؤلف: مفتی غلام رسول القاسمی، پہراوی

نماز اسلام کا اہم رکن ہے اور نماز کے برکات کسی پر مخفی نہیں ہے، دل میں نماز کی عظمت کا تصور کر کے خشوع وخضوع کے ساتھ تمام سنن ومستحبات کی رعایت کرتے ہوئے پڑھی جائے، تو وہ نماز جاندار ہوتی ہے اور زندگی اچھا اثر ڈالتی ہے۔

نماز کامل طور اسی وقت ادا ہوگی جب اس کو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے، اسی لیے فقہاء نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے والے کو اداء کامل اور تنہا نماز پڑھنے والے کو اداء قاصر کہا ہے۔ لیکن جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے کسی امام کی ضرورت ہے، اور اس امام کو امامت کے تمام مسائل کا جاننا ضروری، کیوں کہ منصب امامت نہایت نازک اور ذمہ داری کا منصب ہے، حدیث شریف میں امام کو ''ضامن'' کہا گیا ہے۔ اگر کسی وجہ سے امام کی نماز فاسد ہوگئی یا نماز میں کسی طرح کی کوئی خرابی آ گئی، تو سارے مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائیگی، اس لیے امام کو امامت کے تمام مسائل جاننا نہایت ضروری ہے، تا کہ وہ اپنی ذمہ داری سے باحسن طریق نبھا سکے۔ مسائل امامت ائمہ مساجد کے لیے خصوصاً اور ہر مسلمان شخص کے لیے عموماً نہایت موزوں اور امامت اور ان سے متعلق جملہ مسائل کی معلومات کے لیے نہایت سہل، عام فہم اردو زبان میں جامع کتاب ہے۔

جس میں کتاب کی ابتداء میں امامت کبریٰ، امامت صغریٰ کی اہمیت فضیلت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز وہ اوصاف جن کی وجہ سے امامت مکروہ ہو جاتی ہے، یا اس کی وجہ سے نماز درست نہیں ہوتی ہے ان تمام مسائل مکمل، مدلل اور مفصل تحریر کیا گیا ہے۔

مسائل الیکشن اور جمہوری ملک

مؤلف: مفتی غلام رسول القاسمی، پہراوی

اسلام اور سیاست، دورِ حاضر میں سیاست کا مفہوم، ووٹ کی شرعی حیثیت، ووٹ کن لوگوں کو دیا جائے اور کن کو نہ دیا جائے، کیا عورت کی امارت درست ہے، ووٹ کے اثرات، حکومت سازی میں ووٹ دینے والے کی حصہ داری، دینی اور شرعی ذمہ داری، کیا ووٹ دینے والا عنداللہ جواب دہ ہوگا، ان سب معلومات پر مبنی ایک کامل اور مکمل کتاب، جو آپ کو صحیح سمت میں لے جاتی ہے، آپ کی رائے اور ووٹ کو اس کے حقدار تک پہنچاتی ہے آپ کی ذمہ داریوں سے واقف کراتی ہے اور شریعت نے اس پورے عمل کی کس طرح رہنمائی کی ہے یہ سب جاننے کے لیے کتاب کا مطالعہ کیجئے اس ضمن میں کوئی گوشہ اور پہلو ادھورا اور تشنہ نہ رہے گا آخر میں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ ووٹ کے سلسلے میں آپ جواب دہ ہیں اور اس کی شرعی حقیقت کو جاننے کے لیے اس کتاب کا آپ کے پاس ہونا ضروری ہے۔

مسائل زکوٰۃ مکمل ومدلل

مؤلف: مفتی غلام رسول القاسمی، پہراوی

نماز، روزہ، حج، کے بعد جس عبادت کو خداوند قدوس نے ہر صاحبِ نصاب پر فرض کیا ہے وہ زکوٰۃ ہے زکوٰۃ کا ذکر اور اس کے فرض ہونے کا قرآن کریم میں بار بار ذکر ہوا اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب نماز کا ذکر ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی زکوٰۃ کو بھی بیان کیا جاتا ہے نماز کے ساتھ روزہ کی توضیح نہیں کی گئی زکوٰۃ کے مسائل کو جاننے کے لیے کتاب کا مطالعہ ازحد ضروری ہے، زکوٰۃ کس پر واجب ہے، صاحبِ نصاب کسے کہتے ہیں، سال گزرنے کے کیا معنی ہیں، کن کن چیزوں میں زکوٰۃ ہے، مستحقین زکوٰۃ کون ہیں، زکوٰۃ کے مصارف کیا ہوں گے، تمام حقائق سے اور تمام مسائل سے واقف ہونے کے لیے یہ کتاب آپ کے لیے بہترین رہنما ہے۔

☆☆☆